فیوض الرحمٰن

اُردو ترجمہ

تفسیر روح البیان

شیخ القرآن والتفسیر والحدیث حضرت علامہ مفتی

محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ

مکتبہ غوثیہ

یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری پارک، کراچی۔

فون :4926110-4910584

فیوض الرحمٰن

اُردو ترجمہ

پارہ ۲۵

روح البیان

مصنف

سراج العلماء زبدۃ الفضلاء شیخ اسماعیل حقّی
حضرت علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

شیخ التفسیر و الحدیث مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہٗ

ناشر

مکتبہ غوثیہ ہول سیل

پرانی سبزی منڈی بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک
متصل دار العلوم غوثیہ بابا جلال بلڈنگ کراچی۔
فون: 4926110, 4910584

نام کتاب .... فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ، روح البیان پارہ نمبر ۹

مصنف .... حضرت علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ

مترجم .... حضرت علامہ مفتی فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

سن طباعت ۲۰۰۷ء

مصحح .... چودھری مشتاق احمد خاں، لاہور

ناشر .... مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی

باہتمام .... محمد قاسم جلالی (بانی و چیئرمین ویلفیئر ٹرسٹ) کراچی

إِلَيْهِ يُرَدُّ

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا
وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ
شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا
يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ۝ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ
مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ
رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ
السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ
فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝
وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ
الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ
عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝
سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ
أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

ترجمہ: قیامت کے علم کا اسی پر حوالہ ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے
اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک کہیں گے ہم تجھ سے
کہہ چکے ہیں کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں اور گم گیا ان سے جسے پہلے پوجتے تھے اور سمجھ لیے کہ انہیں کہیں بھاگنے

کی جگہ نہیں۔ آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور کوئی بُرائی پہنچے تو ناامید آس ٹوٹا اور اگر ہم اسے کچھ اپنی رحمت کا مزہ دیں اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی تو کہے گا یہ تو میری ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم ہو گی اور اگر میں رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی خوبی ہی ہے تو ضرور ہم بتادیں گے کافروں کو جو انہوں نے کیا اور ضرور انہیں گاڑھا عذاب چکھائیں گے۔ اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دُور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے۔ تم فرماؤ بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دُور کی ضد میں ہے ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔ سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے۔ سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے:

تفسیر عالمانہ

(الیہ) اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کہ اس کے غیر کی طرف (یرد علم الساعۃ) لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم جب اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو جواب میں کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جب آئے گی تو ہر بد اور نیک کا فیصلہ ہو گا نیک کو بہشت اور بد کو دوزخ ملے گی۔ (وما) نافیہ ہے (اور نہیں) ۔ (تخرج من ثمرات) نکلتے ثمرات میں سے (من) زائدہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہاں استغراق مراد ہے اس لئے کہ اس کے دخول سے پہلے اس کا مدخول جنس کا فائدہ دیتا تھا اب اس کے داخلہ سے وحدت کی نفی ہوئی یعنی باہر نہیں آتا کوئی میوہ (اکمامھا) اپنے حفاظت خانوں یعنی چھلکوں سے اس سے قبل کہ وہ پھر جائیں بعض نے کہا اس سے میوہ جات کے چھلکے مراد ہیں جیسے اخروٹ و بادام اور پستے کے چھلکے۔

(حل لغات) اکمام کم (بالکسر) کی جمع ہے ثمرات کا حفاظت خانہ اور ان کا غلاف ہر وہ شے جو پھلوں کو ڈھانپے وہ کم ہے اور بالضم قمیص کا وہ حصہ جو ہاتھ کے بازوؤں کو ڈھانپے (وما تحمل من انثیٰ) اور وہ نہیں اٹھاتی عورتیں (ولا تضع) اور نہیں رکھتیں یعنی کسی جگہ پر وضع حمل نہیں کرتیں مگر اللہ کے علم میں ہے یہ استثناء مفرغ ہے اعم الاحوال سے اور مسئلہ متعلق مذکور نہیں تاکہ تعمیم ہو اب معنی یہ ہوا کہ نہیں حادث ہوتا ثمرہ کا نکلنا اور نہ حاملہ کا حمل اور نہ اس کا وضع سوائے اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی کے علم سے ان کا تعلق نہیں ہوتا وہی خروج ثمرہ کا وقت جانتا ہے صرف اسے معلوم ہے کہ پھل غلاف سے کب نکلے گا اس کی گنتی کیا ہے ایسے ہی اسے معلوم ہے کہ اس کے پکنے کا وقت کونسا ہے یا قبل از وقت خراب ہو جانے کا وغیرہ وغیرہ ایسے حاملہ کے حمل اور

کے بسنے کے ایام کی گنتی اور اس کی گھڑیاں اور اس کے ناقص وکامل ہونے کے حالات اس کا نر ہونا مادہ ہونا اور حسن وقبح وغیرہ وغیرہ ایسے ہی اس کے پیدا ہونے اور اس کے متعلقات کا علم

(**نکتہ**) علم الساعۃ کے ساتھ ان کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت میں اٹھنا اور تمام مردوں نے زندہ ہونا ہے۔

مسئلہ، حواشی ابن الشیخ میں ہے کہ علم الساعۃ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی اگر کوئی کسی سے اس کے متعلق سوال کرے تو مجیب پر لازم ہے کہ وہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو سپرد کرے اور کہے "واللہ اعلم" ایسے حوادثات مستقبلہ اور پھلوں اور انگوریوں کا پکنا یا کچا ضائع ہو جانا وغیرہ وغیرہ کا علم اللہ تعالیٰ کو سپرد کیا جائے۔

حکایت ابو منصور دوانقی کو خیال گزرا کہ نامعلوم میری زندگی کے بقایا لمحات کتنا ہیں خواب میں کسی نے اسے پانچ کا اشارہ کیا علمائے وقت سے تعبیر پوچھی تو سب نے کہا پانچ سال پانچ ماہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "خمس لا یعلمھن" کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ پانچ مراد ہیں جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

فائدہ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس سے واضح ہوگیا کہ علم الساعۃ اور علم ثمرات کی آپس میں مطابقت یوں ہوگی کہ علم ثمرات کو بارش سے تعلق ہے اور بارش علم الخمس میں سے ہے اسی لئے علم الساعۃ کے بعد ثمرات وغیرہ کے متعلق بیان فرمایا۔

تفسیر عالمانہ "ویوم ینادیھم" اور یاد کیجئے اے (محبوب) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دن جب تمہارا رب انہیں ندا دیکر فرمائے گا۔ (این شرکائی) بزعم شما میرے شریک کہاں ہیں۔

(**سوال**) تم نے بزعم شما کا اضافہ کیوں کیا

(**جواب**) دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے چنانچہ فرمایا کہ

"این شرکائی الذین زعمتم" وہ میرے شریک کہاں جنہیں تم نے گمان کر رکھا تھا "قالوا اٰذنٰک" وہ کہیں گے ہم نے تمہیں پہلے کہہ دیا ہے۔ "ما منا" ہم سے نہیں "من شہید" کوئی ایک جوان کے متعلق شرکت کی گواہی دے کیونکہ جب سے ہم نے ان کا حال ظاہر دیکھا تو ہم ان سے بیزار ہو گئے۔ یہ سوال ان سے بطور زجر و توبیخ ہوگا۔

فائدہ "شہید" شہادۃ سے ہے اور "ما منا من احد الخ" ہمارا کوئی ایسا نہیں جو ان کو پائے کیوں کہ ان کے معبود ان سے گم ہو جائیں گے وہ انہیں اس وقت دیکھ نہیں سکیں گے اس معنی پر الشہید الشہود سے ہے۔

ؔ حضور علیہ السلام بھی اسی طرح فرماتے لیکن اس سے آپکی لاعلمی پر محمول کرنا جہالت ہے اس کی تحقیق فقیر کی کتاب طلوع الشمس فی علوم الخمس میں دیکھئے اویسی غفرلہٗ

فائدہ: حواشی سعدی المفتی میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہ قول "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" بخدا اے ہمارے پروردگار ہم مشرک نہ تھے بلکہ "اذ ناک" اسی قول کی طرف اشارہ ہے جس کا انہوں نے عمداً جھوٹ بول کر جواب دیا۔

فائدہ: الارشاد میں ہے "ان کا قول آذناک" ان کی توبیخ کے بعد دوسری توبیخ کے لئے ہے جو انہوں نے جواب دیا تھا

مسئلہ: حضرت (امام) لستغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ) سے معتزلہ داہل سنت کے مابین نکاح کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ناجائز ہے ئے اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ مشرکین میں سے ہیں اس لئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے افعال کے خالق خود ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا" اور مشرکین سے نکاح و بیاہ نہ کرو یہاں تک کہ ایمان لائیں یعنی جب تک اللہ کو واحد نہ مانیں اور یوں عقیدہ نہ رکھیں خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے

تقریر وحدۃ الوجود

درحقیقت موجود صرف وہی ہے کیونکہ بندے جو دنیا میں دعویٰ کرتے تھے وہ قیامت میں ان سے غائب ہوجائے گا اور وہ خیال جو ان کو اپنے وجود کا متصور ہوگا وہ زائل و باطل ہوجائے گا۔ ے چہ گو نہ غیر تو بیند کسے کہ غیر تو نیست ؎ وہ غیر کو کیا دیکھے جب تیرا غیر ہے ہی نہیں۔

اور قیامت میں انہیں یقین ہوجائے گا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت میں صفت قہاریہ سے متجلی ہوگا تو سوائے اللہ کے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ ہاں اگر کوئی دنیا میں ارباب لطف سے ہوگا تو وہ آخرت میں اس کے لطف سے نوازا جائے گا

سبق

عاقل پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں بھاگے چنانچہ اس نے فرمایا "ففروا الی اللہ" اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو جب کوئی اس کی طرف بھاگتا ہے تو وہ اسے انیس پائے گا اور انیس انیس کے قہر سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ اپنے انیس سے ہر وقت لطف و کرم فرماتا ہے۔

حکایت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ دریا میں کشتی پر سوار تھے ہمارے ساتھ ایک نوجوان بھی سوار ہوا جو نہایت حسین و جمیل تھا ایسا کہ اس کے چہرے سے نور ٹپکتا تھا۔ جب دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی کے مالک کا مال گم ہونے کا اعلان ہوا۔ اس کے حصول کے لئے تلاش ہوئی جب اس نوجوان کی باری آئی اس نے بجائے تلاشی دینے کے دریا میں چھلانگ دی اور دریا کی موجوں پر سوار ہو کر تیرنے لگا اور دریا کی موجیں اس کے لئے تخت بن کر اسے اٹھا کر چلنے لگیں، اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے میرے مولا یہ لوگ مجھے تہمت لگاتے ہیں اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تو اس دریا کے ہر جانور کو حکم دے کہ ہر ایک جوہر و موتی لے کر ظاہر ہو اس کے اتنا کہنے پر ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ دریا کا ہر جانور کشتی کے آگے دریا سے منہ نکال کر جوہر اور موتی ظاہر کر رہا تھا اور وہ موتی چمکدار اور سچے موتی تھے اس کے بعد وہ نوجوان موجوں سے اچھل کر دریا پر نہایت بے نیازی کے ساتھ ایسے چلتا تھا جیسے خشک زمین پر چل رہا ہو اور پڑھ رہا تھا "ایاک نعبد و ایاک نستعین" اس کے بعد گم ہوگیا۔

ے مجمع افتادی ۱۲۔

فائدہ: حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا کہ اس سفر میں مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی مشاہدہ میں آیا جو آپ نے فرمایا کہ :-

لا یزال فی امتی ثلاثون قلوبھم علی قلب ابراہیم خلیل الرحمٰن وکلما مات واحد ابدل اللہ مکانہ واحداً[ط]

ترجمہ: میری امت میں تیس بزرگ ایسے رہیں گے جن کے قلوب ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے جب انمیں سے ایک فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور کو مقرر فرما دے گا۔

سبق: اس حکایت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان پر صفت لطف سے متجلی ہوا تو وہ قہر بحرسے بچ نکلا اور اسے ایاک نعبد الخ کی حقیقت کا تحقق نصیب ہوا کیوں کہ جسے اختصاص العبادۃ کا درجہ حاصل ہوتا ہے اسے اختصاص توحید کی منازل نصیب ہوتی ہیں اور توحید حقانی سے ہی طریق قہر کے جملہ راستے بند ہو جاتے ہیں کیوں کہ جس نے وجود پہ ایک بار مقہور کیا اسپر دوبارہ قہر نہیں آیا جیساکہ اس جوان کا حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ کو مشاہدہ ہوا اس کی وجہ وہ حال تھا جو اہل دنیا کے حال کے منافی ہے حضرت شیخ مغربی قدس سرہ نے فرمایا ہے

ہیچ کس گرچہ زحالے نیست خالی درجہان ... لیکن ایں حالے کہ ما راہست حال دیگر است

ترجمہ: کوئی اگرچہ کسی حال سے جہان میں خالی نہیں لیکن یہ حال کہ جس میں ہم ہیں یہ حال اور ہے۔

فائدہ: اس نوجوان نے لطف کے طریق پر چل کر زمین کی سیاحت کی یہاں تک کہ اسے لطیف وخبیر کا وصال نصیب ہوا۔

تفسیر عالمانہ: "لا یسئم الانسان" انسان نہیں تھکتا اور تنگ نہیں ہوتا۔ یہاں پر انسان سے کافر مراد ہے اگرچہ یہ اسم جنس ہے لیکن اس سے اس کے اکثر افراد مراد ہیں اور قاعدہ اسلامیہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی نا امید ہے جیساکہ اس کی تصریح آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ "من دعاء الخیر" دعائے خیر سے یعنی اس کا خیر مانگنا اور نعمت کی وسعت اور اسباب معیشت کی فراخی طلب کرنا۔

فائدہ: یہاں فاعل محذوف ہے مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اب معنی یہ ہوا کہ انسان (کافر) کو کتنا ہی خیر حاصل ہو لیکن اس کے آگے کی طلب کی درجات کی انتہا نہیں کیوں کہ وہ حریص ہے اس کے بعد بھی زیادتی کا طالب رہتا ہے یہانتک کہ اس طلب سے وہ تھکتا ہی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ طلب خیر سے نہیں تھکتا اسی طلب میں اسے ملال کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اسی عادت وفطرت سے بعض تو جملہ مخلوق سے برتر ہو گئے اور بعض بد سے بدتر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امانت کے بوجھ اٹھانے پر انسان جملہ مخلوق سے بازی لے گیا جب کہ دوسری اس بوجھ اٹھانے سے گھبرا کر صاف انکار کر دیا۔

فائدہ: بار امانت سے بلاواسطہ فیض الٰہی مراد ہے اور اس فیض الٰہی کی کوئی انتہا نہیں چونکہ اس کا انسان نے دم مارا اسی لئے اس کی طلب بھی غیر متناہی ہے پھر بعض نے اس طلب کو تحصیل دنیا اور اس کی زینت وشہوات

ط: روح البیان ص۲۷۷ ج۸

اور لذات کو پورا کرنے میں صرف کیا اس لئے وہ ایسی طلب سے کسی طرح بھی نہیں تھکتا اسی لئے وہ جملہ مخلوق سے بدسے بدتر ٹھہرا۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

تاکے غم دنیا دنی اے دل دانا ۔۔ حیف است زخوبی کہ شود عاشق زشتی

ترجمہ ، کب تک غم دنیا کمینی میں اے دل دانا مبتلا رہے گی افسوس ہے کہ تو حسین ہو کر قبیح شکل پر عاشق رہے گی۔

(جو طلب خیر میں مست ہوئے ان کی بھی کوئی انتہا نہیں اسی لئے وہ جملہ مخلوق سے حسب مراتب افضل سے افضل ترین ہوئے)

تفسیر عالمانہ "وان مسہ الشر" اور اگر اسے برائی پہنچے یہاں پر شر سے عسرت ومعاش کی تنگی مراد ہے "فیئوس" تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے انتہائی درجہ کا ناامید ہوتا ہے یعنی اگر اسے برائی پہنچے۔ مثلاً تنگی اور تنگدستی اور بیماری میں مبتلا ہو تو وہ رحمت الٰہی سے راحت کے حصول سے امید منقطع کر دیتا ہے (حالانکہ اسے چاہیے کہ اس اُمید میں رہے کہ دکھ کے بعد سکھ بھی نصیب ہوتے ہیں) "قنوط" القنوط بہت زیادہ ناامیدی کا نام ہے جس کے اثرات ناامید انسان میں نمایاں طور ظاہر ہوتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ ہر لحظہ ناامیدی میں آگے کو بڑھتا رہتا ہے اس سے "یئوس وقنوط" کا فرق واضح ہوگیا۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ "وان مسہ الشر" اس سے نفس کے وہ پیار کے امور مراد ہیں جن سے وہ الفت کرتا ہے اور اس کے وہ خواہشات جن کا وہ خوگر ہے یعنی اگر نفس کو یہ امور میسر نہ ہوں تو "یئوس وقنوط" ہوتا ہے یعنی بلایا محن کے انقطاع سے ناامید ہو جاتا ہے کیونکہ نفس کو اپنے رب کا علم نہیں بلکہ اس کے دل سے رجوع الی اللہ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں کہ اب وہ اس بیماری سے نجات پانے سے رہ جاتا ہے حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا کہ ؎

سروش عالم غیبم بشارتے خوش داد ۔۔ کہ کس ہمیشہ بگیتی دژم نخواہد ماند

ترجمہ : گزشتہ شب مجھے عالم غیب سے غیبی فرشتے نے خوشخبری دی کہ کوئی بھی اس فانی زمانہ میں ہمیشہ غم میں نہ رہے گا۔

نیز اسمیں اشارہ ہے کہ انسان اپنے رب کے عرفان سے خالی ہو کر اس سے دعا مانگتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تو کسی مقصد براری اور حصول آرزو کے ارادہ پر اسی لئے ایسا شخص ظہور یاس کے وقت درطۂ یاس وفراق میں گر کر ہلاک وتباہ ہو جاتا ہے (معاذ اللہ)

تفسیر عالمانہ "ولئن اذقناہ رحمۃ منا" اور اگر ہم اسے اپنی جانب سے رحمت کا مزہ چکھائیں "من بعد ضراء مسته" بعد اس دکھ کے جو اسے پہنچا ہے وہ اس طرح کہ ہم اسے دکھ سے نجات دے دیں مثلاً مریض تھا تو تندرستی بخش دیں اور تنگی میں تھا تو کشادگی عطا فرما دیں وغیرہ وغیرہ، "لیقولن هذا" تو کہے گا یہ (الخ)

بھلائی " لی " میرا حق تھا جو مجھے ملا کیوں کہ میں اس کا حق دار تھا مجھے ملنا تھا سو مل گیا اور یہ مجھے میری نیکی کا بدلہ
فائدہ : لام استحقاق کی ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ یہ صرف مجھے ملنا تھا میرے غیر کی ایسی قسمت کہاں فلہذا یہ بھلائی مجھ سے
ہمیشہ تک زائل نہ ہوگی۔ اس معنی پر یہ لام اختصاص کی ہے اس معنی پر وہ لازم الاستحقاق کی خبر دیتا ہے لیکن یہ خبر
اس کی از خود نہ ہوگی بلکہ لازماً استحقاق کیوجہ سے ہوگی جیساکہ پہلی خبر از خود ہوگی اور دوام کا مطلب ہم نے لام
اختصاص سے سمجھا وہ اس لئے کہ جو شے کسی کے لئے مخصوص ہوجاتی ہے تو بظاہر وہ شے اس سے کبھی زائل نہیں ہوتی لیکن
وہ بدقسمت اتنا نہیں سمجھتا کہ یہ بھلائی اسے محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق ایزدی کے نصیب ہوئی اسی لئے
وہ اپنا استحقاق کا دعویٰ کرکے منعم حقیقی سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس سے یکسر بے خبر اور جاہل بن جاتا ہے کہ یہ خبر تو اللہ
تعالیٰ نے اسے اس لئے دی ہے تاکہ وہ آزمائے کہ کیا وہ اس کا شکر کرتا ہے یا ناشکرا بنتا ہے اگر وہ چاہے تو وہ اس
سے یہ نعمت چھین بھی سکتا ہے " وما اظن الساعۃ قائمۃ " اور مجھے یہ گمان تک بھی نہیں کہ قیامت قائم ہوگی جیسا
کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ قیامت آئے گی " ولئن رجعت " اور اگر بالفرض والتقدیر لوٹایا گیا
بھی " الی ربی " اپنے پروردگار کی طرف یعنی مرنے کے بعد اٹھایا گیا۔ اس سے ان کا وہ گمان جو صرف ان کے خیال
تک محدود تھا اور یہاں ظن کامل مراد ہے اسی لئے یہ ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ " ان لی عندہ " بے شک میرے
لئے اس کے ہاں " للحسنیٰ " البتہ بھلائی ہے جواب قسم ہے یعنی وہ جو حرف شرط میں ہے یعنی وہ سمجھتا ہے
کہ چونکہ میں کرامت و نعمت کا مستحق ہوں اس لئے وہ مجھے دنیا میں ملے یا آخرت میں اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ع : زہے تصور باطل زہے تصور محال ، واہ باطل تصور واہ تصور محال

(ترجمہ) ایسا بے وقوف اس گمان میں ہے کہ جیسے اسے دنیا میں نعمتوں سے نوازا گیا ہے تو اس کے استحقاق
پر اسی طرح وہ اس کا مستحق ہے۔ کہ وہ آخرت میں بھی نعمتوں سے نوازا جائے گا اسی نے آخرت کو دنیا پر قیاس کرلیا
یہ اس کا محض گمان اور خیالی باتیں ہیں۔

فائدہ : بعض بزرگوں نے فرمایا کہ کافر کے دو خام خیال مشہور ہیں

(۱) دنیا میں کہتا ہے " لئن رجعت الخ "

(۲) آخرت میں کہے گا " یالیتنی کنت ترابا " لیکن اسے ان دونوں سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

فائدہ : بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر " الحسنیٰ " سے جنۃ مراد ہے یعنی وہ بطور استہزاء ایسے کہتا ہے۔

" فلننبئن الذین کفروا بما عملوا " تو ہم کافروں کو ان کے اعمال کی حقیقت کا پتہ دیں گے یعنی ان کے اعمال کی
حقیقت کو ظاہر کریں گے۔ پھر وہ دیکھیں گے کہ وہ کتنا قبیح ہیں اسی سے اس کی ایسی اہانت ہوگی کہ کبھی وہ اعزاز
و اکرام کا تصور بھی نہ کرسکے گا۔ " ولنذیقنہم من عذاب غلیظ " اور ہم اسے ایسا غلیظ عذاب چکھائیں گے جس کی
کنہ کو کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس سے ان کی جان چھوٹ سکے گی گویا وہ اپنی غفلت کی وجہ سے نہیں جہات سے

گھیرے گا اور وہ دنیا میں چونکہ طرد و بُعد کے عذاب میں مبتلا رہا اسی لئے وہ اس سے بے خبر رہا لیکن جب اسے خواب غفلت سے بیداری بعد از موت حاصل ہوئی تب اسے معلوم ہوگا کہ اسے کیسا عذاب حاصل ہو رہا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا " الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا " لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔

فائدہ: بحر العلوم میں غلیظ بمعنی شدید یا عظیم لکھا ہے اور من ابتدائیہ یا بیانیہ ہے اس کا مبیّن محذوف ہے گویا معنی یہ ہے کہ ہم انہیں ایسے ذلیل عذاب میں مبتلا کریں گے جو ہر عذاب سے بڑا ہوگا یہ اس کا بدلہ ہوگا جو ان کا خیال تھا کہ ہم معزز و مکرم ہوں گے۔

صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ غلیظ کا حقیقی معنی بھی صحیح ہو سکتا ہے اس لئے کہ قیامت میں معذب (کافروں) کے اجسام غلیظ (گاڑھے موٹے) ہوں گے۔ اسی مطابق عذاب بھی گاڑھا اور موٹا ہوگا۔

فائدہ: حضرت شیخ صدر الدین قنوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معذب لوگوں کی قیامت میں خصوصی ساخت ہوگی اسی مطابق انہیں عذاب ہوگا جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ قیامت میں کافر کے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کے برابر ہوگی بلکہ اسی پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ " ان کتاب الفجار لفی سجین " بے شک کفار کی کتاب سجین میں ہے) اور سجین وہ عالم سفلی ہے جسے قبضہ اور کبھی شمال سے مضاف کیا جاتا ہے اور اصحاب الیمین کے بارہ میں فرمایا کہ " کلا ان کتاب الابرار لفی علیین " بے شک ابرار کی کتاب علیین میں ہے اس کی وہی تعبیر ہے جو فرمایا " والسمٰوٰت مطویات بیمینہ " اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہیں۔

(نکتہ) ابرار اور ان کی کتاب علیین میں ہونے میں راز یہ ہے کہ ان کی نشاۃ کے اجزاء کثیفیہ اور ان کے قوائے طبعیہ مزاجیہ کے جواہر صاف اور ستھرے ہو کر علم و عمل کے ذریعہ تقدیس و تزکیہ میں مضمحل اور صفات محمودہ اور اخلاق حسنہ سے متجلی ہو جاتے ہیں اور ان کے قوی و صفات ملکیہ ان کے نفوس مطمئنہ ذاتیہ کی وجہ سے ثابتہ ذاتیہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے احوال نفوس کے بیان میں ایسے حضرات کی خبر دی ہے کہ " قد افلح من زکاھا " بے شک کامیاب ہے وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا " اور حضور سرور عالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں بارگاہ حق میں عرض کیا کہ " اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکاھا " اے اللہ تعالیٰ میرے نفس کو تزکیہ نصیب فرما اور جو اسے تزکیہ بخشتا ہے تو بہتر ہے تزکیہ دینے والا) اور اشقیاء کا حال اس کے برعکس ہے کہ ان کے قوی طبعیہ سے مراد وہ ہیں جو ان کے اعتقادات ظنون فاسدہ و افعال ردیہ و اخلاق مذمومہ سے موصوف ہو کر پختہ ہو گئے جب کہ انہوں نے ان خرابیوں میں سالہا سال زندگی بسر کی اور یہ دار دنیا بھی ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نشاۃ حشریہ اسی طرح مرکب فرمائی جیسے کہ اس سے وہ امر حاصل ہو جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بدن کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہو یہ عکس ہے اس کا

جس پہ ابرار کے حال پہ تنبیہ فرمائی کہ ایسے لوگ بہشتی زندگی میں ایسے نفیس ہو جائیں گے کہ بیک وقت متعدد صورتوں میں نظر آ سکیں گے[1] اور وہ ان صورتوں میں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے اور جو چاہیں گے پائینگے وہ صرف اسی لئے کہ ان کے جواہر کشیفہ لطیف جواہر میں مضمحل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان پہ محمود صفات کا غلبہ ہو جاتا بلکہ ان کے اجسام و قوی پہ ارواح اور ان کے قوای کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ ملائکہ کی طرح جو صورت چاہیں اختیار کر سکتے ہیں ؎

بال بکش و صفیر از شجر طوبیٰ زن ، حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسے

ترجمہ : پر کھول اور شجر طوبیٰ کو آواز مار۔ افسوس ہے کہ تیرا جیسا پرندہ پنجرے کی قید میں ہے۔

تفسیر عالمانہ

" واذا انعمنا علی الانسان " اور جب انسان کو ہم انعامات سے نوازتے ہیں تو وہ انعامات پر شکر کرنے سے روگردانی کرتا ہے

فائدہ : یہ کافر کے طغیان کی دوسری قسم ہے یعنی کافر کو انعامات سے نوازا جاتا ہے تو وہ نعمت اس کو راس نہیں یعنی وہ اکڑ جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ کبھی دکھ تکلیف میں مبتلا بھی نہیں ہوا اسی لئے منعم کو بھول جاتا ہے اور شکر کا ترک کر کے نعمت کا کفران کرتا ہے۔ ونا بجانبہ ۔ (اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے)

(حل لغات) اناًی بمعنی دور ہونا اور یہ خود بخود بھی متعدی ہوتا ہے اور عن کے ساتھ بھی تا بمعنی تباعد یعنی وہ شکر گزاری سے بالکل دور ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف ایک کنارے کی طرف ہٹ جاتا ہے یا تکبر و تعظم سے شکر و طاعت کی طرف مائل نہیں ہوتا ان معنیٰ پر جانب سے اس کا نفس مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی " جنب اللہ " میں جنب سے اس کی ذات مراد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اس کا میلان مراد ہو۔ اس معنیٰ پر یہ اپنے حقیقی معنیٰ میں ہوگا یعنی انحراف و روگردانی اس لئے کہ شکر کے ایک جانب سے مڑنا انحراف کو مستلزم ہے جیسے کہا جاتا ہے " ثنی عطفہ " و تولی برکنہ " اس سے بھی اعراض مراد ہے اس تقریر پہ باد تعدیہ کی ہوگی۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب ہم اسے طبیعہ انسانیہ سے خالی کر لیتے ہیں یعنی ظلومیۃ و جہولیۃ سے تو پھر اسے عطاؤ بلا کی تمیز نہیں رہتی پھر وہ بہت بار بعض چیزوں کو عطا سمجھتا ہے حالانکہ اسے دھوکہ ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے استدراج ہوتا ہے جسے وہ اپنے لئے دائمی تصور کرتا ہے ایسے ہی بہت بار کسی دکھ تکلیف کو اپنے لئے بلا تصور کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے لئے مفید ہوتی ہے۔ بلکہ جب ہم اسے انعام سے نوازتے ہیں تو وہ اکڑ جاتا ہے اور نفس کے عجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی دنیوی جاہ و جلال سے غلط خیال میں گھر جاتا ہے

---

[1] اسی لئے اولیاء کرام دنیا میں بہشتی زندگی سے موصوف ہو جاتے ہیں تو بیک وقت متعدد صورتوں میں نظر آتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب " الانجلاء فی تطورا لاولیاء " یا ولی اللہ کی پرواز [2] تاج المصادر

١٢

اس پر نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور نہ ہی اس کے فضل کو یاد کرتا ہے بلکہ منعم سے مکمل طور منہ پھیر لیتا ہے اور طاعت سے کوسوں دور ہو جاتا ہے گویا اسے منعم کی ضرورت ہی نہیں لیکن بعد کو افسوس کے ہاتھ ملتا ہے حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا۔

؎ ہوا گرفت زمانے وے بخاک نشست ۔ ببال و پر مرو از رہ کہ تیر پرتابی

ترجمہ : بال و پر سے راستہ سے نہ ہٹو کر تو تاب پر والا تیر ہے اسے ہوا نے پکڑ کر اسے چند لمحات مٹی پر بٹھا دیا ہے۔

تفسیر عالمانہ

"واذا مسہ الشر" جب ایسے متکبر اور روگردان کو کوئی شر مثلاً بلاؤ مصیبت اور محنت و مشقت پہنچتی ہے، ماضی اور اس پر اذا کے داخلہ میں اشارہ ہے کہ یہاں مطلق شر مراد ہے جس کا وقوع یقینی ہو جائے "فذو دعاء عریض" تو وہ لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے جب کوئی لمبی چوڑی بات یاد عا کرے تو کہتے ہیں اعرض بمعنی اکثر استعارہ اس شے سے جو لمبی چوڑی ہے کیونکہ عریض اس شے کو کہا جاتا ہے جو ممتد اور اجزاء کثیرہ والی ہو عریض میں وسعت کا معنیٰ اس کی تنکیر سے لیا گیا ہے کیونکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور امتداد کا معنی اس کے طول سے لیا گیا ہے جو عرض کو لازم ہے اور عریض طویل سے بلیغ تر ہے کیوں کہ طول دو امتدادوں سے طویل تر ہوتا ہے۔ پھر اس کا عرض ہر دونوں طرف ہونا لازم ہے اسی لئے وہ طویل سے زیادہ بلیغ ہو گا۔ اور پھر ایسی شے کے طول کا کیا کہنا۔

فائدہ : بعض لوگ مذکورہ بالا صورت کے برعکس بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ بالکل نا امید و مایوس ہوں تو ان کو دعا سے کیا غرض اس لئے کہ وہ تو ہر طرح کے طمع در جا ختم کر بیٹھے ہیں یا بعض اوقات تمام کافروں کا یہی حال ہے بعض نے کہا کہ قنوط کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب بتوں سے نا امید ہوتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں مانگتے ہیں یا یہ کہ دل میں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا لیکن زبان پر لمبی چوڑی دعاؤں کے الفاظ دہراتے رہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

"قل ارأیتم" مجھے خبر دو

(سوال) رؤیت کا معنیٰ تم نے خبر دینا کہاں سے نکال لیا۔

(جواب) رؤیت خبر دینے کا سبب ہے ہم نے سبب کو چھوڑ کر اصل مراد لی ہے "ان کان" اگر قرآن "من عند اللہ" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے "ثم کفرتم بہ" پھر تم نے بغیر نظر و فکر اور اتباع کا دلیل کے کفر کیا حالانکہ اس پر ایمان لانے کے دلائل و موجبات بڑے مضبوط تم نے محسوس کئے۔

"من اضل ممن ھو فی شقاق بعید" اس سے بڑھ کر اور گمراہ کون ہو گا جو بہت بڑے اختلاف میں ہے، اسم موصول کو اسم ضمیر کے بجائے لانے میں ان کا حال واضح طور بیان کرنا مطلوب ہے اور ان کی گمراہی و خلاف کی علت کا اظہار ہے کہ وہ بہت سخت اختلاف میں ہیں کیوں کہ جو کہے کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی بناوٹی باتیں اور قصے کہانیاں ہے تو اس سے قرآن کے ساتھ کفر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ و مخالفت سے بڑھ کر اور کیا شے ہو سکتی ہے بلکہ یہی مخالفت و عداوت کا آخری مرحلہ اور کسی کی دوستی سے دوری کا سب سے بڑا نشان ہے اور جو اس شان کا ہو اس سے بڑھ کر گمراہی میں اور کون ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ ہر بلا و مصیبت اور نعمت و رحمت اور دکھ اور سکھ جو بھی بندے کو حاصل ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا ہے اگر بندہ اس کا تسلیم و رضا سے استقبال کرے اور ہر دکھ سکھ میں اور خوشی و رنج میں اپنے مالک و مولیٰ کا شکر اور صبر کرے تو وہ ہدایت یافتہ اور مقرب حق ہے اگر ناشکری اور جزع فزع کرے اور رسوائی کا اظہار کرے تو وہ بدبخت اور اللہ تعالیٰ سے کوسوں دور اور گمراہ ہے۔

(حدیث قدسی شریف) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرے کسی بندے کے بدن یا مال اور اولاد میں کسی قسم کی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ صبر و جمیل سے اس کا استقبال کرتا ہے تو قیامت میں مجھے شرم آئے گی کہ اس کے لئے میزان کھڑی کروں یا حساب کا دفتر کھولوں۔

(حدیث شریف) میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو اسے کسی مصیبت اور تکلیف میں مبتلا فرماتا ہے اگر کسی سے اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے تو اسے کسی فتنہ میں ڈال دیتا ہے اگر وہ صبر کرے اور راضی برضائے الٰہی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے عرض کی گئی یا رسول اسے فتنے میں ڈالنے کا کیا مطلب آپ نے فرمایا کہ اس کا نہ مال بچتا ہے نہ اولاد۔

(فائدہ) بعض مشائخ نے فرمایا کہ کبھی نعمت اللہ تعالیٰ سے روگردانی کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ فرمایا "واذا انعمنا علی الانسان" الخ اور کبھی دکھ کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیتا ہے جیسا کہ فرمایا "واذا مسہ الشر" الخ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے بڑا رحیم ہے نعمت دے تو بھی مصیبت دے تو بھی کیوں کہ نعمت و صحت انسان کے لئے مصیبت بن جاتی ہے کہ وہ ان سے روگردانی کا سبب بنتی ہے اسی لئے کہا گیا کہ "البلاء للولاء" بلا دوستی کی علامت ہے جیسے سونے کو بھٹی میں ڈالنے سے اس کی قیمت بڑھانے کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی بلا و مصیبت بندے کے لئے بھٹی کی طرح ہے جیسے آگ تمام لکڑیوں کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے ایسے ہی بلا و مصیبت بندے کے وجود کے ضرر کو ختم کر ڈالتی ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب کا راستہ دکھ اور تکلیف کے قریب تر ہے بہ نسبت اس کے عطیہ وغیرہ سے اسی لئے انبیاء و اولیاء تشریف لائے تو وہ بھی اکثر اوقات بلا و مصیبت میں مبتلا ہے اور یہ ثابت ہے کہ آگ دنیا سے ہرگز نہیں اٹھے گی جب یہ بات ہے تو سمجھدار کیسے خیال کرتا ہے کہ وہ دنیا میں راحت پائے گا بلکہ دنیا تو ہے ہی دار المحنۃ۔

(حدیث شریف) میں ہے "الدنیا سجن المومن" دنیا مومن کا قید خانہ ہے تو پھر وہ کیسے دنیا میں راحت پا سکتا ہے اس میں تو کبھی قلت مال و اولاد کا عارضہ لاحق ہوگا کبھی بیماریوں کا شکار ہوگا کبھی ذلت پیش آئے گی ہاں آخرت میں اسے بہت بڑی راحت نصیب ہوگی کافر دنیا و آخرت میں خسارے میں ہے۔

سبق مومن پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ سیدھے راستہ پہ چلنے کی کوشش کرے اور ڈگمگانے سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ہے

چہ جائے من کہ بلغزد سپہر شعبدہ باز ۔۔ ازین حیل کہ در انبانہ بہانہ نیست

ترجمہ: میری کیا مجال کہ اس شعبدہ باز فلک سے ہزاروں حیلوں سے کوئی بہانہ تدبیر کرکے بچ سکوں۔

تفسیر عالمانہ

"سنریہم" بہت جلد ہم ان کافروں یعنی قریش مکہ کو دکھائیں گے "آیاتنا" اپنی آیات جو قرآن کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں اور خود بتاتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہیں۔ "فی الآفاق" زمانہ بھر میں "آفاق" افق کی جمع ہے نواحی ارض کا کوئی کنارہ آفاق السماء سے بھی یہی مراد ہوتی ہے یعنی آسمان کے کناروں میں سے کوئی کنارہ یعنی آفاق وہ جو انسان سے باہر ہے یعنی زعرش تا فرش جسے عالم کبیر کہا جاتا ہے۔ الفس وہ جو انسان میں ہے اسے عالم صغیر کہتے ہیں یعنی ہر انسان مستقل ایک عالم ہے۔

فائدہ: آفاق سے آیات آفاقیہ مراد ہیں وہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے حوادث کی خبر بخشی ہے جیسے روم کا ایک عرصہ میں فارس کے غلبہ کی خبر ایسے ہی زمانہ ماضی میں واقعات کی خبریں ایسے مضبوط طریقہ سے خبر دی جو بالکل حقیقت کے عین مطابق تھیں۔ بال برابر کا فرق نہ تھا جسے جملہ مؤرخین نے تسلیم کیا حالانکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے نہ آپ نے کسی سے پڑھا نہ لکھنا سیکھا نہ ہی پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست فرمائی اور وہ واقعات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے نائبین کو فتوحات بخشیں جنہیں دنیا والوں نے دیکھا کہ آپ کے غلام مشارق و مغارب کے ممالک پر چھا گئے یہ آپ کے معجزات میں تھا ورنہ عالم دنیا میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی سربراہ کے جانشین اتنا جلدی مشارق و مغارب کے ممالک پر چھا گئے ہوں۔ "وفی انفسہم" اور ان کے نفوس میں یعنی وہ جو اہل مکہ میں ظاہر ہوا مثلاً ان کا قحط میں مبتلا ہونا اور ان کا خوف میں پڑنا اور جو انہیں یوم بدر اور یوم فتح مکہ قتل و مقہوریت نصیب ہوئی اور تاریخ گواہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مکہ معظمہ کی فتح کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کے مکینوں کو کسی نے قتل کیا اور قیدی بنایا۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ آفاق سے "اقطار السموٰت والارض" یعنی سورج چاند، ستارے اور جو ان پر مرتب ہوئے جیسے رات دن اور روشنی اور سائے اور ظلمات اور انگوریاں اور نہریں وغیرہ مراد ہیں اور انفس سے وہ لطیف صنعۃ و بدیع حکمت مراد ہے جو ظلمات الارحام میں جنین کی تکوین اور اعضائے عجیبہ اور تراکیب غریبہ پیدا فرمائیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ "وفی انفسکم افلا تبصرون" تو کیا تم اپنے نفسوں میں نہیں دیکھتے۔

(سوال) "سنریہم" میں سین استقبالیہ کیسا جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے آیات سے آگاہ فرما چکا۔

(جواب) جو دکھا چکے ان کے علاوہ اور بھی دکھائے گا اور ہر آن انہیں ان پر مطلع بھی فرمائے گا بلکہ ہر گھڑی ان کے حقائق کے وقوف پر آگاہ فرماتا رہے گا۔

فائدہ: اہل علم فرماتے ہیں کہ آفاق سے عالم کبیر اور نفس سے عالم صغیر مراد ہے یعنی جو دلائل و براہین عالم کبیر میں ہیں وہ عالم صغیر میں ظاہر ہیں۔

سبق | اے انسان تو سمجھتا ہے کہ میں تو ایک چھوٹا سا جُثہ ہوں اے نادان تو نہیں سمجھا اللہ تعالیٰ نے تو تیرے اندر عالم کبیر سمو دیا ہے جو عالم کبیر میں مفصلاً ہے وہ تیرے میں مجملاً موجود ہے کیوں کہ صورت کے اعتبار سے عالم انسان عالم صغیر اور مجمل ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو قدرت کے اعتبار سے یہ عالم کبیر ہے اگرچہ اسے عالم صغیر کہا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ کبیر ہے ؎

اے آنکہ تراست ملک اسکندر و جم ∴ از حرص مباش در پے نیم درم

عالم ہمہ در تست ولیکن از جہل ∴ بیند اشتہٖ تو خویش را در عالم

ترجمہ (۱): اے وہ انسان کہ سکندر و جمشید کا ملک تیرا آدھ درم کے پیچھے حرص سے نہ دوڑ

(۲): تمام عالم تیرے میں ہیں لیکن تو نے جہالت سے گمان کیا ہوا ہے کہ تو اسی عالم و دنیا میں ہے۔

تفصیل عالم کبیر در انسان

انسان کا جسم عرش اور نفس کرسی اور قلب بیت المعمور اور لطائف قلبیہ آٹھ بہشتیں اور قوائے روحانیہ ملائکہ اور دونوں آنکھیں اور دونوں کان اور دونوں ناک کے سوراخ اور دونوں سبیل اور دونوں پستان اور ناف اور منہ بارہ برج اور قوۃ باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ و ناطقہ و عاقلہ سبع سیارہ کی طرح ہیں جیسے کواکب کی ریاست کا دارو مدار سورج و چاند پر ہے اور ان کا ایک دوسرے سے مدد چاہنا ہے ایسے ہی قوائے انسانی کی ریاست کا دارومدار عقل و نطق پر ہے اور نطق و عقل سے مدد چاہتا ہے جیسے عالم کبیر کے تین سو ساٹھ دن ہیں ایسے ہی انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ رکھے گئے ہیں جیسے قمر کی اٹھائیس منزلیں ہیں جن میں وہ ہر ماہ دورہ کرتا ہے ایسے ہی انسان میں اٹھائیس مخارج حروف ہیں جیسے چاند پندرہ راتوں میں ظاہر اور باقی راتوں میں اوّل ساعات میں چھپا رہتا ہے ایسے ہی تنوین اور نون ساکنہ پندرہ حروف کی ملاقات کے وقت چھپ جاتے ہیں جیسے عالم کبیر میں زمین پہاڑ اور معادن (کانیں) دریا۔ نہریں، نالے، کھالے، نالیاں ہیں۔ ایسے ہی انسان کا جسم زمین اور ہڈیاں پہاڑوں کی طرح ہیں جیسے پہاڑ زمین کی میخیں ہیں ایسے ہی ہڈیاں انسان کے جسم کی میخیں ہیں اور انسان میں چربی معادن کی طرح ہے اور پیٹ دریا اور آنتیں نہریں اور رگیں نالے کھالے اور نالیاں ہیں انسان کی پسینہ گارے کی طرح اور اس کے بال انگوریوں کی طرح اور بالوں کے اگنے کی جگہ تر و تازہ مٹی کی طرح چہرہ آبادیاں اور پیٹھ جنگلات اس کی وحشت ویرانہ کی طرح اور سانس نکالنا ہوائیں اس کی گفتگو رعد (بادلوں کا گرجنا) اور اس کی آواز صواعق کی طرح اس کا گریہ بارش اور اس کا سرور دن کی روشنی اس کا حزن و ملال ظلمت لیل اور اس کی نیند موت اور بیداری حیات۔ اور ولادت سفر کا آغاز اور بچپن ربیع اور شباب بہار اور بڑھاپا خزاں اور شیخوخت شتاء اور موت انقضائے سفر اور سالہائے زندگی شہر اور مہینے منازل اور ہفتے فراسخ اور ایام میل اور انفاس اقدام ہیں ایک سانس نکالنے

سے سمجھنا چاہیے کہ میں نے اپنے اجل کا ایک قدم طے کرلیا۔

ہر دم از عمر میرود نفسے چوں، نگہ می کنم نماند بسے۔

ترجمہ: ہر لمحہ زندگی کا ایک لمحہ جارہا ہے جب میں نگاہ کرتا ہوں تو یقین ہوتا ہے کہ بہت زندگی بیت گئی۔ فائدہ: انسان کے ایک دن میں بارہ ہزار بار سانس نکلتے ہیں ایسے ہی رات کو، قیامت میں ہر سانس کا حساب ہوگا کہ کونسا سانس ذکر الٰہی سے غفلت میں گزرا پھر اس کی بدقسمتی کا کیا کہنا کہ جس کی زندگی غفلت میں گزر گئی۔

تقریر دیگر: زمین کے سات طبقے ہیں: ﴿۱﴾ سیاہ، ﴿۲﴾ غبراء (گردآلود) عظام (ہڈیاں) ﴿۳﴾ حمراء، ﴿۴﴾ صفراء، ﴿۵﴾ بیضاء ﴿۶﴾ زرقا، ﴿۷﴾ خضراء۔

یہی طبقے انسان کے جسم میں بھی ہیں: ﴿۱﴾ جلد، ﴿۲﴾ شم، ﴿۳﴾ لحم، ﴿۴﴾ عروق، ﴿۵﴾ عصب، ﴿۶﴾ قصب۔ نیز انسان میں سوداوی مادہ بمنزلہ زمین کے ہے کہ وہ خشک اور سرد ہے اور صفراوی مادہ بمنزلہ آگ کے ہے کہ وہ خشک اور گرم ہے اور خون بمنزلہ ہوا کے ہے کہ وہ باحرارت و رطوبت ہے اور بلغم بمنزلہ پانی کے۔ پھر اگر اس میں برودت ولزوجت ہے تو جیسے پانی مختلف ہے کہ بعض میٹھا و نمکین اور بدبودار ہے، یہی انسان کے بدن کے پانی کا حال ہے مثلاً آنکھ کا پانی نمکین ہے اس لئے آنکھ سراسر پیہ ہے اگر اس کے پانی میں نمکینی نہ ہوتی تو خراب ہو جاتی اور تھوک کا پانی میٹھا ہے اگر اس میں مٹھاس نہ ہوتا تو طعام اور پانی میٹھے محسوس نہ ہوتے اور کانوں کے سوراخ کا پانی کڑوا ہے کیونکہ یہ دونوں ہر وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند نہیں ہوتے اور ان کے پانی کی بدبوئی کسی شے کو اندر داخل نہیں ہونے دیتی یہاں تک کہ اگر کوئی کیڑا کان میں داخل ہوتا ہے تو مرجاتا ہے کانوں کے پانی کی کڑواہٹ اور بدبوئی اسے مارتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کانوں میں کیڑے داخل ہو کر دماغ تک پہنچ کر اسے کھاجاتے اور اسے تباہ و برباد کردیتے۔

ایک اور تقریر انسان میں جمیع حیوانات کی عادات و اخلاق پائے جاتے ہیں مثلاً معرفت الٰہی اور صفائی کے لحاظ سے یہ فرشتہ ہے اور مکر و کدورت کے لحاظ سے شیطان ہے جرأت وشجاعت کے لحاظ سے شیر ہے جہل میں جانور ہے تکبر میں چیتا اور غضب میں شیر و فہد ہے اور فساد برپا کرنے اور غیرت میں بھیڑیا ہے صبر میں گدھا کی طرح اور ... میں چڑیا کی طرح ہے حیلہ وفریب میں لومڑی کی طرح ہے حرص اور ذخیرہ اندوزی میں چوہے اور چیونٹی کی طرح بخل میں کتے کی طرح ہے اور ایسے ہی وفا میں اور حرص و ہوا میں خنزیر کی طرح ہے اور بغض وکینہ میں سانپ کی طرح حوصلہ میں اونٹ جیسا ہے ایسے ہی کینے ... اور سخاوت میں مرغ کی طرح ہے اور صناعت میں بوم کی طرح ہے اور تواضع اور ... میں بلی کی طرح ہے صبح اٹھنے میں کوے کی طرح ہے اور ہمت میں کچھوے اور باز کی طرح ہے وغیرہ وغیرہ نیز جتنا غور وفکر زائد کرتا ہے اتنا اس کا تجربہ بڑھتا ہے یہ موجود سے غائب کا استدلال وامتیاز بطریق اتم رکھتا ہے۔ حرفتوں اور صنعتوں کو خوب جانتا ہے یہ ہمارے نفوس میں بہترین آیات ہیں وہی برکت والا اور احسن الخالقین ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا۔

(۱) عجب تراز تو ندارد جہان تماشاگاہ چرا، بچشم تعجب بخود نظر نکنی

(۲) ای راز نہ فلک زو جودت عیان ہمہ در دادن تو حاصل دریا و کان ہمہ

(۳) پیش تو سرنجاک نہادہ ندات نہادہ اند باآن، علوم و مرتبہ رد حانیان ہمہ

ترجمہ: (۱) تجھ پر بڑا تعجب ہے کہ دنیا کی تماشاگاہ پر تو کیوں تعجب سے نہیں رکھتا۔ (۲) فلک کے اسرار تیرے وجود سے عیاں ہیں کہ تیری عطاء سے ہی تو دریا اور جملہ کانیں ہیں۔ (۳) تیرے سامنے ہیں سب عاجزی سے سر جھکائے ہوئے ہیں وہ روحانی مخلوق باوجود یکہ وہ علوم و مراتب والے ہیں (لیکن اے انسان تیرے نیازمند ہیں)۔

تفسیر عالمانہ: حتی یتبین لھم تاکہ انہیں اس کے ذریعے واضح ہو جائے کہ بے شک وہ قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق ہیں پس قصر مسند کو معرفہ لانے سے حقیقی ادعائی ہے یا ضمیر (انہ) اللہ تعالیٰ یا توحید کی طرف لوٹتی ہے تو قصر اضافی تحقیقی ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے۔ فائدہ: سنریھم اور انفسھم اور لھم کی ضمائر ان لوگوں کی طرف راجع جو اسلام لانے والے تھے اور ان کے لئے ہدایت قسمت میں تھی یا تمام کے لئے ہیں علاوہ ازیں وصف الکل بوصف البعض سے ہے (حواشی المفتی السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ). بعض نے یہ ضمائر تمام آدمیوں کی طرف راجع کئے ہیں مسلمان ہوں یا کفار اب معنی یہ ہوا کہ ہم تمام آدمیوں کو دلائل آفاقی وآیات انفسی دکھائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت کی عبارۃ النص مقام توحید اور اشارۃ النص مقام تجرید وتفرید ہے۔حق کا ظہور مظاہر آفاق وانفس میں ان آیات توحید سے متعلق ہے جو مظاہر وانفس مرئیہ ہیں جو انہیں دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے یہی توحید ہے لیکن خالص توحید یہ ہے کہ موحد آفاق کے التفات سے بالکل فارغ ہو اسی کو تجرید کہا جاتا ہے اور انفس سے صرف کو تفرید کہتے ہیں لیکن ایسی توحید وتجرید وتفرید کونی ہیں نہ کہ الٰہی کیونکہ یہ باعتبار ظہور حق مظاہر کونیہ میں ہے نہ الہیہ میں اس توحید وتفرید وتجرید سے توحید الٰہی میں مراتب تعینات ذاتیہ واسمائیہ وصفاتیہ وانفعالیہ سے ہے اور ظہور کونہ الٰہی سے بمنزلۂ ظاہر کے باطن سے ہے پس مرتبہ تعین کا ذاتیا اولا اور صفاتیا ثانیا اور افعالیا ثالثا مرتبۂ توحید ہے اور مرتبہ اللاتعین جو کہ تعین سے مطلقا فوق ہے۔یہ مرتبۂ تجرید ہے۔۔۔۔مرتبہ جامع میں ہیں الرتبتین جامع ہے اور جمیع علوم واعمال وآثار جمالیہ ہوں یا جلالیہ۔۔۔ذاتیہ ہیں جو کہ غیر ذات میں پوشیدہ ہیں اولا صور واعیات علمیہ عرصۂ علم میں ثابت ہیں ثانیا اور حقائق موجودات عینیہ عرصۂ عین میں متحقق ہیں اسی تحقق عینی اور وجود خارجی کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔وآفاق اور آسمانوں اور زمینوں کو اور الملاء الاعلیٰ واسفل کو پیدا فرمایا یہاں تک جو امور علم سے متعلق تھے وہ رؤیت اور مشاہدہ میں آگئے اسی طرح امر الٰہی جمالی وجلالی وکمالی اور وجود یعنی خارجی سے انکا حکم ازلی ابدی مطلقا از روئے جلاء واستجلاء مکمل ہوتا ہے۔

سر بحر بیکراں را موج بر صحرا انہاد   گنج مخفی تر شکار شد نہان آمد پدید

ترجمہ: بحر کران کے راز کی موج جنگل پر رکھدی اور گنج مخفی آشکار ہوا جو چھپا ہوا خزانہ تھا وہ ظاہر ہوگیا۔

اولم یکف بربك کیا تمہیں تمہارا رب کافی نہیں۔یہ جملہ مستانفہ ہے کفار کے قرآن میں تردد اور ان کے اس عناد جو کہ وہ آیات کے دکھانے سے حائل ہے)'پر انہیں زجر وتوبیخ کی گئی ہے اور اس پر بھی کہ وہ اللہ کی خبر دینے پر اکتفانہ کیا بلکہ دلائل کا مطالبہ کیا اس پر بھی پورے نہ اترے اور ہمزہ انکاریہ ہے واو کا عطف مقدر پر ہے جو یہا کہ مقام کا تقاضا ہے اور باء تاکید کے لئے زائدہ ہے اب معنی کہ ہوا کہ کیا ان لوگوں کو اللہ کافی نہیں۔**انه علی کل شیٴ شهید** بے شک وہ ہر شے پہ حاضر ہے یہ پچھلے جملہ سے بدل ہے مطلب یہ کہ وہ آیات موجود ھیۃ القرآن کے لئے جو وارد ہیں انہیں آیات دکھانے کے لئے کافی نہیں کیا انہیں یہ عقیدہ کفایت نہیں کرتا کہ اللہ تمام اشیاء پر مطلع ہے، حاضر ہے۔اس نے بتایا ہے کہ یہ قرآن اسی کا نازل کردہ ہے عدم کفایہ ان کے لئے ثابت ہے جیسا کہ اسے ان کی طرف منسوب کیا اور پھر اس کی تصریح فرماتا ہے" الا یہ یہ تنبیہ کا کلمہ ہے۔**انهم** بے شک وہ کفار مکہ فی مریۃ کے بہت بڑے شک اور شدید ترین شبہ میں ہیں۔منی ل قاء ربھم اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات (حاضری) سے قیامت اور جزاء میں کیونکہ وہ احیاء الموتی کو ناممکن سمجھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ جب مردوں کے اجسام کے اجزاء مٹی ہو کر مٹی میں مل جائیں گے پھر کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔**فائدہ:** اس میں اشارہ ہے کہ انہیں شک جمیع جوانب سے ایسے محیط ہے جیسے ظرف مظروف پر محیط ہے کہ کسی طریقہ سے اس سے انکا نکلنا ممکن ہی نہیں اور وہ اسی عقیدہ پر دائما مستمر ہیں۔**الا انه لکل شیٴ محیط** خبردار اللہ ہر شے کو محیط ہے، احاطہ بمعنی ادراک الشی (۔۔۔۔۔۔کو مکمل طور پر ادراک ہے) یعنی اللہ تمام اشیاء کو جانتا ہے ان کے اجمال کو بھی اور تفصیل کو بھی ان کے ظواہر کو ان کے بواطن کو بھی کوئی شے اس سے مخفی نہیں وہی انہیں ان کے کفر اور شک پر لازما جزا دیگا علم کی تاکید کا مرجع وعید کی تاکید ہے۔﴿۱﴾.....علم بے جہل وقدرت بے عجز۔خاص حضرت الٰہی راست ہر چہ بائید در انفسے وآفاق۔کند از حکم بادشاہی است۔ترجمہ علم بے جہل اور قدرت بے عجز حضرت الٰہی کا خاصہ ہے۔﴿۲﴾..... جو کچھ بھی انفس وآفاق میں ہے وہ اپنی بادشاہی سے حکم کرتا ہے۔تفسیر صوفیانہ عارفین کے نزدیک اللہ کا موجودات کے ذرہ ذرہ پر احاطہ کا مطلب ہے اس کی تجلی صور تمام موجودات کی صور میں پس وہ سبحانہ تعالیٰ باحدیۃ جمیع اسماء جملہ موجودات میں ذات وحیاۃ وعلما وقدرۃ ودیگر جملہ صفات کے ساتھ متجلی ہے اور اس کے احاطہ بکل شی سے یہی مراد ہے

بفضلہ تعالیٰ سورۃ حم السجدہ کا ترجمہ مدینہ طیبہ میں ختم ہوا۔اس سورۃ پاک کے ترجمے سے ۸ شوال عربی ۶ شوال پاکستانی ۱۴۰۶ھ مطابق ہوا جون ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ ساڑھے چار بجے دن کو الحاج حافظ عبدالواحد صاحب کے مکان میں فراغت پائی۔الحمد للہ علی ذلک۔

هذا آخر مار قمه قلم الفقير القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرله

و صلى الله علىٰ حبيبه الكريم و علىٰ آله و اصحابه اجمعين

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ
لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ
فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ
لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ
وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع

یہ سورت مکی ہے اس میں ۵ رکوع ۵۳ آیات ۸۶۰ کلمے اور ۳۵۸۸ حروف ہیں۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا
یوں ہی وحی فرماتا ہے تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت و حکمت والا اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شق ہو جائیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو بیشک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں اور تم ان کے ذمہ دار نہیں اور یونہی ہم نے تمھاری طرف عربی قرآن وحی بھیجا کہ تم ڈراؤ سب شہروں کی اصل مکہ والوں کو اور جتنے اس کے گرد ہیں اور تم ڈراؤ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شک نہیں ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں اور اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ مددگار۔ کیا اللہ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی والی ہے اور وہ مردے جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

سورۃ شوریٰ

سورۃ حم عسق اسے سورۃ شوریٰ بھی کہتے ہیں یہ مکیہ ہے اس کی ترپین آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا ہے

تفسیر عالمانہ

حم عسق، یہ دونوں سورۃ کے نام ہیں اسی لئے انہیں علیحدہ علیحدہ کہا جاتا ہے اور یہ دو آیتیں ہیں جیسے کھیعص اور المص و الم ایک ایک علیحدہ آیات ہیں انہیں ایک اسم کہا جائے یا ایک آیت کہا جائے جائز ہے عسق کو حم سے علیحدہ لکھنے میں اسے خوامیم کی ترتیب سے علیحدہ رکھنے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

(ف) القاموس میں ہے آل حامیم و ذوات حامیم سے سورتوں کا آغاز ہوتا ہے انہیں حوامیم نہ کہا جائے۔ ایک شعر میں آیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے یا قسم ہے یا "الرحمٰن" کے اسم کو مقطع کر کے دیا گیا ہے۔

حکایت و روایت

مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ کے پاس حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے اس شخص نے

آتے ہی حمعسق کی تفسیر پوچھی آپ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر اس شخص سے منہ پھیر لیا اُس نے تین دفعہ سوال کیا آپ نے بھی اس سے تین دفعہ منہ پھیرا۔ اس شخص کو حضرت حذیفہ نے فرمایا میں تجھے اس کے متعلق بتاؤں گا کہ آپ نے تجھ سے کیوں مُنہ پھیرا بلکہ بتانے سے کراہت کا اظہار فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ حمعسق حضرت عبداللہ بن عباس کے خاندان کے ایک فرد کے حق میں نازل ہوئی جس کا عبداللہ یا عبدالالہ نام تھا جو مشرق کے دریاؤں میں سے ایک دریا پر دو شہر آباد کر گیا جو دونوں نہر کے درمیان میں واقع ہوں گے جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ملک کا زوال ان کی تباہی و بربادی چاہے گا تو اس کے ایک شہر پر ایک آگ رات کے وقت اُترے گی جو نہایت سیاہ کالی آتے ہی اس شہر کو جلادے گی اور وہ شہر ایسا ملیامیٹ ہو جائے گا گویا یہاں آبادی تھی ہی نہیں لیکن شہر کے باشی بچ جائیں گے کسی ایک کو بھی آگ کا اثر نہ ہوگا صبح کو اُٹھتے ہی تمام لوگ متعجب ہوں گے کہ یہ ایک عجیب معاملہ ہے کہ شہر تو تباہ ہو گیا لیکن شہر والے بچ گئے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے بڑے بڑے رؤسا و لیڈر جمع ہوں گے ان کے اجتماع ہذا میں دوسرے شہر والے بھی شامل ہوں گے۔ پھر آنے والی رات میں ایسا جھٹکا لگے گا کہ نہ شہر رہے گا نہ شہر والے سب کے سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

یہ ارشاد گرامی "حمعسق" ان کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ حمعسق بمعنی ھذہ عزمۃ من عزمات اللہ وفتنہ الخ۔ یہ اللہ کے عزائم اور اس کی آزمائشوں میں سے ایک آزمائش ہے اور اس کی تقدیر حق ہے اور وہ جو آنے والے حالات کے لئے فیصلہ فرماتا ہے وہ حق ہے اور مبنی بر عدل و انصاف ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہی ہے جو ان دونوں شہر والوں پر ہوگا۔

تفاسیر حمعسق

(۱) جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا کہ دجلہ و دجیل اور قطربل والصراۃ کے درمیان میں دو شہر آباد کئے جائیں گے جسمیں زمانہ بھر کے جابرہ سرکش جمع ہوں گے (ان کے ہاں دنیا بھر کے خزانہ جمع ہوں گے پھر وہ اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنس جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسے جلد تر دھنسیں گے جیسے نرم زمین میں میخ گھس جاتی ہے

فائدہ ——— دجلہ بالخاء المعجمہ بر وزن حمزہ ایک گاؤں ہے جسمیں کھجور بکثرت ہوتی ہیں۔ دجیل بالجیم زبیر کی طرح ایک گھاٹی ہے جو بغداد کے دجلہ میں واقع ہے۔ قطربل بالضم و تشدید باء موحدہ او بالتخفیف بھی یہ دو مقام ہیں ان کا ایک عراق میں واقع ہے۔ اس کی چٹائیاں مصلے (خسر) مشہور ہیں الصراۃ بالفتح عراق میں ایک نہر ہے۔

فائدہ ضحاک نے کہا کہ یہ عذاب ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ غزوۂ بدر میں جو کچھ ہوا وہ یہی عذاب تھا۔

حدیث شریف ثعلبی و قشیری نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پاک سے غم و حزن کے آثار محسوس ہوئے۔ سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ میری اُمت پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوں گی انہیں خسف و مسخ ہوگا اور ایک نار آئے گی جو انہیں ایک جگہ جمع کرے گی پھر سخت ہوا دریا میں دھکیل دے گی اس کے بعد مسلسل مختلف آیات کا نزول ہوگا جو عیسٰی علیہ السلام اور خروج دجال تک لگاتار جاری رہے گا۔

فائدہ مفسرین نے فرمایا کہ حاء ایک حرف ہے اور میم ہلاکت کی اور عین عذاب کی اور سین مسخ کی اور قاف قذف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

علم القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب حمعسق پڑھتے تو فرماتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جملہ فتنوں کو انہی حروف سے سمجھا (کذا قال الثعلبی) مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فتن و حروف کا علم انہی حروف سے سمجھتے تھے جو سورۃ کے اوائل میں واقع ہیں۔

فائدہ شہر بن حوشب نے فرمایا حم عسق ایک حرب ہے جس نے قریش کے باعزت نے عزت پائی اور ذلیل نے ذلت پائی پھر عرب سے عجم میں پھیلی یہاں تک کہ یہ فتنے خروج دجال تک چلے جائیں گے۔

۱۰۰۲ھ کے فتنے اور قرآن مجید بعض فتنے تو گزرے اور بعض ۱۰۰۲ھ کے بعد نمودار ہونگے چنانچہ اس پر "حم عسق" دلالت کرتا ہے اس لئے کہ حم کے اڑتالیس اور عین ستر اور سین کے ساٹھ اور قاف کے ایک سو پینتیس ہیں اور روایات صحیحہ میں ہے کہ دجال کے بعد ہی حضرت مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے اور یہ [1] گمان ہے کہ ۱۳۰۰ھ کے آغاز میں یا ۱۳۰۲ھ میں تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی سے قبل بہت بڑی مصیبتیں ظاہر ہوں گی۔

---

[1] یہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اپنا گمان ہے ورنہ آج ۱۴۰۹ھ گذر رہا ہے ابھی تک امام مہدی تشریف نہیں لائے اعلیٰحضرت عظیم مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے سائل کے جواب میں فرمایا چنانچہ ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱۲ میں ہے۔

عرض : قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب۔

ارشاد : قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کرکے ارشاد فرماتا ہے۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

حضرت عطاء نے فرمایا کہ حار سے حرب مراد ہے یعنی ایسی جنگ جسمیں انسان کے خون سے ہولی کھیلی جائے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مُراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا۔ الکشف عن تجاوز ھذہٖ الامۃ الالف۔ اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت سنہ ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین کی وفات شریف سنہ ۹۱۱ھ میں ہے اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ سنہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اُسے بھی چھبیس ۲۶ برس گزرگئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔ امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر اُن میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید سنہ ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سنہ ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت سنہ ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا بڑھنا اور سنہ ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں اللہ اکبر کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اوّل عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور اُن کے وزراء ہوں گے۔ رموز میں سب کا مختصر ذکر فرمایا۔ اُن کے زمانے کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرمادیئے کسی بادشاہ سے اپنی اُسی تحریر میں بنرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ الیقظ فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ لا اقول الیقظ الهجریة بل الیقظ الجفریة۔ میں نے اس الیقظ جفری کا جو حساب کیا تو سنہ ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے سنہ ۱۹۰۰ھ ظہور امام مہدی کے اخذ کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ رُباعی۔

اذا دار الزمان علی حروف ؛ ببسم اللہ فالمهدی
ویخرج فی الحطیم عقیب صوم ؛ الا فاقرأہ من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر اذا دخل السین فی الشین ظهر قبر محی الدین جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو اُن کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوادیا جو زیارت گاہ عام ہے دیکھ فرمایا) چند جدول ۲۸ ـ ۲۹ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے اب اس کا حساب لگاتے رہیئے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ (ملفوظات ص ۱۱۶) حاشیہ ختم

ان گنت انسان وحیوان موت کے گھاٹ اتریں گے بلکہ ان کے اکثر مرہٹ جائیں گے اور میم تحویل الملک مراد ہے کہ تخت سلطنت پر جم کر کوئی کام نہ کر سکے گا (جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے کہ جمہوریت کے نشہ نے ملکی حالات اظہر من الشمس ہیں) اور عین سے قریش کے اعلاء مراد ہیں باوجود اس کے بیت اللہ شریف کی برکت سے دنیا و دولت ان کے ہاں سمٹ کر آئے گی (جیسا کہ دورِ حاضرہ میں دنیائے عالم کو معلوم ہے کہ عرب میں دنیا و دولت کی کتنا فراوانی ہے) سین سے قحط سالی مراد ہے یعنی دنیا میں اس طرح قحط سالی واقع ہو گی جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ قاف سے قدرت الٰہی مراد ہیں یعنی جملہ ملکوت قدرت حق سے خارج نہیں ہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حا سے حکم اللہ اور میم سے ملک اللہ اور عین سے علو اللہ اور سین سے سناء اللہ اور قاف سے قدرت اللہ یعنی مجھے ان حروف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا حکم و ملک و علو و سناء و قدرت کی قسم میں اس شخص کو عذاب نہیں کروں گا جس نے "لا الٰہ الا اللہ" مخلص ہو کر کہا اور قیامت میں میرے ہاں حاضر ہوا

فائدہ اس جملہ کے معنی ابو اللیث نے اپنی تفسیر میں کہا کہ ایسے شخص کو دائمی عذاب میں مبتلا نہیں کروں گا۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کا ابتدائی بولنا "لا الٰہ الا اللہ" سکھاؤ اور مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو

نکتہ بچوں کو سکھانے کی حکمت یہ ہے کہ بچہ کی ابتدائی کیفیت غل و غش سے پاک ہوتی ہے اور موتیٰ اضطراری حالت میں ہوتے ہیں جب تم کسی بندے کی ابتدائی قلم قدر میں اور آخری قلم قدر میں "لا الٰہ الا اللہ" پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی درمیانی کیفیت معاف فرمائے گا۔

(۴) بعض مفسرین نے فرمایا کہ حاء الرحمٰن سے اور میم مجید سے اور عین علیم سے اور سین قدوس سے اور قاف قاہر سے ہے۔

(۵) بعض تفاسیر میں ہے حا سے اس کا حلم اور میم سے اس کی مجد اور عین سے اس کی عظمت اور سین سے اس کی سناء اور قاف سے اس کی قدرت بعض نے فرمایا کہ قاف سے جبل مراد ہے جو تمام دنیا کو محیط ہے۔

(۶) بعض تفسیروں میں ہے کہ کشف الاسرار میں ہے کہ یہ حروف ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وہ عطائیں مراد ہیں جو آپ کو عطا ہوئیں مثلاً حا سے حوضِ کوثر مراد ہے اس لئے کہ پیاسے امتی حاضر ہوں گے تو پیاس بجھائیں گے اور میم سے آپ کا ملک ممدود مراد جو مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور پھیلتا چلا گیا اور عین سے عز موجود مراد ہے اس لئے کہ آپ کل کائنات میں معزز ترین ہیں اور سین سے سناء مشہور مراد ہے اس لئے کہ آپ کے مراتب کو کوئی نہیں جانتا اور نہ انہیں کوئی پہنچ سکتا ہے اور قاف سے مقام محمود مراد ہے کہ شب معراج میں دنیٰ فتدلیٰ اور قیامت میں شفاعت کا مقام عطا ہوا ہے

مقام تو محمود و نامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ✤ بدینسان مقامی و نامی کہ دارد

ترجمہ :- آپ کا مقام محمود اور آپ کا نام محمد ہے ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۷) تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حا میں آپ کی محبت کی طرف اور میم میں اس کے محبوب کے میم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اور عین سے اس کے عشق کی طرف اشارہ ہے جو آپ کو اپنے مالک کے ساتھ ہے اور قاف سے آپ کے اس قرب کی طرف اشارہ ہے جو انہیں اپنے مالک سے وہ کمال عطا ہوا جسے کوئی نہیں پہونچتا۔

(۸) صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ حا سے حجر اسود اور میم سے مقام ابراہیم اور عین سے زمزم کا چشمہ اور سین وقاف سے قریش کا سقایہ مراد ہے یعنی جو حجرا سود کو بوسہ دے گا وہ معنوی طور سردار ہوگا اور جو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ خلعت سے نوازے گا جو زمزم سے قریب دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور زمزم کا پانی پیئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ شرابا طہورا پلائے گا۔ اس کی کوئی بیماری اور درد باقی نہ رہے گا۔

تفسیر عالمانہ

کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ العزیز الحکیم ۔ کذلک کا کاف محلا منصوب ہے اس لئے کہ یوحی کا مفعول بہ ہے اس کا فاعل لفظ اللہ ہے یعنی مثل اس سورۃ میں جو معانی ہیں انہیں اللہ عزیز حکیم آپ کی اور آپ سے پہلے والوں کی طرف وحی فرماتا ہے۔ وجہ مثل دعوت الی اللہ ہے اور ارشاد الی الحق اور بندوں کی معاش ومعاد کی اصلاح وغیرہ مراد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کاف محلا منصوب مفعول مطلق محذوف کی صفت ہو اور وہ یوحی کی تاکید کرتا ہے دراصل عبارت مثل یحار ہذہ سورۃ یوحی اللہ الخ تھی یعنی آپ کی وحی سابقہ انبیاء علیہم السلام کی وحی کی طرح ہے آپ کی وحی انکی وحی کے مغایر نہیں وجہ تشبیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جیسے ان کے ہاں وحی فرشتے لاتے تھے ایسے ہی آپ کے ہاں بھی

(سوال) مقام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں صیغہ ماضی ہو لیکن مضارع لایا گیا ہے

(جواب ۱) تاکہ معلوم ہو کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی وحی یقینی اور استمراری اور وقتاً فوقتاً تجدد کے طور تھی اور آپ کی وحی بھی اسی عادۃ الٰہی کے مطابق ہے

(جواب ۲) تاکہ اشارہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماضی اور مستقبل برابر ہے (کذا فی الکواشی)

العزیز الحکیم دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں موحی بہ کے علو شان پر دلالت ہے۔ کیونکہ کمال قدرت وعلم کے بعد واقع ہوئی ہیں "لہ ما فی السموات وما فی الارض" اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں عوالم علویہ وسفلیہ تخلیقاً وملکاً "وھو العلی" اور وہی بلندشان والا "العظیم" عظیم ملک و

قدرت وحکمت والا ہے یعنی وہ ایسا رفیع الشان کہ وہاں مدارک عقول نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس جیسی کوئی اور ذات نہیں اور نہ ہی اس کی صفات جیسے اور کسی کے صفات ہیں اور نہ اس کے اسماء جیسے اور کسی کے اسماء ہیں اور نہ اس کے افعال جیسے کسی کے افعال ہیں اور وہ ایسا عظیم ہے کہ اس کے سامنے ہر شے ہیچ ہے سوائے اس کی دی ہوئی عزت کے ۔ انبیاء و اولیاء علی نبینا وعلیہم السلام عظیم ہیں ہر نبی اپنی امت میں اور ہر شیخ اپنے مریدین میں اور استاذ اپنے شاگردوں میں عظیم ہیں ہاں مطلق عظیم صرف اللہ تعالیٰ ہے تکاد السموٰت یتفطرن " تفطر سے مشتق ہے بمعنی چر جانا الفطر سے ہے بمعنی شے کا لمبائی میں چر جانا یعنی قیامت اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت اور اس کے خوف وجلال سے قریب ہے کہ آسمان چر جائیں اسے دوسرے مقام پہ یوں بیان فرمایا " لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ " (من نوہین) یعنی ان کے چرنے کا آغاز اوپر سے نیچے کو ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی بڑی بڑی آیات اوپر کو ہیں جیسے عرش ۔ کرسی ۔ اور وہ فرشتے جن کی تسبیح وتہلیل وتحمید وتکبیر سے عرش کا ماحول گونج رہا ہے علاوہ ازیں دیگر آیات جن کی کہنہ کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جنہیں آثار ملکوت بھی شامل ہیں اسی لئے مناسب ہوا کہ آسمان کا چرنا اسی جانب سے ہو یہاں تک کہ نچلی طرف تک پہنچے پھر یہاں تک کہ تمام آسمان ایک دوسرے پر گر پڑیں

(سوال) دوسری آیت میں اس کے خلاف ہے کما قال تعالیٰ

تکاد السموٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا[۱]

اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان نیچے سے پھٹ جائیں جب مشرکین اور کفار اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں

(جواب) چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرنے کا صدور زمین میں ہوا اسی لئے آسمانوں کا پھٹنا زمین کی طرف سے موزوں تر ہے علاوہ ازیں نزول عذاب زمین والوں کے لئے بھی آسمان اول سے ہوتا ہے اسی مناسبت سے یہاں نچلی طرف کا ذکر ہے والملائکۃ یسبحون بحمد ربھم " اللہ تعالیٰ کی ان امور سے تنزیہ کرتے ہیں جو اس کے شان کے لائق نہیں جیسے شریک اور اولاد اور باقی وہ جملہ صفات جو اجسام سے متعلق ہیں درانحالیکہ وہ متلبس ہیں اس کی حمد کے ساتھ یعنی وہ فرشتے تسبیح وحمد اکٹھے بولتے ہیں اس لئے کہ اس میں ایک میں اس کے لائق صفات کا اثبات دوسری میں جو صفات اس کے لائق نہیں اس کی نفی ہے چونکہ تخلیہ تجلیہ سے پہلے ضروری ہے اسی لئے پہلے تسبیح پھر حمد کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے قبول کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے گویا پہلے استفاضہ کا بیان تھا اب افاضہ وتاثیر کا ذکر ہے ۔ کما قال اللہ تعالیٰ " ویستغفرون لمن فی الارض " اور جو زمین میں ہیں ان کے لئے

---

[۱] : سورۃ مریم رکوع ۲۷ ۔

بخشش مانگتے ہیں یعنی اہلِ ایمان کے لئے سفارش کرتے ہیں

(سوال) تم نے "لمن فی الارض" کے عموم کو اہلِ ایمان کے ساتھ کیوں خاص کیا

(جواب ۱) دوسری آیت میں اہل ایمان کی قید ہے۔ کما قال: "ویستغفرون للذین آمنوا" گویا یہاں مطلق کو مقید کیا گیا ہے

(جواب ۲) اگر آیت عام ہو تو معنی یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے علاوہ ان کافرین کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ جن کا کفر سے توبہ کرنا مقدر ہو چکا ہے اور ان کے لئے پھر طاعت کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

جواب ۳) یا اہل ایمان کے علاوہ کل کا فر مراد ہیں لیکن ان کی مغفرت کا مطلب یہ ہو گا کہ ان سے عذاب اور سزا کی تاخیر ہو یہاں تک کہ مرنے تک دوسری قوموں کی طرح عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسے ہی فاسق کے متعلق جواب ہو گا۔

(سوال) تمہارا یہ آخری جواب قرآن کے مضمون "اولئک علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین" کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے ہر وقت کافروں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(جواب) لعنۃ بھیجنا اور طریق سے ہے اور طلب مغفرت اور طریق سے مختلف طرق سے متضادین کا اجتماع منع نہیں

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان میں چار انگل کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ خالی نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا فرشتہ سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح اور اہلِ زمین کے لئے بخشش نہ مانگ رہا ہو۔ آیت مذکورہ اور حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ استغفار کرنے والے جملہ آسمانوں کے فرشتے ہیں حالانکہ مقاتل نے کہا کہ اس سے صرف حملۃ العرش (ملائکہ) مراد ہیں اور تفسیر حسینی میں حضرت کاشفی نے بھی ایسے ہی فرمایا ہے اور ان کی تائید سورۃ حم المومن کی آخری آیت "یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ یستغفرون للذین آمنو" سے بھی ہوتی ہے

(جواب) فقیر صاحب روح البیان قدس سرہٗ کہتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں آپس میں متضاد نہیں اس لئے کہ امور میں ترقی ہوتی ہے کیونکہ آیۃ حم المومن میں حملۃ العرش کے ساتھ مقید کر کے فرمایا پھر اس آیت میں مومن کی استغفار کا ذکر ہوا۔ ترقی امور میں عموماً ایسا ہوتا ہے "الا" یقین کرو کہ "ان اللہ ھو الغفور" بے شک اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کے گناہ بخشتا ہے "الرحیم" ان پر رحم فرماتا ہے کہ بہشت سے انہیں رزق اور

اپنے وصال و قربت سے نواز یگا اور ملائکہ کو حکم فرماتا ہے کہ وہ جملہ بنی آدم کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ عصیان میں مبتلا ہوں یا کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہوں بلکہ ان کے بڑے بڑے گناہوں اور کفر و شرک کے ارتکاب سے ان کا رزق بند نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی صحت و عافیت چھینتا ہے اور نہ ہی دنیوی منفعتوں سے انہیں محروم فرماتا ہے اگرچہ آخرت میں انہیں برے اعمال اور کفر و شرک کی سزا ہو گی۔ (**نکتہ**) اگر فرشتے اہلِ ایمان کیلئے استغفار کرتے ہیں تو اہلِ ایمان بھی تشہد میں انہیں سلام کہتے ہیں۔ چنانچہ ہم تشہد میں پڑھتے ہیں۔ "السلامُ علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین" اور درحقیقت عباد اللہ الصالحین ملائکہ ہی ہیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔ ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر کرنا چاہیے (کذا قال صاحب روح البیان)

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ بہت سے جہال اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے خرافات بکتے ہیں جو اس کی شانِ کریمی کے سراسر منافی ہیں بلکہ بسا اوقات اس پر ایسے افتراء و بہتانات تراشتے ہیں کہ قریب ہے آسمان اوپر سے پھٹ جائیں وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انسان کو اپنی قدرتِ کاملہ کے انوار سے ملبوس فرمایا اور اس کے اندر اپنے فعل کریمی سے روح پھونکا یہاں تک اس کی عبودیت نے اپنے صانع کو سمجھا اور اُسے یقین ہو گیا کہ ٹیڑھے دل والے غلط بکتے ہیں ان کے اقوال سے اس کی طہارت، و تقدیس کا اسے علم ہوا اور اسے سمجھ آ گیا کہ ملحدین کے اشارات، سراسر غلط ہیں اور فرشتے بھی ایسے لوگوں کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان اور باطل دعاوی سے اس کی تقدیس بیان کرتے ہیں اور ان اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں جو حقیقۃً عبودیت کو ابھی نہیں پہنچ سکے۔ لیکن اس قابل ہیں کہ وہاں پہنچ سکیں کیوں کہ انہیں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے وہ اہلِ بدعت کی طرح اپنی غلطی پر مُصر نہیں ؎

فاسد شدہ راز روزگار و اردون

لا یمکن ان یصلحہ العطارون

ترجمہ :۔ جن لوگوں کے راز زمانہ کی گردش نے فاسد کر ڈالے ہیں ممکن ہی نہیں کہ مصلح ان کی اصلاح کر سکے۔

تفسیر عالمانہ

والذین اتخذو من دونہ اولیاء اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے غیروں کو بنالیا اس کے شریک یعنی عبادۃ الٰہی میں غیروں کو شریک کیا۔ اللہ حفیظ علیھم اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و احوال کا نگران اور مطلع ہے کسی وقت بھی ان سے غافل نہیں انہیں ان کے اعمال کی قیامت میں جزا دے گا یعنی ان کا نگران صرف وہی ہے اور کوئی اس جیسا ان کا رقیب نہیں۔ (**حل لغات**) حفیظ بمعنی نگہبان المفردات میں حفیظ بمعنی محفوظ لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں چھوڑے گا اس معنی کی تائید آیت "علمھا عند ربی فی کتاب

لا یغضن ربی ولا ینسٰی " سے ہوتی ہے وما انت علیھم بوکیل اور آپ ان پر وکیل نہیں یعنی ان کے امور آپ کے ہاں سپرد نہیں کہ جن کے متعلق آپ سے باز پرس ہو یا آپ سے ان کا مواخذہ ہو آپ کے ذمہ انہیں ڈرانا اور احکام الٰہی پہنچانا ہے اور بس (اور وہ آپ کر چکے)

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ جو عمل خواہش نفسانی کے تحت کیا جائے یا اللہ تعالیٰ کی کسی حد یا اس کے کسی معاہدہ کو توڑا جائے تو ان امور کے ارتکاب سے شیاطین کو اپنا دوست بنانا ہے اس لئے کہ ایسے اعمال شیاطین کے حکم اور ایسے افعال ان کی طبائع کے موافق سرانجام ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال (مخفی ہوں یا ظاہر) کا نگران ہے چاہے انہیں عذاب دے چاہے انہیں معاف فرما دے آپ ان پر وکیل نہیں کہ ان سے عذاب کو روکیں۔

سبق عاقل وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی دوست بنائے اسی کی محبت وولایت کو اپنی دل میں جگہ دے کما قال تعالیٰ ، قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ۔ یہاں تک کہ اپنے جملہ امور کا اسی کو کفیل سمجھے اپنی ضرورت کے لئے ہاتھ اس کے سوا کسی کے آگے نہ پھیلائے۔

حکایت حضرت الاستاذ بو علی دقاق قدس سرہ نے فرمایا کہ یعقوب بن لیث بادشاہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کہ جس کے علاج سے جملہ اطباء عاجز آ گئے کسی نے اسے کہا کہ تیری سلطنت میں ایک درویش اللہ والا رہتا ہے جس کا اسم گرامی سہل بن عبداللہ ہے اگر وہ تمہارے لئے دعا کریں تو تم شفایاب ہو جاؤ گے ۔ حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر بادشاہ نے دُعا کا عرض کیا تو آپ نے فرمایا تیرے حق میں دُعا کب مستجاب ہو سکتی ہے جب کہ بے شمار مظلوم تیری قید میں گرفتار ہیں بادشاہ نے فوراً تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اس پر حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ یا اللہ جیسے تو نے اسے گناہوں کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی اسے نیکیوں کا صلہ دے کر اسے خوش فرما ۔ آپ کی دُعا کی برکت سے بادشاہ فوراً صحت یاب ہو گیا ۔ اس پر بادشاہ نے حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بہت سا مال نذرانہ کے طور پیش کیا تو آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا ۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے قبول کر کے فقراء پر تقسیم فرما دیں ۔ آپ نے جنگل کی ایک وادی کی طرف بادشاہ کو متوجہ کیا بادشاہ نے دیکھا کہ وہ وادی جواہر اور موتیوں سے پُر ہے ۔ فرمایا جسے اللہ تعالیٰ ایسی دولت سے نوازے اسے یعقوب بن لیث بادشاہ کے مال کی کیا ضرورت ہے پھر فرمایا اے بادشاہ من لے سب کا دینے والا اور نہ دینے والا سب کو نفع اور نقصان دینے والا صرف وہی اللہ ہے جو سب کا والی اور کفیل ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ؎

نقش رد کرد ست دنقاش من اوست
غیر اگر دعوی کند او ظلم جو ست

ترجمہ، تمام نقش اسی نے کئے ہیں میرا دہی نقاش ہے اس کے سوا کوئی دعویٰ کرے تو وہ ظلم کا طالب ہے۔

تفسیر عالمانہ

وکذلک اوحینا الیک قرآناً عربیاً۔ ذلک کا اشارہ اس مصدر کی طرف ہے جو اوحینا میں ہے اور کاف محلاً منصوب اور مفعول مطلق ہے اور قرآنا عربیا اوحینا کا مفعول بہ ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی و مثل ذلک الایحاء البدیع البین المفہم اوحینا الخ۔ اس کا ترجمہ کاشفی نے لکھا ہے کہ اور ایسے ہی ہم نے ہر پیغمبر کے ہاں ان کی زبان میں وحی کی جیسے آپ کے ہاں قرآن وحی کیا لغت عرب میں اس لئے کہ وہ آپ کی قوم کی زبان ہے تاکہ انہیں سمجھ نصیب ہو " لتنذر ام القریٰ " تاکہ آپ اہل مکہ کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اس لئے کہ وہ کفر پر اصرار کر رہے ہیں اور عرب کو ہر شے کا اصل کہتے ہیں اور مکہ معظمہ کو اسکی بزرگی اور کرامت کے پیش نظر ام القریٰ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ اس میں ایک بہت بڑی عزت وعظمت والا گھر اور مقام ابراہیم ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ مروی ہے کہ یہاں سے زمین بچھائی گئی اس معنے پر یہ تمام روئے زمین کے لئے بمنزلہ ام کے ہوگا۔ ومن حولہا اور انہیں جو عرب کے اردگرد ہیں بعض نے کہا کہ جملہ روئے زمین کے لوگ مراد ہیں یہی بغوی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کما قال ای قری الارض کلہا اور عرب کی تخصیص آپ کی عموم نبوت کے منافی نہیں اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ تخصیص الشئی بالذکر لاینافی عدم ما عداہ۔ ایک شے کے ذکر کی تخصیص دوسری اشیاء کے لئے منافی نہیں اور قشیری نے فرمایا کہ جملہ روئے زمین مراد ہے اس لئے کہ کل عالم کعبہ و مکہ کے اردگرد ہے۔

ع، پس ہمہ اہالی بلاد حوالی (وجملہ عالم اسی کے اہل ہیں)

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی ذات کے ڈرانے کا حکم فرمایا ہے اس لئے کہ آپ ہی آدم اور اولاد آدم کے نفس کی اصل ہیں کیونکہ ہر شے کی ایجاد سے پہلے ہی آپ کی ایجاد کے ساتھ قدرت متعلق ہوئی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ روحی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔ آپ ہی سے جملہ ارواح ونفوس پیدا ہوئے اسی لئے سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ (قیامت میں آدم اور ان کا ماسوی سب کے سب میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے۔ اب معنی یہ ہوا کہ جیسے آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ عزیز حکیم وحی فرماتا تھا آپ پر بھی اسی لئے وحی فرمائی تاکہ آپ اپنی ذات کو قرآن عربی کے ذریعہ ڈرائیں کیوں کہ آپ کی ذات عربی ہے اور باقی جملہ عالم آپ کے تابع ہے اس لئے کہ جملہ عالم آپ کی ذات کے گھیرے میں ہے اسی لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین " اور حضور علیہ السلام نے فرمایا " ارسلت الی الخلق کافۃ میں جملہ

مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ؎

مہ طلعتی کہ بر قد قدرش بریدہ اند
دیبائے ثم فاتدنیٰ واستبرق دنیٰ

ترجمہ: وہ چاند کے چہرے والا کہ جسے اس کے قد کی مقدار پر سیا گیا ہے "ثم فاتدنیٰ" کی شان والا اور دنیٰ کی استبرق (پوشاک) والا ہے۔

تفسیر عالمانہ وتنذر (اہل مکہ) اور اس کے گرد و نواح کو آپ ڈرائیں گے۔ یوم الجمع یوم قیامت اور اس کے عذاب سے اور قیامت کو یوم الجمع سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کہ اسی دن اولین و آخرین کو یکجا جمع کیا جائے گا بلکہ جملہ اہل السموٰت والارض اور جملہ ارواح و اشباح اور اعمال و عمال یہاں جمع ہوں گے۔ یہاں پر بار محذوف ہے دراصل بیوم الجمع تھا جیسے لتنذر باساً شدیداً میں بار محذوف ہے اس لئے کہ یہ بھی دراصل بباس شدید تھا (کذا قال ابو اللیث) اس معنی پر یہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے (کذا فی کشف الاسرار) اس کی مزید بحث حم المومن کی آیت لتنذر یوم التلاق میں ہے۔ لاریب فیہ۔ اس میں کوئی شک نہیں یعنی یہاں پر کسی کو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں یعنی اس دن نے لازماً آنا ہے اور وہ ضرور آکر رہے گا اس میں فی نفسہ کسی قسم کا شک نہیں کیونکہ منذرین اور منذرین کی سزا و جزا کا دن ہے اور اسی دن تو اہل جنۃ و اہل نار کا فیصلہ ہونا ہے پھر شک کیسا باقی رہا کافروں کا شک تو وہ غیر معتبر ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اسی دن میں جمع ہونے میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ اس کا تعلق ضروری اور لازمی ہے۔

فریق ایک گروہ اہل ایمان فی الجنۃ جنت میں جائے گا وفریق فی السعیر اور ایک گروہ یعنی کفار جہنم میں جائیں گے اور نار کو سعیر اس لئے کہتے ہیں کہ سعیر شعلے والی آگ کو کہا جاتا ہے اور جہنم بھی شعلے والی ہے اسی لئے اس نام سے موسوم ہوئی یہ داخلہ موقف میں جمع ہونے کے بعد ہوگا۔ کیونکہ پہلے سب کو جمع کیا جائے گا حساب کے بعد سب کو متفرق کر کے اپنے اپنے مقام پہ پہنچایا جائے گا اصل عبارت یوں تھی منہم فریق اس تقریر پر فریق مبتداء اور اس کی خبر محذوف ہوگی اور مبتدا نکرہ ہو کر آسکتا ہے جب کہ اس کی خبر مقدم ہو یا موصوف ہو یہاں دونوں امر موجود ہیں اس لئے کہ فریق کی خبر بھی مقدم ہے اور اس کی صفت فی الجنۃ ہے اور منہم کی ضمیر مجموعین کی طرف راجع ہے اور مجموعین معنے فریق کے معنی سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ دراصل یہ عبارت یوں ہوگی یوم یجمع الخلائق فی موقف الحساب۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آپ ارواح و اجسام کے جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں اور ان کا اجتماع لازمی ہے جیسے وہ آج دو گروہ ہیں اس لئے کہ ایک گروہ جنۃ القلوب وراحات الطاعات

وحلاوات العبادات وتنعمات القربات میں ہے اور دوسرا نفوس ظلمات المعاصی وعقوبات الشرک والجحود کی نار میں ہے ایسے ہی کل قیامت میں ایک گروہ اہلِ لقا ہوگا یہ اہل سعادۃ ہیں اور ایک گروہ اہل شقاء وبلا ہوگا یہی بدبخت ہوں گے۔

حدیث شریف اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو جنت کے لئے بنایا حالانکہ وہ ابھی اپنے آباء کی پشت میں تھے ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر ان کی تقدیر لکھی اور انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا در انحالیکہ اس کا عرش پانی پر تھا وہیں سے ایک گروہ جنۃ کے لئے اور ایک گروہ دوزخ کے لئے مقدر ہو گیا۔

حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی دونوں مبارک ہتھیلیوں کو بند کئے ہوئے اور آپ کے ہاں دو کتابیں تھیں۔ ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا بتاؤ یہ کتابیں کیسی ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں معلوم نہیں آپ نے اس کتاب کے لئے فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک ایسی کتاب ہے جسمیں تمام اہل جنت اور ان کے آباء وقبائل کے اسماء اور اس کی پوری گنتی مذکور و مکتوب ہے یہ اس وقت سے لکھی جا چکی تھی جب کہ وہ ابھی اپنے آباء کی پشتوں میں بھی نہیں آئے تھے اور نہ ہی اپنی امہات کے پیٹ میں پہنچے بلکہ وہ اس وقت لکھے گئے جب وہ مٹی اور پانی کے درمیان میں تھے اب اس پر نہ زائد ہوں گے نہ ان سے کم قیامت تک کے بہشتیوں کے نام درج ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کا کیا فائدہ؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نیک عمل کرو سیدھی راہ پہ چلو اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اس لئے کہ اہل جنت وہ ہے جس کا خاتمہ نیک عمل پر ہوگا اگرچہ اس سے پہلے اس کے اعمال جیسے ہی تھے اور دوزخی کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ اس سے پہلے اس کے اعمال کیسے ہی تھے اس کے بعد فرمایا " فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر" اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

فائدہ:

حدیث شریف میں لفظ سددوا وقاربوا واقع ہے بمعنی ارادہ کرو صواب (صحیح راستہ) کا اس میں افراط تفریط نہ کرو بلکہ اپنے نفس کو عبادت میں لگا دو اتنا قدر کہ تم تھکے ہارے ہو کر پھر نیک عمل کرنا بھی چھوڑ دو (کذا فی المقاصد الحسنہ للامام السخاوی) اس کی نظیر وہ حدیث شریف ہے جسمیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ

دین آسان ہے جو بھی اس کا مقابلہ کرتا ہے اس پر دین حق غالب ہو جاتا ہے یعنی دین اسلام آسان امور پر مشتمل ہے جو اس میں تکلف کرتا اور عبادات شاقہ میں لگ جاتا ہے و تکلفات بعیدہ کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر یہ تکلفات اس پر غالب ہو جاتی ہیں خلاصہ یہ کہ عبادات میں حسب استطاعت لگا رہے اگرچہ اسے کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے نہ وہ بہشتی ہے ؎

کسب را ہمچوں زراعت دان عمو
تا نکاری دخل بنود آں تو !

ترجمہ :- اے بیوقوف کسب (عمل) کھیتی کی طرح ہے جب تک کھیتی نہیں بوئے گا خرچ کہاں سے لائے گا۔

تفسیر عالمانہ

ولو شاء اللہ لجعلهم اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں دنیا میں جمع کرتا۔ ھم کی ضمیر جمیع لوگوں کی طرف راجع ہے جن کا ذکر فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر میں ہوا۔ اُمۃ واحدۃ ایک ہی فریق اور ایک ہی جماعت کر کے یعنی سب کو ہدایت یافتہ بناتا یا سب کو گمراہ کرتا یہ اس اجمال کی تفصیل ہے جسے علی دین واحد میں بیان فرمایا و کذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما) ولکن یدخل من یشاء فی رحمتہ ط لیکن جسے اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کرنا چاہتا ہے تو اسے داخل فرماتا ہے اور جسے عذاب دینا چاہتا ہے تو اسے دوزخ میں داخل کرتا ہے یہ اس کے اپنے ارادہ پر ہے اور اس کا ارادہ بندوں کے استحقاق سے متعلق ہے کہ جیسے ان کی استعداد تھی ویسے ہی ارادہ ہوا جیسے رحمت و عذاب میں تناقض ہے ایسے ہی ان کے متعلقین میں ہے اسی معنی پر سب کو ایک نہیں بنایا بلکہ ان کے دو گروہ ہوئے اس لئے کہ ان کی استعداد ہی ایسے تھی۔

والظالمون اور ظالمین یعنی مشرکین کا " مالھم من ولی " نہ تو کوئی متولی ہے جو ان کے امور کی کفالت کرے یا انہیں عذاب الہی سے بچائے یا کوئی اور انہیں فائدہ دے سکے۔ من زائدہ ہے استغراق النفی کا فائدہ دیتا ہے ۔ ولا نصیر اور نہ ہی ان کا کوئی مددگار ہے جو ان سے عذاب ہی کو دفع کر سکے یا انہیں اس سے چھڑا سکے۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ عذاب و ثواب کا ادخال مبنی بر اجبار نہیں بلکہ بندوں کے اپنے اختیار و استعداد کے مطابق ہوگا

(نکتہ) سعدی المفتی نے اپنے حواشی میں لکھا کہ اس کے مقابل ویدخل من یشاء من نقمتہ کو اس لئے نہیں لایا گیا کہ اس کے بعد والظالمون الخ کے ذکر میں

اشارہ ہے کہ عذاب الٰہی ایک ایسا امر معروف ہے کہ جس کی تصریح کی ضرورت ہی نہیں اسمیں "واذا مرضت فھو یشفین" کا طریقہ ظاہر کیا گیا ہے اور اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ انسان کو رحمت الٰہی پہ نگاہ ہو پھر اس کی ادئیگی شکر میں کوشش کرے اور جب شکر کرے گا تو اسے کفر و معاصی سے خود بخود نفرت ہو گی۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ "ولو شاء اللہ لجعلھم" اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ملائکہ مقربین کی طرح بنا دیتا کہ جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہیں کرتے تم بھی گناہوں میں مبتلا نہ ہوتے یا چاہتا تو تمہیں شیاطین مبعدین مطرودین متمردین کی طرح بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ تمہیں دونوں جوہروں (ملکی و شیطانی) سے مرکب کر کے پیدا کیا گیا تاکہ تم دو مختلف صفتوں سے موصوف ہو کہ تمہاری جو وصف غالب ہو گی اسی سے تمہارا حشر ہو گا اگر تم پہ ملکی صفت کا غلبہ ہو گا تو تم مطیع اللہ ہو گے اگر تم پہ شیطانی صفت کا غلبہ ہو گا تو تم مطرود اللہ ہو گے اور یہ دلوں صفات دراصل اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں لطف و قہر کی مظہر ہیں یا یوں کہو کہ یہ دونوں صفات جمال و جلال کا مظہر ہیں جو بھی ان میں سے کسی ایک صفت سے موصوف ہو گا اسی صفت کا مظہر کہلائے گا۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" میں یہی راز ہے اسی راز کے تحت ملائکہ نے کہا "سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا" اسی معنی "ولکن یدخل من یشاء فی رحمۃ" اور "والظالمون مالھم من ولی ولا نصیر" دلالت کرتے ہیں اس لئے کہ پہلے جملے کا معنی یہ ہے کہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل کرتا ہے تاکہ وہ اس کی صفت لطف کا مظہر ہو دوسرے جملے کا معنی بھی یہی ہے کہ ان کا کوئی کفیل و مددگار نہ ہو گا تاکہ وہ صفات قہر کے مظاہر ہوں۔

تفسیر عالمانہ "ام اتخذوا من دونہ اولیاء" ام منقطعہ ہے یہاں لفظ بل اور ہمزہ محذوف ہے اور بل انتقالیہ ہے یعنی ماقبل سے کلام کو منتقل کر کے مابعد کی طرف متوجہ کرنا اور ہمزہ وقوع کے انکار کے لئے ہے واقع کی نفی سے وقوع کی نفی میں زیادہ مبالغہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ انکار وقوع سے زیادہ قباحت ظاہر ہوتی ہے بہ نسبت واقعہ کی نفی کے خلاصہ یہ کہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کا غیر اللہ کو اپنا کفیل کار سمجھنا کچھ بھی نہیں اس لئے کہ یہ اس کی فرع ہے جب ثابت ہو جائے کہ اصنام بھی کفیل کار ہو سکتے ہیں اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ پتھر اور ڈھیلے کیسے کسی کے کفیل کار بن سکتے ہیں بلکہ ان کے لئے بدبختی کی انتہا ہے کہ انہوں نے حقیقی کفیل کار یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا کفیل کار سمجھ رکھا ہے۔ ع لاف دوستی ایشاں می زند ہیہات

ترجمہ: افسوس کہ یہ ان کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔

(فاللہ ھو الولی) یہ شرط محذوف کی جزا ہے

جب انہیں یقین دہانی کرائی گئی کہ یہ جو تم نے غیر اللہ کو اپنا کفیل بنا رکھا ہے نہایت مذموم امر ہے پھر گویا انہوں نے سوال کیا کہ تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے ان کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی ذات کفیل بنانے کے لائق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہی درحقیقت سب کا کفیل ہے اور یہی سب کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ وہی سب کا کفیل اور ولی ہے اس کے سوا کوئی ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہی خیر و شر اور نفع و ضرر کا مالک ہے اور کشف الاسرار میں اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ اللہ وہ ہے جو سب کا یار و مددگار اور فریاد رس ہے

فائدہ

سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا کہ یہ فاء سببیہ بھی ہو سکتی ہے یعنی یہ فاء سبب پر داخل ہے اس لئے اس کا مدخول مسبب کے ذکر کا سبب ہے یعنی انحصار ولایت (کفالت وغیرہ) کا انحصار اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اس بات کی دلیل ہے کہ ماسوی اللہ کو کفیل نہ بنایا جائے یہ عبارت عرب کے اس مقولہ کی طرح ہے کہ کہتے ہیں " الضرب زیدا وھو اخوک " یعنی تمہیں لائق نہیں کہ تم زید کو مارو اس لئے کہ وہ تیرا بھائی ہے اور بھائی کو نہ مارنا چاہیے۔ " وھو یحیی الموتی " اسی کے شان کے لائق ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے آسمان و زمین میں اس کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں جو مردوں کو زندہ کر سکے ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا " ربی الذی یحیی ویمیت " (میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے)

قوم یونس علیہ السلام کے ایک عالم دین کا واقعہ

مروی ہے کہ جب یونس علیہ السلام قوم سے ناراض ہو کر کہیں چلے گئے تو قوم کو ایک عالم دین نے مندرجہ ذیل عبارت " یا حی حین لا حی یا حی محی الموتی یا حی لا الہ الا انت " پڑھائی جب لوگوں نے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب ٹال دیا۔

نکتہ۔ فقیر صاحب روح البیان قدس سرہ کہتا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب بھیجتا ہے تو تباہ و برباد ی اور موت دینے کے لئے اسم حیّ و محیٰ ہلاکت اور موت کو ٹالتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ موت و حیاۃ کا اجتماع ممتنع ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وھو علی کل شیٔ قدیر وہی ہر شے پہ قادر ہے فلہذا وہی حقیقی کفیل کار ہے اسی لئے کفالت اسی تک محدود ہے کیونکہ دوسرے کوئی قدرت نہیں رکھتے اسی لئے وہ کفیل بنانے کے لائق نہیں۔

اوست قادر بحکم کن فیکون
غیر او جملہ عاجز اند و زبون

عجز را سوئے قدرتش رہ نیست
عقل ازیں کارخانہ آگہ نیست

ترجمہ ۱: وہ بحکم کن فیکون قادر ہے اس کے سوا سب عاجز و ذلیل ہیں۔
۲: اس کی قدرت کی طرف عجز کو راہ نہیں لیکن اس کارخانہ سے کوئی آگاہ نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

۱. تاویلات نجمیہ میں ہے وہی مردوں یں کو ہی آج اور کل مردہ نفوس و قلوب کو زندہ کرتا

اور انہیں مارتا ہے۔ وھو علی کل شئ قدیر ایجاد و اعدام کا وہی مالک ہے۔ واسطی نے فرمایا کہ اپنی تجلیات سے قلوب کو زندہ کرتا ہے اور تجلیات کو پوشیدہ رکھ کر نفوس کو مارتا ہے اور سہل نے فرمایا کہ نفوس کو نہیں زندہ کرتا جب تک وہ اپنے اختیار نہ مریں۔ یعنی نفوس کے اوصاف سے موت بھی ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسیں ان لوگوں کی شکایت ہے جو غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہیں حالانکہ وہ تو حجاب و سائط سے محجوب نہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے جمال و جلال کے تجلیات دکھاتا ہے تاکہ اپنے حسن و جمال سے ان کے قلوب کو اپنی محبت و عشق میں لائے بلکہ ان سے اپنے نورانس سے مانوس فرماتا ہے اور قدس کے مراتب کے قریب کرنا چاہتا ہے۔

سبق: بندے پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور گڑ گڑائے تاکہ مطلوب کو حاصل کرے بلکہ محبوب کے وصال سے سرشار ہو۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) پیش یوسف نازش و خوبی مکن ٭ جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
(۲) از بہاراں کے شود سرسبز سنگ ٭ خاک شو یا گل بروی رنگ رنگ
(۳) سالہا تو سنگ بودی دلخراش ٭ آزمون را یک زمانے خاک باش

(۱) ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) کے سامنے نازش و محبوبی نہ کر سوائے نیاز و آہ یعقوبی کے اور کچھ نہ کر۔
(۲) بہار سے پتھر کب سرسبز ہو سکتا ہے۔ مٹی یا گل ہو جا پھر رنگا رنگ پھول دیکھ۔
(۳) ان سال دلخراش پتھر بنا رہا۔ ایک لحظہ مٹی ہو جا پھر دیکھ محبوب ملتا ہے یا نہ۔

نتیجہ: ایسی فنا میں دائمی بقا نصیب ہوتی ہے دیکھئے سردیوں میں زمین مر مٹتی ہے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ بہار سے سرشار فرماتا ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ○ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ
فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○ لَهُ مَقَالِيدُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا
وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ
وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى
الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ
وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ○ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا
جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ
مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ○ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ
وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ
بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا
وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ
اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ○ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ
مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَ

عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ
اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
قَرِيْبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ

ترجمہ:۔ تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے ۔ یہ ہے اللہ میرا رب میں نے اس پر بھروسہ کیا اور میں اس کی طرف رجوع لاتا ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمھارے لیے تمھیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس سے تمھاری نسل پھیلاتا ہے اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ روزی وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے ۔ بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے تمھارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اُس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمھاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم انھیں بلاتے ہو۔ اور اللہ اپنے قریب کے لیے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے اور اُنھوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ اُنھیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمھارے رب کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی ایک مقرر میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کر دیا ہوتا اور بیشک وہ جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے وہ اس سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمھیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں ۔ اللہ ہمارا اور تمھارا سب کا رب ہے ۔ ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمھارے لیے تمھارا عمل۔ کوئی حجت نہیں ہم میں اور تم میں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے اور وہ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر

چکے ہیں ان کی دلیل محض بے ثبات ہے۔ ان کے رب کے پاس اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اُتاری اور انصاف کی ترازو اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جنہیں اس پر ایمان ہے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے۔ سنتے ہو بیشک جو قیامت میں شک کرتے ہیں ضرور دور کی گمراہی میں ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت و عزت والا۔

تفسیر عالمانہ

وما اختلفتم فیہ من شیء یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکایت ہے جو کہ آپ نے اہلِ ایمان کو بعد میں فرمایا کہ ذلکم اللہ ربی الخ یعنی اے محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں تمہارے ساتھ جو کفار امور دین میں الجھ رہے ہیں اور تم اور وہ آپس میں مختلف ہو گئے۔ "فحکمہ" تو تمام احکام الی اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں قیامت ہی میں حق والوں کو ثواب اور اہلِ باطل کو عذاب وہی دیگا

مسئلہ: اس میں مجتہدین کے اختلاف کو داخل نہ کیا جائے کیونکہ وہ اجتہاد شرعاً جائز ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں علماء کے مسائل شرعیہ و معارف الٰہیہ کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کے احکام کا فیصلہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت و قیاس صحیح سے ہوتا ہے یا پھر اہلِ ذکر (اولیاء اللہ) سے ایسی مشکلیں حل ہوتی ہیں کما قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اہل حق ان عقول کی طرف رجوع نہیں کرتے جو کہ آفت وہم خیال میں مبتلا ہوتی ہیں وہ اسی لئے کہ انہیں نفس و شیطان کو دخل ہوتا ہے وہی ان کی عقول میں شبہات ڈالتا ہے اور توحید کے بارے میں معمولی سا شبہ بھی کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفیوں اور اہل بدع و اہل ہوا کو صراط مستقیم کا راستہ نہ ملا۔

تفسیر عالمانہ

ذلکم وہی حاکم عظیم الشان یہ مبتدا ہے اس کی خبر "اللہ ربکم" ہے "اللہ ربی" اللہ میرا پروردگار اور مالک ہے ربّ اللہ تعالیٰ کا لقب ہے "علیہ" صرف اسی پر کسی غیر پر نہیں۔ "توکلت" اپنے جملہ امور میں میں نے اس پر توکل کیا منجملہ ان کے اعداء کی غلط تدبیروں کا رد بھی ہے "والیہ" اور صرف اسی کی طرف اس کے غیر کی طرف نہیں۔ "انیب" مجھے جو بھی مشکلات درپیش ہوتی ہے تو ان کے دفع شر کے وقت رجوع کرتا ہوں تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف جس کی برکت سے مجھے دشمنوں پر فتح و نصرت مل جاتی ہے

(سوال) توکلت صیغہ ماضی اور انیب صیغہ مضارع یہ کیوں؟

جواب چونکہ توکل امر واحد اور انابۃ امور متعددہ ہیں۔ اس کے مواد میں تجدد ہے اسی لئے توکل میں صیغہ ماضی اور انابت میں صیغہ مضارع لایا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ انسان کا دل جب نفس کی باتوں میں لگ جاتا ہے تو اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس کا معاملہ سعادۃ سے متعلق ہو رہا ہے یا شقاوۃ سے اسی لئے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور ہر آن اس کے امر میں مشغول رہے لیکن اس کی معرفت میں فکر دوڑانے کو کوئی دخل نہیں اور نہ ہی انجام کے علم سے فکر کو رسائی ہو سکتی ہے۔

تفسیر عالمانہ " فاطر السموات والارض " یہ ذلکم کی دوسری خبر ہے یعنی وہ تمام آفاق علوی و سفلی کا پیدا کرنے والا ہے اس میں ارواح و نفوس بھی بطریق اشارہ داخل ہیں۔ " جعل لکم من انفسکم " اور بنائیں تمہاری جنس سے " ازواجا " تمہاری عورتیں " ومن الانعام " اور جانوروں سے " ازواجا " انکی جنس کی مادینان یا ان کی کئی قسمیں محض تمہاری تعظیم و تکریم کے لئے تاکہ تم ان سے نفع اٹھاؤ۔ لفظ زوج صنف پر بھی بولا جاتا ہے جیسے وکنتم ازواجا ثلثۃ ذکور و اناث اس کا اطلاق مجموعی طور خلاف الفرد پر آیا ہے " یذرؤکم " اور اے لوگو وہ تمہیں پھیلاتا ہے الذرء بمعنی البث یعنی پھیلایا (کذا فی القاموس) جیسے جعل بمعنی خلق اور ذرء بمعنی کثرۃ بھی آیا ہے اسی سے " الذریۃ " ہے یعنی نسل الثقلین " فیہ " اسی تدبیر میں یعنی انسانوں اور حیوانوں کو جوڑے جوڑے کر کے پیدا کرنا تاکہ ان کی اولاد و نسل بڑھے۔

فائدہ یہاں پر بہ کے بجائے فیہ لایا گیا ہے حالانکہ یہ تدبیر بث و تکثیر کی ظرف نہیں بلکہ ان کے لئے سبب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تدبیر مذکور بث و تکثیر کے لئے بمنزلہ منبع و معدن کے ہے

فائدہ

اس میں دو تغلیبیں (۱) تغلیب المخاطب علی غیر المخاطب (۲) تغلیب العقلاء علی غیر العقلاء ورنہ یذرؤ ہا وایاکم چاہیے تھا کیونکہ کم عقلاء کے ساتھ مخصوص ہے " لیس کمثلہ شیئ " اس کی مثل اور کوئی ذات نہیں یہاں پر شے سے ذات مراد ہے یہ ایسے ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں مثلک لا یفعل کذا یعنی تیری جیسی شخصیت ایسے نہیں کیا کرتی اس میں سے مبالغہ مطلوب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات بے مثال ہے کہ اس کی مثل کا ہونا ممتنع ہے تو پھر اس کی مثل کا ممتنع ہونا تو بطریق اولیٰ ہے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ خارج میں ہو بلکہ اس کے لئے تقدیراً ماننا بھی کافی ہے اور پھر اس ذات کے لئے کہ جس کی شان لا مثل کہ ہے الشئ موجود کو کہا جاتا ہے اس کا کل کائنات پر اطلاق ہوتا ہے جوہر ہو یا عرض " اور سیبویہ نے کہا کہ

شے اسے کہتے ہیں جو معلوم ہو اور اس سے خبر دی جا سکے موجود ہو یا معدوم ۔ اب معنی یہ ہوا کہ اس کی ذات جیسی اور کوئی ذات نہیں اس لئے کہ اس کے مماثل کوئی ذات ہو سکتی ہی نہیں اس لئے کہ اشیاء یا اجسام ہیں یا اعراض اور اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ اس کے اسماء جیسا اور کوئی اسم نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ ھل تعلم لہ سمیا۔ اور نہ ہی صفات جیسی کسی کی صفت ہے ہاں اگر کسی کے اسماء و صفات ہیں تو صرف لفظی موافقت ہے اور بس (اسی قاعدہ پر ہم وہابیہ کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں اور حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء و اولیاء کے عطائی ۔ مثلاً حاضر ناظر۔ علم غیب ۔ نور ، مدد کرنا وغیرہ وغیرہ ؏ ۔) اور یہ تو بالکل محال ہے کہ قدیم ذات حادث یا صفت قدیم حادث کے مثل ہو سکے یا ذات محدثہ کی صفت قدیم ہو ؎

ذات ترا صورت او پیوند ند ۔:۔ تو بکس و کس بتو مانند ند

جل المهيمن ان تدری حقيقة ۔:۔ من لا له المثل لا تضرب له مثلاً

(۱) ترجمہ : تیری ذات کا تصور کسی کے وہم نہیں تو بے مثل ہے تیری مثل کس کو کہا جائے ۔

(۲) بزرگ ہے تو اس سے کہ تیری حقیقت معلوم کی جائے جس کی مثل ہی نہیں تو اس کی کس کے ساتھ مثال دی جائے ؎

ذات او در تصور گنج کو ۔:۔ تا در آئی در تصور مثل او

ترجمہ : اس کی ذات تصور کے خزانے میں نہیں ۔ تو پھر اس کی مثل کا تصور کہاں سے لاؤ گے ۔

فائدہ مذکورہ بالا محققین کی تقریر ہے اور بعض علماء کرام نے فرمایا لیس کمثلہ میں کاف زائدہ ہے شی لیس کا اسم ہے اصل لیس مثلہ شیٔ تھا ورنہ معنی ہوگا کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور یہ محال ہے اور جن حضرات نے کاف زائد لکھا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ لیس مثلہ شیٔ سے جب معنی صحیح بن سکتا ہے پھر کاف کا معنی حقیقی لے کر کلام کو طویل کرنے کا کیا معنی ہاں یہ کہا جائے کہ یہ کاف اسی معنی کی تاکید کرتا ہے بعض نے کہا کہ لفظ مثل زائد ہے اصل عبارت لَيْسَ كَهُوَ شَيْءٌ لیکن یہ قول اسی لئے صحیح نہیں کہ ضمائر پر کاف مثلیہ داخل نہیں ہوتا اور کنایہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے نیز جس شئے کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہو اور نہ ہی بلاغت کے مطابق ہو اس معنی کو لینے کا کیا فائدہ

فائدہ بحر العلوم نے لکھا کہ مثل میں مساوات کلی مطلوب نہیں بلکہ وجہ من الوجوہ مدنظر ہوتی ہے فلہذا اللہ تعالیٰ کے لئے مثل کا مفہوم ثابت ہو تو کوئی حرج نہیں یہ قول مبنی بر سہو و خطا ہے اس کی دلیل، ؎ انما انا بشر مثلکم یوحی الی ہے اس میں صرف نفس بشریت میں تو مساوات و اشتراک کی مماثلت ثابت کی جا سکتی ہے

؎ اضافہ اویسی غفرلہ ،

لیکن جملہ صفات میں نہیں اس لئے کہ قطعی طور عام انسانوں اور نبوت میں بہت وجوہ میں مساوات واشتراک کا مفہوم کفر ہے۔ مثلاً وحی نبوت رسالت وغیرہ وغیرہ۔ خود آیت میں "یوحیٰ الیّ" میں مساوات واشتراک کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا (کہ مثل میں جمیع صفات کی مماثلت مراد ہوتی ہے) نہایت ناموزوں ہے[له]

نکتہ) صاحب روح البیان نے فرمایا کہ آیت میں انا مثلکم نہیں بلکہ "بشر مثلکم" ہے اگر انا مثلکم فرماتے تو پھر ہم کہہ سکتے تھے کہ آپ جملہ صفات میں ہماری مثل ہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسے ہم کہتے ہیں زید مثل عمرو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید عمرو کی جملہ صفات میں اس کے ہم مثل ہے **فائدہ** المفردات میں امام راغب نے لکھا کہ لفظ مثل بمعنی المشابہ لغیرہ فی معنی من المعانی یعنی کسی کا دوسرے کے ساتھ کسی معنی میں مشابہ ہونے کو مثل کہا جاتا ہے یہ معانی موضوعہ للمشابہتہ کے لیے ہیں یہ لفظ سب کو حاوی ہے اسی لئے کہ ند اس مثل کو کہتے ہیں جو کسی کے نفط جوہر میں شریک ہو اور الشبہ اسے کہتے ہیں جو کسی کے نفط قدر و مساحت میں شریک ہو اور لفظ مثل ان سب کو عام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ارادہ فرمایا کہ اس سے ہر قسم کی مماثلت کی نفی ہو تو فرمایا لیس کمثلہ شیٔ۔

فائدہ اسے یوں سمجھئے کہ کوئی شخص اپنے دل میں جس شے کو تصور میں لا سکتا ہے تو لائے لیکن جب وہ شے اس کے دل کے آئینے میں آجائے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور بے کیف ہے اس لئے کہ یہ حدوث کی علامت ہے کہ وہ تحدید و تکییف میں آسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہر تحدید و تکییف سے منزہ و مقدس ہے۔ حضرت سید الطائفہ سیدنا جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ کو صرف خود ہی جانتا ہے اور بس اور ایک صوفی بزرگ نے فرمایا کہ یہاں پر لفظ مثل اہل حقیقت کے نزدیک زائدہ نہیں اس لئے کہ **ھُو** ہوتیہ ذاتیہ کی طرف اور مثل تجلی الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ تجلی الٰہی جو کہ وہی پہلی تجلی ہے کی طرح کوئی شے نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہی جملہ تجلیات کو محیط ہے۔ حضرت واسطی قدس سرہ نے فرمایا کہ جملہ مسائل توحید یہ اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں اس لئے کہ جس حقیقت کو بھی کسی شے سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ اس کی علت ضرور ہوگی اور ایک وہی ذات ہے جسے کسی علت کی ضرورت نہیں کیوں کہ اسے قدر و اندازہ سے نہیں سمجھا جاتا اور قاعدہ ہے کہ ہر ناعت اپنے منعوت کو کسی حد میں لائے گا اور وہ ہر حد سے پاک اور منزہ ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) نہ بر اوج ذاتش پرد مرغ وہم ؛ نہ در ذیل وصفش رسد دست فہم

(۲) توان در بلاغت بسحبان رسید ؛ بکنہ در نہ بیچون سبحان رسید

[له] یہی ہم کہتے ہیں۔ لیکن وہابی دیوبندی نہیں مانتے (اویسی غفرلہ)

(۳) چہ خاصان دریں رہ فرس راندہ اند ، بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند

ترجمہ (۱) اس ذات کی بلندی تک مرغ وہم نہیں اڑ سکتا۔ اس کے وصف کے دامن تک دست فہم پہنچ سکتا ہے

(۲) بلاغت میں سحبان کے مرتبہ کو پہنچا جا سکتا ہے لیکن بیچون سبحان کی کنہ میں پہنچنا ممتنع ہے۔

(۳) بہت بڑے خاصان خدا نے اس راہ میں گھوڑے دوڑائے لیکن لا احصی کہتے ہوئے دوڑنے سے عاجز ہو گئے۔

وھو السمیع البصیر ، اور وہ ہر شے کو سنتا اور دیکھتا ہے

فائدہ زروقی نے فرمایا کہ سمیع

وہ ذات ہے جو اس کی وصف سمع کو ہر شے منکشف ہو اس لئے کہ وہ اس کی بات کو بات سنتا ہے وہ بولے یا نہ اور بصیر وہ ہے جو ہر موجود کا اپنی رؤیت سے ادراک کرے اور سمع و بصر ہر دونوں اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ اس کی شان ہے۔ بعض متکلمین نے ان دونوں صفات کو علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے صفت علم میں مدغم سمجھا ہے لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں۔

فائدہ: امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ سمع اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کے سامنے جملہ صفات مسموعات کلی طور منکشف ہیں اور بصر وہ صفت ہے کہ جملہ مبصرات کی صفات کلی طور اس کے آگے روشن ہیں بخلاف مخلوق کی سمع و بصر کے وہ محدود اور قاصر ہیں کہ وہ قریب کو دیکھ سن سکتے ہیں لیکن بعید کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اور پھر زوردار چیخ و پکار کو سننا گوارہ نہیں کرتے اور نہ ہی تیز روشنی کو دیکھ سکتے ہیں۔

(فائدہ) بندے کا لفظ سمیع سے حظ اٹھانا یوں ہو کہ وہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اسی لئے زبان کو فضول بولنے سے ڈرے کہ کہیں سمیع اس کے فضول کلام سے ناراض نہ ہو دوسرا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سمع عطا فرمائی ہے۔ فلہذا صرف اسی کا کلام سنے یا اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ان سے بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ حاصل کرنے کا اشارہ کرے اور صرف اسی مقصد تک سمع کو محدود رکھے۔

(مسئلہ) سرود گانے سننا حرام ہے ہاں اچانک کان میں آواز آئے تو حرج نہیں اس کیلئے بھی نہ سننے کی کوشش کرے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے کی آواز سنی تو آپ نے اپنے کان مبارک میں انگلی داخل فرمائی۔ (کذافی البزازیہ)

حدیث شریف میں ہے کہ گانا سننا گناہ ہے اور اس مجلس میں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ اگرچہ یہ حکم تہدیداً ہے لیکن گانے سننے سے احتراز لازم ہے[1]

---

[1] : اس سے فحش گانے اور سرود وغیرہ مراد ہیں نہ کہ نعت خوانی اور اسلامی اشعار سننا لیکن افسوس کر دیا بیہودلانے نعت خوانی وغیرہ کو گانے کہہ کر حرام حرام کی رٹ لگا رکھی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

اور انسان وغیرہ کی بصر بھی محدود اور قاصر ہے یہ بھی دور کو نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی اس کی نگاہ قریب تر شے پر پڑ سکتی ہے اور بصر سے اپنی فائدہ یہ ملحوظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی اس لئے عطا فرمائی ہے کہ اس کی آیات آفاقیہ و انفسیہ کو دیکھا جائے اور ہر وقت اس تصور میں رہے کہ اسے اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھ رہا ہے اور اس کی ہر بات کو سنتا ہے جب وہ کوئی گناہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کے گناہ کو دیکھ بھی رہا ہے پھر اپنے آپ کو ملامت کرے تو اسے بیوقوف تو ایسے سمیع و بصیر کے سامنے ایسی جرأت و جسارت کر رہا ہے۔

(مسئلہ:۔) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کچھ نہیں دیکھتا سنتا تو وہ کافر ہے۔

مسئلہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ سمیع و بصیر دونوں صفات اس لئے لائی گئی ہیں تاکہ انکا رد ہو جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے یا کسی کو لامثل لہ سے گمان ہو کہ صفات بھی مثال ہیں فلہٰذا اس کے لئے صفات نہ ہوں تو ان کے رد میں فرمایا۔ وھو السمیع البصیر۔

(فائدہ) آیۃ میں اثبات الصفۃ و نفی التشبیہ ہے اور توحید ان دونوں امروں پر مبنی ہے اس لئے کہ یا تو اس کی ایسی صفات ثابت کی جائیں جن میں تشبیہ نہ ہو اور اس سے تشبیہ کا اس طریق سے نفی کی جائے کہ اس کے لئے تعطیل کا پہلو نہ نکلے اس لئے کہ جو تنزل میں پھنستا ہے تو وہ تشبیہ سے بچتے ہوئے تعطیل کا ارتکاب کرتا ہے اور جو توحید میں مبالغہ کرتا ہے تو تعطیل سے بچتے ہوئے تشبیہ میں پھنس جاتا ہے اور ایسے لوگوں کو صحیح راستہ نصیب نہیں ہوتا (وعلی اللہ قصد السبل) (اللہ کا درمیانہ راہ ہے۔)

تفسیر صوفیانہ: بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دیکر گمراہ ہوئے۔ مثلاً اس کی حد و نہایت کا اثبات کیا اور اس لئے کون و مکان ثابت کئے اور سب سے گمراہ تر وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اعضاء و جوارح ثابت کرتا ہے اور بعض فرقوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں تشبیہ ثابت کی مثلاً کہا کہ اس کی بصر میں وہی حدقہ ضروری ہے جو انسان کی بصر کے لئے ضروری ہے ایسے ہی اس کی سمع کے لئے کان کا ہونا لازمی ہے اور قدرت اس کی ہے تو ہاتھ کے ذریعے ہے وغیرہ وغیرہ اور بعض فرقوں نے اس کے لئے انسانوں جیسے حکم ثابت کئے مثلاً کہا کہ جو امور بندوں کے لئے قبیح ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے لئے اور وہ امور جو بندوں کے لئے اچھے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی وہی اچھے ہیں یہ فرقے اصحاب التشبیہ کی شاخیں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کیلئے تنزیہ ثابت کرنا ضروری ہے وہ ہر تشبیہ سے بھی پاک ہے اور ہر تعطیل سے بھی بلکہ ہر تمثیل سے منزہ ہے اس کے لئے توحید چاہیے نہ کہ تحدید وہ ہر صفات کمالیہ سے موصوف ہے وہ ہر عیب و نقص سے منزہ اور مقدس ہے۔

ف ؛ دیوبندیوں وہابیوں کا عقیدہ امکان کذب اسی کی شاخ ہے ۱۲ ؛ (اویسی غفرلہ)

تفسیر عالمانہ لہٗ مقالید السمٰوٰت والارض (حل لغات) جوالیقی نے معرب نام کتاب میں لکھا ہے کہ المقلید بمعنی المفتاح ہے یہ فارسی لفظ اور اقلید کا معرب ہے اس کی جمع مقالید بمعنی المفاتیح آتی ہے اس سے اس کے خزانے اور اس پر اس کی قدرت و حفاظت مراد ہے اور صرف اسی سے اس کی خصوصیت مطلوب ہے اس لئے کہ خزائن میں وہی تصرف کر سکتا ہے جس کے ہاتھ میں کنجیاں ہوں کاشفی نے اس کا ترجمہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں یعنی رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اس لئے کہ آسمان کے خزانے بارش اور زمین کے خزانے انگوریاں ہیں اور یہ ہر دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

فائدہ حضرت ابن عطا نے لکھا کہ ارزاق کی کنجیاں صحیح توکل اور قلوب کی کنجیاں صحیح معرفت الٰہی اور علوم کی کنجیاں بھوکا پیٹ رہنا ہے ؎

ندارند تن پروران آگہی ؛ کہ ہر معدہ باشد زحکمت تہی[1]

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ آسمان کی کنجیاں وہ علوم غیبیہ ہیں جو ملائکہ کے سینوں میں ہے اور زمین کی کنجیاں اولیاء کے وہ سینے جن میں عجائب القلوب مستور ہیں۔

تفسیر عالمانہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر: جس کے لئے چاہتا ہے رزق بڑھاتا گھٹاتا ہے۔ انہ بکل شئی علیم وہ ہر شے کو جانتا ہے اس لئے کہ اس کا علم ہر شے کو احاطہ کئے ہوئے ہے وہ جس کے ساتھ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کی لیاقت و استحقاق مطابق کرتا ہے جس کے لئے رزق کی وسعت ہوتی ہے تو اسے وسیع رزق عطا فرماتا ہے ایسے ہی تنگی۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ سمٰوٰت قلوب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں انہی میں اس کے لطف و رحمت کے خزانے ہیں اور ارض نفوس کی کنجیاں بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں ان میں اس کے قہر و عزت کے خزانے ہیں گویا ہر قلب میں اس کے لطف و کرم کا خزانہ ہے بعض قلوب معرفت کا گنجینہ ہیں اور بعض محبت کا مخزن ہیں اور بعض شوق کا خزینہ اور بعض ارادہ کا خزانہ ہیں ان سے ہی کوئی توحید کا کوئی تفرید کا کوئی ہیبت کا کوئی انس کا کوئی رضا کا وغیرہ۔ اسی طرح بعض نفوس اس کے قہر و جلال کا گنجینہ ہیں اور بعض جحود کا اور بعض انکار کا اور بعض اخلاق ذمیمہ کا اور بعض شرک و کفر کا بعض منافقت کا اور بعض حرص کا اور بعض کبر کا اور بعض بخل کا اور بعض

---

[1] ترجمہ: تن پرور لوگ کوئی خبر نہیں رکھتے۔ اس لئے جس کا معدہ (پیٹ) پُر ہو وہ حکمت سے خالی ہوتا ہے۔

غضب کا اور بعض شہوت کا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ الرزق کو معرفہ لانے میں اشارہ ہے کہ مقالید میں بندوں کے افکار کے قطع کرنے کا مادہ ہے کہ ان کے نفوس کو معلوم ہے کہ ان باتوں سے ہمارا فائدہ اور انمیں نقصان پھر ان میں طاقت رکھی گئی ہے کہ اس کے ذریعے سے فائدہ حاصل کریں اور نقصان کو دفع کریں لیکن حقیقت قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کہ جس قلب و نفس کا رزق بڑھائے اور جسے تنگ کرے وہ مالک ہے مخلوق کو اس میں کسی قسم کا دخل نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہشت کی کنجی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے

فائدہ اس میں شک نہیں کہ بہشتیں دو ہیں

(۱) ظاہری اسے دار النعیم سے تعبیر کرتے ہیں

(۲) معنوی کہ یہ قلب ہے

اور ہر دونوں کی کنجی توحید ہے اور وہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے کسی کو مطلق اہل نعیم سے بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے ظاہری نعمتیں مثلاً ماکولات و مشروبات حسیہ عطا فرماتا ہے اور رزق معنوی سے علوم حقیقیہ اور معارف الہیہ مراد ہیں پہلا معنیٰ آیت میں عبارۃ النص کے لحاظ سے اور دوسرا اشارۃ النص کے لحاظ سے داخل ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

۱ : فہم نان کردن نہ حکمت اے رہی ؞ زانکہ حق گفتت کلوا من رزقہ

۲ : رزق حق حکمت بود در مرتبت ؞ کان گلو گیرت نباشد عاقبت

۳ : این دہان بستی دہانے باز شد ؞ کہ خورندہ لقمہائے راز شد

۴ : گر ز شیر دیو تن را وا بری ؞ در فطام او بسے حکمت خوری

۱ ترجمہ : صرف روٹی کھانے کے لئے سمجھنا حکمت نہیں اس لئے بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کا رزق کھاؤ۔

۲ : رزق حق حکمت ہے جو مرتبہ کے مطابق ہو ورنہ روٹی تو گلوگیر ہوگی اور انجام بھی اچھا نہ ہوگا۔

۳ : یہ منہ باندھ دوسرا منہ کھلے گا اس لئے کہ راز کے لقمے کھانے والا وہی منہ ہے۔

۴ : اگر دیو جیسے شیر سے تو نے جسم کو بچا لیا تو اس سے جدائی کے وقت حکمت حاصل کرے گا۔

فائدہ رد وہابیہ ہم اہل سنت اپنی دعاؤں میں بحق فلاں کہتے ہیں اسے وہابی ناجائز بلکہ کفر تک نوبت پہنچا دیتے ہیں۔ ہمارے سے پہلے صاحب روح البیان جیسے اکابر ملت واسلاف

امت لکھ گئے چنانچہ صاحب روح البیان مضمون بالا لکھ کر تحریر فرماتے ہیں۔

نسأل الله فیضه وعطاه بحق مصطفاه ہم اللہ تعالیٰ سے اسکا فیض و عطا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور صدقے سے مانگتے ہیں۔ (روح البیان ص۲۹۶ ج ۱)

تفسیر عالمانہ

شرع لکم من الدین

(حل لغات) شرع بمعنی سن وجعل سنة وطریقاً واضحا

اب معنی یہ ہوا کہ اے امۃ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے توحید و دین اسلام اور اصول شرائع و احکام سے ایک روشن راستہ مقرر فرمایا۔ "ما وصی به نوحا" وہ کہ جس کی نوح کو وصیت کی۔

(حل لغات) "التوصیة" بمعنی وصیت کرنا

اور کسی کو ایسی بات پیش کرنا کہ وہ اسی کے مطابق عمل کرے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے اسی کا نوح علیہ السلام کو تاکیدی حکم فرمایا ہم نے تاکید کی قید اس لئے لگائی کہ توصیۃ سے تاکید کا معنی نکلتا ہے اور امر دین کی شان کی عظمت کے اظہار کے لئے نوح علیہ السلام کا نام اسی لئے لیا گیا کہ وہی اول الانبیاء ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے شرعی امور کا اجراء فرمایا اور یہ وہی پہلے نبی ہیں جن پر سب سے پہلے حلال و حرام کے احکام کی وحی ہوئی اور یہ وہی پہلے نبی ہیں جن پر سب سے پہلے امہات و اخوات و بنات وجملہ ذوات المحارم سے نکاح کی حرمت نازل ہوئی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہی حکم جاری رہا۔ "والذی اوحینا الیک" اور تمہارے لئے مشروع کیا جو ہم نے اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی۔

(سوال) نوح علیہ السلام کے ذکر میں لفظ وصیت اور حضور علیہ السلام کے ذکر خیر میں لفظ وحی کا فرق کیوں

(جواب) آپ کی رسالت کی تصریح کرکے کفار کے انکار کا قلع قمع کرنے کے لئے یہاں پر صیغہ جمع متکلم لانے میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی مہتم بالشان ہے نیز نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے آپ کے نام نامی اسم گرامی کے ذکر میں بھی یہی مدنظر ہے کہ آپ جملہ انبیاء علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کا زمانہ ان انبیاء علیہم السلام کے ازمنہ مقدسہ سے مؤخر ہے اور نوح علیہ السلام کے ذکر کی تقدیم سے ان کی افضلیت کا اظہار مطلوب نہیں بلکہ کفار کو ثابت کرکے دکھانا ہے کہ یہ دین قوم قدیم سے مشروع ہے اور دوبارہ الذی سے ذکر کرنے میں انہی کی عظمت شان کا اظہار مطلوب ہے اور پھر اس کے بعد اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرکے دین کی مشروعیت کا اظہار بھی اسی لئے ہے تاکہ کفار کو معلوم ہو کہ دین حق وہی ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مل رہا ہے اور اس میں آپ کی شرافت و بزرگی کو ظاہر کرنا بھی ہے۔

وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ اور جو ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کیطرف تاکیدی احکام نازل فرمائے۔ ان پانچ پیغمبران عظام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تخصیص اسی لئے ہے یہ باقی جملہ انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت اولوالعزمی میں مشہور تر اور شرائع عظیمہ کے حامل اور توابع کثیرہ رکھتے تھے۔ ان اقیموا الدین یہ محلا منصوب ہے اس لئے کہ شرع کا مفعول بہ ہے یا مرفوع ہے تو جملہ مستانفہ ہے گویا کسی نے پوچھا کہ وہ ان پر کیا شے مشروع تھی تو جواب ملا "ان اقیموا الدین" یہ کہ دین اسلام کو قائم رکھو یعنی توحید وطاعۃ اور ایمان بالکتب والرسل والیوم الآخر اور باقی ان جملہ پر مضبوطی سے قائم رہو جن سے انسان مومن ہوتا ہے۔ "اقامۃ" سے تعدیل ارکان اور ایسی حفاظت کہ اس میں ٹیڑھاپن نہ ہو یا ان پر مواظبت کرنا اور ان پر سختی سے پابند ہونا مراد ہے۔ ولا تتفرقوا فیہ اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ اس سے وہ اصول مراد ہیں جس میں جملہ انبیاء علیہم السلام مشترک ہیں اور یہ خطاب حضور علیہ السلام کی امت کو ہے اور وصیت تمام بندوں کو شامل ہے۔

مسئلہ، تمام انبیاء علیہم السلام اصل دین میں مشترک ہیں اور سب نے اس اصل کو قائم رکھا اور اس کی بدل وجان خدمت کی اور اس کی دعوت میں جد وجہد فرمائی اس میں کسی وقت بھی ایک دوسرے سے مختلف نہ ہوئے۔ اسی اتفاق واتحاد کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان الدین عند اللہ الاسلام" اسی میں کسی ایک نبی علیہ السلام کے ساتھ تفرقہ واختلاف کا ذکر نہیں۔

(سوال) بہت سے امور ایسے ہیں جن میں ان کا آپس میں اختلاف تھا۔

(جواب) وہ بوجہ مسائل واحکام کے تھا کما قال تعالیٰ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ اور مسائل کا اختلاف بھی امم کے مختلف طبائع کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ ہر زمانہ کے لوگ طبائع کے لحاظ سے مختلف تھے۔

تقلید کی تاکید

اقامۃ دینی پر متفق ومجتمع ہونے کی تاکید فرمائی ہے اور اسمیں مختلف ومتفرق ہونے سے روکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ بھیڑیا اس بکری کو اپنی گرفت میں لیتا ہے جو ریوڑ سے دور پھرے۔

حکایت

ایک حکیم نے اپنی موت کے وقت اپنی تمام اولاد کو بلایا اور فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھڑ کو توڑو تو ہر ایک نے مل کر زور لگایا تو وہ نہ ٹوٹ سکی پھر اسے علیحدہ علیحدہ کر کے فرمایا اسے توڑو تو ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ لکڑی کو توڑ لیا۔ فرمایا یہ تمہاری مثال ہے کہ اگر تم میرے بعد ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے تو مار کھاؤ گے اگر متفق ومتحد رہے تو تمہارا دشمن تم سے خوفزدہ رہے گا

فائدہ: ایسے ہی دین حق کا معاملہ ہے کہ جب تک مسلمان متفق رہے تو دشمن نے ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا جب مسلمان آپس میں مختلف ہوئے تو پارہ پارہ ہو گئے۔

(فائدہ) یہی انسان کا معاملہ ہے جب وہ دین پر سختی سے پابند رہتا ہے تو شیطان و نفس اس کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ وہ فرشتہ جو اس کا ساتھی ہے اس کی معاونت کرتا ہے ورنہ پھر نفس و شیطان کی شرارت کا شکار ہو جاتا ہے۔

ملفوظ علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانو متفرق نہ ہو جاؤ کیونکہ مجتمع و متفق رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور متفرق ہونا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔

انبیاء علیہم السلام کی شرائع و احکام کا خلاصہ

حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی شرائع اگرچہ مختلف تھیں لیکن ان کا خلاصہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی شریعت میں مخالفین کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں انقیاد و تسلیم اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اشتیاق الی جمال الٰہی اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زہد و تجرد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں فقر حقیقی مدنظر تھا اور یہ جب دل میں راسخ ہو جاتا ہے اسے قلب سلیم سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام کی دعا میں ہے فرمایا اللھم اغنی بالافتقار الیک اے اللہ مجھے غیر سے اپنی محتاجی میں مستغنی فرما دے اور جملہ امور مذکورہ بالا دائمی شرائع ہیں جو اول دور سے قیامت تک جاری رہیں گی منجملہ امور شرعیہ کی توجہ الی اللہ بھی ہے کہ صدق دلی سے تزکیہ نفس عن الصفات الـ... تصفیہ قلب عن تعلقات الکونین اور تخلیہ روح باخلاق ربانیہ و مراقبہ سر برائے کشف الحقائق و شواہد الحق ہو۔

(مسئلہ) حضور علیہ السلام قبل از بعثت احکام و فروع میں آدم علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کی شرائع پر عمل فرماتے حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل فرماتے یہانتک کہ آپ کو رسالت کے اظہار کا حکم ہوا اور باقاعدہ نزول وحی ہوا۔ اس پر تمام امۃ کا اتفاق ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی غلط رسوم اور ان کے دیگر منگھڑت مسائل پر آپ نے کبھی عمل نہیں فرمایا

(سبق) ولی کامل پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر عمل کرے یہاں تک کہ اس کے قلب پر فہم کی آنکھ کھلے پھر اس پر قرآن کے معانی کا الہام ہوگا پھر وہ محدثین (بالفتح) ہو کر ارشاد خلق پر مامور ہوگا۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

لوح محفوظ است اورا پیشوا ∴ از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء

نے نجوم است نہ رمل است و نہ خواب ∴ وحی حق واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: اس کا پیشوا لوح محفوظ ہے۔ وہ کس سے محفوظ ہے وہ محفوظ ہے خطاء سے۔

وہ نہ نجوم ہے نہ رمل ہے نہ خواب بلکہ وحی حق ہے اللہ تعالیٰ صواب کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر عالمانہ کبر علی المشرکین اور مشرکین پر گراں ہے ما تدعوھم الیہ وہ جو آپ انہیں توحید کی دعوت دیتے اور انہیں بتوں کو چھوڑنے کا حکم فرماتے ہیں اور وہ اسے ایک بعید از قیاس سمجھتے ہیں کہ متعدد معبودوں کی پرستش چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کی جائے اور کہتے ہیں ھذا شئی عجاب "

فائدہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ کی شہادت ابلیس اور اس کے لشکر پرسخت گراں ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا ہی نہیں۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء

(حل لغات) جبیت الماء فی الحوض سے ہے بمعنی جمعتہ یعنی میں نے پانی کو حوض میں جمع کیا اور جس حوض میں پانی جمع ہو اسے الجابیہ کہتے ہیں اسی سے جبیت الخراج جبایۃ استعارہ ہے کسی کو برگزیدہ کرکے جمع کرنا یہاں پر یہی معنی مراد ہے یعنی جبایۃ سے ماخوذ ہے بمعنی جلب الخراج اور اس کا جمع کرنا اسے دین سے متفرق ہونے سے منع کرنے کی مناسبت ہے کیونکہ " اصطفاء' (اجتباء) کا ایک معنی اور یہ الیٰ سے متعدی بھی اسی وقت ہوتا ہے جب یہ ضم و صرف کے معنی کو متضمن ہو۔ اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اسے آپ کی دعوت قبول کرنے کے لئے چن لیتا ہے یعنی اس کے اپنے اختیار کو دعوت اسلامی کے قبول کرنے کی طرف پھیرتا ہے۔ ویھدی الیہ من ینیب" اور اپنی طرف ارشاد و توفیق و امداد الطاف سے ہدایت بخشتا ہے اسے جو اس کی طرف رجوع کرتا اور متوجہ ہوتا ہے اور یہ دونوں ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوں تو بھی جائز ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ برگزیدہ کرکے اپنی طرف جمع فرماتا ہے جس طرح اس کی استعداد ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے اپنی عنایت و مہربانی سے ہدایت بخشتا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے اجتباء کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو فیض الٰہی سے نوازے جس کی برکت سے بلاسعی ہر طرح کی نعمتوں کو حاصل کرسکے اور یہ یا تو صرف انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتا ہے یا ان صدیقوں اور شہیدوں کو جو ان کی اتباع میں بدل و جان کوشاں رہتے ہیں اسی لئے کاشفی نے اس کا ترجمہ لکھا کہ جو بندہ از ہمہ اعراض کرکے صرف اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے اسے اپنی راہ دکھاتا ہے ؎

نخست از طالبی از جملہ بگذر رو بدو آر
گر آنحضرت ندا آرد کہ اے سرگشتہ راہ اینک

ترجمہ: اے طالب تمام دنیا والوں سے گذر جا اور صرف اسی کی طرف منہ کر۔ پھر دیکھ خود حضور علیہ السلام فرمائیں گے کہ سرگشتہ ادھر آ۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ یجتبی الخ میں مجذوب و سالک کے ہر دونوں مقامات کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ مجذوب وہ خوش قسمت انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ازل سے برگزیدہ فرمایا اور اسے ان لوگوں کے راستہ پر چلایا جو اس کے محبوب ہیں اور جنہیں اس نے اپنی ذات کے لئے خاص فرمایا اور انہیں دارین کے امور سے دور رکھا اور ثقلین کے اعمال سے بے نیاز ہو کر انہیں مقعد صدق میں جگہ عطا فرماتا ہے اور سالک وہ عوام سے ہوتا ہے جسے اس گروہ میں رکھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محب اور عاشق ہیں وہ قدم جہد و انابۃ سے طریق عنا سے بچکر سبیل الرشاد و الہدایہ پر گامزن رہتا ہے۔ الانابۃ توبہ کا نتیجہ ہے جس کی توبہ قبول ہوتی ہے اس کی یہی علامت ہے کہ اسے انابت یعنی رجوع الی اللہ نصیب ہو جاتا ہے (نسخہ روحانی) مشائخ نے فرمایا کہ جو شرعی امور کی پابندی کرتا ہے اسے مقام طریقت و مقام نفس کی راہ مل جاتی ہے جو طریقت پر مضبوطی سے پابند رہتا ہے اسے مقام معرفۃ و مقام روح نصیب ہو جاتی ہے اور جو اس پر قائم رہتا ہے تو اسے مقام حقیقت اور مقام سر حاصل ہو جاتا ہے یہاں پر ولایت عظمٰی میں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے اور علم و عرفان میں وہ کامل و مکمل اور ذوق و وجدان و شہود و عیان میں اکمل ہو جاتا ہے اسی مقام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (اور ہماری راہ میں جنہوں نے جد و جہد کی انہیں ہم اپنی راہیں دکھائیں گے)

سبق مومن پر لازم ہے ہر آن اور ہر گھڑی اپنی استطاعت پر قرب الٰہی کے لئے جد و جہد کرے اس لئے کہ معصیت تو انسان کی فطرت ہے اس سے نجات ناممکن ہے جب تک اس کے ساتھ طاعت الٰہی بجا نہ لائی جائے اگر اطاعت کے ساتھ استغفار و توبہ ملائے تو از اں بہتر ہے اور طاعۃ در طاعۃ اور قربت و قربت جزاء کو مزید تقویت بخشتی ہے اور اس برائی کا قلع قمع کرتی ہے جو انسان سے طاعت سے پہلے سرزد ہوئی ایمان کا برائی کو برائی سمجھنا بھی ایک نیکی ہے بلکہ ایمان کی علامت ہے اور ہر ایمان کی علامت اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب اور عظیم طاعت شمار ہوتی ہے اور ایمان تو جملہ طاعات و قربات کی اساس (بنیاد) ہے۔

حدیث قدسی شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو بندہ بالشت برابر میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ہاتھ برابر قریب ہوتا ہوں اور جو ہاتھ برابر قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک گز کے برابر قریب ہو جاتا ہوں اور جو میرے ہاں چل کر آتا ہے میں اس کے ہاں دوڑ کر آتا ہوں (یہ مضمون متشابہات سے ہے)

فائدہ: گویا اللہ تعالیٰ کا قرب بندے کے قرب سے دوگنا ہے اسی لئے بندے پر لازم ہے کہ وہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں وقت بسر کرے تاکہ ان کی برکت سے گناہ جھڑ جائیں اور قاعدہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے طاعت اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں اسے عطا فرماتا ہے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے بکری کے سامنے اس کا بچہ ذبح کیا تو اس شخص کا ہاتھ سوکھ گیا پھر اچانک گھونسلے سے کسی پرندے کا بچہ نیچے گرا تو اس نے اسے اٹھا کر واپس گھونسلے میں رکھ دیا اللہ تعالیٰ کو اس بندے کا حال پہ رحم آیا تو سوکھا ہوا ہاتھ تندرست فرما دیا

فائدہ الوکر بالفتح پرندے کا گھونسلہ (التبصص) بمعنی چاپلوسی اور دم ہلانا۔ فائدہ : آیت میں اشارہ ہے کہ جیسے مشرکین شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مغضوب ہیں ایسے اہل ریاء و سمعۃ اللہ تعالیٰ سے راندے ہوئے ہیں اسی لئے کہ ان پر بھی طاعت الٰہی گراں گزرتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی عنایت سے اپنے قریب فرمائے اور اپنی خاص ہدایت سے ہمیں مشرف فرمائے (آمین)

تفسیر عالمانہ وما تفرقوا یہودیوں ونصرانیوں کو جس دینی حق کی دعوت دی گئی اس میں انہوں نے ایمان نہ لایا جیسے ان کے بعض اہل حق نے ایمان لایا اس کے متعلق متفرق نہ ہوئے۔

الا من بعد جاءھم العلم مگر بعد اس کے ان کے ہاں حق آیا یعنی باوجودیکہ انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے قرآن مجید کی حقانیت پر دلائل و براہان کا مشاہدہ ہوا اور اپنی کتابوں کے بھی موافق پایا اور اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا کہ واقعی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے لیکن پھر بھی انکار کر دیا یہ صرف بغیا بینھم ان کی بغاوت کی وجہ تھی۔ بغی بمعنی طلب ہے اور بغی کا اصل معنی ہے ناحق دست درازی کرنا (کذا فی المفردات) اور ان کی بغاوت کا سبب دنیا و ملک طلبی اور حب سیاست اور جاہ و مرتبہ اور شہرت کی ہوس کے تحت تھا علاوہ ازیں ان پر حمیۃ جاہلیت بھی سوار تھی ان کی مخالفت اس لئے نہیں کہ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شک یا شبہ یا لاعلمی اور بے خبری تھی ولولا کلمۃ سبقت من ربک اگر تمہارے پروردگار سے کا حق سبقت نہ کر جاتا۔ یہاں پر کلمہ حق سے وہی وعدہ الٰہیہ مراد ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا کہ آپ کی امت کو دوسری امتوں کی طرح دنیوی عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا" الی اجل مسمی " وقت معین تک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس سے قیامت کا دن یا ان کی اعمار مقدرہ کے آخری ایام مراد ہیں لقضی بینھم تو ان کا فیصلہ ہو جاتا یعنی دوسری قوموں کی طرح ان کی جڑ کٹ جاتی اور صفحہ ہستی سے مٹ جاتے اس لئے کہ ان کے کرتوتوں کا تقاضا یونہی ہے لیکن وعدہ کا ایفا ہو رہا ہے اسی لئے یہ عذاب معجل کے بجائے عذاب موجل میں مبتلا ہوں گے وان الذین اورثوا الکتاب من بعدھم اور بیشک یہ مشرکین وہ ہیں جو اہل کتاب کے بعد کتاب یعنی قرآن مجید کے وارث بنائے گئے ہیں یعنی جیسے ان کے ہاں ان کی کتابیں نازل ہوئیں ان کے ہاں قرآن مجید نازل ہوا۔

(حل لغات.) الایراث بمعنی میراث دنیا نفی شک عنہ البتہ قرآن مجید سکھانے میں شک نہیں

(حل لغات) الشک انسان کے ہاں دو نقیضون کا برابر ہونا مریب وہ شک اضطراب میں ڈالنے والا ہے اسی لئے یہ بھی ایمان نہیں لاتے یعنی ان پر بھی بغاوت و مکابرہ سوار ہے حالانکہ انہیں

(حل لغات) بھی اہل کتاب کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی حقانیت کا یقین ہے

مریب اسم فاعل از ارابۃ اس کا مادہ ریبۃ ہے بمعنی نفس کا قلق و اضطراب اور اسے اس سے اس لئے موسوم کرتے ہیں کہ شک نفس کو قلق میں ڈالتا اور اس سے اطمینان زائل کرتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ شک مریب' جد جدہ کے محاورہ کی طرح ہو یعنی شک مریب سے موصوف ہے یعنی وہ شک جو ذی ریبہ ہے اس وقت مبالغہ مطلوب ہے۔

القاموس میں ہے کہ اراب الامر یعنی فلان ذی ریب ہو گیا فلذلك تفرق یا شک مریب کی وجہ ہے یا اس لئے کہ ان کے لئے ایسا دین قویم قدیم مشروع کیا گیا ہے جو اس لائق ہے کہ اس کے لئے باذوق لوگ للچائیں فادع تو آپ تمام لوگوں کو اقامت دین مذکورہ کی یا اس کے موجب عمل کرنے کی دعوت دیں اس لئے کہ وہ تمام متفرق اور شک مریب میں ہیں۔ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں تو ہر دو نوں بیماریوں سے صحت یاب ہو جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے لئے دین کی مشروعیت کا پیغام پہنچانا اور اس کا امر کرنا دعوت حق کا سبب ہے

(ازالہ وہم) شار الیہ توصیۃ اور امر باقامۃ الدین و نہی عن التفرق ہیں اسی لئے کسی کو تکرار کا وہم نہ ہو"

اشارہ امور غیبیہ آیت میں اشارہ ہے کہ زمانۂ نبوی کے بعد اہل ہوا اور اہلِ بدعت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ انہیں صراط مستقیم اور سنۃ رسول کریم کی دعوت دینا اور ان کے مذاہب کے دلائل سے رد کرنا اسی دعوت اسلامی میں شامل ہے (ہم اہل سنت بحمدہ اللہ تعالیٰ حق بجانب ہیں کہ جملہ بد مذاہب اہل بدعت وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ مرزائیہ پرویزیہ یا شیعہ (وغیرہا) کا رد کرتے اور انہیں دعوت حق پیش کرتے ہیں (فللہ الحمد علیٰ ذلك)

حدیث شریف مع شرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (من انتہر) یعنے جس نے سختی سے جھڑکا (صاحب بدعۃ) بدعتی کو۔

رد وہابیہ و دیوبندیہ وغیرہا ہمارے اکثر مسائل و مراسم پر دیوبندی وہابی بدعت کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور دلیل میں ایسی روایات اور بالخصوص کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کی رٹ لگاتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ ان روایات میں جہاں بھی بدعت کی

مذمت ہے وہاں بدعۃ سیئہ مراد ہے نہ بدعۃ حسنہ" اس لئے کہ بدعت حسنہ پر تم بھی عمل کرتے ہو ان کی ہزاروں مثالیں فقیر اویسی غفرلہ نے اپنی کتاب " العصمۃ عن البدعۃ" میں درج کی ہیں۔ وہ ہماری اس دلیل کو نہیں ملتے اور مندرجہ ذیل دلیل کو بھی نہیں مانیں گے لیکن ہم ناظرین کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری تائید اسلاف صالحین نے فرمائی ہے منجملہ ان کے صاحب روح البیان کا مندرجہ ذیل قول پڑھئے جو کہ دیوبندی بریلوی اور وہابی سنی اختلاف سے پہلے لکھ گئے (اضافہ اویسی غفرلہ)

(صاحب بدعۃ) سیئۃ ما ہو علیہ سوء الاعتقاد والفحش من القول والعمل (روح البیان ص ۲۹۹ ج ۸) بدعۃ سیئہ وہ برا عقیدہ ہو یا گندہ قول و عمل (جیسے اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا کہ حضور کا خیال تصور نماز میں لایا جائے تو گدھے وغیرہ سے بدتر ہے اور نماز بھی فاسد ہے (اضافہ اویسی غفرلہ)

بقایا حدیث

اللہ تعالیٰ بدعتی کو سختی سے جھڑکنے والے کے دل کو امن و ایمان سے پُر کرے اور بدعتی کے اہانت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بڑی گھبراہٹ کے دن میں امان و سلامتی عطا فرمائے یعنی اس گھبراہٹ سے جب حساب کے بعد دوزخی دوزخ میں جائیں گے۔ ابن السماک نے فرمایا کہ متفرقین کو یہ گھبراہٹ ہے لیکن عارفین کے قلوب کو سکون و اطمینان نصیب ہو گا۔

صلحکلیوں کیلئے کوڑا

ہم اہل سنت بد مذاہب کی صحبت اور دوستی کے روادار نہیں بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا بولنا وغیرہ مضر یعنی دین کے لئے سخت نقصان دہ سمجھ کر کسی بد مذہب کے لئے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہیں لیکن ہمارے دور کے بعض صلحکل قسم کے لوگ اس رویہ کو برا مانتے ہیں انہیں مندرجہ ذیل حکایت غور و فکر کے ساتھ پڑھنی چاہیے (اضافہ اویسی غفرلہ)

حکایت

حضرت ابن المبارک (محدث، فقیہ، ولی) رضی اللہ عنہ کو کسی نے ان کے وصال کے بعد دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا اور تین سال تک کھڑے رہنے کا حکم فرمایا صرف اس جرم پر کہ میں نے ایک مبتدع بد مذہب کو صرف نرمی کے طور دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا تو نے میرے دشمن سے دشمنی کیوں نہ کی۔

سبق

یہ تو صرف نرمی سے دیکھنے کی سزا ہے پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو ان بد مذاہب کی مجلسوں میں جاتے اور ان کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے اور تعلقات جوڑتے ہیں۔ واستقم میں اور اس کی دعوت پر قائم رہئے مد کما امرت " جیسے آپ کو حکم اور وحی من اللہ کا امر ہے۔ اس پہ مداومت اور اثبات مراد ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے ہی استقامت فرمائی جیسے

ہم نے بیان کیا چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے سورہ ہود اور اس جیسے اور مضامین نے بوڑھا کیا عرض کی گئی ۰۰ کیسے آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان میں حکم ہے فاستقم کما امرت" اور یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے یعنی آپ اپنی استطاعت کے مطابق استقامت فرمائیے اور امت کے لئے بھی ہو سکتا ہے لیکن یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ انہیں بھی ان کی استطاعت کے مطابق استقامت کا حکم ہے کیونکہ امت کو فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! استقامت پر عمل کرو لیکن اس کا حق نہیں ادا کر سکو گے کیونکہ جیسے اس کا حق ہے وہ صرف انبیاء علیہم السلام یا اکابر اولیاء ادا کر سکتے ہیں اس لئے کہ ذمہ داریوں پر پورا اُترنا اور دنیوی رسوم سے بچنا اور عاداتِ انسانی سے دور رہنا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق صدقِ دل سے ادا کرنا معمولی بات نہیں۔

(شانِ نزول) جناب کاشفی نے لکھا کہ مغیرہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آجائیے میں اپنا نصف مال آپ کو دے دوں گا اور شیبہ نے کہا کہ آپ ہمارے دین میں آجائیں تو میں اپنی لڑکی کا عقد نکاح آپ کے ساتھ کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے دین پہ ثابت قدم رہیں۔ "ولا تتبع اھوا ءھم" آپ ان کی خواہشات مختلفہ کی تابعداری مت کریں ھم کی ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہے اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کی تعظیم و تکریم کریں اور ان کے مذہب کے امور میں ان کا ساتھ دیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر شئے کے لئے آفت ہے اور دین کی آفت خواہشات نفسانیہ ہیں ؎

ہوا و ہوس را نماند ستیز [عہ]
چو بیند سر پنجۂ عقل تیز

وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب یہاں پر منزل من اللہ کتب میں مطلق کتاب مراد ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کی ہر نازل کردہ کتاب پر ایمان لے آیا ہوں ان لوگوں کی طرح نہیں کہ بعض کتب پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہم نے کتاب میں عموم یوں سمجھا ہے کہ ما انزل اللہ میں لفظ ما عام ہے۔

مسئلہ، اس میں اشارہ ہے کہ ہمیں جمیع حقائق پر ایمان لانا ضروری ہے اگرچہ ان کے مظاہر مختلف ہیں اس لئے کہ ان سب کا ملہم من اللہ ہونا صحیح ہے " وامرت " اور اس کے لئے مامور من اللہ ہوں " لاعدل بینکم " تاکہ میں تبلیغ شرائع و احکام اور فیصلہ کے وقت دعاوی کے فیصلوں میں تمہارے شریف اور کمینے کے درمیان عدل و انصاف کروں اس معنی پر لام اپنے معنی میں ہے اور مامور بہ محذوف ہے، یا لام زائدہ اور با محذوف ہے یعنی مجھے اسی کا امر ہے کہ تمہارے شریف و کمینے کے درمیان عدل کروں۔ کسی کو امر و نہی میں خاص نہ کروں۔

عہ۔ ترجمہ۔ ہوا و ہوس کو ... [illegible]

فائدہ؛ قل امنت الخ قوۃ نظریہ کی تعلیم ہے اور وامرت الخ میں قوت عملیہ کی تکمیل کا حکم ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے کامیابی کے گُر بتائے

مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تین ایسے امور ہیں جس میں وہ ہوں وہ کامیاب ہے

(۱) فقر و غنا میں میانہ روی

(۲) خوشی و غضب میں عدل و انصاف

(۳) ظاہراً و باطناً خشیۃ الہی

اور تین دیگر ایسے امور ہیں جس میں وہ ہوں وہ شخص تباہ و برباد ہوگا

(۱) بخل

(۲) خواہش نفسانی

(۳) اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھنا

اور چار دیگر امور ایسے ہیں جن کے ہاں ہوں اس نے گویا دنیا و آخرت کی خیر و برکت حاصل کر لی

(۱) زبان ذاکر

(۲) قلب شاکر

(۳) بدن صابر (۴) زوجہ مومنہ۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں "لاعدل الخ" کا معنی لکھا کہ میں اہل اہوا اور اہل سنت کے درمیان مساوات پیدا کروں کہ بدعت (سیئہ) کو چھوڑوں اور کتاب وسنت پر مداومت کروں تاکہ افتراق دور اور اجتماع حاصل ہو۔

تفسیر عالمانہ ؟ اللہ ربنا و ربکم اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا خالق اور ہمارے تمہارے جملہ امور کا متولی ہے نہ یہ" بتوں کا ہے اور نہ ہماری خواہشات کا لنا اعمالنا ہمارے لئے ہمارے اعمال کہ ان سے ہم اس کی جزا پائیں گے اگر نیک اعمال ہوں گے تو ثواب ورنہ عذاب ولکم اعمالکم تمہارے اعمال کی جزا وسزا تمہیں ملے گی نہ ہمیں تمہارے سے فائدہ نہ نقصان نہ تمہیں ہمارے اعمال سے لاحجۃ بیننا و بینکم حجۃ بمعنی برہان و دلیل۔ معنی یہ ہے کہ ہماری طرف سے حجۃ وارد کرنا نہیں ہے یعنی ہماری طرف سے کوئی خصومۃ نہیں اس لئے کہ خصومت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب جانبین سے حجۃ بازی ہو یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے اب معنی یوں ہوا کہ ہماری طرف سے نہ حجۃ بازی ہے اور نہ مخاصمت اس لئے کہ حق واضح ہو چکا، حجۃ بازی اور خصومۃ کا ہے کی ہاں مکابرہ ہو سکتا ہے اور وہ تم کر رہے ہو۔

فائدہ اسمیں اشارہ ہے کہ امداد ومعیشۃ کے لئے کوئی جھگڑے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ ہر دونوں ظاہر ہیں ۔ اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر قیامت میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف سب کو فیصلوں کے لئے لوٹنا ہے اس وقت ہمارا اور تمہارا حال کھل جائے گا۔

(فائدہ) آیت میں صرف ان سے زبانی لسانی باتوں سے ممانعت کا اشارہ ہے یہ نہیں کہ ان سے مطلقاً کوئی معاملہ بھی نہ کیا جائے اور پھر یہ آیت قتال سے منسوخ بھی ہے۔ یعنی اس آیۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ زبانی حجۃ بازی نہ کی جائے اس لئے کہ دین کی حقانیت واضح ہو چکی ہے اور دلائل و براہین سے ان پر بھی یہ راز کھل چکا ہے اب ان کے لئے صرف تلوار کے ساتھ یعنی جنگ کا طریقہ رہ گیا ہے یا پھر وہ اسلام قبول کریں چنانچہ اس کے بعد ان سے جنگیں ہوئیں اور ان کے بہت سے لیڈر مارے گئے ۔

سبق بندے پر لازم ہے کہ جب حق واضح ہو جائے تو اسے قبول کرے اور جب اسلام کا نور کسی کے نصیبت کے سینہ پر چمک اُٹھے تو پھر اسی کے مطابق چلے اور یقین ہے کہ سب کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ دنیا عبور کے لئے ہے اور دار الخلود آخرت ہے اور دنیا دار التفرق والفتور ہے اسی لئے ہر انسان پر موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا ضروری ہے ۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے چھ نسخے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کسی سے فرمایا کہ تم صرف طواف کعبہ سے منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتے جب تک مندرجہ ذیل چھ امور پر عمل نہیں کرو گے ۔

(۱) اپنے اوپر تعیش کے دروازے بند کر کے شدائد تکالیف کے دروازے کھول دے ۔

(۲) عزت طلبی کے دروازے بند کر کے ذلت خواری کے دروازے کھول دے ۔

(۳) راحت کے دروازے بند کر کے جہد و بلا کے دروازے کھول دے ۔

(۴) نیند کے دروازے بند کر کے بیداری کے دروازے کھول دے ۔

(۵) غنا و دولت کے دروازے بند کر کے تنگدستی اور فقر کے دروازے کھول دے ۔

(۶) آرزوؤں کے دروازے بند کر کے موت کی تیاری کے دروازے کھول دے ۔

کسی شاعر نے کہا ۔

(۱) ان للہ عبادا فطنا ——— طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا

(۲) نظروا فیہا فلما علموا ——— انہا لیست لحی وطنا

(۳) صالحہا اعمال نیہا سفنا ________ حبلوھا لجۃ واتخذوا

(۱) ترجمہ: اللہ کے بہت بڑے سمجھدار بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا کو طلاق دے رکھی ہے اس کے فتنوں کے خوف سے۔

(۲) کیوں کہ انہوں نے اسمیں غور سے دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ دنیا کسی کا وطن نہیں۔

(۳) ہاں اتنا کیا ہے کہ انہوں نے دنیا کو کشتی بنا کر اس میں نیک اعمال رکھ کر امن وسلامتی کے ساتھ یہاں سے چلے گئے۔

مثنوی شریف میں ہے۔

(۱) ملک برہم زن تو آدم وار زود تا بیابی ہمچو او ملک خلود

(۲) این جہاں حبس جاں شماست ہین روید آں سو کہ صحرائے شماست

(۱) ترجمہ: آدم علیہ السلام کی طرح ملک دنیا کو جلد چھوڑ تا کہ ان کی طرح تجھے ہمیشہ کا ملک نصیب ہو۔

(۲) یہ جہان تمہاری ارواح کا قید خانہ ہے۔ جلد چلو اس طرف جو تمہارا اصلی جنگل (ملک) ہے۔

تفسیر عالمانہ والذین یحاجون فی اللہ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق اس کے نبی علیہ السلام سے جھگڑتے ہیں یہ مبتدا ہے اس کی خبر من بعد ما استجیب لہ" ہے بعد اس کے کہ لوگوں نے اسے قبول کر لیا اور بطیب خاطر اس میں داخل ہوتے اس لیے کہ اس کے حجج و براہین واضح ہیں اسے استجابۃ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس سے قبل لفظ دعوت استعمال کیا گیا ہے اور دعوت کے بعد استجابۃ کا ذکر موزوں ہوا

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ان کا قبول کرنا عالم میثاق میں ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے الست بربکم فرمایا تو انہوں نے لفظ (بلیٰ) عرض کیا۔ پھر جب وہ عالم ارواح سے عالم اجسام میں آئے تو وہ وعدہ بھول گئے پھر لگے حجت بازی کرنے اور اپنے نبی علیہ السلام سے جھگڑے لیکن اہل ایمان اپنے عہد اور تصدیق و اقرار پہ قائم ہے۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد
دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود

ترجمہ: صبح ازل سے لیکر ابد کی شام تک دوستی و محبت ایک عہد اور ایک میثاق پر ہو۔

حجتہم یہ دوسرا مبتدا ہے اس کی خبر" داحضۃ عند ربہم ہے یہ جملہ پہلے جملہ کی خبر ہے یعنی ان کی حجۃ زائلہ باطلہ ناچیز و لاشے ہے بلکہ یہ حجت ہے ہی نہیں۔ اسے حجۃ کہنا ان کے زعم باطل کی

وجہ سے ہے وعلیھم غضب باوجودیکہ ان کے سامنے دلائل و براہین واضح ہیں لیکن پھر بھی ہٹ دھرمی پہ اڑے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا غضب ہے۔ ولھم عذاب شدید ان کے کفر شدید ضلال بعید کی وجہ سے ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس سے عذاب نار مراد ہے

(نکتہ) صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر عذاب شدید اس لئے ہوگا کہ دین حق اور قرآن مجید ان کے لئے ایک عظیم نعمت و رحمت کا سبب تھے جب انہوں نے اس نعمت عظیم اور رحمت سے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں عذاب و سزا نصیب ہوئی (نعوذ باللہ من ذالک) اور یہ بھی ان کے احوال کے نتائج اور اعمال کے ثمرات ہیں ۔

ابر اگر آب زندگی بارد ∴ ہرگز از شاخ بید بر نخوری
با فرومایہ روزگار مبر ∴ کز نے بوریا شکر نخوری

ترجمہ: بادل اگر زندگی کی بارش برسائے تب بھی بید سے پھل نہ کھاؤ گے۔
کمینے پر وقت ضائع نہ کر اس لئے کہ بوریا کی لکڑی سے شکر نہ کھاؤ گے۔

اللہ الذی انزل الکتاب اللہ وہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اس سے جنس کتاب مراد ہے۔ درانحالیکہ وہ کتاب متلبس ہے۔ بالحق، حق کے ساتھ یعنی اس کے احکام میں حق اور اس کی خبریں باطل سے کوسوں دور ہیں اور اس کے بیان کردہ عقائد و احکام حق ہی حق ہیں والمیزان اور میزان نازل فرمائی اس سے شریعت مراد ہے اس لئے کہ اس سے حقوق تولے جاتے ہیں اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف ہوتا ہے میزان شرع استعارہ بایں معنی ہے کہ جس طرح ترازو کو برابری کے لئے وضع کیا گیا ہے ایسے ہی شرع سے حقوق واجبۃ الاداء کا وزن ہوتا ہے حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ یا اس سے عدل و انصاف مراد ہے۔ اس لئے عدل و انصاف کا حکم جملہ کتب سماویہ میں نازل ہوا ہے اس معنی پر تسمیۃ الشئی باسم آلہ کے قبیل سے (مجاز) ہوگا یا اس سے خود میزان مراد ہے تاکہ مدار الشئی کی معرفت حاصل ہو، یعنی ترازو کو اس لئے اتارا تاکہ خرید و فروخت کے معاملہ میں کسی پر ظلم نہ کیا جا سکے۔

فائدہ: اگر میزان سے واقعی ترازو مراد ہے تو کیا واقعی ترازو کا حقیقی طور اتارنا مراد ہے بعض حضرات اسے حقیقی اتارنے پر محمول کرتے ہیں چنانچہ مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ترازو لائے اور حضرت نوح علیہ السلام کو دیکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو فرمائیے کہ اس کے ساتھ اشیاء کو تول کریں اور دیں ۔ دوسری

روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو تمام صنائع کے آلات دیئے گئے۔ بعض حضرات اس آیت کو مجاز پر محمول کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسے لیتے دیتے وقت برابر کے طور استعمال کرو۔

میزان عدل و انصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

عین المعانی میں ہے کہ میزان سے سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس لئے کہ قانون عدل و انصاف آپ کے دم قدم سے پروان چڑھا۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کتاب سے وہ ایمان مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے قلوب پر لکھا اور میزان سے عقل مراد ہے کہ اس سے احکام شرع اور خیر و شر اور حسن و قبیح کو تولا جاتا ہے اور کتاب و میزان آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ نے کبھی ان دونوں کو بصائر سے تعبیر فرمایا ہے۔ کما قال۔ قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیہا ایک کے اشفاء سے دوسرے کا انتقاد لازم ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ صم بکم عمی فہم لا یعقلون اس میں نفی عقل و البصیرۃ کی نفی سے ایمان کی نفی ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ

و ما یدرک " الادراک بمعنے الاعلام یعنی تمہیں کونسی شے داری یعنی عالم بناتی ہے یعنی تمہیں کیا معلوم اور تمہیں کس نے بتایا (المفردات) میں ہے کہ جہاں وما ادراک واقع ہوا اس کے بعد کسی شے کا بیان ضروری ہوتا ہے کما قال "وما ادرٰک ماھیہ نار حامیہ" اور جہاں وما یدریک ہوتا ہے اس کے بعد کسی شے کا بیان ضروری نہیں کما قال "وما یدریک لعل الساعۃ قریب"

لعل الساعۃ امید کرنی چاہیے کہ وہ ساعۃ کہ جس کے متعلق قرآن مجید بار بار خبریں دے رہا ہے، قریب، وہ ایسی شے ہے کہ اس کا آنا قریب ہے

(قاعدہ) الفعیل بمعنی فاعل ہے اس میں مذکر و مؤنث برابر ہے یہ سیبویہ نے کہا ہے ورنہ قاعدہ کا تقاضا تھا کہ لعل الساعۃ قریبۃ ہو کیونکہ ساعۃ کی ضمیر تانیث ہونا لازمی ہے یا اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ ایسی شے کی صفت واقع ہوئی جس کے لئے وہ وضع نہیں کی گئی۔

القریب۔ بمعنی ذات قرب یعنی وہ قرب جس میں نسبت کا معنی ہو اس تقریر پر اگرچہ ایسے صیغے مذکر کے وزن پر آئیں تب بھی ان میں مذکر و مؤنث کا معنی ہوگا جیسے لابن۔ تامر یعنی ذو لبن و ذو تمر یعنی دودھ اور کھجور والا اسمیں فعل کی طرح حدث کا معنی نہیں ہوتا۔ جب یہ فعل کے معنی میں نہیں اس پر تاء تانیث نہیں لائی گئی یا ساعۃ بمعنی بعث ہے شے ایکل فیہ کے تسمیہ قبیل سے (مجاز) ہے یا یہاں پر بھی مضاف محذوف تھا

ہے وما صل یجیٔ الساعۃ تھا۔ یہی زمخشری نے کہا اب معنی یہ ہوا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت آنے کو ہے آپ کتاب کی اتباع کیجئے اور عدل پر عمل ہو پر مواظبت کیجئے اس سے قبل کہ وہ آجائے پھر اس میں اعمال وزن ہوں گے اور ہر ایک کو پوری پوری جزا دی جائے گی۔

.فائدہ : امام زاہدی نے فرمایا کہ "لعل" یہاں پر تحقیق کے لئے ہے یعنی یقیناً قیامت آئے گی اور اس کا آنا بالکل قریب ہے اس میں طول پر زجر و توبیخ اور انتظار اجل کے لئے تنبیہ کی گئی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

یستعجل بہا اس کی آمد کے لئے عجلت کرتے ہیں الذین لا یومنون بہا وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے استعجال سے انکار و استہزاء مراد ہے یعنی اس کے آنے پر وہ مذاق اڑاتے ہیں اور اس سے بالکل ڈرتے نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ کاش وہ جلد آجائے تاکہ ہم حق کو کھلم کھلا دیکھیں تاکہ پتہ چلے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا ہم۔ چونکہ وہ اس سے بالکل نہیں ڈرتے تھے اسی لئے اس کے وقوع کا مطالبہ کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کے وقوع کو بعید از قیاس سمجھتے تھے العجلۃ بمعنی وقت سے پہلے شے کے وقوع کا مطالبہ کرنا والذین آمنوا بہا مشفقون منہا اور اہل ایمان اس سے خوفزدہ ہیں اور انہیں اس کی آمد کا یقین بھی ہے اور جانتے ہیں کہ وہ وقت پر آئے گی تو انہیں ثواب و جزا عطا ہوگی۔

(مسئلہ) مومن کو خوف و رجاء کے درمیان رہنا چاہیے جیسے آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ ثواب کی امید میں بھی ہیں اور قیامت سے خوفزدہ بھی ہیں اور دل میں خیال کرتے ہیں کہ جب ہم قیامت میں جائیں گے تو نامعلوم ہمارا کیا حشر ہوگا۔

۔فائدہ: آیت میں عجلت کرنے سے روکا گیا ہے۔ ویعلمون انہا الحق اور انہیں یقین ہے کہ وہ لازماً آئیگی اور اس کا آنا حق ہے

فائدہ: آیۃ میں اشارہ ہے کہ مومن موت کی تمنا اس لئے نہیں کرتے کہ نامعلوم ان کے ساتھ قیامت میں کیا ہوگا پھر اس کی تیاری میں لگ جاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آتی ہے تو اس سے کراہت بھی نہیں کرتے اس لئے کہ موت کی آرزو دیا جاہل کرتا ہے یا مشتاق (جلوہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اسی لئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا۔

"درینجا بشارت عظیمت مر مشتاقان عمزدہ را کہ اگر زندہ درگور روند جائے دارد" ہم اسی لئے عرض کرتے ہیں ؎

ع دل کیوں نہ ہو مضطرب موت کے انتظار میں ٭ سنا ہے کہ دیکھنے آئیں گے یار مزار میں

اس کی بہترین اور پُر لطف بحث فقیر کے رسالہ
"القول الموید" میں ہے (اضافہ اویسی غفرلہ)

الا ان الذین یمارون فی الساعۃ خبردار بے شک وہ لوگ جو قیامت کے متعلق جھگڑتے اور فساد کے طور اس کے آنے کے بارے میں انکار کرتے ہیں۔ یمارون کا مادہ المریہ ہے اس کا معنی ہوگا کہ جن میں مریہ داخل ہوجاتی ہے اور شک کا شکار ہوجاتے ہیں تو پھر یہ شک انہیں جھگڑے پر اکساتا ہے۔ اس تقریر پر لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے۔ المفردات میں ہے کہ المریۃ بمعنی التردد فی الامر یہ شک سے اخص ہے الممارۃ بمعنی اس معاملہ میں جھگڑنا جمیں شک ہے یہ "مریت الناقۃ" سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب دودھ کی شدت سے پستانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اس معنی پر اس کا معنی یجادلون کے موافق ہوگا اور یہ استعارہ تبعیہ ہے اس لئے کہ مجادلہ کو دودھ دوہنے والے کے پستانوں کو ہاتھ لگانے سے تشبیہ دی گئی ہے جب کہ وہ پستانوں سے دودھ نکالتا ہے ایسے ہی ہر جھگڑنے والا اپنے دوسرے کے مافی الضمیر کو لپنے کلام سے ظاہر کرتا ہے جس میں شدت ہوتی ہے لفی ضلال بعید البتہ حق سے بعید اور گراہی کے قریب ہیں اس لئے کہ قیامت کا وقوع اگرچہ عین امر ہے لیکن اسے محسوسات سے زیادہ مشابہت ہے اس لئے کہ اس کی مثال زمین جیسی ہے کہ وہ ویران پڑی ہوتی ہے لیکن تھوڑے عرصہ میں سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے جو شخص ایسی مثالوں سے قیامت کے وقوع کو نہیں سمجھتا تو اس جیسا حق سے بھٹکا ہوا اور کون ہوگا اور ضلال کو بُعد سے موصوف کرنا مجاز عقلی ہے اس لئے کہ بُعد درحقیقت ضال گمراہ کے لئے ہے کیونکہ وہی طریق حق سے دور ہے پھر اس کی گمراہی کو دور بتانا مجاز ہوا اور یہاں مضاف محذوف مان کر کہا جائے کہ یہ دراصل "لفی ضلال ذی بعد" تھا یہاں فیہ محذوف ہے کہ دراصل الضلال فیہ بعد تھا اس لئے کہ راہ سے بھٹکنے والا کبھی مکان سے دور ہوجاتا ہے اور کبھی مکان کے قریب ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ اس لئے گمراہی بعید میں ہے کہ وہ ازلی گمراہ ہے۔

عجلت کے اقسام آیۃ سے چند امور ثابت ہوئے (۱) عجلت کی مذمت اسی لئے فرمائی کہ عجلت شیطان سے ہے ہاں چھ مقامات پر عجلت ضروری ہے۔

(۱) نماز کا جب وقت ہوجائے تو اس کی ادائیگی میں جلدی ضروری ہے۔

(۲) جب کسی پر موت آجائے تو اسے جلدی دفنانا چاہیے۔

(۳) جب لڑکی بالغہ ہوجائے تو اس کا بیاہ فوراً کرنا چاہیے۔

(۴) قرض کو جلد ادا کیا جائے

(۵) مہمان کو جلد کھانا وغیرہ دینا چاہیے
(۶) گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ لازم ہے۔

ایمان و تصدیق کی تشریح

آیت میں ایمان و تصدیق کا بیان اس لئے کہ وہ ہر دو لوں اصل اور باقی احکام شرعیہ ان کی فرع ہیں۔ مومن مومن بنتا ہے جب جملہ احکام کو ماننے بالخصوص قیامت کے وقوع کی تصدیق کرے لیے ہی اس کی تیاری میں اعمال صالحہ زیادہ سے زیادہ عمل میں لائے۔

حب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ قیامت کب آئیگی آپ نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیار کیا ہے عرض کی کچھ نہیں ہاں مجھے اللہ سے اور آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا قیامت میں تو اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ تیری محبت ہو گی۔

محبت رسول کی علامت

اس میں شک نہیں کہ جس سے محبت ہوتی ہے جمیع احوال میں اس کی اقتداء ضروری ہے ایسے بندے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبت فرماتے ہیں۔

سنی کو مژدہ بہار

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے پیاروں سے ملاقات کا کب موقعہ ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں کیا ہم آپ کو پیارے نہیں آپ نے فرمایا تم میرے یار ہو میرے پیارے وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں لیکن جان سے فدا ہیں مجھے ان کی ملاقات کا بے حد شوق ہے ایسے لوگوں کو حضور علیہ السلام نے لفظ اخوان سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں آپ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو، میرے اخوان وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا تک نہیں لیکن مجھ پر ایمان لائے اور جان سے قربان ہیں پھر فرمایا کہ ان کی شان یہ ہو گی کہ ان کی ایک نیکی تمہاری پچاس نیکیوں کے برابر ہو گی انہوں نے عرض کی آپ ان کی نیکی اور ہمارے نیکوں کی نیکیوں فرق بتائیے آپ نے فرمایا نہیں تمہاری نیکیوں کے برابر اسے تین بار دہرایا وہ اس لئے کہ نیکیوں کا ارتکاب پر تمہارے بہت سے معاون ہیں اور وہ نیکی کے معاملے میں بے یار و مددگار ہوں گے۔

علم کی فضیلت

آیت میں علم کی مدح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ علم مراد ہے جس میں خشیۃ ایزدی اور عمل بھی ہو اسی لئے کہ علم کے حصول سے مقصود یہی ہے کہ جہل دور ہو

لیکن کسی کو اپنے علم پر ناز بھی نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اگرچہ فرعون کو موسٰی علیہ السلام کی نبوت کا اور ابلیس کو آدم علیہ السلام کی نبوت کا علم اور یہودیوں کو حضور علیہ السلام کی نبوت کا علم تھا لیکن ایمان کی دولت سے محروم رہے (سبق) آیت میں شک وتردد کی مذمت ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ یقین صریح بلکہ عیان صحیح پر مداومت کرے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ حجاب پڑے اٹھ جائیں تب بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ ؎

حال خلد و جحیم دانستم ۔۔ بہ یقین آنچنانکہ می باید
گر حجاب از میانہ برگیرند ۔۔ آں یقین ذرۂ نیفزاید

ترجمہ: میں نے بہشت و دوزخ کے حالات ایسے یقین سے جان لئے ہیں کہ اگر درمیان سے حجابات اٹھ جائیں تو میرے یقین میں خاص اضافہ نہ ہوگا۔

فائدہ: سعادت و شقاوت ازلی ہیں۔ بعض سعید اس لئے شقی بن جاتے ہیں کہ وہ ازل سے شقی تھے ان کی سعادۃ عارضی تھی ایسے ہی بعض شقی سعید بن جاتے ہیں ان کی شقاوت بھی عارضی تھی ہر ایک اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت چاہتے اور خواہش نفسانی سے پناہ مانگتے ہیں

تفسیر عالمانہ اللہ لطیف بعبادہ، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت بڑا مہربان ہے کہ ان پر بے بہا فیوض والطاف فرماتا ہے ہم نے بے بہا فیوض والطاف کا معنی صیغہ لطیف سے لیکر کیا ہے اس لئے کہ یہ صیغۂ مبالغہ ہے۔ یرزق من یشاء جسے جس طرح اور جتنا چاہتا ہے رزق بخشتا ہے اپنے بندوں میں سے چند ایک کو خاص کرکے رزق کی فراوانی فرماتا ہے اس میں اس کی حکمت ہوتی اور اس کی مشیت کا تقاضا یونہی ہوتا ہے اس معنی پر عموم الجنس وخصوص النوع میں کوئی منافات نہیں یعنی پہلے بتایا گیا ہے کہ اپنے احسان وکرم کی جس نوع کو انسانوں کی جس جنس کو خاص فرمائے وہ مالک ہے اس میں منافات بایں معنی ہے کہ وہ اپنے جملہ عباد پر لطف وکرم فرماتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اپنے تمام الطاف اور احسانات سب پر برابر طور فرمائے اور ایسا اس کی حکمت ومشیت کے بھی خلاف ہے کیوں کہ اس طرح سے اعلیٰ وادنیٰ کے درمیان فرق اٹھ جاتا ہے ہاں وہ اپنا لطف وکرم بندوں پر فرماتا ہے لیکن ان کی استعداد کے مطابق کہ کسی کو زیادہ کسی کو کم تاکہ ان کے احوال صحیح رہیں اور معاش کے اسباب مناسب طور چلیں اور ان کی دنیا سنورے اور دنیا کے حالات خوشگوار گزریں نیز اس طریقہ سے ان کی آخرت کی سعادت انہیں باسہولت میسر آئے گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس کی تفسیر یرزق من یشاء بغیر حساب ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ قرآن کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ وھو القوی العزیز اور وہی قوی یعنی بہت بڑی قدرت والا اور ہر شے پر غالب ہے اور یہی معنی بندوں کے لئے عام

لطف کے معنی لئے موزوں ہے اور قوۃ بمعنی بنیاد کا سخت ہونا اس کی نقیض ضعف آتی ہے لیکن یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے اسی لئے اسے مجازاً قدرت کے معنی میں لیا جاتا ہے اس لئے کہ قدرت کی قوت سبب ہے

العزیز بہت بڑا قادر ہے کہ اس پر کوئی غالب نہیں، یہی صفت ہمارے مذکورہ بالا معنی کے مناسب ہے جو ہم نے کہا کہ وہ مالک ہے جسے جتنا جسطرح چاہے عطا کرے ۔

تفسیر صوفیانہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہاں پر لطف الٰہی سے مراد بندوں کی وہ فطرت مراد ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے جس سے فیض الٰہی کو بلا واسطہ قبول کرتے اور وہ جذبۂ لطف جس سے وہ وصال حق کے مستحق ہوتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ بایں معنی لطیف ہے کہ وہ انہیں اپنا بندہ بناتا ہے اور عبد الدنیا نہیں بننے دیتا اور نہ ہی وہ عباد النفس والہوٰی ہو سکتے ہیں اور نہ ہی وہ شیطان کے پنجے میں پھنستے ہیں۔ نیز لطیف بعبادہ میں اشارہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے دقیق سے دقیق احوال سے باخبر ہے وہ ریاد اور سمعۃ کریں تو اس سے ان کے ایسے اعمال مخفی نہیں رہتے یہ اس لئے فرمایا تاکہ وہ اپنے اعمال و احوال پر عجب نہ کریں ۔ لطیف میں عبادت گزاروں کو تنبیہ ہے اور ایسے ہی گنہگاروں کو بھی متنبہ فرمائی تاکہ وہ اس کی رحمت اور احسان و کرم سے ناامید نہ ہوں اور فقراء و مساکین کو خبردار فرمایا تاکہ انہیں تسلی ہو کہ وہ اپنے بندوں کا محسن ہے انہیں بھوک میں نہیں مارے گا اس لئے کہ جب وہ کافر کو روزی پہنچاتا ہے تو اہلِ ایمان کو کیوں نہ پہنچائے گا ؎

ادیم زمین سفرۂ عام اوست
بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

ترجمہ : روئے زمین اس کا تمام دسترخوان ہے اس غنیمت کے دسترخوان پر دشمن و دوست برابر ہیں۔

اس میں اغنیاء کو بھی تنبیہ ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ اپنے بندوں کے مالی معاملات کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کو جانتا ہے ۔

دوسری تقریر نیز اس کے لطف برعباد کا ایک معنی یہ ہے کہ انہیں اپنی صفۃ لطف کا مظہر بنایا نیز انہیں پتہ دیا کہ وہ لطیف ہے کیونکہ اگر اس کا لطف و کرم نہ ہوتا تو انہیں ہرگز معلوم نہ ہوتا کہ وہ لطیف ہے نیز یہ بھی اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو انوار عرفان کے اسرار و رموز سے سنوارا ۔ نیز ان پر عین و عیان منکشف دیا

فائدہ : فصول میں ہے کہ لطیف کے کئی معانی ہیں

(۱) مہربان امام قشیری نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے کہ وہ اپنے بہت سے امور میں کفایت فرمائے اور

بہت تھوڑا کام بتلائے

(۲) نوازش کنندہ

(۳) قضاء و قدر کو پوشیدہ رکھنے والا کہ کسی کو اس کے امور میں دخل نہ ہو اور نہ اس کی درگاہ لازوال تک کسی کو رسائی ہو جب تک وہ خود کسی پر فضل نہ فرمائے۔

کسے زچوں وچرا دم نمی تواند زد ۔۔ کہ نقش کار حوادث ورائے چوں وچراست

چرا مگو کہ چرا دست بستہ قدرست ۔۔ زچوں ملاف کہ چوتیر پائمال قضاست

ترجمہ: کوئی بھی چون وچرا سے دم نہیں مار سکتا کہ حوادث کے نقش کیسے اور کیوں ہیں۔ کیوں نہ کہہ اس لئے کہ تقدیر نے کیوں کے ہاتھ باندھ دیئے ہیں۔ کیوں درمیاں میں نہ لا اس لئے کہ کیوں قضا و قدر سے مار کھا چکی ہے۔

(۴) موضح میں لکھا کہ لطیف وہ ہے کہ ہر مخفی سے مخفی امر کو جانے اور مجرم کے جرم سے حوصلہ سے درگزر فرمائے۔

(۵) کشف الاسرار میں ہے کہ لطیف وہ ہے کہ جو بندے کی قدر و منزلت کے مطابق نعمت عطا فرمائے اور اس سے اتنا قدر شکر چاہے جتنا قدر اس کے لائق ہے۔

(۶) بعض مشائخ نے فرمایا کہ لطف وہ ہے جو قیامت میں بندوں کے گناہ سامنے نہ لائے تاکہ وہ پریشان نہ ہوں

(۷) حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ نے فرمایا کہ "اللہ لطیف بعبادہ" کا معنی ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں موجود ہے اور کل کائنات اس کے وجود سے موجود ہے اس کا ذکر قلب میں کبھی موجود اور کبھی مفقود ہوتا ہے تاکہ اس کی یاد کو تازگی اور بندے کی محتاجی کا ہر وقت اظہار ہو (۸) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا ایک لطف یہ ہے کہ وہ رزق حلال عطا فرمائے اور حال کے مطابق تقسیم فرماتا ہے ایسے نہیں کہ یکبارگی دے دے پھر اس کے بعد پرواہ نہ کرے۔ (۹) حضرت امام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لطف کا معنی یہ ہے کہ عمل پر دوہرا اجر عطا فرماتا ہے (۱۰) حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا کہ لطیف وہ ذات ہے کہ جس نے اپنے اولیاء کو توفیق بخشی کہ انہیں اس کا عرفان نصیب ہوا اگر اس کے اعداء پر بھی لطف ہو جاتا تو وہ کبھی منکر نہ ہوتے (۱۱) بعض مشائخ نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جو بندوں کے مناقب و کمالات پھیلائے اور ان کے عیوب چھپائے (۱۲) بعض نے فرمایا کہ اس کا لطف یہ ہے کہ طاعات و عبادات کا تو وقت مقرر فرمایا لیکن اجر و ثواب میں کوئی پابندی نہیں فرمائی۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ لطیف بھی ہے اور قہار بھی اس کے لطف کے حصول

کے لئے کعبہ و مساجد بنائی گئیں اس کے قہر و غضب کیلئے کلیسے اور گرجے تیار ہوئے۔ بعض اس کے لطف سے سلوک کرتے ہیں تو انہیں لطف و کرم عطا فرماتا ہے اور بعض قہر و غضب کا نشانہ بنتے ہیں تو انہیں دائمی رسوائی نصیب ہوتی ہے۔

حکایت ایک شخص عرصہ دراز تک موذن رہا ایک دن مسجد کے مینارہ پر چڑھا تو ایک کافرہ عورت پر اس کی اچانک نگاہ پڑ گئی اس پر وارفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ ایک دن کافرہ عورت کو جا کر حال سنایا اس نے کہا اگر تو میرے عشق میں سچا ہے تو میرے مذہب کے مطابق زنار پہن لے اس بدبخت پر نفسانیت سوار تھی اس کے کہنے پر زنار پہن لیا اور اس کے کہنے پر شراب بھی پی لی اور شراب سے مست ہوا تو وہ عورت بھاگ کر اپنے گھر میں چلی گئی اس نے اس کے گھر میں مسجد کی چھت سے چھلانگ لگائی تو اسی کفر اور شراب کی مستی میں مر گیا اس کی بدقسمتی کہ عرصہ دراز اذان کہی اور نیکیوں میں زندگی بسر کی لیکن بالآخر اس کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمتست
کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود

ترجمہ: مستوری و مستی کا حکم خاتمہ پر ہے کسی کو کیا معلوم کہ وہ کس حالت پر واپس جائے گا۔

(۱۴) امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جو بندوں کے غوامض و دقائق امور سے باخبر ہو پھر ہر حق دار کو اس کا حق نرمی سے عطا فرمائے اس میں اس کے ساتھ سختی و درشتی نہ فرمائے اور جب فعل میں نرمی اور علم و ادراک میں لطف ہو تو وہ کامل لطیف ہوتا ہے اور ایسا کمال صرف اللہ تعالیٰ میں ہے۔

فائدہ: یہ بھی اس کا لطف ہے کہ پیٹ کے پردوں میں بچے کی پرورش فرماتا ہے جہاں تین تاریکیاں ہیں اور نہ صرف پرورش بلکہ وہاں اس کی حفاظت فرماتا اور اس کے موافق اس کی غذا پہنچاتا ہے جیسا کہ ناف کا ذریعہ بتاتا ہے، پھر جب پیدا ہوتا ہے تو وہی غذا اسے اس کے منہ سے پہنچاتا ہے اور اسے علم دیتا ہے کہ یہ غذا پستانوں سے ملیگی اور وہ منہ میں پستان لے کر اس کے دل میں القاء فرماتا ہے کہ جب تک اسے چوسو گے نہیں غذا نصیب نہ ہو گی۔ چنانچہ وہ چوستا ہے اور ماں کے دودھ سے پیٹ کو پُر کر لیتا ہے اور وہ اس علم میں اتنا ہوشیار ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی اور سخت اندھیرے میں ماں کے پستانوں کو تلاش کر لیتا ہے حالانکہ ایسی باتیں اسے کوئی سکھاتا بھی نہیں یہ تمام اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی علامت ہے اور یہ نہ صرف انسان کے ساتھ خاص ہے بلکہ پرندوں تک اس کی نوازش ہے۔ مثلاً مرغی کے انڈے میں بچہ ہوتا ہے لیکن باہر آتے ہی دانے چگنے لگ جاتا ہے پھر بچے کا حال دیکھئے کہ دانت جب تک پیدا نہیں ہوتے ماں

کے دودھ نا خوشگوار ہوتا ہے لیکن دانتوں کی پیدائش اور اس کی پختگی پر دوسری غذاؤں کو کھانے لگ جاتا ہے اور وہ بھی جو نرم نرم ہوں پھر جو نہی بڑا ہوتا ہے نرم سے سخت غذاؤں پر مائل ہوتا گیا اور دانتوں کو تقسیم کا علم بھی اسے القاء ہوا کہ داڑھیں غذا چبانے کے لئے ہوتی ہیں اور دانت غذا کو توڑنے کے لئے یہ بھی اس کا لطف ہوا کہ اس کے دل میں القاء ہوا کہ زبان اس کھانے کو جمع کرکے حلقوم میں پہنچانے کے لئے اور بولنے کے لئے ہے اگر اس کا لطف وکرم نہ ہوتا تو انسان اور ڈھیلے میں کونسا فرق باقی رہتا یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ اسے جمادیت سے نکال کر انسانیت کا تاج پہنایا اور وہ بھی رفتہ رفتہ کہ پہلے اسے عالم نباتات میں پھر اسے عالم حیوانات میں پھر اسے حساس ومتحرک بالارادہ بنا کر عالم انسان میں پہنچایا اور اسے بولنا سکھایا اور یہ ایک اور نعمت ہے بلکہ انسان غور کرکے دیکھے یہ جملہ نعمتوں کی سرتاج نعمت ہے پھر اسے علم دیا کہ سعادۃ ابدی کے حصول کے طریقے فلاں فلاں ہیں اور وہ بھی معمولی اور آسان ہیں نہایت قلیل مدت میں اس کا حصول ہو سکتا ہے

فائدہ نیز یہ بھی اس کا لطف ہے کہ اس نے دودھ جیسی نعمت کو . جانور کے گوبر اور خون کے درمیان سے عطا فرمایا اور سخت پتھروں سے جواہر نفیسہ پیدا فرمائے اور شہد کو مکھی سے اور ابریشم کو کیڑے سے اور موتی کو صدف سے نکالا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ بندہ اسم لطیف سے حظ وافر یوں حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نرمی کرے اور انہیں لطف وکرم اور نہایت خوش اخلاقی سے دعوت الٰہی پیش کرے اور انہیں سعادۃ دارین کا راستہ بتائے ان پر کسی قسم کا تشدد اور سختی نہ کرے اور نہ ہی ان کے ساتھ تعصب کرے اور نہ جھگڑا اور لطف کے احسن وجوہ میں سے ہے کہ اچھی عادت سے قبول حق کرے بلکہ اعمال صالحہ کے ذریعے سے حاصل کرے اس لئے کہ وہ اس پر بہت اثر ڈالتی ہے اور لطف وکرم ایک ایسی عادت ہے کہ اس جیسی اور کوئی عادت نہیں، اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے پڑھتے دیکھو» اس میں صلوا کما قلت کلم نہیں فرمایا اس لئے کہ مقتداء کا عمل بہ نسبت فعل کے مقتدی پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

پند فعلی خلق را جذاب تر
کہ رسد در جان ہر باگوش کر

ترجمہ: بہترین نصیحت ہے لیکن جس کا کان بہرا ہو اسے کیا حاصل ہوگا۔

فائدہ: رزق دو قسم ہے۔

، صوری

(۲) معنوی ۔ ———— صوری کا ہر ایک کو معلوم ہے معنوی علم توحید
ومعارف الٰہیہ ہیں کہ جن سے ارواح کو غذا پہنچتی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ طبیعت کی غذا کھانا پینا اور نفس کی
غذا لایعنی باتیں کرنا اور قلب کی غذا فکر اور روح کی غذا علم التوحید من حیث الافعال و الصفات والذات و
جملہ معارف الٰہیہ کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اور منظر الٰہی انسان کے وجود میں قلب ہے جب یہ توحید و ذکر و نور
ایمان وعرفان صحیح ہو تو انسان کے تمام احوال صحیح رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر لطف واحسان
اور فضل وکرم فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ
يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ
نَصِيبٍ ○ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ
يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ
الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ
مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ
هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ○ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا
الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ○ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ
كَذِبًا ۖ فَإِنْ يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ

وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ

يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ

فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ

مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ

عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں یا ان کے لیے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنی کمائیوں سے سہمے ہوئے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہیں گے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنّت کی پھلواریوں میں ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو چاہیں یہی بڑا فضل ہے۔ یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے یا یہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے اور مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو ثابت فرماتا ہے اپنی باتوں سے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے اور وہی ہے جو اپنے بندوں

کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور بہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور وہ قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اُتارتا ہے جتنا چاہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے انہیں دیکھتا ہے اور وہی ہے کہ مینہ اُتارتا ہے ان کے نا اُمید ہونے پر اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا ہے سب خوبیاں سراہا اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمان اور زمین کی پیدائش اور جو چلنے والے اس میں پھیلائے اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

تفسیر عالمانہ

من کان یرید حرث الآخرۃ (الحرث) دراصل زمین میں بیج ڈالنے کو کہا جاتا ہے اس کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جو کھیتی سے حاصل ہو اور استعارہ کے طور اعمال کے نتائج وثمرات کو بھی حرث کہا جاتا ہے جیسے کھیت میں بیج ڈالنے سے اناج وغیرہ حاصل ہوتا ہے ایسے ہی دنیا میں اعمال کے بیج سے آخرت میں وہی حاصل ہوگا جو اس نے بویا اسی لئے حدیث شریف میں ہے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اب آیت کے جملہ کا معنی ہوا کہ جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے یعنی اعمال سے ثواب آخرت کا طالب ہے نزدلہ فی حرثہ تو ہم اس کی کھیتی کو زیادہ کریں گے یعنی ایک عمل کے بدلے دس بلکہ سات سو بلکہ اس سے بھی زائد عطا فرمائیں گے۔ جناب کاشفی نے لکھا کہ جیسے ایک دانہ کھیت میں ڈالنے سے سینکڑوں دانے حاصل ہوتے ہیں ایسے ہی مومن کے اعمال صالحہ کے ثواب میں روز افزوں ترقی ہوتی ہے یہاں تک اس کی ایک نیکی اُحد پہاڑ کے برابر ہوتی ہے۔

(نکتہ) ولہ فی الدنیا نصیب (یعنی اسے دنیا میں بھی حصہ ملے گا) نہیں فرمایا حالانکہ اسے رزق مقسوم میں ضرور حصہ عطا ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دنیا زبوں ترین شے ہے نیز یہ بھی معلوم ہو کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کچھ نہیں اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار تسبیح کہنا ملک سلیمان سے بہتر ہے۔

(فائدہ) مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے مال و ملک اور علم پیش کیا گیا تو آپ نے علم کو اختیار فرمایا جب کہ انہیں کہا گیا کہ ان تینوں سے جسے چاہو اختیار کرو آپ نے علم اختیار کرکے مال و ملک کو دیکھا تک بھی نہیں۔ لیکن علم کی برکت سے مال و ملک ان کے تابع کر دیئے گئے

دنیا طلبی بہرۂ دنیات دھند
عقبیٰ طلبی ہردو بیک جات دھند

ترجمہ ، اگر تم دنیا طلب کروگے تو تمہیں صرف دنیا ملے گی ۔ اگر عقبیٰ طلب کرو تو تمہیں دنیا و عقبیٰ ہر دونوں عطا ہوں گی ۔

(سوال) اگر کوئی کہے کہ آیت کے ظاہری مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نماز اسی ارادہ سے پڑھے کہ اسے ثواب عطا ہو یا عذاب سے بچے تو اس کی نماز جائز ہے حالانکہ جملہ اسلاف صالحین کا اجماع ہے ایسی لالچ میں ایسی نماز اس کے منہ پہ ماری جائے گی اس لئے کہ طاعۃ و ایمان میں رغبت کا ہونا ضروری ہے اور رغبت میں صرف رضائے الہٰی مطلوب ہوتی ہے نہ کہ ثواب کی تحصیل و عذاب کا دفعیہ کیونکہ ایسا بندہ جو بلا رغبت مذکورہ عبادۃ وطاعۃ الہٰی بجا لاتا ہے تو اسے مریض وعلیل کہا جاتا ہے اس معنی پر اسلاف صالحین کا قاعدہ آیۃ کے مضمون سے ٹکراتا ہے ۔

(جواب) چونکہ کھیتی سے وہی بیج پھل دیتا ہے جو صحیح سالم اور صاف ستھرا ہو ایسے ہی عبادات و الطاعات بھی وہی کام کی جس میں عبودیت کا اظہار ہو اور عبودیت وہی ہوتی ہے جس میں رضائے الہٰی کی طلب ہو ۔ ورنہ بیکار جیسا کہ اسلاف نے فرمایا (ومن کان یرید حرث الدنیا) حرث دنیا سے دنیا کا مال و متاع اور دیگر سامان تعیش اور اس کے چاہنے والوں سے مراد کافر اور وہ منافق جو وقتی طور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شامل ہو کر مالِ غنیمت کو مد نظر رکھتے تھے اس میں دیگر وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جن کی دنیوی اغراض غلط اور فاسد ہیں یعنی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے، "نوتہ منہا" ہم اسے اس سے دیں گے جیسا کہ ہم نے اس کی قسمت میں لکھا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جیسے وہ چاہے گا ویسے ہی ہو گا ۔ منہا کا تعلق کائناً محذوف سے ہے جو کہ وہ مفعول ثانی کی صفت ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ من تبعیضیہ ہو ای بعضہا لیکن معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا

فائدہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ طالب دنیا اپنی منزل مراد کو نہیں پہنچ سکتا ۔

حدیث شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مقصد صرف آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کا کفیل ہو گا اور اس کے دل میں استغناء پیدا فرما دے گا اور دنیا اس کے ہاں ذلیل ہو کر حاضر ہو گی اور جس کا مطمح نظر صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور منتشر فرما دے گا اور فقر و فاقہ ہر وقت اس کی آنکھوں میں پھرتا رہے گا اور دنیا بھی اسے اتنا قدر میسر آئے گی جتنا اس کے مقسوم میں لکھا جا چکا ہے ۔ (وما له في الآخرة من نصيب) من زائدہ استغراق کے لئے ہے

یعنی جس کی مطمح نظر صرف دنیا ہو اسے آخرت سے کوئی حصہ نصیب نہ ہوگا کیوں کہ ہر مرد کو وہی ملتا ہے جو اس کی مراد ہو اسی لئے ایسا شخص ثواب آخرت سے بالکل محروم رہے گا۔

فائدہ : امام راغب نے فرمایا کہ انسان دنیا میں کسان کی طرح ہے اور اعمال اس کی کھیتی اور دنیا اس کی کھیت ہے موت کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے اور آخرت میں اس کا اناج ستھرا کر کے اس کے پیش ہوگا۔ اس پر انسان خود سوچ لے کہ وہ دنیا میں کیا بو رہا ہے اور مرنے کے بعد اسے اپنے کھیت سے کیا حاصل ہوگا۔

حکایت

منقول ہے کہ بلخ کے کسی ایک شخص نے اپنے نوکر کو گندم بونے کا فرمایا لیکن اس نے جو بو دیئے جب کھیتی کاٹی گئی تو جو ہی تو حاصل ہونے تھے اس شخص نے نوکر کو بلا کر فرمایا میں نے تجھے جو بونے کا کہا تھا یا گندم کا۔ اس نے کہا کہ میں نے جو بو دیئے اس امید پر کہ شاید اس سے گندم پیدا ہو گی اس نے فرمایا پاگل کبھی جو بونے سے گندم بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس نے کہا آقا! اگر جو بونے سے گندم نہیں پیدا ہوتی تو گناہ کرنے سے بھی جناب کو بہشت نصیب نہیں ہوگی ادھر آپ رات دن گناہوں میں غرق ہیں پھر رحمتِ باری کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں، شب و روز آپ گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ نیکی کا نام نہیں لیتے تو کل پھر آپ کو یہی ملے گا جو آج کر رہے ہیں ؎

از رباط تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست

زاد راہے بر نمیداری ازیں منزل چرا

ترجمہ : تن کی رباط سے گذر جا اس کے سوا اور کوئی آبادی نہیں جب تو زاد راہ نہیں رکھتا تو پھر تو یہ منزل کیسے طے کرے گا۔

(فائدہ) جیسے آج کھیت سے کھیتی کاٹ کر ڈھیر لگا کر اس کی نگرانی کے لئے پہردار اور دیانت دار نوکر رکھے جاتے ہیں۔ ایسے آخرت میں ہر بندے کے اعمال پر ملائکہ کا پہرہ ہوگا جیسے آج کھیتی کو صاف کر کے بھوسہ وغیرہ علیحدہ اور اناج علیحدہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی آخرت میں برائی اور نیکی کے لئے علیحدہ کرنے پر فرشتے امور ہوں گے۔ پھر جس کے اعمال نیک صرف آخرت کیلئے ہوں گے انہیں برکت ہی برکت ہو گی۔ اور جس نے اعمال صرف دنیا کے لئے ہوں گے اسے گھاٹے کا سودا اور نہایت ہی سخت رسوائی ہو گی۔

دنیا کی خاطر اعمال صالحہ کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی فصل ربیع میں اپنی زمین میں کانٹے اور حنظل یا دیگر ردی اور گندی و بیکار شے کا بیج ڈالے پھر وہ اگرچہ پیدا ہو کر ان کی سبزی خنکی سے خوب خوش منظر اور سبز باغ نظر آئے گا جس سے کسان بہت خوش اور ہشاش بشاش نظر آئے گا لیکن کاٹنے اور اناج صاف کرنے

کے وقت خون کے آنسو بہائے گا اور آخرت کے لئے بیج بونے والے کی کیفیت اس باغبان کی ہے جو اپنی زمین میں انگور کھجور وغیرہ کا باغ لگائے پھر جب انگور کھجور وغیرہ کے تنے پیدا ہوں گے تو بظاہر توان کا منظر اچھا نہ ہوگا لیکن جب ان کے پھل اٹھانے کا وقت آئے گا تو بیشمار فوائد و محاصل حاصل کرے گا جس پر دیکھنے والے رشک کریں گے کہ کاش ہم بھی اپنی کھیتی میں یہی باغ لگاتے فائدہ، چونکہ دنیا کے نقش و نگار رنگین اور دل کو بھانے والے ہیں لیکن ان کا انجام بُرا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا سے دل لگانے سے روکا ہے بلکہ فرمایا کہ لا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیاة الدنیا لنفتنهم فیه ورزق ربك خیر و ابقی[1]۔ خلاصہ یہ کہ گندگی آخر گندگی ہے اگرچہ اسے سونے کے برتن میں نہایت بہترین طریقہ سے سجا کر رکھا جائے۔ عقلمند اسے استعمال تو بجائے خود اسے ہاتھ لگانا تو دور اسے دیکھنا بھی گوارہ نہ کرے گا یہی حال دنیا کا ہے اسی لئے اللہ والے اس سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے (آمین) (اویسی غفرلہ)

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے من کان یرید حرث الآخرة جو شخص آخرت کی کھیتی کے لئے جدوجہد کرتا ہے نزدلہ۔ آج دنیا میں ہم اسے اپنی ہدایت سے اور مزید توفیق طاعت سے اپنی عنایت سے معارف و احوال میں اضافہ فرمائیں گے اور آخرت میں اسے اپنے قرب و رفعت منزلت و علو درجات وشفاعت اصدقاء اور رشتہ داروں میں عام اجازت بخشیں گے۔ ومن کان یرید حرث الدنیا اور جو صرف دنیا کے مال و اسباب کی تحصیل پر اکتفا کرتا ہے۔ نؤته منها، ہم اسے آفات دنیا مثلاً قلب کا اندھا، گونگا بہرہ کرنا اجز بیوقوفی اور حجابات پیدا کریں گے جن سے اخلاق ذمیمہ و اوصاف ردئیہ شیطانیہ اور صفات بہیمیہ سبعیہ حیوانیہ کا خوگر ہو جائے گا۔ وماله فی الآخرة من نصیب اور اس کے لئے آخرت یعنی اوصاف روحانیہ و اخلاق ربانیہ میں سے کوئی حصہ نہ ہوگا اور عرائس البیان میں ہے کہ حرث الآخرة سے مشاہدہ و وصال و قرب الٰہی مراد ہے اور یہ عارفین کے لئے ہوتا ہے اور ان کے لئے حرث دنیا سے کرامات ظاہرہ مراد ہے لیکن عارفین نہیں چاہتے اس لئے کہ کرامات ظاہرہ مشاہدہ حق سے پردہ بن جاتی ہیں اور ان کے لئے دنیا کی کھیتی یہ ہے کہ وہ معرفت و محبۃ و خدمتِ حق کے لئے جدوجہد کریں اور وہی چاہتے ہیں ورنہ دنیا ان کی نظروں میں ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

فائدہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی میں نیک عمل کرتا ہے اسے جزاء آخرت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کی نظروں میں ہر شے ہیچ ہو جاتی ہے نہ اسے دنیا کی کھیتی سے کام اور نہ آخرت سے کوئی واسطہ وہ دنیا و آخرت سے صرف اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے۔

فائدہ، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا کی کھیتی قناعت اور آخرت کی کھیتی رضائے الٰہی ہے اور

---

[1] اپنی دونوں آنکھیں اس طرف نہ لگائی جیسے ہم نے جوڑوں سے بہرہ ور کیا یہ تو دنیا کی زینت ہے اس لئے ہے تاکہ انہیں ہم اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دائمی ہے۔

فرمایا آخرت کی کھیتی دنیا میں قناعت اور آخرت میں مغفرت اور ہر حال وجملہ اعمال میں رضائے الٰہی کی طلب دنیا کی کی کھیتی یہ ہے کہ ہر ضرورت کے درپے ہو اور اس پر اسے فخر و ناز ہو جسے اس قسم کی دنیا حاصل ہو اسے آخرت میں کچھ نہ ملے گا حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے

ہمچوں طفلاں منگر اندر سرخ و زرد ⁂ چوں زناں مغرور رنگ و بو مگرد ؏

سبق

دنیا ایک بڑھیا عورت کی مانند ہے جو اس کے نقش و نگار پر فریفتہ اور اس پر نازاں ہے وہ عورت کی طرح ہے۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ آخرت کے جاہ و مراتب و کمال اعمال صالحہ باقیہ کے ذریعہ حاصل کرے اس لئے کہ دنیا و مافیہا سارے کا سارا فانی اور مٹنے والا ہے۔ لبید نے فرمایا

الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل ⁂ و کل نعیم لا محالۃ زائل

ترجمہ: خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے اور لامحالہ ہر نعمت مٹنے والی ہے۔

فائدہ: اس شعر میں کل نعیم سے دنیا کی نعمتیں مراد ہیں۔

تفسیر عالمانہ

ام لہم شرکٰؤا ام منقطعہ ہے اس کے بعد بل اور ہمزہ مقدر ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ شرعوا لہم من الدین سے اعراض اور ہمزہ تحقیق و تقریر کے لئے ہے شرکاء سے شیاطین انس و جن مراد ہیں اور ضمیر قریش مشرکین کی طرف راجع ہے اور اضافت حقیقیہ ہے اب معنی یہ ہوا کہ بلکہ ان کے شیاطین انس و جن سے شرکاء ہیں یعنی ان کے ہم جنس ہیں جو ان کے کفر و عصیان میں شریک اور تیز ہیں ان کی معاونت کرتے ہیں۔ شرعوا لہم ان کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی ان کے دلوں میں سنوار کے دکھایا ہے من الدین دین فاسد سے مالم یاذن بہ اللہ جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی مثلاً شرک اور آخرت کا انکار اور صرف دنیا کے لئے عمل لیسہم کا جملہ مخالفات شرع و موافقات نفس کی خواہشات۔ اس لئے کہ وہ ان کے سوا اور کسی کو جانتے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ ان امور فاسدہ کی کیسے اجازت دیتا ہے وہ ایسے امور فاسدہ سے بلند و بالا اور منزہ و مقدس اور پاک ہے۔ ان کے غلط امور کو دین سے تعبیر کرنا بوجہ مشاکلت کے ہے اس لئے کہ پہلے معنون میں دین حق کا ذکر ہے پھر اس کی مناسبت سے ان کے غلط امور کو بھی دین کہا تحکماً فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے امور فاسدہ کی اجازت نہیں بخشی تھی اور دین کی ان کی طرف اضافہ اسی لئے ہے کہ اسے انہوں نے گھڑ لیا تھا اور انہوں نے شرکاء اپنی طرف سے گھڑ لئے تھے پھر شرع کی ان کی طرف اضافہ سببیہ ہے کہ دی شرکاء ان کی گمراہی اور آزمائش کا سبب بنے جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا انہن اضللن کثیرا من الناس کلمۃ الفصل اور اگر کلمہ فصل یعنی سابق قضاء نہ ہوتی جس میں لکھا گیا کہ انہیں عذاب میں مہلت ملے گی یا وہ وقت مراد ہے جو قیامت میں فیصلہ ہوگا اور حق و باطل واضح ہو جانے کا (کذا فی القاموس) اور لے

؏ ترجمہ: بچوں کی طرح سرخ و زرد کو نہ دیکھ عورتوں کی طرح دھوکہ کھا کر رنگ و بو کے اردگرد نہ پھر۔

یوم الفصل بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس وقت حق اور باطل کھل کر آ جائے گا اور عدل و انصاف سے لوگوں کا فیصلہ ہوگا (المفردات)

لقضی بینھم تو کافروں و مومنوں کا فیصلہ ہو جاتا یا مشرکین اور ان کے شرکاء کا فیصلہ مراد ہے کہ اس وقت ہر ایک جزا و سزا پائے گا۔ اور یہ وعدہ قیامت کے دن پورا ہوگا۔ وان الظالمین لھم عذاب الیم اور بیشک آخرت میں ظالمین کے لئے دردناک عذاب ہوگا یعنی ایسا عذاب جو درد سے بھرپور اور دائمی اور غیر منقطع ہوگا۔

فائدہ: اسم ضمیر لانا چاہیے تھی لیکن ظالمین اسم مظہر لا کر بتایا گیا ہے کہ ان کے دردناک عذاب کا سبب ان کا اپنا ظلم ہے۔ اور اسے اسم سے موصوف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ ایسا درد ہے جس کی کُنہہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یہ صرف ان کے ظلم کی وجہ سے ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں چند اشارات ہیں (۱) کفار کے نفوس نے جب ان پر خواہشات نفسانی نے غلبہ کیا تو ارواح و قلوب کے لئے ایسے امور منتخب کئے۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہ تھا۔ مثلاً مخالفات شرع و موافقات طبع (نفسانی) جیسے مسلمان قیدیوں کے لئے کافروں نے ان کی طبع کے خلاف۔ ان کی غذائیں مقرر کیں مثلاً خنزیر کا گوشت اور شراب و عقد زنار وغیرہ وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان ہر وقت متوجہ الی اللہ رہے تاکہ اس سے نفس کا شر دفع ہو اور روح پروان چڑھے

حکایت صحابی

مروی ہے کہ حضرت سالم بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب کافروں نے قید کیا تو ان کے والد نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھ کر لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کا لڑکا یعنی حضرت سالم رضی اللہ عنہ قید سے رہا ہو کر ایک سو اونٹ بھی ساتھ لائے۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

سروش عالم غیبم بشارتے خوش داد ∴ کہ کس ہمیشہ بگیتی درم نخواہد ماند[1]

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قبل بلوغ تکالیف و مجاہدات شرعیہ کا مکلف نہیں بناتا اس کے ضعف بشریہ پر رحم فرمایا کیوں کہ بشریت شریعت کے امور کے اٹھانے سے کتراتی ہے اور اسے مؤخر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قالب بشریہ اچھی طرح مضبوط ہو کر امور شرعیہ پر عمل کرے تاکہ طبع (خواہشات نفسانیہ) کا مکمل طور قلع قمع ہو سکے۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

تراچہ آید روشن است از دست ایں یک قطعہ خاک[2]
چرخ نتوانست کردن زہ کمان عشق را

---

[1] ترجمہ: عالم غیب سے مجھے فرشتے نے خوشخبری دی کہ کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہ رہیگا

[2] ترجمہ: مجھے اس مٹی کے ٹکڑے سے کہاں سے روشنی ملے۔ آسمان بھی کمان عشق کی زہ نہیں رکھتا۔

(۴) متابعت خواہشات سے نفس پر ظلم کرتا ہے اور اسے اسی وجہ سے دردناک عذاب ہوگا اس کی مثال ایسے ہے جیسے بچے کو دودھ چھڑانے سے تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی نفس کو شرعی امور کی پابندی سے تکلیف ہوتی ہے لیکن جب بچے کا دودھ چھوٹ جائے تو پھر منہ نہیں لگاتا ایسے ہی جب نفس پہ کنٹرول کر لیا جائے تو شرعی امور کی ادائیگی اس کے لئے آسان اگرچہ نہیں ہوتی بلکہ اسے ویسے ہی عذاب محسوس ہوتا ہے۔ لیکن قلب و روح کے لئے رحمت ہی رحمت ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ:) اسی لئے اہل شرع نے فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ یہ امور شرعیہ تو ہمارے لئے عذاب ہیں وہ اس کلمہ کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اس کی تاویل بھی غیر مسموع ہے ہاں اگر یہ کہے کہ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ امور شرعیہ کی ادائیگی میں نفس کو تھکان سے محسوس ہوتی ہے تو کافر نہ ہوگا۔

(مسئلہ) اگر کوئی کہے کہ کاش امور تکلیفیہ ہم پر فرض نہ ہوتے تو اچھا ہوتا تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر مقرر کردہ امر میں خیر ہی خیر ہے۔ ہاں اگر یوں تاویل کرے کہ اس سے میری مراد یہ تھی کہ اگر فرض نہ ہوتا تو آسانی اور سہولت تھی۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے ؎

وراعها وهي في الاعمال سائمة

وان هي استحلت المرعى فلا تسم

ترجمہ: جس حالت میں نفس سرکش اعمال کی چراگاہ میں چر رہا ہو اس کی پوری پوری حفاظت کیجئے اگر وہ چراگاہ کو خوشگوار تصور کرنے لگے تو اسے مت چرنے دیجئے۔

شرح از صاحب روح البیان

نفس کو اعمال صالحہ میں مشغول کرتے وقت مفسد و منقص امور جیسے ریاء عجب و غفلت اور گمراہی سے بچانا پھر اگر وہ بعض طاعات سے لذت محسوس کرے اور ان سے وہ مانوس ہونے لگے تو تم پھر وہ طاعات چھڑا کر اسے ایسی عبادات و طاعات میں لگا دیجئے جو ان سے مزید شدید ہوں اس لئے نفس کشی کا معنی یہ ہے کہ اس سے اس کی عادات چھڑا کر اسے مزید مشقت میں ڈالا جائے ہاں عارفین سے ہی مطلقاً تکلیف مرتفع ہو جاتی ہے (اور ہم عوام کا یہ مرتبہ نہیں)

شرح از اویسی غفرلہ

(حل لغات) راعها از مراعات اس کا مادہ رعی بمعنی چرنا ھا وھی نفس کی طرف راجع ہیں۔ سائمہ چرنے والی از سوم چرنا۔ شرطیہ ہے استحلت صیغہ ماضی مؤنث سائمہ از استحلاء دراصل استحلیت تھا باقاعدہ صرف استحلت استحلاء بمعنی شیریں اور خوشگوار سمجھنا۔ مرعی چراگاہ لاتسم نہی حاضر از اسامۃ چرانا۔

تشریح: اگر نفس کی نیک عمل میں دلچسپی ہے تو سمجھ لو اس میں اس کی کوئی اندرونی سازش ہے کیونکہ

دشمن کبھی خیر خواہی نہیں کرتا اسی لیے اس کی چالاکی سے ہوشیار ہونا چاہیے غفلت کی گئی تو سخت نقصان ہوگا نفس کی اس سازش پر غور و خوض کے بعد نتیجہ نکالیئے کہ اگر اس کی یہ دلچسپی خالصاً لوجہ اللہ ہے تو رہنے دیجئے لیکن پھر بھی اس کے بڑے ارادوں پر کڑی نگرانی کرنا لازم ہے اور اگر اس کی کسی نیک عمل کی دلچسپی مبنی بر ریاء وسمعۃ ہے تو فوراً اسے اس نیک عمل سے روک کر کسی دیگر ایسے نیک عمل یا اوراد یا وظائف میں لگا دیجئے جس میں ریاء وسمعت کو دخل نہ ہو سے

کم حسنت لذۃ للمرء قاتلۃ ∴ من حیث لم یدران السم فی الدسم

ترجمہ: نفس کئی خواہشات کو اسطرح بنا سنوار کر آدمی کے سامنے پیش کرتا ہے جو اس کے لئے مہلک ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ بعض دفعہ چرب لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوتا ہے۔

شرح از صاحب روح البیان

یعنی بارہا کا تجربہ ہے کہ بہت سی چرب ولذیذ اشیاء انسان کو نفس بنا سنوار کر کے دکھاتا ہے حالانکہ وہ اس کے لئے زہر قاتل ہوتی ہیں حالانکہ انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس چرب ولذیذ شے میں زہر ملی ہوتی ہے بالخصوص محبت وعشق میں گھرا ہوا انسان لذیذ وچرب اشیاء پہ مرتا ہے اسی لئے جب کھاتا ہے تو مر جاتا ہے ایسے ہی نفس کیلئے کے مطابق جو بھی عمل کرتا ہے تو سلوک کی راہوں سے دور ہٹ جاتا ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ نفس کی اصلاح وتزکیہ کی توفیق عطا فرماتے وہ کامیاب ہے۔ اور اس کے فریب کھانے کی وجہ ظاہر ہے کہ انسان میں اتنا استعداد نہیں کہ وہ کھانے سے زہر کی تمیز کر سکے جب وہ کھانے میں ملا کر اسے دی جائے اس لئے کہ بسبب لذت کے وہ زہر کو محسوس ہی نہیں کرے گا۔ اس طرح نفس غدار انسان کو گناہ کی لذت سے اپنے دام فریب میں پھانس لیتا ہے۔ (نکتہ) دسم سم میں موجود ہے صرف دال کے نقطے سے فرق اٹھے گا اور دال دنیا کی طرف دال ہے کہ جو دنیا کو ترک کر دے گا اس کے سامنے تمام حجابات اٹھ جائیں گے یہی وجہ تھی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں زہر ملایا گیا تو آپ کو فوراً اس کا علم ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

وتری الظالمین اور ظالمین یعنی مشرکین کو قیامت میں دیکھو گے یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے یا اسے جو اس خطاب کا اہل ہے "مشفقین" خوفزدہ ہوں گے "مما کسبوا" ان کا خوف اور خطرہ ان کے ان بُرے اعمال سے ہوگا جو انہوں نے دنیا میں کئے۔ من تعلیلیہ ہے مشفقین کا صلہ نہیں۔ اس معنی پر مضاف محذوف ماننے کی ضرورت نہیں اور پھر معنی بھی صحیح ہے اس لئے کہ یہی معنی زیادہ بلیغ اور وعید کے لئے زیادہ مؤثر ہے۔ وھو واقع بھم حالانکہ اس کا وبال اور سزا ان پر ضرور واقع ہوگی خوفزدہ ہوں یا نہ یہ جملہ مشفقین کی ضمیر سے حال ہے یا جملہ معترضہ ہے " حضرت سعدی مفتی نے کہا کہ قیامت میں حال منعکس ہوگا اس لئے کہ جو دنیا میں چین اڑا رہے ہیں انہیں سخت گھبراہٹ ہو اور جو بظاہر پریشان حال ہیں د

آخرت میں مطمئن ہوں گے ۔ مثنوی شریف میں ہے ۔

۱ : لاتخافوا ہست نزل خائفاں
ہست درخور از برائے خائف آں

۲ : ہر کہ ترسد مر ورا ایمن کنند
مر دل ترسندہ را ساکن کنند

۳ : آنکہ خوفش نیست گوئی میرس
درس چہ دہی نیست او چوں محتاج درس

ترجمہ : ۱ : لاتخافوا (نہ ڈرو) خوف والوں کی مہمانی ہے اور یہ مہمانی خوف والے کے لائق ہے ۔

۲ : جو (اللہ سے) ڈرتا ہے اسے بے خوف کر دیتے ہیں ۔ ڈرنے والے دل کو تسکین بخشتے ہیں

۳ : جسے خوف نہیں اسے کہو نہ پوچھ ۔ اسے کیا سبق سکھاتے ہو وہ سبق کا محتاج نہیں ۔

تفسیر صوفیانہ اسمیں اشارہ ہے کہ اہل ہوئی وشہوات پر عذاب واقع ہوگا دنیا میں تزکیۂ نفس کیلئے کثرت ریاضات و انواع مجاہدات سے یعنی نفس کو رذائل سے پاک کرکے بہترین صفات سے سنوارنا اور آخرت میں انہیں عذاب ہوگا اگر انہوں نے شرع کی خلاف ورزی کی ہوگی تو دوزخ میں جائیں گے اسی سے انسان سوچے کہ دنیا کا عذاب آسان ہے یا آخرت کا اسی لئے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ وقت گزرنے سے پہلے یعنی قبل از موت اعمال صالحہ میں جد وجہد کرے ۔

تفسیر عالمانہ والذین آمنوا وعملوا الصالحات اور وہ لوگ جنہوں نے تکالیف شرعیہ پر عمل کیا یعنی خواہشات نفسانی و ارادات شہوانی کے قلع قمع کرکے اور نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ اور روح کا تحلیہ کیا ۔ فی روضات الجنات " بہشت کے بہترین اور خوشگوار مقامات میں ہوں گے ۔ ہم نے خوشگوار اس لئے کہا کہ انسان کے لئے وہی جگہ بہتر ہوتی ہے جہاں اس کا جی لگے ورنہ بہت سے فی نفسہٖ بہتر واعلیٰ مقامات ہوتے ہیں لیکن بعض انسانوں کا وہاں جی گھبراتا ہے ۔

(حل لغات) حواشی الکشاف میں ہے کہ الروضہ ہر وہ جگہ جہاں پانی اور گھاس ہو اور کشف الاسرار میں ہے کہ ہر وہ فراخ جگہ جہاں خوشبو اور خوشنما پھول ہوں ۔

بینائی تیز ہوگی حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزوں سے بینائی تیز ہوتی ہے

(۱) سبزے دیکھنا

(۲) جاری پانی کو دیکھنا

(۳) حسین چہرہ دیکھنا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک اور کا اضافہ فرمایا وہ یہ کہ سوتے وقت سیاہ سرمہ آنکھوں میں لگانا'

فائدہ امام راغب نے فرمایا کہ روضات الجنات میں ان چیزوں کی طرف اشارہ ہے جو بہشتیوں کے لئے ظاہر نعمتیں تیار کی گئی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ اس میں اشارہ ہے کہ نیک اعمال کی جزا علوم و معارف اور ایسے اخلاق و عادات ہیں جن سے قلب کو راحت اور سکون نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ لہم ما یشاؤن عند ربہم وہ جس طرح کی لذیذ چیزیں اللہ تعالیٰ سے چاہیں گے اس کے ہاں سے انہیں حاصل ہوں گی۔ عند ربہم ظرف مستقر ہے جو لہم کا عامل ہے بعض نے کہا کہ یہ یشاؤن کی ظرف ہے تاکہ ثابت ہو کہ انہیں جو کچھ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ سے ہوگا۔ یہ آیت احتباک سے ہے کہ استحقاق کا اثبات کر کے امن کو مقدر بتایا جنات کے ذکر سے پہلے نار کو مقدر بتایا ہو ذالک" وہ جو اہل ایمان کا اجر مذکور ہوا۔ ھو الفضل الکبیر وہی بہت بڑا فضل ہے اس کے بالمقابل باقی تمام فضل ہیچ ہیں اگرچہ وہ بھی فضل الٰہی تھا کہ دنیا داروں کو دنیا دی لیکن وہ اخروی نعمتوں کے بالمقابل کچھ نہیں یا دنیا کی تحقیر کا اظہار ہے کہ اس کا ہر ہر ذرہ حقیر ہے لیکن یہ صرف امت کے لیے ہے ورنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر شے فضل عظیم ہے کما قال وکان فضل اللہ علیک عظیما، ذالک' وہ فضل کبیر یہ مبتدا اور الذی الخ اس کی خبر ہے "الذی" ثواب ہے جو کہ یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خوشخبری سناتا ہے یہاں جار محذوف ہے اور عملوا کی ضمیر الذین کی طرف لوٹتی ہے اس لئے لائے۔ اسی جار مجرور کو پھر جو مفعول تقدیریجا حذف کرتے ہیں بخلاف السمن منان بدرہم کے یہاں منہ محذوف ہے کہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے[1]۔

فائدہ کاشفی نے لکھا کہ خبر کی تقدیم صرف اہل ایمان کے سرور و فرحت میں اضافہ کی وجہ سے ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کے اعمال صالحہ ضائع نہیں ہوئے اہل ایمان پر بھی لازم ہے کہ لزوم عبودیت پر زیادہ سے زیادہ جد وجہد اور اعمال صالحہ میں بہت زیادہ کوشاں ہوں ؎

کار نیکو کن اگر داد مزد نیکو میطلبی — کز چرا ہر کہ نکو تر نیکو کار دہند
کار اگر نیست ترا در طمع اجر مباش — مزد مزدور باندازۂ کردار دہند

---

[1] اس کی وجہ فقیر اویسی غفرلہ کی نعم الحامی شرح شرح جامی میں مطالعہ کیجئے ۱۲

ترجمہ : اچھا کام کر اگر تم نیک مزدوری کے طالب ہو کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جو اچھی کھیتی کرتا ہے وہ اچھا پھل اٹھاتا ہے اگر تو کام نہیں کرتا تو پھر اجر کا طمع نہ کر کیوں کہ مزدور کو مزدوری کے مطابق اجر دیا جاتا ہے۔

(حکمت ۵۰) روضات کی اور پھر مشیت کی تعمیم اس لئے ہے کہ دنیا کے اکثر بلاد انہار جاریہ سے اور باغات سے خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ کل مشتبہات کو نہیں پاتے اسی لئے انہیں ان کا شوق رہتا ہے اور اس کے لئے تدارک اور تیاری کرتے ہیں لیکن آخرت کا دنیا پر قیاس نہ کیا جائے اس لئے کہ دنیا آزمائش و ابتلا کا مرکز ہے اور آفات و بلیات کی جگہ اور آخرت میں نعمتیں وضیافتیں ہوں گی وہاں ہر شے ملے گی جو ان کا جی چاہے گا۔

فائدہ : جو اپنے آقا سے محبت کرتا ہے وہ اس کی رضا طلبی میں جد وجہد کرتا ہے۔

حکایت : حضرت بلخی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رہگیر کو دیکھا کہ وہ پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ ہاتھوں کے بھلے چل رہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا سمرقند جا رہا ہوں میں نے کہا کتنا عرصہ میں وہاں پہنچو گے کہا دس سال سے زائد لگ جائیں گے میں نے اسے متعجب ہو کر دیکھا اس نے کہا کیوں جناب تعجب کیسی۔ میں نے کہا تیری اس محنت ومشقت اور دور کے سفر پہ مجھے تعجب ہے مجھے کہا حضرت شوق کی دنیا نرالی ہے مجھے اسی شوق سے لمبا سفر قریب تر محسوس ہوتا ہے باقی رہی میری تکلیف اور مشقت وہ میرے مولا کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو پل بھر میں دور کر دے وہ اپنے بندوں پر بہت بڑا مہربان ہے۔

سبق : جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بشارت دیتا ہے اس کے لئے اپنے وجود کو اس کی راہ میں خرچ آسان نظر آتا ہے

قل لا اسئلکم علیہ۔ (شان نزول) مروی ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک اجتماع میں کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ کا معاوضہ مانگتے ہیں ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی آپس میں مشورہ کیا کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا جائے کہ کیا وہ اپنی تبلیغ کی مزدوری چاہتے ہیں یا کیوں کہ ان کے جواب میں یہی آیت نازل ہوئی یعنی اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین وغیرہ ہم کو فرمائیے کہ میں جو کچھ تمہیں احکام الٰہیہ بتاتا ہوں اس پر میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا جیسے میرے سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے معاوضہ نہیں لیا "اجرا" بمعنی نفع سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ ہم نے اجر کا معنی نفع اسی لئے کیا ہے تاکہ مودۃ فی القربیٰ کا استثناء متصل صحیح ہو سکے اس لئے کہ وہ بھی از افراد اجر ہے جیسے مندرجہ ذیل شعر میں ہے

وبلدۃ لیس بہا انیس ۔ الا الیعافیر والا العیس

ترجمہ : اس شہر میں کوئی ساتھی نہیں کہ جس سے انس کیا جا سکے سوائے یعافیر و عیس کے

تفسیر صوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ میں تم سے بشارت دینے پر معاوضہ نہیں مانگتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی لیتا ہے جو کوئی لیتا ہے کیوں کہ جب وہ اپنے بندے کو ایمان سے نوازتا ہے تو

ایمان پر ثواب بھی عطا فرماتا ہے اور وہ اپنا فضل و کرم اگر کسی پر فرماتا ہے تو اس سے پہلے کوئی سبب بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن سے تبلیغ کا اجر نہیں مانگتے بلکہ اُلٹا مومن کی شفاعت کر کے اسے بہشت میں لے جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ الا المودۃ فی القربیٰ مودۃ سے مودۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور القربیٰ زلفیٰ کی طرح مصدر ہے بمعنی القرابۃ یعنی قریبی رشتہ داری اور فی سببیہ بمعنی اللام ہے جو المودۃ کے متعلق ہے اور یہاں مودۃ سے ان کی اذیت کا ترک مراد ہے یعنی ان کے ساتھ وہی رو پر رعایت کرنا جیسے ان کے لائق ہے حضور علیہ السلام کا مودۃ کو اجر اور اس سے استثناء اس لئے فرمایا کہ اسے اجر سے مشابہت ہے۔ مندرجہ ذیل کے قبیل سے ہے ؎

ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ... بھن فلول من قراع الکتائب

ترجمہ: انہیں اور کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ ان کی تلواریں لشکروں کے مقابلہ کے وقت کند ہو جاتی ہیں

معاوضہ نہ مانگنے کی وجوہ (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی شان کے لائق نہیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر معاوضہ مانگیں اور نہ ہی سابقہ انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ تھا اور آپ ان سے درجات میں بلند ہیں تو ان کے لئے اولیٰ ہے کہ وہ معاوضہ نہ مانگیں

(۲) ممانعت کی تصریح بھی ہے کما قال قل لا اسئلکم علیہ اجرا۔

(۳) تبلیغ آپ پر واجب تھی کما قال اللہ تعالیٰ بلغ ما انزل الیک اور ادائیگی واجب پر معاوضہ مانگنا ناموزوں ہے۔

(۴) دنیا اخس الاشیاء ہے پھر اعلیٰ شے یعنی تبلیغ احکام الٰہی کا معاوضہ کیسا جب کہ تبلیغ احکام الٰہی اعز الاشیاء ہے کیونکہ علم قیمتی جوہرا اور دنیا ٹھیکریوں سے بھی کمتر ہے اس سے ہمارے وہ علماء حضرات توجہ فرمائیں کہ علم کو کوڑیوں کے عوض ضائع کر رہے ہیں کاش علماء فی سبیل اللہ تندہی سے مطمئن ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے کام کرتے تو زمانے نے یہ زمانہ نہ دکھایا ہوتا۔ اویسی غفرلہ)

۵۔ طلب معاوضہ اتہام طمع و لالچ کا موجب ہے اور نبوت قطعی طور پر تہمت سے پاک اور مقدس ہے۔

اب معنی یہ ہوا کہ میں قطعی طور تبلیغ کا معاوضہ نہیں مانگتا لیکن اے قریش کہ تم میری قرابت کے پیش نظر میرے ساتھ مودت و محبت کرو اور مجھے ایذائیں مت دو اور نہ ہی میرے ساتھ دشمنی کرو۔ جب میرا تمہارا رشتہ نہایت قریب تر ہے تو پھر میرے ساتھ دشمنی اور مخالفت کیوں۔ کیونکہ صلہ رحمی شرعاً و عادۃً و مروۃً لازمی ہے خواہ میں تمہیں تبلیغ کروں یا نہ اور تعجب تو یہ ہے کہ ادھر تم قرابت پر نازاں و فخر کناں ہو اور کہتے ہو جو ہمارے رشتہ داروں پر حملہ کرے گا ہم اسے جان سے مار دیں گے لیکن میرے ساتھ معاملہ برعکس ہے کہ مجھے حد سے زیادہ ستاتے ہو۔ آخر اس کی بھی کوئی وجہ

ہونی چاہیے۔

اہلِ قرابت کی محبّت و مؤدّت

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حضور علیہ السلام اہلِ قرابت کی مؤدت مراد ہو اس ۔۔۔ یہاں مضاف محذوف ہوگا یعنی میں تم سے صرف اپنے قرابت والوں کی مؤدت چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم ان کو اذیت نہ دو اس معنی پر کلمہ فی ظرفیہ ہوگا اور ظرف مودۃ سے حال ہے اب معنی یہ ہوگا کہ میری قرابت والوں سے پیار کرو جیسا کہ ان کا حق ہے۔

ردِ شیعہ و خارجی

نزول آیت کے بعد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے قرابت دار کون ہیں تاکہ ہم ان سے مؤدت و محبت کریں آپ نے فرمایا کہ میرے قریب تر علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

حکایت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ آپ میری خلافت کے چوتھے نمبر پر ہوں میں اور آپ اور حسن و حسین اور ہماری ازواج ہماری دائیں بائیں اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے سب سے پہلے بہشت میں جائیں گے۔

فائدہ حضرت سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور یہ استثناء بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے مطابق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیت کے نزول کے وقت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد بھی نہیں ہوئی تھی[ف]

اہلِ بیت کے فضائل

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص پر بہشت حرام ہے جو میرے اہل بیت پر ظلم کرتا ہے اور عزت کے بارے میں جو مجھے ایذاء دیتا ہے اور جس کیساتھ عبد المطلب کی اولاد نے زیادتی کی اور وہ اس کی جزا نہ دے سکا تو قیامت میں جب وہ مجھے ملے گا تو میں اسے جزاء دوں گا

(۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مرتا ہے تو وہ شہید ہوگا خبردار جو حب آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں مرتا ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں خبردار جو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مرتا ہے وہ تائب ہو کر مرے گا خبردار جو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مرتا ہے وہ مومن اور کامل ایمان ہو کر مرے گا خبردار جو حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مرتا ہے اسے ملک الموت علیہ السلام پھر منکر نکیر بہشت کی خوشخبری سنائیں گے خبردار جو حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مرتا ہے اسے قبر میں دلہن پیش کی جائے گی جیسے دولہا گھر میں دولہن

[ف] اولاد تو کیا ابھی آپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی

سے خوش ہوتا ہے وہ اس کے ساتھ قیامت تک خوش رہے گا۔ خبردار جو آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مرے گا تو قبر میں اس کے لئے بہشت کی طرف دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ خبردار جو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت میں مرتا ہے تو اس قبر کو اللہ تعالیٰ ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بناتا ہے خبردار جو آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے تو قیامت میں اسے اللہ تعالیٰ اہل سنت وجماعت میں اٹھائے گا۔ خبردار جو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بغض میں مرتا ہے تو جب وہ قیامت میں آئے گا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں لکھا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید (محروم) ہے خبردار جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغض میں مرتا ہے وہ بہشت کی خوشبو ہرگز نہیں سونگھے گا۔

آل محمد کون

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ حضور علیہ السلام کے سپرد ہو پھر جو معاملہ رشتہ داری میں قریب تر ہوگا وہی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شرف سے اعلیٰ و اکمل ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس عہدہ میں حضور علیہ السلام کو قریب تر۔ علی و فاطمہ و حسن و حسین ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تعلق نقل متواتر سے ثابت ہے۔

شیعہ کا رد

شیعہ صرف انہیں حضرات کو آل سمجھتے ہیں[1] حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ آل میں آلِ علی کے علاوہ آل عقیل (حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بھائی) آل جعفر آل عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں بلکہ جن حضرات کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی وہ بھی آل میں شامل ہیں جیسے حضرت بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کذا فی الکلاشی اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے قرابت دار یعنی آل بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب ہیں اس لئے کہ خمس ان پر تقسیم ہوتا ہے۔

تمام کلمہ گو امتی آل نبی ہیں

بعض مفسرین نے فرمایا کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کا کلمہ طیبہ صدق دل سے پڑھتا ہے اسے آل کہا جائے۔ چنانچہ ابن عطار نے فرمایا کہ "قل لا اسئلکم علیہ" الخ یعنی فرماتے ہیں میں تم سے دعوت اسلام پر اور کچھ نہیں مانگتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ان لوگوں سے محبت کرو جنہوں نے میری دعوت اسلام کو قبول کیا اور میری طاعت قبول کی تم پر ان کی محبت واجب[1] (فرض ہے) اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ محب محبوب کے محبو سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ ان دونوں میں ایک محبوب کا رشتہ ہے ایسے ہی مطیع الٰہی کی اطاعت بھی ضروری ہے اس لئے کہ انہیں ایک مطاع کی اطاعت و انقیاد کا رشتہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا واقعہ

سیدنا ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ فلاں شخص حضرت ابومدین سے بغض کرتا ہے میں نے اس شخص سے کراہت کا

---

[1] ایسی عبارت ان تفضیلی شیعہ بلکہ سنی نما رافضیوں کا رد کرتی ہیں اہل بیت کی محبت کی آڑ میں خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم و دیگر اکابر صحابہ کرام کی تنقیص کرتے ہیں (اویسی غفرلہٗ)

اظہار کیا ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا مجھے فرمایا اے ابن العربی تم فلاں شخص سے کیوں ناراض ہو میں نے عرض کی وہ ابو مدین سے بغض رکھتا ہے آپ نے فرمایا کیا وہ شخص اللہ تعالیٰ اور میرے سے محبت نہیں کرتا میں نے کہا ضرور کرتا ہے آپ نے فرمایا تو وہ صرف ابو مدین کے ساتھ بغض سے راندہ درگاہ ہو گیا کیا تمہیں ایسے شخص سے غصہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور میرے ساتھ محبت کرتا ہے میں نے سر تسلیم خم کر کے عرض کی میں نے غلطی کی اور اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ میرا تمام لوگوں سے محبوب ترین ہوگا۔ صبح جاگا اور اس شخص سے خواب بیان کر کے اس سے معافی چاہی اور وہ بھی خواب سن کر خوب رویا اور کہا کہ یہ مجھے تنبیہ ہے کہ میں ابو مدین سے بغض نہ کروں۔ چنانچہ اس روز وہ دونوں آپس میں راضی ہو گئے اور ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔

تفسیر عالمانہ

ومن یقترف حسنۃ اور جو ایک نیکی کرتا ہے بالخصوص حب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

حل لغات امام راغب نے لکھا کہ اقتراف کا مادہ القرف ہے بمعنی درخت اور جانور اتارنا اور اس کے ماحصل کو بھی قرف کہتے ہیں۔ پھر استعارہ کر کے اکتساب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہ اچھا ہو یا برا لیکن اس کا استعمال برائی میں زیادہ ہوتا ہے اسی لئے عربی مقولہ مشہور ہے کہ الاعتراف یزیل الاقتراف برائی کے ارتکاب کو توبہ کا اقرار مٹا دیتا ہے "نزدلہ فیھا" ہم اس کی نیکی میں اضافہ کرتے ہیں "حسنا" دوگنا بلکہ کئی گنا اور اس کے مثل اور نیکی کرنے کی توفیق اور اس میں اخلاص اور جسے اللہ تعالیٰ بڑھا لے وہاں بندے کی رسائی کہاں۔

ان اللہ غفور شکور بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے کہ بندے کے گناہ بخشتا ہے اور شکور ہے کہ مطیع کو مکمل ثواب عطا فرماتا ہے بلکہ اپنے فضل و کرم سے اور زیادہ عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر کا یہی معنی کیا جاتا ہے اور اس کا معنی حقیقی کہ منعم کی تعظیم کی خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا منعم ہے کہ اس کے سوا اس جیسا اور کوئی منعم نہیں ہو سکتا اور اسے اثابتہ (ثواب دینے)۔ اور تفضل سے مشابہت بھی ہے کیوں کہ یہ دونوں فعل خیر اور اس کی تعظیم پر دلالت کرتے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قلیل نیکی پر بہت بڑا ثواب بخشتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قلیل بھی کثیر ہے۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہم السلام نے عرض کی۔ یا اللہ مجھے اس امۃ مرحومہ کی خبر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایسی امت ہے جس میں علماء وحکماء ہیں وہ اپنے علم وحکمت میں گویا انبیاء ہیں وہ تھوڑے پہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اور جو کچھ انہیں ملتا ہے اس پہ وہ راضی ہوتے ہیں اور ان کا معمولی سا عمل بھی لا الٰہ الا اللہ کی برکت سے انہیں بہشت میں لے جائے گا۔

امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ بندے کا شاکر ہونا اپنے جیسے انسان کے لئے یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا

احسان اور فضل و کرم کرے کہ وہ بندہ اس کی تعریف سے رطب اللسان ہو۔ اگر کوئی اس کے ساتھ احسان کرے تو اس کے شکریہ میں اس کے ساتھ دوہرا احسان کرے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کا شکریہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کو شاکر کہنا مجازا ہے اس لئے کہ اس کی بندہ جتنا حمد کرے تھوڑی ہے کیوں کہ اس کی ثناء کی کوئی حد نہیں اگر اس کے احسان کی ادائیگی میں اطاعت کرنے تو بھی اس کا دیگر احسان ہے کہ اس نے اسے اپنی اطاعت کی توفیق بخشی بلکہ بندے کا احسان کے بدلے میں شکر کرنا نعمت دیگر ہے کیوں کہ اگر وہ شکر کی توفیق نہ بخشتا تو وہ کس طرح شکر کرتا سے

عطائیست ہر موئے از بر تنم ———— چہ گونہ بہر موئے شکرے کنم

ترا آنکہ چشم و دہان داد و گوش ———— اگر عاقلے در خلافش کوش

ترجمہ: میرے جسم پر ہر بال اس کی بڑی عطا ہے تو پھر ہر بال کا شکر مجھ سے کس طرح ہو سکتا ہے۔ تجھے اس نے آنکھ منہ اور کان دیئے۔ اگر عقلمند ہے تو تو اس کے خلاف کی کوشش نہ کر۔

تفسیر عالمانہ ام یقولون ام منقطعہ ہے یعنی وہ بات نہیں جو مذکور ہوئی بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کیا کفارِ مکہ ایسے کہتے ہیں اور ام لہم شرکا ء الخ سے اعراض ہے افتریٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑا ہے۔ علی اللہ اللہ تعالیٰ پر کذبا جھوٹ مثلاً نبوت کا دعویٰ اور تلاوۃ قرآن وغیرہ وغیرہ علاوہ ازیں یہ ہمزہ انکاری ہے اور توبیخ کے لئے ہے گویا کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط انتسابات کیوں کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے افتراء کیا بالخصوص اللہ تعالیٰ پر (معاذ اللہ) افتراء کیا جو تمام بہتانوں سے برا ہے اور افتراء و کذب میں فرق یہ ہے کہ جھوٹ کہتے ہیں بات اپنی طرف سے بنانا اور افتراء دوسرے کی طرف جھوٹ کا نقل کرنا فان یشاء اللہ یختم علی قلبک اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا دے یہ ان کے غلط قول کے بطلان پر استشہاد ہے وہ یہ کہ اگر (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہوتا تو انہیں اللہ تعالیٰ روک دیتا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے قرآن اللہ کا کلام کہہ کر (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہے اس لئے ان کا خیال تھا کہ کلام الٰہی کا صدور حضور علیہ السلام نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ السلام سے کلام الٰہی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اگر حضور علیہ السلام نے اپنے دعویٰ میں اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہے (معاذ اللہ) تو اللہ تعالیٰ انہیں روکتا بلکہ اس قرآن مجید

کو آپ سے صادر ہی ہونے نہ دیتا بلکہ آپکی قلب پر تو مہر لگا دیتا کہ کلام کا صدور تو بجائے ماننا اس کا کوئی معنی بھی آپ کا خیال اور تصور میں نہ آنے دیتا۔ بلکہ آپ اس کے حروف میں سے ایک حرف بھی نہ بول سکتے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ آپ پر منجانب اللہ لحظہ بہ لحظہ متواتر طور وحی کا نزول ہوتا ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ یہ قرآن منجانب اللہ نازل ہوا۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ) خلاصہ یہ کہ اگر آپ افتراء کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ آپ نے افتراء کیا اور نہ ہی آپ کے دل پر مہر لگی

ردِ منکرین اولیاء و منکرین عصمت انبیاء

اس میں اشارہ ہے کہ اللہ والے اور ملائکہ و رسل کرام علیہم السلام پر مغالطہ اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کے گناہ سے بالکل محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی بیان شریعت میں کسی قسم کی غلطی کر سکتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

حقائق سلمی میں ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شوق ازلی اور محبۃ لم یزلی کی مہر آپ کے دل پر لگا دے تاکہ آپ کو التفات الی الغیر بالکل نہ ہو اور آپ اجابت و ایثار از خلق سے بالکل فارغ ہو جائیں۔

تفسیر عالمانہ

"ویمح اللہ الباطل ویحق الحق بکلمتہ" یہ جملہ مستانفہ اور نفی افتراء کی تقریر کرتا ہے اس کا عطف یختم پر نہیں جیسا کہ لفظ اللہ کو دوبارہ لانے سے ظاہر ہے اور صیغہ مضارع استمرار کے لئے ہے اور مصحف میں یمح واو کے بغیر لکھا ہوا ہے جیسے ویدع الانسان ویدع الداع وسندع الزبانیہ میں حرف علت نہیں اسیں بھی کہا گیا اسے بلا قانون حذف کر دیا گیا محض اختصار اور لفظ کے پیش نظر اور وقف کو وصل پر محمول کرنے کے طور ایسا کیا گیا ہے یعنی جیسے وصل کے وقت واؤ التقاء ساکنین سے گر جاتی ہے ایسے ہی یہاں کتابت میں حذف کی گئی خط کو لفظ پر محمول کیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ یہاں واؤ کا محذوف ہونا شذ ہے اور اسے ماقبل پر معطوف کر کے بھی حذف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو معنی بگڑتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا باطل کو مٹانا مشروط بالشرط نہیں اور عطف سے اس کا معلق بالشرط ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ باطل کو مٹاتا اور حق کو ثابت کرتا ہے اپنی وحی کے ذریعے یا قضاء و قدر سے اسی قاعدہ پر اگر (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہوتا جیسا کہ کافروں کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدافعت فرماتا نیز اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام سے وعدہ فرماتا ہے کہ آپ کے لئے یہ جو کافر بہتان تراشی کا الزام اور آپ کی تکذیب کر رہے ہیں ان کے ان باطل امور کو مٹا کے رکھ دے گا اور قرآن مجید یا قضاء و قدر کے ذریعے حق کو ایسا ثابت کر دیگا کہ اسے کوئی بھی نہ مٹا سکے گا آپ کو ان پر غلبہ کر

ے گا اسی معنی پر یہ صیغۂ استقبالیہ ہوگا۔ "انہ علیم بذات الصدور" بے شک جو کچھ دلوں میں پوشیدہ ہے تو انہیں جانتا ہے اور تو ان کے لائق ان پر احکام کا اجراء فرماتا ہے محو کرتا ہے تو محو کرتا ہے اگر ثابت کرنا ہوتا ہے تو تو ثابت کرتا ہے۔ کاشفی نے لکھا کہ آپ کی سچائی اور ان کا آپ کے متعلق افتراء کا گمان اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں

فائدہ: ذوات الصدور کے بجائے ذات فرمایا ہے اس لئے کہ وہ ایک جنس ہیں اور ذات یہاں پر تانیث کے معنی میں ہے بمعنی صاحب یہاں موصوف محذوف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کھڑا کر دیا گیا ہے دراصل عبارت علیم بالمضمرات صاحبۃ للصدور ہے اس سے ان کے وہ وساوس و خواطر ہیں جو ان کی دلوں میں ہیں جن سے وہ کفر و معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ان کے قلوب کو صدور کا صاحب اس لئے فرمایا کہ قلوب صدور کو لازم اور اسیں حلول کئے ہوئے ہے جیسے دودھ کو ذوالاناء اور عورت کے پیٹ کے اندر کے بچے کے لئے کہتے ہیں۔ ھو جنین ذی بطنھا

فائدہ: آیۃ میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے چاہے تو اپنے مقرب کو راندہ درگاہ بنا دے اور مجرم کو اپنا مقرب بنا دے۔

حکایت: محبت و صحبت اولیاء کی وجہ سے نجات

مروی ہے کہ ایک شخص موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرا دوست (ولی) فوت ہوا ہے اسے غسل دیجئے موسیٰ علیہ السلام اسے غسل دینے کیلئے اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اسے لوگوں نے اس کے فسق و فجور کی وجہ سے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر پھینک دیا ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اس کا راز کیا ہے لوگوں میں تو اس کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی تین ایسی باتیں تھیں جو اس کی موت کے وقت اس کی سفارش بن گئیں اگر وہ مجھ سے ان تینوں کو سفارشی بنا کر جملہ گنہگاروں کی سفارش چاہتا تو میں سب کو بخش دیتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی وہ کونسی تین باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۱) یہ کہتا تھا یا اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ واقعی میں نے گناہوں کا ارتکاب تو کیا گو میرا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن شیطان کی شرارت اور نفس کی فریب دہی سے میرے سے گناہوں کا ارتکاب ہوا۔

(۲) اگرچہ میں گنہگار تھا اور فاسقوں سے میرا میل جول رہتا تھا لیکن میری نشست و برخاست اور صحبت و رفاقت تیرے دوستوں اور صالحین کے ساتھ تھی اور مجھے ان سے دل سے پیار اور عقیدت تھی۔

(۳) اگر میرے ہاں فاجر اور نیک ضرورت پیش کرتے تو میں نیک کی ضرورت کو ترجیح دیتا پہلے اس کا کام کرتا پھر فاجر کا۔

انہی تین باتوں سے وہ میرا مقرب بنا اگرچہ اس کے بعض ایسے برے گناہ تھے جس سے لوگوں کو نفرت ہے۔

سبق انسان پر لازم ہے کہ وہ قلب اور باطن کی اصلاح کرے
حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں و اموال تو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نگاہ تمہارے قلوب و اعمال پر ہے۔
فائدہ اگر تمہارے قلوب و اعمال صالح ہوں تو تم مطلقاً اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہو گے ورنہ مردود و مطرود۔

(فائدہ) بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی گمراہی میں گزرتی ہے لیکن انجام بکار صراط مستقیم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی شقاوت عارضی تھی جو زائل ہو گئی اور اعتبار تو ازلی حکم کا ہے اور سعادت اصلی بھی اس ازل سے اسے نصیب ہوئی اس معنی پر اللہ تعالیٰ اس کے کفر یعنی شقاوۃ کو مٹا کر اس کے لئے حق کا اثبات فرماتا ہے یعنی اسے دولتِ اسلام سے نوازتا ہے اور بہت سے بدبخت ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی طاعت و عبادت پر گزرتی ہے لیکن خاتمہ پر انجام برباد اور مائل الی الکفر ہو جاتے ہیں جیسے بلعام و برصیصا کا حشر ہوا کہ ان کی شقاوت ازلی تھی اور سعادت عارضی حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

چوں حسن عاقبت نہ برندی وزاہد لیست
آں بہ کہ کار خود بعنایت رہا کنند

ترجمہ: جب تو اچھا انجام لے کر نہ گیا تو زاہدی کا کیا فائدہ۔ وہی بہتر ہے کہ اپنا کام اسی کی عنایت کے سپرد کرے وہ اپنی مہربانی سے بخش دے گا۔

تفسیر عالمانہ "وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ" اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے یعنی ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے کیوں کہ اگر وہ معاف نہ فرمائے تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ بندے گناہوں میں مبتلا رہیں جب سمجھیں گے کہ بخشش تو نہیں ہو گی پھر کیوں نہ گناہوں کے مزے اڑالیں۔

فائدہ: قبول کو لفظ عن کا صلہ دیا ہے اس لئے کہ وہ تجاوز کے معنی میں ہے۔

(مسئلہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم عام ہے کہ توبہ کرنے والا مومن ہو یا کافر دوست ہو یا دشمن جو بھی توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

فائدہ: توبہ یعنی گناہوں پر ندامت کرتے ہوئے ان سے رجوع کرنا اور پختہ ارادہ کرنا کہ آئندہ ہمیشہ کیلئے گناہ نہیں کروں گا۔ حضرت بوشنجی نے فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ جونہی اس کا گناہ کا ذکر اس کے سامنے ہو اس سے قلب کو حلاوت اور لذت محسوس نہ ہو۔

حکایت: مروی ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور کہا یا اللہ میں تیرے سے بخشش مانگتا

اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر نماز پڑھی جب فارغ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے فلاں تو نے استغفار کو بہ میں ایسی عجلت دکھائی جیسے ایک جھوٹا آدمی توبہ واستغفار کرتا ہو تو ایسی توبہ سے بھی توبہ کر کیونکہ تو نے توبہ میں غلط طریقہ اختیار کیا ہے اس نے عرض کی اے امیرالمومنین آپ ہی مجھے توبہ کا طریقہ بتائیں آپ نے فرمایا توبہ کی چھ شرائط ہیں۔

(۱) ماضی میں جتنے گناہ ہوئے اس سے ندامت کا اظہار

(۲) جتنا فرائض ادا کئے ان کا اعادہ۔

(۳) حقوق العباد کی ادائیگی

(۴) جیسے گناہ کر کے نفس کو خوش کیا ایسے ہی اُسے طاعت میں ذلیل وخوار کر۔

(۵) جیسے گناہوں سے اسے حلاوۃ دی اب اسے طاعت کے کڑوے گھونٹ پلا

(۶) آہ وزاری اور گریہ وفغان اور زندگی بھر کے ہنسنے سے کچھ زائد روئیں۔

حدیث شریف اللہ اپنے بندے کی توبہ سے ان لوگوں سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے

(۱) عورت کو بانجھپن پر بچہ عطا ہو

(۲) گم شدہ شے گم کرنے والے کو اچانک مل جائے۔

(۳) پیاسے کو پانی مل جائے

جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلصانہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نگران فرشتوں سے اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور خطۂ ارض سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبدالعزیز بن اسماعیل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن آدم سے فرماتا ہے کہ تیرے لئے افسوس ہے کہ تو گناہ کر کے استغفار نہیں کرتا تاکہ میں تیرے گناہ بخش دوں۔ جو میرا بندہ گناہ تو کرتا ہے لیکن وہ رحمت سے بھی امید رکھتا ہے تو اے فرشتو گواہ رہو میں اسے بخش دونگا (یعنی اتفاقیہ گناہ ہونے پر رحمت سے امیدوار ہونا اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ خواہ مخواہ گناہ کرے۔)

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کی توبہ قبول کرے تاکہ وہ بُعد فراق کے اسفل السافلین سے نکل کر قرب کے اعلیٰ علیین میں پہنچے تو جذبات عنایت کے تصرف کے ساتھ اسے عبودیت ماسوا کی عبودیت کی غلامی سے نجات بخشتا ہے پھر اسے تقرب الی اللہ کے رجوع کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے جو ایک بالشت کے برابر توبہ کر کے میرے قریب ہوتا

ہے تو میں اس کی توبہ قبول کر کے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں ۔ اگر قبولیت الٰہی بندہ کی توبہ پر سبقت نہ کرتی تو بندے کی کبھی توبہ قبول نہ ہوتی ۔

حکایت کسی بزرگ نے کسی شیخ سے عرض کی کہ اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو گی ؟ شیخ نے فرمایا اگر تیری قبول نہ ہوتی تو تجھے توبہ کی توفیق بھی نہ بخشتا ۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہشت کے بعض مقامات خالی بچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس وقت جدید مخلوق پیدا فرما کر بہشت کی وہ خالی جگہ پُر فرمائے گا

(فائدہ) جب کہ وہ کریم ایسا لطف فرمائے گا کہ جدید مخلوق کو بلا عمل اور بغیر حساب کے بہشت عطا فرمائے گا تو پھر پرانے بندوں پر کیوں نہ لطف و کرم ہو اور اسے ثواب و جنت سے کیسے محروم فرمائیگا ۔ پھر ان لوگوں کی بات ہی کیا جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور اس سے بخشش کی طلب کرتے ہیں ویعفوا عن السیاٰت اور ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف فرماتا ہے سوائے شرک کے کہ اس کی بخشش ہرگز نہیں اس کے سوا باقی جملہ گناہوں کو جس کو چاہے بخش دے محض اپنے فضل و کرم سے یا اپنے کسی محبوب اور پیارے بندے کی شفاعت سے اگرچہ انہیں توبہ کا موقع بھی نہ ملا ہو ۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے ۔

(فائدہ) تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بندے کے بہت لیسے گناہ معاف فرماتا ہے جس کا بندے کو علم بھی نہ تھا کہ جن سے وہ توبہ کرتا اور بہت سے ایسے گناہوں کو معاف فرمائے گا جن کا بندے کو علم تو تھا لیکن ان سے توبہ نہ کر سکا ویعلم ما تفعلون اور تم جس طرح کے کام کرتے ہو انہیں وہ جانتا ہے تمہارے بُرے اور اچھے تمام افعال سے باخبر ہے اسی لئے وہ تائب کو بخش دے گا اور غیر تائب سے بھی درگزر فرمائے گا یہ اس کی مشیت پر مبنی ہے اور مشیت میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ کریم تمہاری ہر نیکی اور برائی کو جانتا ہے کہ جس کا تمہیں علم بھی نہیں پھر تمہاری نیکیوں کی وجہ سے تمہاری برائیوں کو معاف فرماتا ہے اور عرائس البقلی میں ہے کہ وہ ان کی توبہ قبول کرتا ۔ جب وہ اپنے نفس و کون سے نکل کر صرف اسی کے اور اس کے قدس سے مقدس ہو جاتے ہیں اور ان کے وہ گناہ معاف فرما دیتا ہے جو ان کے قلوب پر غیر اللہ کے ذکر کا گذر ہوا اور ان کی خلوات کی ذریوں کو بھی جانتا ہے ۔

ابراہیمی نسخہ برائے سالک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے کہ بندے کو اپنے اوقات کی تقسیم ضروری ہے اس کا ایک وقت ایسا مقرر ہو جسمیں صرف اس کی

اللہ تعالیٰ سے مناجات ہو اور اس کی صنعت میں تفکر کرے دوسرا وقت ایسا ہو جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس نے ماضی میں کیا کیا اور آئندہ اس کا کیا پروگرام ہے اور ایک ایسا وقت مقرر ہو جس میں اپنے حلال وحرام کھانے پینے میں غور وفکر کرے۔

حکایت حضرت دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی میں اپنے مولیٰ کے سامنے کس حالت میں جاؤں جب کہ اس نے مجھ سے آفات و بلیات کو ٹالا آپ نے فرمایا آقا کے سامنے ایسے رہو جیسے ماں کی گود میں چھوٹا بچہ کہ اسے جونہی تھپیڑ مارتی ہے تو وہ ماں کو چمٹتا ہے یہاں تک کہ ماں کو اس پر رحم آجاتا ہے کہ اسے پیار سے گلے لگا لیتی ہے۔

تین بار دعا مانگنے کا ثبوت

ہم اہل سنت کے بعض حضرات کی عادت ہے کہ فرائض یا ویسے ہی دعا تین بار مانگتے ہیں اس سے بعض کج فہم ناجائز سمجھتے ہیں مستقل طور فقیر اویسی غفرلہ نے رسالہ لکھا ہے فی الحال ناظرین کے لئے صاحب روح البیان کی نقل کردہ روایت کافی ہے فرمایا عہ

وفی الخبر ان بعض المذنبین یرفع یدیہ الی جناب الحق فلا ینظر الیہ ای بعین الرحمۃ ثم یدعو ثانیا فیعرض عنہ ثم یدعو ویتضرع ثالثاً فیقول یا ملائکتی استحییتُ من عبدی ولیس لہ رب غیری فقد غفرت لہ

روح البیان ص ۳۱۶ ج ۸ تحت آیت ہذا

حدیث شریف میں ہے کہ بعض گنہگار ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے اسے دیکھتا تک نہیں دوبارہ دعا مانگتا ہے تو بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے تیسری بار گڑگڑا کر عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے فرشتے میں نے اپنے بندے سے حیا کی کیونکہ اس کا میرے سوا کوئی نہیں میں نے اسے بخش دیا۔

استحییت یعنی میں نے اس کا مقصد پورا کر دیا اس لئے کہ بندوں کی زاری سے مجھے حیا آتی ہے

سے کرم بین ولطف خداوندگار ؞ گنہ بندہ کردست واو شرمسار

ترجمہ : خداوند کریم کا لطف وکرم دیکھ ۔ گنہ بندے نے کیا اور شرمسار وہ کریم ہے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ کے حیا کرنے کے معنی یہ ہے کہ وہ کریم بندے کو خائب وخاسر نہیں فرماتا۔

ویستجیب الذین آمنوا وعملوا الصالحات یستجیب کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اسم موصول مفعول بہ ہے اور یہاں مضاف محذوف ہے یعنی دعاء الذین آمنوا الخ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان اعمال صالحہ کرنے والے بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اس سے دعا مانگتے ہیں اور قیامت میں ان کی طاعات پر انہیں ثواب عطا فرمائے گا۔ اجابت اثابت کے معنی میں ہے اور یہ ان کا مجازی معنی ہے یعنی جیسے ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے ایسے ہی اعمال صالحہ بھی قبول ہوں گے ایسے مجازات کی دلیل حدیث شریف میں ہے

عہ : اضافہ اویسی غفرلہ

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ " افضل الدعاء الحمد للہ " یہاں الحمد للہ کو دعا کہا گیا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ دراصل ویستجیب اللہ لہم ۔ ہو یہاں لام محذوف کر دی گئی جیسے " واذ کالوہم " میں لام محذوف ہے اس لئے کہ یہ بھی دراصل " واذ کالوہم " تھا ۔

فائدہ : سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا زیادہ مناسب یہی ہے کہ کہا جائے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اس لئے کہ مضاف کا حذف ہونا عام ہے بخلاف حرف جارہ کے " یزیدھم من فضلہ " اور جو کچھ وہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے محض اپنے فضل و کرم اس کو اور زیادہ عطا فرماتا ہے اس کا عطف فعل مقدر پر ہے اب معنی یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے جواب دیتے ہیں یعنی اس کے حکم کے مطابق اس کی عبادت بجا لاتے ہیں اسی لئے ان کے استحقاق پر اپنے فضل و کرم سے ان کو زائد عطا فرماتا ہے اس کی تائید ذیل کی حکایت سے ہوتی ہے ۔

حکایت

حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہ سے مریدین نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بہت بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگتے ہیں لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے پھر وہ تمہاری دعا کو کیسے قبول فرمائے ۔ انہوں نے عرض کی وہ کیسے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " واللہ یدعوکم الی دارالسلام " اور فرمایا ہے " ویستجیب الذین آمنوا الخ " ان دو آیتوں میں فرمایا کہ اس کے بعض بندوں نے اس کی دعوت قبول فرمائی اسی لئے اپنے ان بعض بندوں کی دعا بھی قبول فرماتا ہے ۔

حکایت مذکورہ کا رد

بحر العلوم میں لکھا ہے کہ محدثین محققین نے اس جواب کو غیر پسندیدہ فرمایا ہے وہ اس لئے کہ حق صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے ۔ چنانچہ

(حدیث شریف) میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کی دعا تین امور سے خالی نہیں جاتی ۔

(۱) اس کے عوض اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ورنہ

(۲) دیر سے قبول ہوتی ہے ورنہ

(۳) قیامت میں اس کے اعمالنامے میں درج ہوتی ہے تاکہ درجات بلند ہوں) (رواہ النسائی ۔

(حدیث شریف[۲]) میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو پھر یا اسے فوراً مل جاتا ہے یا اس کے لئے ذخیرہ بنایا جاتا ہے ۔

(حدیث شریف[۳]) مومن کو ہر عمل پر ثواب عطا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مشقت جو اسے موت کے وقت ہوتی ہے اس سے بھی اجر پاتا ہے ۔

(حدیث شریف[۴]) اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے کسی بندے کو بلا کر فرمائے گا کہ تو نے میرے سے فلاں وقت دعا مانگی میں نے فوراً قبول کر لی کیا تجھے یاد ہے عرض کرے گا ہاں یا رب ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے میرے

سے فلاں وقت دعا مانگی تو میں نے قبول نہ کی لیکن میں نے اسے تیرے لیے عملنامہ میں درج کیا اور اس کا تجھے بہشت میں بہت بڑا اجر ملے گا۔ یہ سن کر آرزو کرے گا کاش دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوتی۔ (رواہ جابر رضی اللہ عنہ)

(حدیث شریف ۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے سخت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا اللہ اپنے اس عاجز بندے کی دعا قبول فرمائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چھوڑئیے میں اس کی پیاری صدا سے محبت کرتا ہوں جب بندہ دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لبیک میرا بندہ تو میرے سے مانگتا جا میں تجھے دیتا جاؤں تو میرے سے دعا مانگ میں تیری دعا قبول کروں گا اگر تیرا کام بنا دوں تو بھی ٹھیک ہے لیکن تیرے لئے افضل یہ ہے کہ تیری دعا کو آخرت کیلئے تیرا ذخیرہ بناؤں۔

(حدیث شریف ۶) جس کی دعا قبول ہوئی اسے کیسے کہا جائے کہ وہ اجابۃ سے محروم ہو گیا اس بارہ میں بے شمار احادیث ہیں[1]۔

فائدہ: ان جملہ روایات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مومن کی ہر دعا قبول فرماتا ہے اسے کسی دعا میں خائب و خاسر نہیں فرماتا اور وہ کیسے خائب و خاسر فرمائے جب اس سے نہ مانگا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔

(حدیث شریف ۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر ناراض ہوتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون کرتا ہے۔

صاحب روح البیان کا قطعی فیصلہ اور تائید اہلسنت وہابیہ کا رد!

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے بحر العلوم کے تمام دلائل بجا لیکن اختلاف اس میں یہ ہے کہ فوراً کس بندے کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اسمیں قطعی فیصلہ یہ ہے کہ مومن کامل و ولی اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی ہر دعا مستجاب ہے۔ یہ نہیں کہ ہر مومن کلمہ گو کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ بعض گناہ استجابۃ دعا سے مانع ہوتے ہیں اور بہت سے گنہگاروں کی دعائیں رد ہو جاتی ہیں بالخصوص جس کا لباس و خوراک حرام کا اور دل غافل و کاہل ہو اور اس شخص کی دعا بھی رد ہو جاتی ہے جس پر لوگوں کے مظالم و حقوق ہوں وغیرہ وغیرہ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] اس کے متعلق اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتاب "احسن الوعاء" مطالعہ کیجئے فقیر نے اس کا خلاصہ لکھا بنام "افضل الرجا" اسے پڑھیئے۔ اویسی غفرلہ

علیہ وسلم میرے لئے دُعا فرمائیے تاکہ میری ہر دُعا قبول ہو آپ نے فرمایا اور رہے سے حرام سے بچو تمہاری ہر دعا قبول ہو گی اس لئے کہ جس کے پیٹ میں ایک لقمہ حرام چلا گیا تو چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر ۲: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ راہ حق میں طویل سفر کرتے ہیں اور بال اجڑے اور بظاہر پریشان حال ہوتے ہیں۔ دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر عرض کرتے ہیں یا اللہ یا اللہ (یعنی میری دعا قبول فرمائیے) حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام اور اس کی غذا حرام پھر ایسے شخص کی دعا کیسے مستجاب ہو۔

حدیث نمبر ۳: ابو طالب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کے وقت فرمایا کہ لے چچا اگر تم میری اطاعت کرو تو میری اطاعت تیرے تابع ہوگی یہ اس لئے فرمایا کہ ابو طالب نے سوال کیا تیرا رب تیری کون سی بات مانتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: آیت میں بعض مفسرین نے زیادۃ سے شفاعت مراد لی ہے یعنی جس پر جہنم واجب ہو جائے گی اللہ والے نیک لوگ اس کی شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت قبول ہوگی یہ بھی ان کے اپنے اعمال پر ایک زائد شے عطا ہوئی ایسے ہی اسے دیدار الٰہی سے نوازا جائے گا اور بہشت کی نعمتیں عطا ہوں گی یہ بھی اعمال پر ایک زائد شے ہے اگرچہ بہشت کو عمل کے مقابلے میں مانا جائے کہ وہ بھی اعمال کی طرح مخلوق ہے لیکن دیدار الٰہی تو ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کی کوئی مثال ہی نہیں کیوں کہ وہ قدیم ذات ہے یہ بھی اس کا فضل و احسان ہے۔

فائدہ کشف الاسرار میں ہے کہ دیدار الٰہی محض اس کے فضل سے ہوگا وہ کسی طاعت وعبادت کا صلہ نہیں

حدیث شریف

میں ہے کہ جب بہشتی بہشت میں داخل ہوں گے تو انہیں ندا ہو گی کہ لے بہشتیو! رب تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے حجابات اٹھائے گا تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

حضرت شبلی کا نرالا وجد

منقول ہے کہ حضرت شبلی ایک وقت غلبۂ وجد میں کہہ رہے تھے یا اللہ قیامت میں سب کو اندھا کر دینا صرف میری آنکھیں کھلی رہیں تاکہ صرف میں ہی تجھے دیکھوں۔ ایک بار وجد میں کہہ رہے تھے یا اللہ شبلی کو قیامت میں اندھا بنا دینا کیوں کہ میرے جیسا تجھے کب دیکھنے کے قابل ہے۔ پہلے وجد میں غیرت کے مقام میں تھے کہ اپنے سوا کسی اور کو دیکھنے کے روادارانہ ہوئے اور بزرگوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑا مقام ہے ؎

از رشک تو پُر کنم دل و دیدۂ خویش

تا ایں تو نہ بیند و نہ آں را پیش

ترجمہ: میں دل و آنکھ کو آنسو سے پر کرتا ہوں تاکہ یہ نہ مجھے دیکھیں نہ کسی اور کو۔

فائدہ: جب اللہ تعالیٰ اپنا دیدار اپنے دوستوں کو عطا فرمائے گا تو اس کے جمال کا اپنا تقاضا ہوگا ورنہ بشر کو کب ایسا تقاضا ہو سکتا ہے کہ اس سے اس کا دیدار چاہے۔

تفسیر عالمانہ وللکافرین لھم عذاب شدید اور کافروں کے لئے عذاب شدید مزید ہوگا جیسا کہ اہلِ ایمان کے لئے ثواب کی زیادتی دلالت کرتی ہے کہ کافروں کے عذاب میں علاوہ ان کے اعمال کی سزا کے اور عذاب ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ کاشفی نے لکھا کہ ان کے لئے عذاب شدید ہوگا کہ انہیں حجابات مذمومہ میں مبتلا کیا جائے گا اور انہیں دائمی عذاب ہوگا۔ اور حجابات از دیدار الٰہی سے مذموم تر عذاب اور کوئی نہ ہوگا۔

ے جز آنکہ بندگنی در حجاب حرمانش ۔۔ ز ہیچ رنج تو مطلق دلم نتابد روئے

ترجمہ: کسی رنج سے میرا دل مطلقاً منہ نہ پھیرے گا ہاں وہ بڑا درد ہوگا کہ اسے دیدار سے محروم کر دے۔

(۲) تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تائبین کی توبہ قبول کرتا ہے اور جو توبہ نہیں کر سکا اس کے گناہ بخشے گا پھر ان سب کو بہشت میں داخل فرمائے گا اس سے قدرتی طور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سب کو بخشے گا تو پھر جہنم کیوں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ دوزخ کافروں کے لئے ہے پھر سوال ہوا کہ کافروں کو عذاب ہوگا تو پھر گنہگاروں کو کھلی چھٹی ہوگئی کہ وہ گناہ کرتے رہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ کافروں کو عذاب شدید ہوگا اور اہلِ ایمان گنہگاروں کو عذاب خفیف ہوگا اور اہلِ ایمان کو صیغۂ خطاب سے مخاطب کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی ہوگا لیکن شدید نہیں جو بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہ جہنم کے خوف سے اور نہ ہی بہشت کے طمع میں تو اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے اس بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے عاصی انسان ہمیشہ منکسر القلب ہوتا ہے جب اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں کی توبہ قبول فرماتا ہے تو آرزو کرے گا کہ کاش وہ عبادت کرتا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی بھی توبہ قبول فرماتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرا بندہ گھبرائیے نہیں اگرچہ تیرے ہاں طاعت نہ بھی ہو تب بھی اگر تو توبہ کرے گا تو تیری توبہ قبول ہوگی۔

تفسیر عالمانہ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق میں وسعت فرما دے لبغوا فی الارض" تو زمین پر بغاوت پھیلائیں گے اور گناہ کریں گے ہاں جسے اللہ تعالیٰ بچالے ورنہ عموماً ایسے ہوتا ہے کہ دنیا و دولت کی وسعت ظلم پر اکساتی ہے اس لئے کہ دولتمندی تکبر اور سرکشی اور فساد کو دعوت دیتی ہے البغی بمعنی الکبر اور بغاوت سے فساد کی طرف اشارہ کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بندے کی بغاوت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ کے حصول کے بعد اس سے آگے کی تحصیل کی جدوجہد کرے ایسے ہی ایک لباس سے اس سے اچھا لباس چاہے ایسے ہی ایک سواری کے بعد

اور بہتر سواری کی خواہش کرے۔

(نکتہ) بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر بندوں کو بافراغت رزق عطا فرمائے تو بندے فساد و بغاوت میں لگ جائیں اسی لئے انہیں کسب مال و دیگر مشاغل میں مشغول رکھتا ہے تاکہ فساد برپا نہ کریں ؎

ان الشباب والفراغ والجدۃ ∴ مفسدۃ للمرء ای مفسدہ

ترجمہ: بیشک جوانی فراغت اور دولت انسان کو بہت زیادہ خراب کرتے ہیں۔

فائدہ: یعنی امور مذکورہ بالا فساد کے اسباب ہیں اور فراغ کا بمعنی عدم الشغل ہے اور رزق کی وسعت پر بغاوۃ و فساد یہ بنائے اکثریت ہے ورنہ بہت سے غریب، مسکین اور فقیر ظالم اور سرکش ہوتے ہیں۔ ویسے یہ قدرتی بات ہے کہ فقیر و محتاج اور مسکین کو فقر و فاقہ عجز و انکسار اور تواضع کی طرف لے جاتا ہے اور دولتمندی سرکشی اور بغاوت پر اکساتی ہے اگر یہ قاعدہ عام ہوتا تو دنیا میں بغاوت و سرکشی عام ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اکثر دولتمندوں کو سرکش بنایا تو بعض کو منکسر و متواضع ایسے ہی اکثر فقراء و مساکین کو متواضع و منکسر بنایا تو بعض کو سرکش اور ظالم۔

ذوالنون مصری بہت بڑے مالدار فقیر اور درویش تھے

کاشفی نے لکھا کہ واقعی قاعدہ مذکورہ اکثریہ ہے اس لئے حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں بہت بڑے مالدار تھے لیکن ان سے ظلم و بغاوت کا صدور نہ ہوا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مال و دولت کی مثال بارش کی ہے کہ وہ برستی تو جگہ پر ہے لیکن زمین کی تاثیر سے مختلف قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ∴ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ترجمہ: بارش کی طاقت طبع سے کسی کو اختلاف نہیں لیکن باغ میں پھول اگتے ہیں اور شور زمین میں خس و خاشاک

فائدہ: چونکہ اکثر طبیعتوں میں ہوا و ہوس کا غلبہ ہوتا ہے اور صفات سبعی و بہیمی اسمیں پرورش پاتے ہیں اور ان کی پرورش کی طاقت و قوت کے سب سے بڑا اور قوی سبب مال دینا ہے اگر اللہ تعالیٰ سب پر مال و دولت کی فراوانی فرمادے تو تمام بندے باغی و طاغی ہو جائیں گے۔ اس دعویٰ کی دلیل اور عبرت کے لئے فرعون، ہامان، قارون اور ان جیسے اور بڑے سرکش کے حالات کافی ہیں۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے لئے مال و دولت سے زیادہ خطرہ ہے کہ وہ اس کی رونق اور رنگینی کو دیکھ کر اس کی محبت و عشق میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کی کثرت و فرت کے سیلاب میں بہہ جائیں گے۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

نفس را بدخو نباز و نعمت دنیا مکن
آب و نان و سیر کاہل میکند مزدور را ۔

ترجمہ : نفس کو دنیا کی ناز و نعمت کا خوگر بنا کر اسے بدخو نہ بنالیئے روٹی سیر ہو کر کھانا مزدور کو سست کرتا ہے ۔

"ولکن ینزل بقدر" قدر بمعنی اندازہ (کذا فی کشف الاسرار) اور کاشفی نے لکھا بمعنی تقدیر ازلی ہے اور القاموس میں ہے قدر بمعنی تقسیم ہے اور قیاس الشئ بالشئ کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ بحر العلوم میں ہے کہ یہ از باب ضرب و نصر ہر دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے اور (حدیث شریف) فان غم علیکم فاقدروا میں (بکسر الدال) پڑھنا چاہیے بضم الدال پڑھنا خطا ہے یعنی اگر گرد و غبار ہو تو مہینہ کے تیس دن مکمل کرو ۔ ما یشاء یعنی رزق اندازہ کے مطابق نازل فرماتا ہے جو چاہتا ہے یہ ینزل کا مفعول ہے ۔ انہ بعبادہ خبیر بصیر بے شک وہ اپنے بندوں کے پوشیدہ اور ظاہری امور کو جانتا ہے اسی لئے ان کے اندازہ کے مطابق انہیں رزق عطا فرماتا ہے کسی کو فقیر و محتاج بناتا ہے اور کسی کو غنی اور دولتمند ۔ کسی سے دولت روکتا ہے کسی کو کثرت و وفرت بخشتا ہے جیسے اس کی حکمت ربانیہ کا تقاضا ہوتا ہے ویسے فرماتا ہے اگر سب کو دولتمند بنا دے تو باغی و طاغی ہو جائیں اگر سب کو فقیر و مسکین بنا دے تو تباہ و برباد کر دے ۔

ولی اللہ کے بے ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جنگ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جبرئیل علیہ السلام اور وہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بھی میرے کسی ولی کی اہانت اور گستاخی اور بے ادبی کرتا ہے تو وہ میرے ساتھ جنگ کے لئے بالمقابل ہوا اور میں اپنے دوستوں کی نصرت اور مدد میں بہت زیادہ جلدی کرتا ہوں اور ان کے دشمن پر شیر نر سے بھی بہت زیادہ غضب ناک ہو جاتا ہوں اور میرا وہ بندہ جو فرائض کی ادائیگی کرتا ہے تو وہ میرے قریب ہو جاتا ہے اور قرب نوافل میں ترقی کرتے کرتے وہ بندہ میرا محبوب بن جاتا ہے جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کی آنکھ کان ہاتھ بن جاتا ہوں یعنی اسے میری طرف سے ہر معاملہ میں تائید ملتی ہے اگر میرے سے دعا مانگے تو قبول کرتا ہوں اور اگر میرے سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اگر اسے میرے کسی امر میں تردد ہوتا مثلاً روح قبض ہو جانے سے جی چراتا ہے اور میں اسے پریشان کرنا بھی نہیں چاہتا حالاں کہ اس کے لئے موت ضروری امر ہے (آخر موت کا شکار ہو ہی جاتا ہے لیکن ایسے طریقے سے کہ پھر وہ اسے خود چاہتا ہے (تفصیل گزری ہے)

بندوں کے احوال و انوار کے فوائد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بعض مومن بندے ایسے ہوتے ہیں جو خاص قسم کی عبادت کی توفیق چاہتے ہیں میں ان کے چاہنے پر توفیق نہیں بخشتا صرف اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ وہی عبادت کرے گا تو اس کے اندر عجب پیدا ہو جائے گا اور وہ اس کے لئے نقصان ہے۔ ایسے ہی میرے بعض بندے فقر و فاقہ سے گھبرا کر اس کے ازالہ کی دعا مانگتے ہیں لیکن مجھے علم ہے کہ اگر ان سے فقر و فاقہ زائل ہوا تو ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا (جیسے ثعلبہ کا حشر ہوا)۔ اسی لئے میں اسے فقیر و مسکین رکھتا ہوں ایسے ہی میرے بعض بندے ایسے ہوتے جو وہ بیماریوں سے تنگ ہو کر تندرستی اور صحت طلب کرتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ اسے تندرستی و صحت ایمان سے خارج کر دے گی اسی لئے اس کا بیمار و مریض ہونا بھلا۔ ایسے ہی بہت سے تندرست و باصحت رہنے میں جس کی عافیت ایمانی ہوتی ہے اسے بیمار و مریض نہیں کرتا تاکہ وہ بیماری و مرض سے تنگ ہو کر بے ایمان نہ مریں۔

چونکہ میں ان کے قلوب کے احوال بھی جانتا ہوں اور ان کے انجام کو بھی اسی بنا پر خبیر و بصیر ہونا صرف میری شان ہے اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اے اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے کہ دولت و غنا ہی بعض بندوں کے لئے ایمانی فائدہ ہوتا ہے اگر میرے لئے دولت و غنا مفید ہو تو مجھے اپنی رحمت سے فقر و فاقہ میں مبتلا نہ فرمانا۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں فقیر و درویش یعنی سالک کے قلب ضعیفہ کی طرف اشارہ ہے گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو فرماتا ہے کہ اے میرا بندہ تو اپنے فقر و فاقہ پہ راضی ہو ورنہ مجھے معلوم ہے کہ اگر تو دولتمند ہو جائے گا تو تیرے ایمان کی خیر نہیں بلکہ تو دنیا و دولت کے حصول کے بعد باغی اور طاغی ہو جائے گا اس لئے تیرے لئے فقر و فاقہ بہتر ہے۔ اس میں بندے کی فطرت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کا عاشق اور اس کے لئے حریص ہے اسی آیت میں اسے متنبہ کیا گیا تاکہ اس کے حرص و عشق سے دور رہے اور یقین کرے اگر اس کی آمدنی پیدا سے رزق میں وسعت دے دے تو ممکن ہے وہ بغاوت و شقاوت و فساد فی الارض کا سبب ہو اسی خیال سے اس کا حرص و عشق دنیا ڈھیلا پڑ جائے گا اس کے بعد تسلی دلائی کہ اگر بڑا دولتمند نہیں بناؤں گا تو رزق بالکل بند بھی نہیں کروں گا ہاں بندہ کے حال کے مطابق اسے رزق ملے گا ہی لیکن اتنا قدر جتنا اس کے لئے مفید ہو

شانِ نزول

مروی ہے کہ اصحاب صفہ نے فقر و فاقہ سے تنگ ہو کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رزق کی وسعت کا سوال کیا ان کے جواب میں یہی آیت نازل ہوئی خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی جب کہ ہم نے بنو قریظہ و نضیر و قینقاع کے اموال و اسباب کی کثرت

کو دیکھا تو آرزو کی کاش ہمیں بھی مال و دولت کی وسعت نصیب ہوتی تو ہم بھی ایسے ہی کاروبار کرتے اور فلاں فلاں ضروریات پوری کرتے اور غرباء و مساکین کی مدد کرتے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہی آیت نازل فرمائی۔

فائدہ: حضرت سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت مدنیہ ماننی پڑے گی اس میں پھر استثناء بھی کرنا پڑے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اہل عرب کے حق میں نازل ہوئی جب وہ خوشحال ہوتے تو لڑائی جھگڑے اور جنگوں میں لگ جاتے جب وہ قحط میں مبتلا ہوتے تو آب و دانہ کی تلاش میں پریشان ہو کر بارگاہ حق میں تفرع و زاری میں مصروف ہو جاتے۔ کسی شاعر نے ان کے لئے فرمایا ؎

قوم اذا بنت الربیع بارضہم ∴ نبتت عداوتہم مع البقل

ترجمہ: وہ قوم کہ جب ربیع ان کی زمین کو اگاتا ہے تو سبزی کے اگنے پر ان کی عداوت اُگتی ہے۔

تفسیر عالمانہ وھو الذی ینزل الغیث الغیث وہ بارش جو لوگوں کی قحط سے فریادرسی کرے یعنی ان کے لئے خوشحالی کا سبب بنے اسی لئے اس کا اطلاق نفع بخش بارش کے لئے ہوتا ہے کیونکہ بارش کبھی نقصان اور ضرر بھی پہنچاتی ہے ایسی بارش کو الغیث نہیں کہا جائے گا۔ المفردات میں امام راغب نے لکھا کہ غیث بارش کو اور غوث مدد کو کہتے ہیں۔ من بعد ما قنطو اس کے بعد جب ۔۔ اسی سے ناامید ہو گئے اس قید کی اگرچہ ضرورت نہیں اس لئے کہ نافع بارش کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے لیکن قید لگانے سے اس کی کمال نعمت کی تذکیر مطلوب ہے کیونکہ جو شے سخت مایوسی کے بعد میسر ہو اس سے بہت بڑی خوشی ہوتی ہے اور جس نعمت سے بہت خوشی محسوس ہو اس کے لئے بہت زیادہ شکر کیا جاتا ہے۔ وینشر اور پھیلاتا ہے "رحمۃ" اپنی رحمت یعنی بارش برسات و منافع جو جنگل اور آبادی اور پہاڑوں اور انگوریوں اور حیوانات اور انسانوں سب کو برابر نفع بخشتی ہے

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس سے شمس (سورج) مراد ہے یہ ایک علیحدہ نعمت کا ذکر ہوگا اس لئے کہ انسان کو جب مایوسی کے بعد جو بارش حاصل ہو اسی سے خوشی تو ہوتی ہے ہی لیکن جب حد سے زائد ہو تو پھر اسی سے نقصان اور ضرر کا خطرہ ہو جاتا ہے اسی اثناء میں اگر سورج نکل آئے اور بادل چھٹ جائیں تو خوشی کی انتہا نہیں ہوتی اسی لئے سورج کو بطور نعمت علیحدہ ذکر کرنا موزوں ہوگا۔ وھو الولی وہی مالک و مولیٰ ہے جو اپنے بندوں کیلئے احسان اور نشر رحمت کا متولی ہے کاشفی نے لکھا کہ وہی بندوں کا مہربان اور ان کے جملہ امور کا کارساز اور وہی ان پر احسان فرماتا اور بارش و رحمت برساتا ہے۔ ؎

تو از فشاندن تخم امید دست مدار ∴ کہ در کرم نکند از تو بہار امساک

ترجمہ: تو بیج ڈالنے میں امید سے ہاتھ نہ اٹھا اس لئے کہ وہ کھیتی میں تیرے لئے بہار کی کمی نہ کرے گا۔

الحمید وہ ایسی بڑی نعمتوں کے عطا کرنے کا مستحق ہے بعض نے فرمایا کہ ولی بمعنی متصرف بارش کا

متولی و متصرف کہ اسے بار بار بھیجتا ہے الحمید یعنی وہ ذات کہ جو اس کی اہل ہے کہ اس کی تعریف کیجائے کہ اس نے ایسی صنعتیں بنائیں اور اس میں کوئی قبح نہیں اور اس کا ہر کام حکمت سے خالی نہیں اور بارش بتاتی ہے کہ بندہ اس کا محتاج ہے اور ضرورت کے وقت بندہ مالک کو بہت یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی مضطر اور پریشان کی دعا قبول کرتا ہے۔

حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ قحط کا زور ہے اور بارش سے لوگ مایوس ہو چکے ہیں اب کیا ہوگا آپ نے فرمایا اب یقین کریں کہ بارش ہوگی ان کا مقصد یہی تھا کہ بارش سخت مایوسی کے بعد ضرور عطا ہوتی ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

چوں نباشد از تفرع شافعہ ــــ ۔۔ ــــ تا فزد د آید بلائے دافعہ

تشنہ باشی واللہ اعلم بالصواب ــــ ۔۔ ــــ تا سقاہم ربہم آید خطاب

ترجمہ: بلائیں نیچے اترتی ہیں دفع تب ہوں گی جب سفارش کنندہ زاری کرے۔

(تا ان کا رب انہیں پانی پلائے کا خطاب آئے پہلے پیاسہ ہو پھر پانی ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عرش کے نیچے دریا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس سے حیوانات کے رزق زمین پر نازل ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ رزق اتارنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس دریا کی طرف پیغام بھیجتا ہے اس سے رزق نیچے والے آسمان پر اُترتا ہے پھر اس کے نیچے والے پر یہاں تک کہ پہلے آسمان میں پہنچتا ہے اسے حکم فرماتا ہے ایک چھلنی بنالے وہ رزق اسی چھلنی میں آجاتا ہے پھر بارش کے ہر ایک قطرے کا ایک ایک فرشتہ زمین پر لاتا ہے وہ اسے وہاں آکر رکھتے ہیں جہاں انہیں حکم ہوتا ہے اور ہر قطرہ کا ایک وزن مقرر ہوتا ہے سوائے طوفان نوح علیہ السلام کے کہ اس میں بلا کیل و وزن بارش ہوئی تھی۔

(حدیث شریف ۱) مروی ہے کہ جس دن بارش ہوتی ہے اس سال کی بارش کے قطرات اور اوزان فرشتوں کو معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم کرایا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شہر اور فلاں فلاں دن یا رات یا اوقات میں اتنا مقدار میں بارش ہوگی۔

(حدیث شریف ۲) مروی ہے کہ ایک سال کی بارش دوسرے سال سے زائد یا کم نہیں ہوتی ہاں جب کسی علاقہ کے لوگ معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بارش دوسرے علاقہ میں برسا دیتا ہے جب دنیا کے لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو جنگلوں اور دریاؤں پر برساتا ہے۔

(حدیث شریف ۳) قدسی حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت

وعبادت کرتے ہے تو میں ان کو رات کے وقت بارش عطا کرتا رہوں گا اور سورج دن کو نکالتا رہوں گا اور نہ ہی انہیں بادل کی سخت گرج سناؤنگا۔

(ملفوظ:) حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خوف کرنے والا وہ نہیں جو آنسو بہاتا یا روتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا وہ خوش بخت ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امر سے رک جائے۔

(حدیث نمبر) میں ہے کہ چوبیس گھنٹے بارش برستی رہتی ہے وہ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے

فائدہ:

اس میں اشارہ ہے کہ اس کا ظاہری و باطنی فیض ہر وقت جاری ہے اگر ایسے نہ ہوتا تو کل کائنات فنا ہوجاتی۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ بندہ جب عجز و انکسار کرے تو اسے فیض ملتا ہے اگر نہایت ذلت کا مظاہرہ کرے تو اس کے باطن کو صفائی نصیب ہوتی ہے اور اس کے انس کے شمس کا کسوف دور ہٹ جاتا ہے اور حضور حق تعالیٰ کا بعد دور ہو کر اسے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے بلکہ تجلیات حق کو ظاہری آنکھ سے دیکھتا ہے اس کے سر (معنی بھید) پر رحمت کی بارش برستی ہے اور اپنے اصلی مقام کیطرف لوٹ آتا ہے اس کے قلب پر مشاہدۂ انس سے تر و تازہ گلاب اگتا ہے۔

فائدہ: عرائس البیان میں ہے ایسے حضرات کے لئے اپنے انوار جمال مکشوف فرماتا ہے اس کے بعد کہ جب وہ مقام قبض میں وجدانِ الٰہی سے نا اُمید ہوجاتے ہیں اور لطائف بسط قرب سے ان پر رحمت کی بارش برساتا ہے کیونکہ یہ حضرات اس کے محبوب اور پیارے اولیاء ہیں اور محتاجی اور فقر و فقیری سے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت ابن عطار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو خوف سے و رجاء سے تربیت فرماتا ہے۔ جب وہ اس سے طمع کرنے لگتے ہیں تو ان میں نا اُمیدی پیدا کر دیتا ہے پھر جب وہ بہت زیادہ مایوس ہوتے ہیں تو ان میں رحمت کی امید پیدا فرما دیتا ہے جب کسی بندے پر نا اُمیدی چھا جاتی ہے یہاں تک کہ مایوسی سے اس کا ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے تو اچانک اللہ تعالیٰ سے ایسی کشادگی کا سبب بنتا ہے جس سے اس کی تمام نا اُمیدی امید سے بدل جاتی ہے۔ اس کی دلیل آیۃ وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطو الخ ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کا بادل اپنے محبوب اولیاء کے قلوب پر نازل فرماتا ہے اس سے توبہ و انابۃ و مراقبہ و رعایت کا بیج پیدا ہوتا ہے ایسے قلوب پر ابر جود و بارانِ وجود برساتا ہے انہیں اس سے ان کا گل تر و تازہ کھلتا ہے یہاں تک کہ بندہ اپنی پہلی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ:

صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ قبض و بسط یکے بعد دیگرے اس لئے آتے ہیں تاکہ انسان نہ ہر وقت ہنستا ہے نہ ہر وقت روئے۔

حکایت صاحب روح البیان نے قدس سرہ نے فرمایا ایک سال عرب نے حاجیوں کو شام کے علاقہ میں لوٹا میں بھی ان حاجیوں کے ساتھ تھا میں قمیص وشلوار کے علاوہ تمام سامان چھوڑ کر منہ سامنے چل پڑا لیکن مجھے غیب سے آگاہ کیا گیا کہ دائیں جانب چلو میں دائیں جانب چلتا چلتا تھک گیا اور بھوک سے اتنا کمزور اور نڈھال ہو گیا کہ ایک ریت کے ٹیلے پر جان سے نا امید ہو کر گر پڑا اس وقت میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ تھا مجھے میرے کان میں یہ شعر سنایا گیا ؎

عسی الکرب الذی امسیت فیہ — یکون وراءہ فرج قریب

ترجمہ: دکھ کی شام ہونے پر اس کے آگے عنقریب کشادگی ہی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے سے وہ دُکھ درد ٹال دیا اور ایسی کشادگی کی کہ جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا بلکہ بیان نہ کیا جائے تو بہتر ہے وہی ولی حمید ہے۔

تفسیر عالمانہ ومن آیاتہ اور اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت میں سے ایک دلیل یہ ہے خلق السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور ان کے اندر کی مصنوعات کے عجائبات اس لئے کہ یہ اس کی ذات یا صفات کی مختلف شانیں ہیں حواشی سعدیہ میں ہے کہ اس میں علم کلام کے ان مسالک اربعہ کیطرف اشارہ ہے جن سے وجود صانع پر استدلال کیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے

یہ (۱) جواہر حادث ہیں

(۲) وہ ممکن ہیں۔

(۳) اعراض حادث اور جواہر کے ساتھ قائم ہیں

(۴) وہ بھی جواہر کی طرح ممکن ہیں

خلق السمٰوٰت الخ اضافۃ الی الموصوف کے قبیل سے ہے وما بث فیہما اس کا عطف السمٰوٰت پر ہے یا الخلق پر بث بمعنی فرق یعنی پھیلایا زمینوں اور آسمانوں میں

۔فائدہ: امام راغب نے کہا کہ البث بمعنی اثارۃ الشیٔ وتفریقہ یعنی شے کو پراگندہ اور متفرق کرنا مثلاً کہا جاتا ہے "بث الریح التراب" ہوا نے مٹی پھیلائی "وبث النفس ما انطوت علیہ من الغم والسرور" نفس نے اپنے اوپر غم وسرور کو پھیلایا آیت میں بث سے تخلیق کائنات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے کل کائنات معدوم تھی پھر عالم وجود میں آئی۔ من دابۃ ہر زندہ سے مسبب بولکر سبب مراد لیا گیا ہے دابۃ وہ شے جو زمین پر چلے یہ سبب ہے مجازاً اس سے نسب یعنی ہر وہ شے

جسمیں حیات ہو مراد لیا گیا ہے اس تقریر پر دابۃ بمعنی حیّ ہے اس معنی پر یہ لفظ ملائکہ کو بھی شامل ہوگا کیونکہ ملائکہ بھی ذو حرکت اور آسمان میں اڑنے والی مخلوق ہے اگرچہ وہ چلتے ہیں اڑتے بھی ہیں اور یہ بھی ہے کہ کہا جائے کہ دابّہ وہ ہے جو زمین پر چلے اس لئے کہ جو دو چیزوں میں سے ایک سے مخصوص ہو تو پھر ان دونوں کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے یخرج منھما اللولو والمرجان یہ دونوں نمک سے نکلتے ہیں لیکن ان ہیں دریاؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ملائکہ اڑتے ہیں تو چلتے بھی ہیں اس معنی پر انہیں دابّہ کہا جا سکتا ہے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرمائے جو وہاں چلتے رہیں جیسے زمین پر انسان چلتے ہیں جیسا کہ "ویخلق مالاتعلمون" سے معلوم ہوتا ہے۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتویں آسمان کے اوپر ایک دریا ہے جس کے اُوپر اور نیچے کا حصہ اتنا وسیع ہے جتنا آسمان و زمین کے مابین کی مسافت ہے اس کے اوپر آٹھ ملائکہ ہیں ان ہر ایک کے گھٹنوں اور پاؤں کی مسافت اتنا ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیانی مسافت ہے۔ اس کے اوپر عرشِ عظیم ہے۔

صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر صاحب روح البیان قدس سرہ کہتا ہے کہ ملائکہ کے مختلف احوال ہیں اور ان کی صورتیں بھی مختلف ہیں انہیں ایک حال اور صفت پر محصور نہیں کیا جا سکتا ان کے بعض چلتے ہیں اور بعض اڑتے ہیں انہیں اڑنے کی صفت سے موصوف کرنا ان کی قوت بازو کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اتنا تیز رفتار ہیں کہ تھوڑے سے عرصہ میں بڑی بڑی مسافتیں طے کر لیتے ہیں ان کے پروں کا ہونا ان کے پاؤں کے منافی نہیں اس لئے کہ وہ اڑتے بھی ہیں اور چلتے بھی ہیں وھو علی جمعھم اور وہ حساب کے بعد قیامت میں حشر اجسام پر "اذا یشاء" جس وقت چاہے گا "قدیر" قادر ہے وہ بہت بڑی قوت و طاقت والا ہے ھو مبتدا اور قدیر اس کی خبر ہے "علی جمعھم" قدیر کے متعلق ہے اور اذا قدیر سے منصوب نہیں بلکہ جمعھم سے ہے کیونکہ اسے قدیر کے متعلق کیا جائے تو معنی فاسد ہوتا ہے کیونکہ جمع مشیت سے مقید ہے نہ کہ قدرت سے اور لفظ اذ جب وقت کے معنی میں ہو تو وہ جیسے ماضی پر داخل ہوتا ہے ایسے ہی مضارع پر بھی قال اللہ تعالیٰ "واللیل اذا یغشیٰ" (قسم ہے رات کی جب ڈھانتی ہے)

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ سموٰت ارواح وارض اور جو کچھ ان کے اندر نفوس و قلوب پھیلائے ان کو آپس میں کوئی مناسبت نہیں کیونکہ ارواح و اجساد کو فنا کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے اس لئے کہ جسم اسفل السافلین میں اور روح اعلیٰ علیین میں ہے اور نفس کو شہوات حیوانیہ دنیویہ کی

طرف اور قلب کو شواہد روحانیہ اخرویہ ربانیہ کی طرف میلان ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے دینا احساس کی زینت کی طلب اور آخرت اور آخرت کے درجات کی طلب اور معرفت حق اور اس کے درجات کی طلب کے جمع کرنے کرنے پر جب چاہتا ہے قادر ہے۔

حشر کے اقسام

حشر کی قسم ہے
(۱) عوام کا حشر — قیامت میں قبور سے اجساد کا حشر

(۲) خواص کا حشر — ارواح اخرویہ کو قبور اجسام دینویہ سے حال حیات میں سیر و سلوک کے ساتھ عالم روحانیت کی طرف جمع کرنا کہ جس سے حجب ظلمانیہ جل کر راکھ ہو جائیں

(۳) اخص الخواص کا حشر — قبور روحانیہ سے حجب نورانیہ کو قطع کر کے اسرار کو قبور سے نکال کر عالم ہویت کی طرف لے جانا اس وقت انسان اپنے اصل کی طرف اختیار اور پسندیدہ رجوع کرتا ہے اور اپنے محبوب حقیقی کے ہاں جا پہنچتا ہے

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجتست ؛ چون روئے دوست ہست بصحرا چہ حاجتست

ترجمہ : خلوت گزین کو تماشا کی کیا ضرورت جب محبوب کا چہرا سامنے ہے تو پھر جنگل میں جانے کا کیا فائدہ۔

فائدہ :

نفس سے خروج اللہ تعالیٰ کی عنایت کے سوا ناممکن ہے اور اسلاف کا طریقہ تھا کہ وہ اصلاح نفوس اور اس کے تقاضوں اور خواہشات نفسانیہ کے قلع قمع کرنے میں بہت زیادہ جد و جہد کرتے تھے۔

حکایت

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیٹھ پر پانی کی مشک اٹھائے جا رہے تھے عرض کی گئی کہ کیا گھر میں پانی کی کمی ہے آپ نے فرمایا کہ پانی کی قلت تو نہیں لیکن نفس کی شرارت کا قلع قمع یونہی ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے جب دیکھا ہے کہ اطراف کے ملوک و سلاطین میرے زیر فرمان ہیں۔ اور مختلف بلاد سے وفود ملاقات کے لئے آرہے ہیں تو نفس کی سرکشی کا خطرہ ہے اسی لئے اسے پانی کی خدمت دے رہا ہوں

سبق

اس سے حضرت عمر نے سبق سمجھایا کہ بقا کا حصول ناممکن ہے جب تک نفس کو فنا نہ کیا جائے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی جناب کے ہاں پہنچنے کی توفیق بخشے (آمین)

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ
يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْ
اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ
الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ
عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا
مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ
كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ
وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ
شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى
الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ

الحق اولئك لهم عذاب اليم ○ ولمن صبر
وغفر ان ذلك لمن عزم الامور ○

ترجمہ:۔ اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے اور تم زمین میں قابو سے نہیں نکل سکتے اور نہ اللہ کے مقابل تمہارا کوئی دوست نہ مددگار اور اس کی نشانیوں سے ہیں دریا میں چلنے والیاں جیسے پہاڑیاں۔ وہ چاہے تو ہوا تھما دے کہ اس کی پیٹھ پر ٹھہری رہ جائیں۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کو یا انہیں تباہ کر دے لوگوں کے گناہوں کے سبب اور بہت کچھ معاف فرما دے۔ اور جان جائیں وہ جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ انہیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔ تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ جیتی دنیا میں برتنے کا ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو اور بیشک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں۔ مواخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور بیشک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

تفسیر عالمانہ

وما اصابکم ما شرطیہ ہے بعض کے نزدیک موصولہ مبتدا ہے اس کی خبر پر فا اسی لئے داخل ہے کہ وہ مشرط کے معنی کو متضمن ہے یعنی اے مؤمنو! جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہے من مصیبۃ کوئی بھی مصیبت از قسم درد و آلام اور بیماریاں اور قحط و خوف یہاں تک کہ جسم پر معمولی سی چوٹ اور قدم کی لغزش اور رگ پھڑکنا وغیرہ بدن میں یا مال میں اہل میں یا عیال میں اسمیں حدود علی المعاصی داخل ہیں جیسے "ویعفوعن کثیرہ" یہ وہ امور داخل ہیں جن پہ حد قائم نہیں ہوتی "فبما کسبت ایدیکم" تو وہ

تمہارے ان کے سبب سے ہیں جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔ ہاتھوں کی قید اس لئے ہے کہ اکثر امور انہی سے سرانجام پاتے ہیں باقی بہت کم امور دوسرے اعضاء سے ہوتے ہیں لیکن ان کے تابع کیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کی ہر مصیبت کا سبب اس کا خودکردہ گناہ ہے کم ازکم کسی نیکی سے کوتاہی بھی مصیبت کا سبب بن جاتی ہے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

ہر چہ بر تو آید از ظلماتِ غم ✤ آں ز بے باکی وگستا خیست ہم

ترجمہ: جو کچھ تجھ پر ظلمات غم آتی ہیں یہ تیری اپنی بے باکی اورگستاخی کی وجہ سے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تقدیر کو صرف دعا ہی ٹالتی ہے اور عمر کو نیکی ہی بڑھاتی ہے اور کبھی انسان گناہ کی شامت سے رزق سے محروم بھی ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اسی لئے ہم اہل سنت اللہ والوں کے پاس جاتے اور اُن سے دعا طلبی کرتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے بگڑی بن جاتی ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
اگر ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

چنانچہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ)

قولہ لا یرد الخ لان من جملۃ القضاء رد البلاء بالدعا فالدعا سبب لدفع البلاء جلب الرحمۃ کما ان الترس سبب لدفع السلاح والماء سبب لخروج النبات من الارض ص ۳۲۲ ج ۸۔

ترجمہ:۔ کیونکہ بہت سی بلائیں دعا سے رد ہو جاتی ہیں اس لئے کہ دعا دفع بلا اور رحمت کے کھینچنے کا سبب ہے جیسے ڈھال تلوار کو دفع کرتی ہے اور پانی زمین سے انگوری کو کھینچتا ہے۔

فائدہ: حضرت ضحاک نے فرمایا کہ بندے کا قرآن مجید کو پڑھ کر بھول جانا بھی کسی گناہ کے سبب سے ہوگا اور خود قرآن مجید کا بھولنا بھی ایک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے مقابلے کا اور کوئی گناہ نہیں اس کے بعد ہی آیۃ پڑھی ویعفو عن کثیر۔ اور وہ بہت سے گناہ بخش دیتا ہے اسی لئے ان پر سزا نہیں کرتا ورنہ اگر اس کی عفو و تجاوز اور چشم پوشی نہ ہوتی تو زمین پر کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں قلوب عباد و اہل مصائب کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر تمہیں گناہوں اور جرائم کی کوئی ایسی مصیبت پہنچے جو اخروی ابدی سزا کا موجب ہیں تو ہم نے ان کے مٹانے

کا سبب بھی بنایا ہے جس کا نام مصیبت ہے کہ دنیا فانی میں تمہیں اسمیں مبتلا کر کے تمہارے غلط کردار کا بدلہ بنایا جاتا ہے بلکہ تمہارے گناہ اس سے دھل جاتے ہیں اور مصیبت کے بعد تم گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔

فائدہ اگر کسی بندے پر مسلسل مصائب و تکالیف نازل ہوں تو وہ اپنے اندر جھانک کر دیکھے کہ اس سے کوئی ایسا گناہ تو نہیں ہوا جس کی وجہ سے میں اتنا مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہوا ہوں اگر یاد آجائے تو پھر اس پر معافی اور گریہ و زاری عمل میں لائے تاکہ اسے ان مصائب و تکالیف سے معافی نصیب ہو۔ یہاں تک کہ جتنا اپنے گناہوں اور جرائم کو یاد کر کے آنسو بہائے گا اتنا زائد لطف و کرم بڑھے گا۔

حکایت حضرت سلیمان درانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیوں جلد ز معاف کر دیتے ہیں جو ان کی مذمت یا ان پر ظلم و ستم کرتے ہیں انہوں نے فرمایا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس مصیبت میں گرفتار ہوئے اور یہ گرفتاری گناہوں کے ازالہ کے لئے تھی اس لئے ہم ان کے شکریہ میں ان کے ساتھ حسن و سلوک کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہی آیت پڑھی۔ وما انتم بمعجزین فی الارض اور تم ہیں عاجز کرنے والے نہیں یعنی تم گناہ کر کے ہم سے نکل کر کہیں جانے والے نہیں اگرچہ زمین کسی کونے میں جا کر چھپ جاؤ تب بھی ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے یعنی جب اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش یا تمہارے عذاب کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو تم اس سے کہیں نہیں نکل جاؤ گے اور نہ ہی اس کے عذاب کو روک سکو گے۔

حل لغات اہل لغت نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے۔ اعجزتہ فیہ بمعنی سبقتہ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی سے بھاگ کر اس سے صاف نکل جائے۔ تفسیر المناسبات میں ہے کہ جب کسی کو موت کے علاوہ اور کسی عذاب میں مبتلا کیا جاتا تب وہ سمجھتا کہ وہ عاجز ہے ورنہ موت سے پہلے کسی تکلیف نہ پہنچنے پر سمجھتا کہ وہ کسی کے قابو آنے والا نہیں اسی لئے فرمایا وما انتم الخ اور اس کے مخاطب جملہ اہل عرب وغیرہم ہیں یعنی اگر اللہ تمہیں بالکل مٹانے یا کسی اور مصیبت میں مبتلا کرنا چاہے تو تم اس سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ و انکم اور کیا ہے طاقت کہ مجتمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا کچھ کر سکو گے جب کثیر تعداد میں ہو کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے پھر تمہارا اتنا اس کا کیا کر سکتا ہے۔ "من دون اللہ" اللہ کے سوا کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو عظمت و کبریائی و عزت کے لحاظ سے ہر شئے کو محیط ہے "من ولی" جو تمہارے امور میں سے کسی شے کا متولی اور کفیل کار ہو ذاتی طور تمہیں مصائب سے بچائے "ولا نصیر" اور نہ تمہارا کوئی مددگار جو تمہارے سے عذاب ٹال دے۔

تفسیر صوفیانہ آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ جب کسی پر کوئی مصیبت یا تکلیف کا نزول ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑائے اور زاریاں اور گناہوں سے بکثرت استغفار کرے اور نفس کا محاسبہ کرے کہ ان مصائب و تکالیف کا موجب کونسا گناہ ہے یاد آنے پر توبہ کرے تاکہ نفس ایسی تباہی د

بربادی سے بچ جائے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اسی لئے پیدا فرمایا تاکہ اس کے سامنے اپنے عجز و انکسار کا اظہار کریں اور ہر وقت اسی کے سامنے اپنی حاجات اور ضروریات پیش کر کے اسی سے مانگیں اگر درد و شروع نہ ہوتا یعنی ہمیں شریعت پاک اگر ایسے راستے نہ بتاتی تو ہمیں اتنے بہت بڑے کمالات حاصل نہ ہوتے اور ایسی تنبیہات پر ہی انسان کے اندر امانت رکھے ہوئے جواہرات ظاہر ہوتے ہیں اور انسان میں ایسے طور پوشیدہ ہیں جیسے کھیتی میں بیج ڈالنے سے بہت بڑی کھیتیاں اور پودے اور اشجار و باغات پھل پھول اور بہترین اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب زمین پانی کی مار اور ہل و دیگر آلات کی ضربات اور سورج کی گرمی سر پہ اٹھاتی یعنی پہلے وہ مصائب و تکالیف کا نشانہ بنتی ہے پھر ایسے خزائن و گنجینے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی جب تک انسان کو دکھ اور درد و آلام اور مصائب و تکالیف نہ پہنچیں اسے معلومات الٰہیہ کے خزینے و گنجینے اور عجیب و غریب حکمتیں و مصلحتیں نصیب نہیں ہوتیں۔

فائدہ: امام واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن مجید آیات میں زیادہ رحمت سے زیادہ پر امید کرنے والی یہی آیت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے گناہ دو قسم کے بتائے ہیں بعض ایسے ہیں جن کا کفارہ مصائب و تکالیف بنتے ہیں اور بندے کو ان مصائب و تکالیف سے دنیا میں گناہوں سے پاک اور صاف کر دیتا ہے وہ ایسا کریم ہے کہ ایسے بندے سے قیامت میں گناہوں کے متعلق پوچھے گا تک نہیں اور یہ طریقہ صرف اہل ایمان کے ساتھ ہوتا ہے اور کافر کے لئے دنیا میں گناہوں کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ قیامت سے اس کے کفر کا پورا پورا حساب ہوگا۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ بندے کا گناہ کا ارتکاب اس پر قہر خداوندی و غضب الٰہی کی نشانی ہے اور گناہ کا مرتکب گناہ کے ارتکاب کے وقت سمجھے کہ اب میرے اور رب تعالیٰ کے درمیان حجابات آگئے پھر اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے تو گناہ مصائب و تکالیف دیکر معاف کرتا ہے ورنہ اسے اس کی گمراہی میں چند روز مہلت دیتا ہے۔

ازالۂ وہم: یہ مصائب و تکالیف عوام کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام اور اطفال و مجانین کو اس کلیہ میں نہ شامل کیا جائے بلکہ ان کے مصائب و تکالیف میں مبتلا ہونے کے اسباب اور ہوتے ہیں نہ کہ گناہوں کی وجہ سے ہاں عوام ایسی مصائب و تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیاء کرام وغیرہم محفوظ از گناہ ہیں

مسئلہ: آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کو مصائب و تکالیف پر صبر کرنے سے اجر عظیم عطا ہوتا ہے

حضور علیہ السلام کی سکرات بھی بعض امت کیلئے اجر و ثواب

حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے وقت بظاہر سکرات کی کرب

وتکلیف ان لوگوں کے اجر وثواب کے اضافہ کا سبب بنی جو آپ کے حال مبارک کا مشاہدہ کر رہے تھے کیونکہ حقیقت میں حضور علیہ السلام کو تو اس سکرات سے تکلیف کے بجائے استغراق ومشاہدہ تجلیات ربانیہ سے فرحت وسرور تھا لیکن دیکھنے والوں کو کرب وتکلیف محسوس ہوئی جس کی انہیں پریشانی لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ایسی پریشانی سے انہیں اجر وثواب سے نوازا۔

(**مسئلہ**) ایسے ہی اطفال ومجانین کی تکالیف سے ان کے متعلقین کو اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

(ابتلاء تین قسم ہے) (۱) کسی لغزش اور ظاہری خطا کی وجہ سے مصائب وتکالیف میں فوراً مبتلا کر دینا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ جب بی بی زلیخا نے آپ سے ارادہ کیا تو آپ کا اس کے بالمقابل اور ارادہ کر یا پھر قید خانے میں بادشاہ کے خادم کو کہنا اذکرنی عند ربک الخ تو پھر مزید چند سال قید میں رہنا۔ (۲) بندے کو اس لئے مصائب وتکالیف میں مبتلا کرنا تاکہ اس کے باطن کا راز عوام کے سامنے ظاہر ہو۔ پھر انہیں معلوم ہو کہ اس بندے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا بڑا مرتبہ ہے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب (۳) جس بندے کو مصائب وتکالیف میں مبتلا کیا جائے اس سے اس کی کرامت کا اظہار اور اپنی جناب میں اس کے قرب میں اضافہ جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ آپ سے باوجودیکہ کوئی خطا سرزد نہ ہوئی اور نہ کبھی اس کا ارادہ فرمایا لیکن باوجودیکہ آپ کو شہید کر کے آپ کا سر مبارک بنی اسرائیل کے باغی گروہ کے سپرد کیا گیا۔

فائدہ ، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دکھ اور تکلیف اور ہر آزمائش سے سلامت وعافیت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کما قال واسئل اللہ العافیۃ من کل بلیۃ میں اللہ تعالیٰ سے ہر آزمائش سے عافیت کا سوال کرتا ہوں اور عافیت سے بھی یہی مطلوب تھا کہ کوئی آزمائش نہ ہو اگر نازل ہو تو پھر اسے نفس کے سپرد نہ کیا جائے اور نہ ہی رسوائی ہو ہاں وہ اپنی نگرانی وحفاظت میں رکھے یا یہ سوال ہو کہ اس ابتلاء سے عافیت ہو جس میں شدت نہ ہو اس لئے کہ شدۃ کا نزول گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ابتلاء سے پناہ عافیت دیگی اور شدۃ گناہوں کے ازالہ سے دور ہوگی۔ یہی آیت وما اصابکم من مصیبۃ الخ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسرے مقام پہ فرمایا فلنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔

سبق عاقل پہ لازم ہے کہ وہ دنیا وآخرت میں عفو وعافیت کا سوال کرے اگر وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہو تو اس پہ صبر کرے تاکہ صبر پہ اجر نصیب ہو ہاں اس سے فکر کرے کہ اس کا سبب کوئی گناہ تو نہیں اس پہ اپنے حال کی صفائی کی کوشش کرے۔ اور اپنے انجام بخیر کیلئے جدوجہد کرے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ولم تدر ما یجری علی راس سمسم ۔۔ تری الناس دھنا فی القواریر صافیا

ترجمہ : لوگ صرف شیشی میں صاف تیل دیکھ رہے ہیں انہیں کیا خبر کہ تل کے بیچ بیچارے کے سر پہ کتنا غم کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

نخست در شکن تنگ ازاں مکاں گیرد ۔۔ شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت

ترجمہ : شکر میں کمال مٹھاس ہے لیکن اس نے یہ کمال بڑی ریاضت کے بعد حلاوت حاصل کی ہے پہلے تنگ دروازہ توڑ پھر اس کے بعد مکان کے اندر۔

اور فرمایا ؎

آری شود ولیک بخون جگر شود ۔۔ گویند سنگ لعل شود درمقام صبر

ترجمہ : کہتے ہیں کہ پتھر بھی لعل بنتا ہے تو صبر کا مقام طے کرنے سے ہاں یہ ہوسکتا ہے لیکن جگر کو خون کرنا پڑتا ہے۔

تفسیر عالمانہ

"ومن آیاتہ" اور اللہ تعالٰی کی وحدت وقدرت اور عظمت وحکمت کے دلائل سے ایک دلیل "الجوار" کشتیاں چلنے والی بھی ہیں۔ یہ دراصل الجواری تھا دال پر کسرہ کیوجہ سے یا گر گئی ہے "فی البحر" دریا میں "کالاعلام" پہاڑوں کی طرح یہ علم (بفتحتین) کی جمع ہے بمعنی جبل اور بلند شے اور اس سے مطلق پہاڑ مراد ہیں جن پر آگ ہو جن سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے یعنی وہ کشتیاں عظمت کے لحاظ سے پہاڑوں کی طرح ہیں۔ جوار جاریۃ کی جمع ہے بمعنی چلنے والی السفن کی صفت ہے اور السفن موصوف محذوف ہے اور فی البحر الجوار کے متعلق ہے اور اسی سے حال ہے اگرچہ وہ اسم جامد ہے اس لئے کہ کشتی کا اسم ہے اس نام سے بھی اسی لئے موسوم ہیں کہ وہ جاری ہوتی ہیں اور ہر دونوں اعتبار سے کالاعلام اسی سے حال ہے۔ "ان یشاء اللہ" اگر اللہ تعالٰی چاہے یہ شرط ہے اس کی جزاء یسکن الریح ہے وہ اس ہوا کو جو کشتیوں کو چلاتی ہے۔ ٹھہرادے فیظللن رواکد علی ظھرہٖ اس کا عطف یسکن پر اور ظل بمعنی صار ہے۔

حل لغات

اہل عرب "رکدت السفن" اس وقت کہتے ہیں جب کشتیاں چلنے سے رک جائیں یعنی وہ ہو جائیں ٹھہرنے والی بعد اس کے جب کہ وہ موافق ہواؤں سے چلتی تھیں یعنی پہلے خوشگوار ہواؤں کی وجہ سے چلتی تھیں لیکن اللہ تعالٰی چاہے تو انہیں چلنے سے روک دے اور وہ بالکل غیر متحرک ہو کر ٹھہری رہیں پھر جب کشتیاں چلنے سے رک جائیں تو کشتی سوار لوگ دریا کے گرداب سے سرگرداں اور پریشان ہو جائیں

"ان فی ذلک" بے شک اس میں جو مذکور ہوا کہ بعض اوقات کشتیاں چلتی ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے رک جاتی ہیں۔ " لآیات " بہت بڑی دلیلیں ہیں اور وہ شمار سے باہر ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مختلف شانوں پر دلالت کرتی ہیں " لکل صبار " ہر صبر کرنے والے کیلئے یعنی وہ لوگ جو طاعت الٰہی کی مشقتوں اور تکلیفوں پر بہت زیادہ صبر کرتے ہیں " شکور " اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بہت زیادہ شکر کرتے ہیں کہ اس کی ادائیگی میں ہر عضو کو اسکی طاعت و عبادت میں مشغول رکھتے ہیں جو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے

فائدہ ؛ کاشفی نے لکھا کہ اس سے وہ شکر گزار انسان مراد ہے جو کشتی میں تکلیف برداشت کرتے ہوئے صبر کرتا ہے اور کشتی پر دریا کو عبور کر کے شکر کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرنے پر صبر کرنے والا اور ہر نعمت پر شکر کرنے والا مراد ہو اس لئے کہ آنے والا مضمون اسی معنی کی تائید کرتا ہے خلاصہ یہ کہ مومن کامل کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر دی ہوئی تکلیف پر صبر اور ہر عطا کردہ نعمت پر شکر کرتا ہے اس لئے کہ ایمان کے دو جزو ہیں

(۱) معاصی سے بچنے پر صبر کرنا

(۲) ادائیگی واجبات کی توفیق پر شکر کرنا۔ " او یوبقھن بما کسبوا " اس کا عطف یسکن الخ پر ہے

حل لغات

اہل عرب کہتے ہیں اوبقہ بمعنی اھلکہ " اس نے اسے ہلاک کر ڈالا (قاموس) الایباق بمعنی ہلاک کرنا (تاج المصادر) اب معنی یہ ہوا کہ وہ کریم چاہے تو ہوا بند کر کے کشتیوں کو چلنے سے روک دے اور چھوڑ دے تو بعض کشتی سوار غرق ہو جائیں یہ اس کا عدل ہے اور چاہے تو ان پر ہلاکت و تباہی ڈالدے تاکہ دوسروں کو خوف خدا ہو اور وہ عبرت حاصل کریں یہاں پر کشتی سوار مراد ہیں کیوں کہ وہ کسی گناہ کے سبب سے غرق ہونے کا شکار ہوئے جیسا کہ اس کا قانون ہے آزمائش میں مبتلا کر کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے یہاں پر مضاف محذوف ہے یا مبالغہ ہے یہ تعلق حلول مجاز کشتیوں کا نام لیا گیا ہے۔

فائدہ ؛ سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا کہ آیت کو حقیقی معنی میں رکھنا بھی ممکن ہے یہ آیت۔ ما اصاب من مصیبۃ الخ کی طرح ہو گی اب معنی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کشتیوں کو ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے غرق کرتا ہے۔ ویعف عن کثیرۃ اور ان کے بہتوں کو معاف کرتا ہے اسی لئے ان کے اموال کو ہلاک نہیں کرتا۔ عفو کا اجراء اس لئے ہوا کہ لیسا اوقات کشتیوں کے غرق ہونے پر بعض مر جاتے ہیں تو انہیں اکثر یا بعض صحیح سالم بچ نکلتے ہیں ویعلم الذین یجادلون فی آیاتنا اس کا عطف علۃ مقدرہ پر ہے در اصل ینتقم منھم ویعلم الذین یکذبون الخ ان سے بدلہ لے تاکہ ظاہر کرے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات میں کون جھگڑتا اور ان کی تکذیب کرتا اور ان کے دفع کرنے کے لئے جد و جہد کرتا اور انہیں باطل کرنے کی سعی کرتا ہے جملہ مستانفہ کے طور یعلم کو مرفوع بھی پڑھا

گیا ہے اس کا عطف فعل مجزوم یا لیف پر بھی ہو سکتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ اگر چاہے تو بعض کو ہلاک کر دے اور بعض کو نجات دیدے اور ان کے بعض کو خوفزدہ فرمائے۔ ما لہم من محیص ان کے لئے عذاب سے بھاگنے کا کوئی چارہ نہیں یہ جملہ معلق بالفعل ہے یعنی جیسے انہیں کشتیوں سے ٹھہرنے کے وقت خلاص کا چارہ نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی ہوا کی بندش کے وقت کشتیوں کو غرق ہونے سے بچا سکتے تھے ایسے ہی قیامت میں عذاب الٰہی سے بھی بچ کر نکل نہیں سکیں گے۔ جس سے انہیں ماننا پڑے گا کہ مضر رساں اور نافع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اگر کسی شے میں ضرر و نفع کی تاثیر ہے تو وہ عارضی ہے اور وہ بھی اس کی پیدا کردہ ہے [1]

مسئلہ: کشتی کی سواری میں ہوا پر اعتماد نہ کیا جائے کہ وہ خوشگوار ہوگی تو کشتیاں چلیں گی یا اس کی رفتار صحیح ہوگی تو ہم دریا وغیرہ کو عبور کر لیں گے بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہو۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارات ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو غور و فکر کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے کہ دیکھو کشتیوں کا چلنا۔ رکنا سب اسی کے قبضہ میں ہے کہ چاہے کسی کو بسلامت پار لگائے چاہے ڈبو دے ایسے ہی حوادث و فتن کے وقت چاہے بندوں کو فنا کر دے چاہے سب کو بچا لے چاہے بعض کو موت دیدے اور بعض کو نجات بخشے اور بچ نکلنے والوں کو شکر کا موقع دیا تاکہ شکر کر کے مزید نعمت کے مستحق ہوں۔ (۲) جیسے خوشگوار ہواؤں سے کشتیاں چل کر دریا کے ساحل پر پہنچتی ہیں۔ ایسے ہی دنیا میں بعض لوگ کی ہمتیں ریح عنایت سے جاری ہو کر ساحل حضرت حق تک پہنچتی ہیں پھر جیسے بعض کشتیاں ہوا کی بندش سے رک جاتی ہیں ایسے ہی بعض قلوب فیوض و برکات رحمانی سے محروم ہو جاتے ہیں جیسے بعض کشتیاں دریا میں ڈوب جاتی ہیں ایسے ہی بعض نفوس دنیا میں مر جاتے ہیں (نعوذ باللہ) (۳) جیسے کشتیاں دریا میں خود نہیں چلتیں بلکہ انہیں چلانے والا چلاتا ہے اور اس چلانے والے کا کوئی اور چلانے والا ہے اور وہ ہے ذاتِ خداوندی اسی لئے ہواؤں پر بھروسہ نہ ہو اور نہ ہی کشتیوں پر بلکہ خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ ہو اگر کوئی ہوا یا ملاح پر سہارا کرتا ہے تو وہ مشرک فی الفعل اور حقائق امور سے جاہل ہے

(۴) صابر حقیقۃً وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور شاکر بھی وہی جسے شکر کی توفیق اللہ تعالیٰ سے عطا ہو کیوں کہ وہی صبور و شکور ہے

(۵) اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے حادث نہیں ہاں مخلوق کا علم حادث اور اللہ تعالیٰ کے علم کا محتاج اور اس سے متاخر ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے

---

[1] یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء علی نبینا علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تاثیر سے نفع و نقصان کا سبب ہیں۔ فافہم ولاتکن من الذاہبین

لئے فرمایا "ویعلم" الخ عاقل وہ ہے جس کی نگاہ انجام پر ہو اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے۔

ع در انتہائے کار خود از ابتداء ببیں

کام کو ابتداء کے بجائے انجام پر نگاہ رکھ۔

تفسیر عالمانہ

فما اوتیتم من شیٔ پس وہ چیزیں جنہیں تم چاہتے اور ان میں رغبت کرتے ہو جیسے مال ومعاش و اولاد) جو تم دیئے گئے ہو فمتاع الحیوۃ الدنیا تو یہ دنیا کا متاع ہیں ان میں سے نفع پاؤ لیکن جب تک زندہ ہو اور وہ بالکل قلیل مدت ہے اس کے بعد فنا ہی فنا ہے۔ ما موصولہ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اس لئے کہ جو اسباب ہمیں دیئے گئے ہیں یہ صرف دنیا میں نفع اٹھانے کا سبب ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ بندے کو اس نعمتیں حاصل ہوں ان پر شکر کرے اسی لئے اس کے جواب پر فاء داخل کی گئی ہے اور مبتداء مقدر ہے اس لئے کہ اس کا جواب جملہ ہوتا ہے۔ دوسرے جملہ میں مقصود کچھ اور ہے وما عند اللہ الخ میں خیریت و دوام کا اظہار مطلوب ہے بعض نے کہا کہ ما شرطیہ ہے لیکن وما اوتیتم الخ کا مفعول ثانی ہے اور اوتیتم بمعنی اعطیتم ہے اور ضمیر مخاطبین فاعل کے قائم مقام ہے اور ما کے اندر جو ابہام ہے من شیٔ میں اس کا بیان ہے وما عند اللہ اور وہ ثواب (جس کی طرف ابھی اشارہ ہوا) جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے خیر وہ ذاتی طور اچھا ہے اس لئے کہ اس میں نفع ہی نفع ہے اور یہ ما کی خبر ہے "وابقی" اور ہر زمانہ میں باقی رہنے والا ہے کہ نہ زائل ہوگا نہ فنا پائے گا۔ بخلاف دنیوی مال ومنال کے کہ یہ زائل بھی ہوگا اور فانی تو ہے ہی۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ دنیا ظلمت کدہ ہے اس میں اکثر قلوب ملاوٹ سے خالی نہیں کسی کو دنیوی کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ عارضی ہوتا ہے جو چند دنوں کے بعد زائل ہو جاتا ہے اور وہ خود بھی اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے ہاں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں یعنی وہ جو اس نے اپنے بندوں کو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اچھا اور باقی رہنے والا ہے اور یہ دنیوی مال واسباب تو قلیل اور فانی ہے بلکہ اس کے الطاف خفیہ و مقامات علیہ مواہب سنیہ بہتر اور باقی رہنے والے ہیں ان کا مقابلہ نہ دنیوی نعمتیں کر سکتی ہیں اور نہ اخروی۔

تفسیر عالمانہ

"للذین آمنوا" ان لوگوں کے لئے جو ایمان واسلام میں مخلص ہیں یہ ابقی کے متعلق ہے حواشی سعدیہ میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لام بیانیہ ہے یعنی بیان کیا گیا ہے کہ یہ نعمتیں جو خیر وابقی ہیں وہ ملیں گی کن کو۔ ابو اللیث نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ گویا کسی نے پوچھا کہ ان نعمتوں کا ثواب کسے ملے گا تو فرمایا "للذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون۔ اہل ایمان کے لئے جو اپنے رب تعالیٰ پر

بھروسہ کرتے ہیں انہیں غیر سے کسی قسم کا واسطہ نہیں یعنی ان کا توکل صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے انہیں جب بھی کوئی امر عارض ہوتا ہے تو وہ اسے صرف اپنے پروردگار کی طرف منسوب کرتے اور اسی پر سہارا کرتے ہیں۔

شانِ نزول

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا تو لوگوں نے آپ کو مطعون کیا ان کے جواب میں یہی آیت نازل ہوئی ؎

مستغرق کار خود چنانم کہ دگر پروائے

ملامت گر بے کارم نیست

ترجمہ: مجھے اپنے کام میں اتنا مصروفیت ہے کہ مجھے ملامت گر کا خیال تک نہیں۔

(فائدہ) آیت میں بتایا گیا ہے کہ آخرت کی نعمتوں کا مقابلہ دنیوی نعمتوں سے نہیں ہو سکتا لیکن وہ ہر ایک کو نہیں ملیں گی بلکہ ان کا مستحق وہ ہے جو ایمان و توکل کے صفات سے موصوف ہونے کے علاوہ آنے والے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے اس سے معلوم ہوا دنیوی نعمتوں و منفعتوں میں مومن وکافر برابر ہیں اور ہر دونوں برابر طور ان سے نفع پا سکتے ہیں جیسا کہ بوستان میں ہے ؎

ادیم زمین سفرۂ عام اوست ٭ برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

ترجمہ: روئے زمین اس کا عام دستر خوان ہے اس غنیمت کے دستر خوان پر دشمن و دوست یکساں ہیں۔

ہاں جب مومن آخرت میں حاضر ہو گا تو وہاں کی نعمتیں صرف مومن کو نصیب ہوں گی کافر محروم ہو گا۔

سبق

جو شخص یقین کرے گا کہ دنیوی نعمتوں کو فنا ہے اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور باقی رہنے والی تو وہ آخرت کو اختیار کرے گا دنیا کو چھوڑ دے گا لیکن یہ وہ فضل ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے عطا فرما دے۔

حکایت ہارون الرشید کے زاہد بیٹے کی

ہارون الرشید کا ایک بیٹا سولہ سال نوجوان دنیا کو ترک کر کے آخرت کا ہو گیا تنہائی میں زندگی بسر کرتا ایک دن ہارون الرشید اس سے گزرا اور اس کے ساتھ وزراء بھی تھے کہا اس لڑکے نے بادشاہ کو خوب رسوا کیا اب بادشاہ دوسرے بادشاہوں کے سامنے کیا منہ دکھائے گا ہارون الرشید نے بیٹے کو بلا کر کہا بیٹے تو نے یہ حالت اختیار کر کے مجھے خوب شرمسار کیا نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا منہ پھیر کر دیکھا ایک پرندہ دیوار پر بیٹھا تھا اسے کہا اے پرندہ اللہ تعالیٰ کے نام پر میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جا وہ پرندہ اڑ کر نوجوان کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا پھر فرمایا اپنی جگہ پر چلا جا وہ چلا گیا پھر کہا بادشاہ (ہارون الرشید) کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جا وہ پرندہ نہ آیا نوجوان نے کہا بابا تو نے ہی الٹا مجھے رسوا کیا میں اولیاء اللہ کے سامنے آپکی وجہ سے سخت شرمسار ہوں کہ آپ دنیا کی محبت

میں گرفتار ہیں اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آپ سے علیحدگی اختیار کر لوں یہ کہہ کر شہر سے باہر چلا گیا اور ساتھ ہی ایک انگشتری لے لی اور قرآن مجید بصرہ کا رخ کیا وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کرتا اور صرف یومیہ سوا درم لیتا تھا تاکہ روزی حلال کھا سکے۔

ابو عامر الواعظ بصری کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے اسے مزدوری کے لئے بلایا اس نے دس آدمیوں کا اکیلا کام سمیٹ لیا ایک ہاتھ میں گارہ لے کر دیوار پہ رکھتا اور پتھروں کو جوڑ کر دیوار تیار کر لیتا میں سمجھ گیا کہ یہ ولی اللہ ہے کہ ان کی غیبی مدد ہوتی ہے اسی طرح میں اسے دوسرے روز لڑکا مزدوری کے لئے لینے گیا تو دیکھا وہ بیمار پڑا ہے اور ایک ویرانے میں آرام کر رہا ہے مجھے دیکھ کر کہا ؎

یا صاحبی لا تغتر بتنعم ۔۔ فالعمر ینفلا و النعم یزدل

و اذا احملت الی القبور جنازۃ ۔۔ فاعلم بانک بعدھا محمول

ترجمہ : اے دوست نعمتوں پہ غرہ نہ ہونا عمر ختم ہو گی اور نعمتیں ہاتھ سے نکل جائیں گی ۔ جب تم جنازہ کو لیکر گورستان کو جاتے ہو یقین کر لو ایک دن تمہیں بھی اسی طرح اٹھائیں گے۔
پھر مجھے اس نے غسل کا کہا اور فرمایا کہ

مجھے اپنے اسی جبہ میں کفنانا میں نے کہا عزیز آپ کو نئے کپڑوں سے کفناؤں گا فرمایا اے ابو عامر کپڑے تو قبر میں گل سڑ جائیں گے البتہ اعمال باقی رہیں گے پھر فرمایا یہ میرا قرآن مجید اور انگشتری ہارون الرشید کو دینا اور کہنا کہ تیرا بیٹا مسافر کہتا تھا کہ غفلت کو چھوڑ دو ابو عامر کہتے ہیں میں نے انہیں نہلایا اور اسی طرح کفنایا جیسے اس کی وصیت تھی اور قرآن اور انگشتری ہارون الرشید کو سپرد کی اور جو اس نے کہا وہ پیغام پہنچایا ہارون الرشید سن کر رو پڑا اور کہا تو نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور جگر گوشہ سے کیا کام لیا میں نے کہا میں نے اس گارہ پتھر کے کام پہ لگایا ہارون الرشید نے کہا تجھے اس کی قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ بھی نہ آیا میں نے کہا مجھے علم نہ تھا ہارون الرشید نے پھر پوچھا کہ تو نے ہی اسے غسل دیا تھا میں نے کہا ہاں اس نے میرے ہاتھ چوم لئے اور سینے لگایا پھر وہ بیٹے کی قبر پہ آیا ۔ ابو عامر کہتے ہیں کہ میں نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا گزری کہا بہترین تخت پہ بیٹھا ہوں بہترین بستے والا مکان ہے میں نے کہا پھر کیا ہوا فرمایا میں جب اپنے پروردگار سے ملا اسے راضی پایا اور اس نے وہ انعامات دیئے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آ سکتا ہے اور اس نے قسم یاد فرمائی ہے کہ جو بھی میرے جیسا بندہ مر کر اس کے ہاں حاضر ہو گا اسے اسی طرح نوازوں گا۔

سبق تم جتنا نیکی کرو اللہ تعالیٰ کی دنیا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھ اور کان کا بدلہ بھی نہیں اتار سکتے تو پھر نیکی کر کے آخرت کی نجات کی کس طرح امید رکھتے ہو بس یہی عقیدہ رکھو کہ اس کے فضل و احسان سے نجات ملے گی اپنی نیکی کے گھمنڈ میں آکر ۔ کبھی خیال نہ کرنا کہ میں اپنی نیکی سے بخشا جاؤں گا۔

حکایت

ابن السماک رحمہ اللہ تعالیٰ کسی خلیفہ (بادشاہ وقت) کے ہاں تشریف لے گئے اس کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا اس سے پانی پی رہا تھا بادشاہ نے عرض کی مجھے کوئی پند ونصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا اگر یہی پانی جو تیرے اندر گیا باہر نہ نکلے سوا اس کے تو اسے اپنا تمام مال دیدے گیا تو مال دیکر یہی نکلوائے گا اس نے کہا واقعی سارا مال دیدوں گا آپ نے فرمایا پھر اس ملک کا کیا فائدہ جس کی قیمت پانی کا ایک گھونٹ ہو بلکہ یوں کہو کہ تمام روئے زمین سے پانی کا ایک گھونٹ بہتر ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ ایک سانس تمام روئے زمین کی شاہی سے بہتر ہے اس لئے کہ اگر یہ ایک گھڑی بھر بند ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے اگر یہ حمام گرم یا گہرے کنویں بند ہوں تو بھی موت واقع ہو گی۔

سبق

عاقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ادائیگی شکر میں ہر وقت عبادت وطاعت میں مصروف رہے اور افضل الطاعات توکل ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی حیلہ قوت وطاقت کو اپنے معاملات کا صرف سبب سمجھے اور حقیقی مسبب اللہ تعالیٰ کو مانے۔

ملفوظ جنید رضی اللہ عنہ

سیدنا جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقیقی توکل یہ ہے کہ اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بسر کرے ایسے جیسے مکمل وجود اس کے ساتھ تھا مقتضائے حال یہی امر ہے جیسے کسب علم کا مقتضا ہے۔

عالم و درویش کا حال

حضرت نوری قدس سرہ عبادت میں مشغول تھے ان کے ساتھ ایک عالم دین بھی شریک تھا حضرت نوری قدس سرہ بسر اوقات کے لئے لوگوں کے پس خوردہ جمع کرتے رہے لیکن کھانے کا وقت ہوا تو ایک سائل نے سوال کیا تو آپ نے اپنا کھانا سائل کو دیدیا۔ عالم دین نے درویش حضرت نوری قدس سرہ کو طعنہ دیا کہ ہم نے دنیا کو کچھ نہیں سمجھا اور ایک تم ہو کہ لوگوں کے پس خوردہ جمع کرنے میں لگے رہے اور وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا ہم علم کی شان وشوکت کی وجہ سے عوام میں پسندیدہ ہیں اور تم حقیر اور گرے ہوئے اگر تم بھی علم پڑھتے تو تمہاری بھی شان بلند ہوتی۔ حضرت نوری قدس سرہ خاموشی سے سنتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نوری قدس سرہ کے ہاں کسی امیر نے کھانا بھجوایا جسے دونوں نے مل کر کھایا حضرت نوری نے عالم دین سے فرمایا مولانا اگر آپ بھی توکل کا سبق سیکھیں تو آپ کو بھی ایسے کھانے مفت مل جائیں گے۔

سبق

یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب بندہ مقام شریعت میں طبیعت کی اصلاح کرے لیکن یہ اسوقت ہو گا جب توحید افعال میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین ہو۔

پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدر آ

کہ صفائی ندہد آب تراب آلود

ترجمہ: پاک و صاف ہو کر طبیعت کے کنویں سے باہر نکل وہ پانی صفائی نہیں دیگا جیسی مٹی کی ملاوٹ ہو۔

تفسیر عالمانہ

والذین محلا مجرور اسکا عطف الذین آمنوا پر ہے اور عطف الصفۃ علی الصفۃ کے قبیل سے ہے کیونکہ یہاں پر ایک ہی ذات مراد ہے اور صفات کے درمیان بھی عطف ہوتا ہے

"یجتنبون" الاجتناب بمعنی ایک طرف ہٹنا اور ترک کرنا "کبائر الاثم" الاثم بمعنی گناہ (قاموس) امام راغب نے لکھا کہ اثم و آثام وہ افعال جو ثواب سے دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واثم کبیر" یعنی جوا و شراب ایسے افعال سے انسان خیر و بھلائی سے دور ہوتا ہے اور کذب کو اثم کہنا ایسے ہے جیسے انسان کو حیوان کہا جاتا ہے یعنی جنس کا اطلاق نوع پر ہوتا ہے کیونکہ نوع جنس میں ہوتا ہے ایسے ہی کذب اثم میں ہے اور کبیرہ وہ ہے جس پر حد قائم کی جائے اور آخرت میں عذاب کا موجب ہے۔ المفردات میں ہے کہ کبیرہ وہ ہے جو گناہوں میں معروف ہوتا ہے جس کی سزا بہت بڑی ہوتی ہے اب معنی یہ ہوا کہ اس جنس کے بڑے گناہوں سے دور رہتے ہیں اور یہ اضافت بمعنی من ہے یعنی وہ کبیرے گناہ بھی گناہ کی ایک جنس ہیں اسی لئے کبائر الآثام نہیں فرمایا۔

(نکتہ) کبائر کو اثم کی طرف مضاف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ صغیرہ کی طرح نہیں ہے کہ جب کبائر سے اجتناب کیا جائے تو وہ بلا توبہ بخشے جاتے ہیں کما قال تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم (کذا فی کشف الاسرار) حمزہ و کسائی اور انکے بعض متبعین نے "کبیر الاثم" بصیغہ واحد پڑھا ہے انہوں نے اس سے کبائر کی جنس مراد لی ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے آیۃ ہذا کے کبائر الاثم اور مذکورہ بالا آیت "کبائر ما تنہون الخ" سے شرک مراد لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ہی بہت بڑا گناہ بنایا ہے۔ "کما قال" ان الشرک لظلم عظیم" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی فرمایا کہ کبیر الاثم شرک ہے۔

تردید از امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ترجیہ ضعیف ہے اس لئے کہ موصول کا صلہ آمنوا اس مفہوم کو رد کرتا ہے۔ صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رد صحیح نہیں اس لئے کہ ایمان اجتناب عن الشرک الجلی والخفی بلکہ صرف جلی شرک سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ریاء کو شرک خفی سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا اتقوا الشرک الاصغر یعنی شرک خفی سے بچو یعنی ریاء سے اس سے ثابت ہوا کہ بات وہی حق ہے جو ترجمان القرآن یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان دونوں آیتوں میں کبائر سے شرک مراد ہے۔

(ف) سوائے حمزہ وغیرہ باقی تمام قراء نے "کبائر الاثم" پڑھا ہے اس سے وہ تمام گناہ مراد لئے ہیں جو انسان کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں

تفصیل کبائر :- (۱) انہیں مطلقاً کفر و شرک بھی ہیں اگرچہ ایسا شخص بت پرستی نہ کرے

(۲) ناحق قتل کرنا خودکشی یا کسی اور کو

(۳) پاکدامن عورت پر بہتان تراشنا یعنی حرہ مکلفہ مسلمہ پاکدامن عورت کہ جسے اللہ تعالیٰ نے تبارکم سے محفوظ رکھا ہے

(۴) زنا یعنی غیر عورت کے ساتھ وطی کرنا وہ غیر جو ملکیت میں نہ ہو اور نہ شبہ سے وطی کی گئی ہو (تفصیل کتب فقہ میں ہے)

(مسئلہ) اگرچہ جانور سے وطی کرنا اور لواطت زنا نہیں لیکن گناہ کبیرہ اور ان کی سزا بھی بہت بڑی سخت ہے۔ نویں پارے میں ہم نے تفصیل لکھدی ہے (۵) سحر (جادو)

(مسئلہ) جس جادوگر (مرد ہو یا عورت) سے فساد برپا ہو اسے قتل کرنا چاہیئے

(۶) زمین پہ فساد برپا کرنا۔

(مسئلہ) اگر جادوگر وغیرہ کا فساد پھیلانا کفریہ امور سے ہو تو مرد ہو تو قتل کردینا چاہیے اگر عورت ہو تو اسے قید کرنا چاہیے اور ڈنڈے مارے جائیں یہاں تک کہ فساد برپا کرنے سے باز آجائے۔

(۷) یتیم کا مال کھانا اگر شرع کی اجازت ہو تو جائز ہے

کما قال تعالیٰ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن۔

(مسئلہ) قاضی شرع جو ہمارے دور ۱۳۹۸ھ میں یتامیٰ کے اموال تقسیم کی اجرت لیتے ہیں وہ جائز ہے (اور اب بھی ایسا جائز ہو گا اگر نظام مصطفیٰ کا اجراء ہو ۱۳۹۸ھ اویسی غفرلہ) بشرطیکہ قاضی وقت کو بیت المال سے اس کا متعلق وظیفہ نہ ملتا ہو۔ لیکن اس کی مقدار کا تقرر ہم نہیں کرسکتے جتنا جائز اور مناسب سمجھے کرسکتا ہے

(۸) والدین اگر مسلمان ہوں تو ان کی نافرمانی کرنا (ایسے ہی استاذ اور پیر و مرشد یہ اس وقت ہے جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کا موجب نہ ہو ورنہ نافرمانی نہ ہو گی کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ معصیۃ خالق میں کسی مخلوق کی طاعت نہ کی جائے۔

(مسئلہ) ماں باپ یا انہیں کافر و مشرک ہو تو ان کا حکم اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ "وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما" یعنی شرک و کفر و دیگر معاصی پر مجبور کریں تو ان کا کہنا نہ ماننا نافرمانی نہیں

(۹) حرم میں الحاد یعنی گناہ اور اس کی اشاعت اگرچہ صغیرہ ہو۔

مسئلہ حرم میں ایک کبیرہ کیا جائے تو اس کے دوگنا لکھے جاتے ہیں

(ف) بعض نے الحاد فی الحرم کا معنی لکھا ہے کہ اسیں لوگوں کو تعمیر سے روکنا اور تعمیر سے ادائیگی حج مراد ہے۔

(ف) یہی صحیح ہے اس لئے کہ صاحب روح البیان (۱۱۱۳ھ) کے زمانہ میں بہت بڑے ڈاکو حجاج کو لوٹ لیتے تھے لیکن انہیں کافر نہیں لیا جاتا تھا ہاں اگر وہ اسے حلال سمجھ کر ڈاکہ زنی کرتے ہیں تو کافر ہیں ورنہ کبیرہ گناہ کے مرتکب

(۱۰) سود کھانا ایسے ہی سود کی رقم کے منافع و فوائد حاصل کرنا ان کا کھانے سے تعلق ہو یا نہ۔ اور اسے کھانے سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ انسان کا بہت بڑے ضروریات کی بڑی ضرورت کھانا ہے۔

(۱۱) چوری۔

(ف) چوری کا نصاب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس درم یا ۳ر کی قیمت اور یہ نصاب بھی ہاتھ کاٹنے کے لئے ہے اور کسی میں عیب و نقص کے لئے دس درم سے کم کی چوری بھی کافی ہے اسی لئے دس درم سے کم کا چور غلام بیع میں معیوب شمار ہوتا ہے۔

(۱۲) شراب پینا

(۱۳) ڈاکہ زنی بالخصوص جسیں مال و دولت چھیننا بھی ہو اس لئے کہ یہ تو سرقہ سے بھی بڑھ کر ہے

(۱۴) جھوٹی قسم

(۱۴) جھوٹی گواہی

(۱۶) اللہ تعالیٰ پر بدگمانی

(۱۷) حب دنیا

(۱۸) اپنے والدین یا ان میں کسی ایک کو گالی دینا بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ بالواسطہ یہ ہے کہ وہ کسی کے ماں باپ کو گالی دے تو وہ اس کے ماں باپ کو دے

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی یہ تو ماں باپ کو گالی دینے سے بڑھکر ہے۔

(۲۰) شیخین یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا

مسئلہ ، قہستانی نے فرمایا کہ کسی ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ) کو گالی دینا کفر نہیں۔ (کذا فی خزانۃ المفتین وغیرہا) لیکن مجموعہ النوازل میں ہے کہ اگر کوئی شخص شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے اس سے قصاص نہ لیا جائے کیونکہ وہ کافر ہے اس لئے کہ انہیں گالی دینا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے۔ (اسی لئے ایسے کو قتل کیا جائے)

مسئلہ ختنین یعنی حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کو گالی دینا کفر نہیں۔ (الملاسی) لیکن یہ مسئلہ اس قاعدہ کے خلاف ہے کہ جب ایک عالم دین کو اس کی اہانت سے گالی دینا کفر ہے تو ختنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دینا کیوں کفر نہ ہو۔

مسئلہ، عالم دین سے علوم دینیہ کے پیشِ نظر مزاح کیا جائے تو ٹھٹھا مخول کرنے والے پر تعزیر ہے

(۲۱) صغیرہ کو بار بار کرنا کبیرہ بن جاتا ہے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بار بار کرنے سے صغیرہ نہیں رہتا بلکہ وہ کبیرہ بن جاتا ہے استغفار سے کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

فائدہ، حضرت امام علاؤالدین ترکستانی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی منظومہ میں فرمایا کہ کبائر ستر ہیں:

(۲۲) منجملہ انکے الغناء بالکسر والمد ہے کبھی اسے نقر سے بھی پڑھا جاتا ہے ابیات واشعار کو سے مخصوص طریقہ کے ساتھ بلند آواز سے گانا

سرود گانے کی تحقیق حضرت امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم میں لکھا کہ سرود گانے کی حرمت پر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف دلالت کرتی ہے وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی جب اپنی آواز اونچی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں مونڈھوں پر دو شیطان مقرر فرماتا ہے جو وہ اپنے دونوں گھٹنوں سے اس کا سینہ کوبی کرتے ہیں [۱]

ازالہ وہم بعض مشائخ نے فرمایا اس سے وہ گانا مراد ہے جس سے قلب میں وہ بات پیدا ہو جس سے شیطان کی مراد پوری ہوتی ہے (یہی حق ہے ورنہ ترنم سے اشعار خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنے البتہ مزامیر میں اختلاف ہے)

فائدہ، شیطان کی مراد شہوت نفسانی کا ابھارنا اور مخلوق میں کسی کی محبت کا دل میں خیال آنا اور اس سے دل کا لذت پانا۔

مسئلہ۔ جن اشعار سے شوق الی اللہ اور آخرت کی رغبت پیدا ہو وہ گانا سننا جائز ہے۔

(۲۳) ظلم

(۲۴) غیبۃ [۲]

(۲۵) کسی کے عیب کی تلاش و تجسس (۲۶) وزن و کیل میں کمی و زیادتی کرنا۔ (۲۷) تکبر

---

[۱] معلوم ہوا کہ سینہ کوبی شیطانی فعل ہے جو بفضلہ تعالیٰ شیعوں کے نصیب میں ہے اور وہ اسے بہترین عبادت سمجھتے ہیں ۱۲۔ا

[۲] اس کے لئے فقیر کا رسالہ "صیانۃ اللسان" پڑھئے۔

(۲۸) عجب

(۲۹) حسد

(۳۰) وعدہ پورا نہ کرنا

(۳۱) ہمسائیگاں کی عورتوں میں خیانت کرنا یعنی انہیں بری نگاہ سے دیکھنا وغیرہ

(۳۲) ترک نماز

(۳۳) ترک روزہ

(۳۴) ترک زکوٰۃ

(۳۵) ترک حج جب کہ استطاعت ہو اور راستہ بھی پُرامن ہو

(۳۶) قرآن بھلا دینا

(۳۷) گواہی چھپانا

(۳۸) قطع رحم،

(۳۹) دو شخصوں کے درمیان جھگڑا پیدا کرنا

(۴۰) غیر اللہ کی قسم کھانا

(۴۱) مخلوق کو سجدہ کرنا جیسے بُت کی پوجا۔

(۴۲) جمعہ ترک کرنا

(۴۳) جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنا

(۴۴) کسی مسلمان کو کیا کافر کہنا

(۴۵) ظالم حاکم کے ظلم کے متعلق ہاں سے ہاں ملانا۔

(۴۶) مشت زنی کرنا۔

حدیث شریف
مشت زنی کی مذمت

میں ہے کہ مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔ فائدہ مشت زنی یہ ہے کہ ذکر کو ہاتھ میں لے کر شہوت پوری کرنا (کذا فی شرح المنار لابن الملک) حضرت رہاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حدیث میں نے کتب حدیث میں نہیں دیکھی البتہ مشائخ نے کتب فقہ میں نقل کیا ہے۔

مسئلہ، حواشی بخاری میں ہے کہ مشت زنی حرام ہے اس کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے کما قال تعالیٰ

والذین ہم لفروجہم حافظون الی ان قال فاولئک ہم العادون بمعنی الظالمون یعنی حلال کے بجائے حرام کا ارتکاب کرنے والے

فائدہ : حضرت ابن جریح نے فرمایا میں نے حضرت عطاء سے سوال کیا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک قوم قیامت میں اٹھے گی جن کے ہاتھ گابھن ہوں گے میرا خیال ہے کہ یہ وہی مشت زن ہونگے انہوں نے فرمایا تمہارا گمان صحیح ہے۔

مسئلہ : حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بوقت ضرورت (جب کہ زنا کا خطرہ ہو) تو اپنی عورت یا اپنی لونڈی سے مشت زنی کرانا مباح ہے۔ ایسے ہی زنا سے خطرہ ہو تو خود بھی مشت زنی کرسکتا ہے (لیکن یہ اس وقت ہے جب زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو جائے اور اتنا قدر کہ تسکین شہوت ہو علوت بنا ڈالنے والا اسی طرح کا مجرم ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔

(۴۷) لوگوں کے عیوب بیان کرنا

(۴۸) عدل کے بغیر قصاص

(۴۹) تقسیم میں انصاف نہ کرنا

(۵۰) قسمت پر ترک شکر

(۵۱) لواطت

(۵۲) اپنی عورت کے ساتھ بحالت حیض جماع کرنا

(۵۳) مہنگائی سے خوش ہونا

(۵۴) اجنبی عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا

(۵۵) جانوروں کے ساتھ وطی کرنا۔

فائدہ : ایک جاہل بدبخت زہاد شہوت کی تسکین کے لئے جانوروں سے وطی کرتا تھا لیکن جب اس کی حرمت کا اسے علم ہوا تو توبہ کی۔

مسئلہ : نوادر ابی یوسف میں ہے کہ جس جانور سے وطی کی جائے اسے ذبح کیا جائے۔ اگر وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جلایا نہ جائے (حرامخوروں کو دیا جائے یا دفنایا جائے)

مسئلہ : اگر وہ جانور غیر کا ہو تو وطی کرنے والا اس کی قیمت جانور کے مالک کو اداکرے پھر اسے ذبح کرکے جلایا جائے۔ بعض فقہا نے کہا کہ اسے کھانا جائز ہے اگر وہ جانور ماکول اللحم ہو۔

مسئلہ : الاجناس میں ہے کہ ہمارے فقہا واحناف نے فرمایا کہ جس نے ایسے جانور کو ذبح کرکے جلانے کا حکم دیا ہے وہ اچھا کیا ہے اس لئے کہ ایسے فعل سے وہ جانور بالکلیہ حرام نہیں ہو جاتا (کذا فی خزانۃ الفتاوی)

(۵۶) کاہن کی تصدیق یعنی وہ شخص جو آنے والے حالات کی خبر دے اور دعویٰ کرسکے وہ مخفی اسرار کو جانتا اور غیب پر مطلع ہے (انبیاء و اولیاء مستثنیٰ ہیں)

(۵۷) شطرنج اور جوا (اور دیگر لہو ولعب کی بازی) کھیلنا۔

حدیث شریف میں ہے جو شطرنج اور نرد سے کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے خون میں ہاتھ ڈبوتا ہے

۔ فائدہ : شطرنج صد رنگ کا معرب ہے رنگ بمعنی حیلہ ومکر وفریب

اور نرد شیر ایک مشہور کھیل کا نام ہے اسے نرد بھی کہتے ہیں ۔

مسئلہ : صاحب الہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شطرنج ۔ نرد اور چودہ اور ہر بازی لہو ولعب مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اگر قمار بازی ہے تو اس کی حرمت نص سے ثابت ہے اگر بلا شرط ہے تب بھی عبث ہے اور ہر عبث فعل مکروہ ہوتا ہے

(۵۸) میت پر رونا موت پر رونے کی خواہش کرنا یا اس کے لئے دوسروں کو وصیت کرنا وغیرہ وغیرہ اس کا معنی یہ ہے کہ مرنے والے کے بلا وجہ فضائل بیان کرنا اور اس کے قبائح چھپانا ۵۹ ۔ مرنے پر رونے کی خواہش کرنا یا اس کے دوسروں کو وصیت کرنا وغیرہ وغیرہ (۶۰) طعام کا عیب ظاہر کرنا

(۶۱) لہو ولعب کی باتیں سننا ۔

حدیث شریف لہو ولعب کی باتیں سننا گناہ اور اس کے لئے بیٹھنا فسق اور اس سے لذت پانا کفر ہے ۔

(ف) یہاں لفظ کفر تہدیدی ہے ۔

مسئلہ : لہو ولعب کے آلات جیسے معازف، طنبور، مزار وغیرہا اپنے پاس رکھنا گناہ ہے اگرچہ انہیں استعمال بھی نہ کرے اس لئے ان کا رکھنا لہو ولعب کی رغبت دے گا

(۶۲) رباب وغیرہ پر رقص کرنا

(۶۳) کسی کے گھر بلا اجازت جانا

(۶۴) اسطرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا

(۶۵) حسین وجمیل بے ریش لڑکے کو شہوت سے دیکھنا

اس لئے کہ ایسا لڑکے کا حکم عورتوں جیسا ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر اسی لئے وارد ہے کہ ہر عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں لیکن بے ریش لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔

حکایت حضرت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ بہت بڑے حسین وشکیل تھے انہیں اپنے درس میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے پیچھے یا مسجد کے ستون کی اوٹ میں بٹھلاتے تاکہ آپ کی نظر اس پر نہ پڑے تاکہ خیانۃ العین کا جرم نہ ہو حالانکہ آپ کا تقویٰ عام مشہور تھا۔

مسئلہ البستان میں ہے کہ حسین و جمیل لڑکوں اور بے ریشوں اور غیر محرم عورت اور بے وقوفوں کے ساتھ بیٹھنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے سے ہیبت اور وقار میں فرق آجاتا ہے۔

حکایت کسی کو مرنے کے بعد دیکھا گیا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے ایک بے ریش کو غلط نگاہ سے دیکھا یہ اس کی سزا ہے اور جو ہر وقت اسے بغل میں دبائے رکھے یا اس سے لواطت کرے اس کا کیا حال ہو گا

(۶۶) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ترک

(۶۷) ظالموں سے نذرانہ اور عطیہ قبول کرنا۔

مسئلہ: فقہاء نے فرمایا کہ بادشاہوں کے عطیات ہر غنی و فقیر کو لینا جائز ہے جب یقین ہو کہ اس میں حرام کی ملاوٹ نہیں ہے حقیقت حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے باطنی امور کا اسے علم نہیں اگر دینے والا کہہ دے کہ اس میں حرام کی ملاوٹ نہیں تو لے لے۔

مسئلہ: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب انسان کا ظاہر حال مبنی بر نیکی ہو تو اس سے عطیات و صدقات کے قبول کرنے میں حرج نہیں ہے اس میں بحث و تحیص فضول ہے مثلاً کہے کہ زمانہ کے لوگوں کا حال فاسد ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ایسی بد گمانی الٹا گناہ ہے کیوں کہ مسلمان پر نیک گمان ہونا چاہیے۔

والفواحش اور برے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔

(حل لغات) الفواحش الفاحشۃ کی جمع ہے بمعنی القبیحہ یا قبیح میں حد سے بڑھی ہوئی برائی القاموس میں ہے الفاحشۃ بمعنی زنا اور گناہوں میں وہ گناہ جو قبیح ہیں

تشدید ... پر الفواحش کا الکبائر عطف البعض علی الکل کے قبیل سے ہوگا تاکہ اس کی شناعت و قباحت کی مزید مذمت ہو بعض نے کہا کبائر و فواحش ایک شے ہے صرف تفاسیر صفت کی وجہ سے عطف لایا گیا ہے گویا یوں کہا گیا کہ وہ لوگ ان معاصی سے بچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت برے اور عقلاً و شرعاً قبیح ہیں۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کبائر الاثم سے حب دنیا اور نفس کی خواہشات کی تابعداری اس لئے کہ یہ دونوں تمام جرائم و معاصی کی جڑ ہیں اور الفواحش بمعنی دنیا کی طلب میں مشغول ہونا اور اسے خواہشات نفسانی کی اتباع میں خرچ کرنا۔

تفسیر عالمانہ واذا ما غضبوا ھم یغفرون اذا ظرفیہ ہے اس کا عامل یغفرون ہے اور جملہ اسمیہ کا عطف صلہ یعنی یجتنبون پر ہے یہ عطف الاسمیۃ علی الفعلیۃ کے قبیل سے ہے اب عبارت یوں ہوں گی والذین یجتنبون وھم یغفرون یہاں اسے جملہ شرطیہ نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی جملہ اسمیہ کو اس کا جواب بنایا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس میں فاء نہیں اور ما اذ پر زائدہ ہے اگرچہ ما زائد اذا

شرطیہ (جب کہ زمانیہ ہو) پر داخل ہوتا ہے اور شرطیہ کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کا مضمون دوسرے مضمون پر مرتب ہو اسی لئے اس کے بعد فعل کا لانا موزوں ہوتا ہے کیونکہ فعل کے معنی کو شرط سے مناسبت ہوتی ہے اور اذا زمانیہ مستقبل پر داخل ہوتا ہے۔ اگرچہ ماضی پر بھی داخل ہو جیسا کہ علم نحو میں واضح طور لکھا گیا ہے۔

الغضب بمعنی انتقام کے ارادہ پر دل کے خون کا کھولنا اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا غضب سے بچو اس لئے کہ وہ ایک انگارہ ہے جو آگ کی طرح ابن آدم کے قلب میں جوش مارتا ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ غضب کے وقت اس کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں هم مبتدا اور یغفرون اس کی خبر ہے المغفرۃ بمعنی عفو و تجاوز و حلم اور غصہ پینا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ وہ لوگ عفو و تجاوز اور حوصلہ کرتے اور غصہ پیتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

وہ لوگ جب کسی پر ناراض ہوتے ہیں تو انوار قلوب روحانیہ ربانیہ سے غضب نفسانیہ کے پیالے پیتے اور صورۃ صفتہ شیطانیہ کو مٹاتے ہیں یعنی جب یہ لوگ کسی پر رنج ہوتے ہیں تو رنج ظاہر نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں زبان سے کچھ کہتے ہیں نہ ہی انہیں کوئی ایسی بات کرتے ہیں جو انہیں ناگوار گزرے بلکہ ان سے درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غضب کے وقت عفو مغفرت کا پہلو اختیار کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے اور پھر کسی پر غضب کرنے سے غضب زائل نہیں ہو جاتا بلکہ الٹا نقصان کا نشان بننا پڑتا ہے اور یہ اہل اللہ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ فاعل کی تقدیم بے ایسے ہی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ هم غضبوا کے فاعل کی تاکید ہے ایسے ہی یغفرون شرط کا جواب ماننا پڑے گا (کذا فی الحواشی السعدیہ) بعض مشائخ نے فرمایا کہ (علی ربهم یتوکلون میں) مقام رضا و توحید صفات اصلاح نفس سے ہوتی ہے جب کہ اسے کبائر الاثم و فواحش شرک و دیگر معاصی اور سیآت سے بچایا جائے ایسے ہی اسے غضب و دیگر جملہ رذیلہ صفات سے محفوظ رکھا جائے۔

حکایت

بعض انبیاء علیہم السلام کو منجانب اللہ حکم ہوا کہ کل صبح سویرے جو شے تمہیں ملے اسے کھاؤ دوسری کو چھپاؤ تیسری سے روگردانی کرو۔ صبح سویرے باہر تشریف لے گئے تو سب سے پہلے پہاڑ دیکھا بحکم خداوندی اسے کھانے کا ارادہ فرمایا تو وہ سیب بن گیا اور کھایا تو لذیذ ترین تھا اس کے بعد ایک سونے کا تھال پایا جب اسے چھپایا تو وہ اس سے نکل گیا اس کے بعد گوبر کا ڈھیر دیکھا اس سے روگردانی فرمائی آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی تفصیل چاہی تو جواب ملا کہ پہاڑ شدۃ وغضب تھا وہ انسان کو پہلے پہاڑ محسوس ہوتا ہے۔ صبر کرنے پر حلوے کی طرح محسوس ہوتا ہے ؎

تحمل نماید چو زہرت نخست ... ولی شہد گردد چو در طبع رست

ترجمہ : حوصلہ زہر نظر آتا ہے لیکن شہد ہو جاتا ہے اگر طبع میں رچ گیا۔
طشت یعنی تھال سے نیکیاں اور حسن حال مراد ہے اسے انسان جتنا چھپائے وہ ظاہر ہوتا ہے۔

~ اگر مسک خالص نداری مگو :: وگر ہست خود فاش گردد ببوی

ترجمہ : اگر مشک خالص تیرے پاس نہیں تو نہ کہہ کہ یہ ہے اگر ہے تو اس کی خوشبو خود ظاہر کر دیگی۔

اور گوبر کا ڈھیر دنیا تھی ~

جائے روح پاک علیین بود :: کرم باشد کش وطن سرگین بود

ترجمہ : پاک روح علیین سے آیا ہے۔ وہ کیڑا ہے اگر اس کا وطن گندگی (دنیا) ہے۔

تفسیر صوفیانہ اسمیں اشارہ ہے کہ اس استجابۃ سے ارجعی کے خطاب کا جواب مطلوب ہے اس لئے کہ یہ استجابت نفس کے ساتھ خاص ہے جب کہ سلوک کے منزل طے کرتے وقت اسے کہا جاتا ارجعی الی ربک الخ تو وہ اس خطاب کے مطابق منازل طے کرتا ہوا واصل باللہ ہوتا ہے۔

تفسیر عالمانہ (واقاموا الصلوۃ) اور یہ بھی انصار کی علامت ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے پنجوقتہ نماز مراد ہے اس لئے کہ وہ پانچوں نمازوں کو اپنے اوقات صحیحہ میں ادا کرتے تھے اور حرمین میں ساعات اللیل والنہار کا معمولی سا فرق ہے جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا۔

مسئلہ : علماء نے فرمایا کہ جو شخص مغرب و عشاء کا وقت نہ پاسکے تو اس سے یہ دونوں نمازیں معاف ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ بعض بلاد میں ادھر سورج غروب کرتا ہے تو ادھر صبح کا طلوع ہو جاتا ہے پھر ایسے بلاد میں مغرب و عشاء کا وقت کہاں۔

تفسیر عالمانہ (والذین استجابوا لربھم) (شان نزول) یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً قبول کیا اور تہ دل سے قبول کیا جیسا کہ استجابوا کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے۔

(ف) اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی بات ماننا درحقیقت بھیجنے والے کی بات ماننا ہے یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے تاکہ رسول علیہ السلام کی شرافت اور بزرگی پر تنبیہ ہو اور ظاہر ہے کہ استجابۃ ایمان کے حکم میں داخل ہے لیکن چونکہ ان دونوں معطوفوں کو صفت میں تغایر ہے اسی لئے عطف جائز ہوا۔

سوال : یہ آیت تو مدنیہ ہے اور حکم مکہ والوں کے لئے ہے۔

جواب : کہ بہت سے انصار قبل ہجرت مسلمان ہو چکے تھے اس لئے یہ ان کے لحاظ سے صحیح ہے۔

مسئلہ :۔ اس کی نظیر شرع میں موجود ہے مثلاً کسی کے دونوں ہاتھ یا پاؤں گٹوں تک کٹ جائیں تو اس کے لئے وضو کے تین فرض ہوں گے اس لئے کہ جو تھے فرض کا محل ہے ہی نہیں جب فرض وضو کا محل نہیں تو فرضیت کیسی۔

(**سوال**) یہاں صرف نماز کا بیان کیوں حالانکہ دیگر ارکان اسلام زکواۃ روزہ حج بھی تو ہیں۔

(**جواب**) چونکہ نماز اہم رکن ہے اسی سے ہی ایمان وکفر کا فرق معلوم ہوتا ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے وہ مومن ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا گویا وہ کافر ہے اور حدیث شریف میں تارک نماز کو ہادم الدین (دین کو ڈھانے والا) کہا گیا ہے اسی لئے اس کے ذکر پہ اکتفا کیا گیا ہے۔

(حدیث شریف م۱) میں ہے کہ قیامت میں بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر اس کا حساب صحیح ہوا تو وہ کامیاب ہو گیا ورنہ خسارہ ہی خسارہ۔

(حدیث شریف م۲) میں ہے بندے سے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز کا حساب پورا ہو تو کامیابی ہے ورنہ اس کی کمی نوافل سے ہوگی اگر نوافل سے پوری نہ ہوئی تو دوسری عبادات سے لیا جائے گا۔

وامرہم شوریٰ شوریٰ بروزن فتیا تشاوُر کے معنی میں مصدر ہے الشور سے ہے بمعنی اخراج (نکالنا) اس معنی سے اس لئے موسوم ہے کہ ہر دونوں مشورہ کرنے والے ایک دوسرے کے ما فی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ وہ لوگ آپس میں مشورے سے کام کرتے ہیں اپنی رائے پر نہیں چلتے بلکہ اکٹھے بیٹھ کر ایک دوسرے کی رائے سے رائے ملا کر جس بات پر رائے قائم ہوتی ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔

سوال : سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں مضاف محذوف کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ معنی خود ظاہر ہے یہ یہ کہنا کہ یہ عبارت دراصل "وامرہم ذوشوریٰ" تھی جیسا کہ صاحب روح البیان نے تفسیر کرتے ہوئے اسی طرح لکھا ہے۔

(**جواب**) مصدر مضاف صیغہ عموم سے ہے اس اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ ان کے جملہ امور شوریٰ ہیں اور یہ صحیح نہیں ہاں جب تک اس کی تاویل نہ کی جائے مثلاً کہا جائے کہ مصدر سے مبالغہ مطلوب ہے یا پھر لفظ ذو مضاف محذوف مانا جائے وہی ہم نے (صاحب روح البیان) کیا

فائدہ : انصار کا طریقہ یہ تھا کہ ہجرت سے پہلے اور بعد کو جب تک مشورہ نہ کرتے کوئی کام نہ کرتے یہ ان کی عظیم تدبر اور تفقہ فی الامور کی علامت ہے،

سے مشورت بدون صواب آمد ۔۔ درہمہ کار مشورت باید

ترجمہ : مشورہ اس کے لئے مبنی بر صواب ہے اسی لئے ہر کام میں مشورہ ضروری ہے

اسلام کیلئے ابوایوب انصاری کا گھر پہلا دارالمشورہ

تبین المعانی میں ہے کہ جب انصار نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اقدس کی خبر سنی تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھ کر اسلام کے قبول کرنے نہ کرنے کا مشورہ کیا اور عہد کیا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان کی بازی لگائیں گے

فائدہ: وہ اپنے مشورہ کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے تھے کیونکہ انہیں تقین تھا کہ حرفِ آخر صرف وحی کی شان ہے اور ان کا مشورہ ہر ایک سے نہیں بلکہ ان کے وہ حضرات جمع ہوتے تھے جو فقیہا دماغ اور ذورائے ہوتے تھے

مسئلہ: ہر کام کے لئے مشورہ ہونا چاہیے یا صرف امور دین کے لئے بعض نے اسے عام لکھا بعض نے صرف امور دینی پر منحصر فرمایا صحیح یہی ہے کہ ہر معاملہ مشورہ سے طے کیا جائے کیونکہ اسی میں برکت ہے

(ملفوظہ علی رضی اللہ عنہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کام بہت خوب ہے جو مشورہ سے ہو اور بڑی ہے وہ تیاری جسمیں ظلم ہو۔

نکتہ راز داری ایک سے اور مشورہ ہزاروں سے ہونا چاہیے اسی طرح ایک حکیم دانا نے فرمایا۔

استخارہ و مشورہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ استخارہ کے بعد مشورہ کر کے کام کیا جائے اس کام میں نقصان نہ ہوگا سکندر نے فرمایا کہ بہتر رائے اگرچہ معمولی انسان قائم کرے اسے ٹھکرانا نامناسب ہے اس لئے کہ موتی کیچڑ میں ہو تو اس کی حقیقت چھپ نہیں سکتی اسی لئے مشائخ نے فرمایا سب سے بڑا دانا وہ انسان ہے جو مشورہ پر عمل کرتا ہے لیکن عقل والوں سے مشورہ لینا چاہیے اور بہتر جانور کیوں نہ ہو تب بھی ڈنڈے کے بغیر سیدھا نہیں رہتا اور عورت کتنا پارسا کیوں نہ ہو شوہر کے بغیر نہیں رہنی چاہیے۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ مشائخ طریقت کا دامن (مرید ہونا) ضروری ہے۔ بالخصوص جو راہ ہدیٰ کا سالک ہے اس لئے کہ مشائخ کے مشورہ جات اور ان کی رہبری سے منازل آسانی سے طے ہوتے ہیں ورنہ نفس کے گھیرے اور خواہشات کے حملے اور شیطان کی شرارتوں سے نجات مشکل ہے۔ اسی لئے حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ جس کا کوئی استاذ (شیخ) نہیں اس کا استاذ شیطان ہے۔

تفسیر عالمانہ وممارزقناھم اور وہ اپنے اموال سے جو ہم نے انہیں دیا ینفقون خیر کی راہوں میں خرچ کرتے ہیں۔

(مسئلہ) کافر کی خیرات فی سبیل اللہ قبول نہیں اس لئے کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ اس کی خیرات کیسے قبول کرے گا اس کی ہر خیر اور بھلائی کو کفر گھیر لے گا

(نکتہ) اسے نماز سے جدا ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ نماز کے لئے مشاورتی اجتماعات بھی ہوتے تھے اسی لئے اسے درمیان میں لا کر پھر نماز کے قرین یعنی زکوٰۃ و انفاق کا ذکر فرمایا جیسا کہ دستورِ قرآن ہے۔

(نکتہ) سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا اس کی وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ تشاور (مشاورت) کو ان کے درمیان ذکر کرنے میں اس کی عظمت شان کو مزید بالا کرنا مطلوب ہے اور بتاتا ہے کہ وہ ایسے صاحب بصیرت تھے کہ اپنے امور مشاورتی طور سر انجام دیتے اور ان کا ایمان قبول کرنا ان کے اسی بصیرت کا نتیجہ ہے۔

فائدہ: آیۃ میں راہ حق میں خرچ کرنے اور توکل علی اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

حکایت

کسی نے ایک بزرگ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے ہاں لیجا کر ثابت کرنا چاہا کہ یہ فاسق و فاجر اور واجب القتل ہے اس بزرگ کو ان کی اس چال کا علم نہ تھا۔ ان کے ساتھ چلتے چلتے راستہ میں ایک ہوٹل والے سے ایک روٹی بطور قرض لے کر درویشوں فقیروں پر تقسیم کر دی جب اس بزرگ کو بادشاہ کی کچہری لیکر پہنچے تو اس کے فسق و فجور کے بجائے اس کے تقویٰ و طہارت اور نیکی اور بزرگی کی تعریف کی۔ اس کی زبان پر اس کی برائی کا ایک حرف بھی نہ نکل سکا۔

سبق

یہ اس صدقہ و خیرات کی برکت تھی۔

(حدیث شریف) حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے۔

(سبق) جب کھجور کا ایک ٹکڑا اتنی بڑی آگ سے بچا سکتا ہے تو روٹی کا بڑا ٹکڑا اس دنیوی چھوٹی آگ سے کیوں نہ بچا سکے گا۔

حدیث شریف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خفیہ طور صدقہ دینا اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو بجھاتا ہے اور قیامت میں سخت گرمی سے بچانے کے لئے صدقہ چھتری کا کام دے گا اور وہ اسی صدقہ کے سایہ کے نیچے آرام سے وقت بسر کرے گا یہاں تک کہ لوگ قیامت کے حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

زبان خویش باحسان تمتع بردار ٭ مشو چو گنج بنامی چو اژدہا قانع

ترجمہ: اپنے زمانہ میں احسان سے نفع اٹھا خزانہ کی طرح اژدہا کی رہائش گاہ نہ ہو۔

حکایت

حضرت [illegible] قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ زکوٰۃ کتنا قدر فرض ہے فرمایا عوام کے لئے چالیسواں حصہ لیکن خواص کے لئے گھر کا جملہ ساز و سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بلکہ سبب کو چھوڑ کر مسبب کی طرف متوجہ ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کس کا مذہب ہے آپ نے فرمایا یہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانی

مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نارون کل سے پہنچے پر اپنا تمام گھر کا اثاثہ راہ حق میں لٹا دیا۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی اتار کر فقراء کو دے دیئے۔ (اور خود درخت کے پتے اوڑھ لیئے) حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک خرقہ (بڑی چادر) بھیجی جسے وہ پہنکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام اسی لباس سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے جس طرح کا لباس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہن رکھا تھا حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ لباس کیوں۔ انہوں نے عرض کی نہ صرف میں بلکہ جملہ آسمانوں کے تمام ملائکہ کا یہی لباس ہے ہمیں حکم باری تعالیٰ ہوا کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا لباس پہنیں اس کے بعد عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو السلام علیکم کے بعد فرماتا ہے کہ آپ اپنے یار غار رضی اللہ عنہ سے فرمائیے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تو مجھ سے راضی ہے یا نہ میں تو تجھ سے بہت راضی ہوں (شیعہ غور کریں کہ یار غار کو خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے اور تم کیا کہتے ہو) (اور زہراء کو صدیق کی کتنا قدر ہے اور تم کیا کہتے ہو) (اضافہ اویسی غفرلہ)

سبق: اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ترک دنیا سے ہی رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے ایسے ہی ماسوی اللہ کا ترک سے وصال حق حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ: خرچ کرنا صرف مال پر منحصر نہیں بلکہ ہر نیکی اور نیک کام صدقہ ہے

حدیث شریف

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے۔

فائدہ: یعنی وہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صرف کی جائیں اموال ہوں یا اقوال و افعال لیکن بہترین نیکی ان واصلین کی ہے جو توحید و معرفت الٰہی حاصل کرتے ہیں اس لئے اموال کا انفاق اجسام کو فائدہ دیتا ہے لیکن معارف قلب و روح کو۔

شبلی قدس سرہ اور جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت شبلی ولایت کے درجات حاصل کرنے سے پہلے چوری چھپے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوتے ایک دن حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تمام دنیا کے نالائقوں اور بت پرستوں کو اللہ تعالیٰ فردوس اعلیٰ عطا فرمادے تب بھی اس کے فضل و کرم میں کوئی کمی نہیں حضرت شبلی نے سن کر زور سے روتے ہوئے نعرہ مارا اور کہا ان نالائقوں میں ایک میں ہوں۔ کیا اب اگر میں توبہ کر کے اس کے حضور میں حاضر ہو جاؤں تو مجھے بھی بخش دے گا آپ نے فرمایا کہ اے نوجوان موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے کتنا سال فرعون کو تبلیغ کی اور فرمایا کہ اگرچہ تو صدیوں اللہ تعالیٰ کا باغی رہا ہے اگر توبہ کرے تو تیری توبہ قبول ہو جائے گی اگر ایک بدبخت کے لئے بخشش کی امید کی جا سکتی ہے تو پھر موحد جان سوختہ کو کیوں نہ بخش دیا جائے گا یہ سن کر حضرت شبلی گھر آئے اور اپنا ساز و سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا اور پھر حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے

ہاں حاضر ہوئے اور عرض کی حضرت! اب مجھے کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا بازار میں جاکر بھیک مانگو۔ حضرت شبلی نے حکم بجا لایا اور بازار کی گداگری شروع کی اور پھر اس مقام پہ پہنچے جسے خدا جانتا ہے لیکن کسی کو ان کے حال کا علم نہ تھا ایک دن انہیں حضرت جنید نے بلوا کر فرمایا کہ فلاں حجرہ میں جاکر درد و الم کو سر پہ اٹھا کر حسرت کے آنسو بہانے چنانچہ تین سال مسلسل اسی اندوہ اور غم میں گزارے تین سال گزرنے پر ان پہ سکر (بے ہوشی) طاری ہوئی مست وار حجرے سے باہر نکلے ہاتھ میں چھرا لئے پھرتے اور کہتے تھے جس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اس کی گردن اڑا دوں گا حضرت جنید رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی آپ نے فرمایا اسے غیبی شربت کا گلاس پلایا گیا ہے اس سے مست ہوگیا ہے اسی لئے مستی میں ایسے کہہ رہا ہے جب اسے ہوش آئے گا ایسی بات ہرگز نہیں کہے گا ایک سال ان کی یہی حالت رہی اور اسے ایک حجرے میں بند کر دیا گیا ایک سال کے بعد دامن شکر سے بھر لیا اور گلی گلی کوچے کوچے اعلان کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا نام لے گا اسے شکر کھلاؤں گا اس کے بعد عشق کی مستی میں ہر وقت اللہ اللہ کہتے تھے حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر کہا اے ابوبکر (شبلی کی کنیت) اگر اللہ غائب ہے تو اسے یاد کیا کرنا اگر وہ حاضر ہے تو پھر اسے پکارنے کا کیا فائدہ بلکہ یہ تو کھلی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے حضرت شبلی خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اسے حمام میں لے جاکر نہلاؤ اور بال سنوارو انہیں مسجد شونیزیہ کی طرف لے جایا گیا۔ اس وقت حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے ہاں اسّی کے قریب مشائخ طریقت موجود تھے جیسے حضرت ابوالحسین نوری و حضرت ابو علی رودباری و حضرت سمنون المحب اور حضرت رویم بغدادی و جعفر خلدی وغیرہم قدست اسرارہم۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا اے مشائخ طریقت جیسے مجھے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے مجاہدہ کرایا میں نے اس نوجوان کو اسی طرح پایا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں اسے خرقۂ ولایت پہناؤں تاکہ دین متین میں اسے استقامت نصیب ہو۔ سب نے اجازت دی۔ اس پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے خرقۂ خلافت حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کو پہنایا۔

سبق: فقیر صاحب روح البیان قدس سرہ کہتا ہے کہ اس حکایت سے چند اسباق حاصل ہوئے۔

(۱) شبلی قدس سرہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت نصیب ہوئی کہ جیسے انہوں نے اپنا جملہ مال متاع راہ خدا میں لٹا دیا ایسے ہی انہوں نے کیا ؎

صائب حریف سیلیٔ باد خزاں نہ ‌ ‌ ‌ پیش از خزاں خود بفشاں برگ و بار را

ترجمہ: اے صائب تو سیلاب کا حریف ہے تو باد خزاں نہیں خزاں سے پہلے ہی اپنے سے پتے اور بوجھ جھاڑ دے

(۲) حضرت جنید نے اپنے معارف حضرت شبلی پہ نچھاور فرمائے اور انہیں خرقۂ خلافت عطا فرما کر وقت کا مرشد کامل بنا دیا کیونکہ اغنیاء کا طریقہ ہے کہ جہاں جائز مصرف دیکھتے ہیں وہاں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ حضرت حافظ

نے فرمایا ہے

ای صاحب کرامت شکرانہ سلامت ؎ روزے تفقدی کن درویش بے نوا را

ترجمہ : اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت یہی ہے کہ بے نوا درویش کے حالات کی خبر گیری کر۔

(۳) معلوم ہوا کہ ہر شخص پیر و مرشد نہیں بن جاتا جب تک سخت مجاہدہ و ریاضت عمل میں نہ لادے اور خرقۂ خلافت صرف اہل تجرد کو نصیب ہوتا ہے۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے

وصلش مجوی درا طلس شاہی کہ دوخت عشق ؎ ایں جامہ بہ تنے کہ نہان زیر ژندہ بود

ترجمہ : اس کا وصال اطلس شاہی میں تلاش نہ کر عشق کا لباس یہی ہے کہ جسم پر کپڑے ہوں لیکن باطن گدڑی سے ڈھانپا ہوا ہو۔

(۴) جیسے ہر شے کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہے ایسے انتہا بھی اللہ پر ہوتی ہے کما قال الا الی اللہ تصیر الامور اور فرمایا واللہ خیر وابقی اللہ تعالیٰ خیر اور باقی ہے۔ ع

ہر چند پو ید بہولے لو بہر سو حافظ

ترجمہ : تب تک حافظ خواہشات کی طرف دوڑتا رہے گا۔

اے اللہ ہماری آرزو ہے کہ ہم پر اپنے راستے آسان فرما۔

تفسیر عالمانہ

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون اس کا عطف ماقبل کے موصول پر ہے "الاصابۃ" بمعنی پہنچنا البغی بمعنی ظلم و تجاوز عن الحد ھُم کی تقدیم سے حصر اضافی مراد ہے۔ الانتصار بمعنی طلب النصرۃ (کذافی تاج المصادر) اب معنی یہ ہوا کہ اور وہ لوگ جب انہیں کسی ظالم سے ظلم یا کسی متجاوز عن الحد سے بغاوت پہنچتی ہے تو ان سے بدلا در آتنا قدر قصاص لیتے ہیں جتنا قدر ان کو اللہ تعالیٰ سے اجازت و رخصت ہے اس حد متعین سے متجاوز نہیں ہوتے اس میں مماثلت کی رعایت کرتے ہیں بخلاف ان کے غیروں کے کہ وہ ان کی طرح نہیں ہ

فائدہ : بطریق قصران دونوں وصفوں کی مخالفت مندفع ہوگئی۔

اس لئے کہ پہلے اوصاف امہات الفضائل سے تھے۔ مثلاً سخاوت و بیدار مغزی جو صلاب صرف شجاعت کا بیان ہے اسی لئے انہیں بغاوت اہل شوکت و اہل غلبہ سے پہنچتی تھی پھر یہ حد شرع پر انہیں منہ توڑ جواب دیتے وہ بھی صرف اس لئے کہ ان پر آئندہ فساق جرأت نہ کر سکیں اور نہ ہی انہیں وہ لوگ کمزور سمجھیں اسی لیے ان کی شجاعت اور دین حق میں ان کے تعصب کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی حضرت نخعی یہی آیت پڑھ کر فرماتے کہ اہل اسلام

کو یہ سخت ناگوار تھا کہ وہ نااہل لوگوں کے سامنے عاجز وکمزور متصور ہوں۔ شاعر نے کہا ہے

ولا یقیم علی ضیم یراد بہ ـــــ الا الاذلان عیر الحی والوتد

ھذا علی الخسف مربوط برمتہ ـــــ وذا یشج فلا یرثی لہ احد

ترجمہ: صرف دو ذلیل ترین چیزیں اپنی ذلت وخواری کی وجہ سے ہی ظالم کے ظلم سے صبر کرتی ہیں ایک گدھا جسے ایک پرانی رسی کے ساتھ جکڑا جاتا ہے دوسری میخ جس کے سر پر ہتھوڑا مارکر دیوار میں ٹھونسا جاتا ہے اس پر کسی کو رحم ہی نہیں آتا۔

اس بیت میں خبر دیگئی ہے کہ ظلم پر صبر کرنا اچھا نہیں اور سامعین کو ایسے صبر سے متنفر کرنا مطلوب ہے

(سوال) قاعدہ ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ کا ایک حکم ہے ادھر انہیں عفو ودرگزر سے موصوف کیا گیا اب ان کی بدلہ لینے والا کہا گیا مطابقت نہ رہی۔

(جواب) ہر ایک کا اپنا موقعہ ومحل ہے کہیں عفو ودرگزر مناسب ہوتا ہے تو کہیں بدلہ لینا موزوں ہوتا ہے مثلاً عاجز کے لئے حوصلہ اور باعزت لوگوں سے چشم پوشی افضل ہے لیکن ظالم اور بدگو اور بدزبان سے حوصلہ اور چشم پوشی بری بات ہے اس لئے کہ اس طرح سے اس کی بغاوت کے لئے جرات میں اضافہ ہوگا کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

اذا انت اکرمت الکریم ملکتہ ـــ ـــ وانت اکرمت اللئیم تمردا

فوضع الندا فی موضع السیف بالعلی ـــ ـــ مضر کوضع السیف فی موضع الندا

ترجمہ:۔ جب تم کریم پر احسان کرو تو وہ تمہارے کام آئے گا اگر نااہل پر کرم کرو تو وہ سرکشی کرے گا۔ بلندی والے سے احسان ہٹانا ایسے مضر ہے جیسے تلوار خالی جگہ پر رکھ دینا۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ عفو دو قسم ہے۔

(۱) جس عفو ودرگزر سے فتنہ ختم اور ظالم اپنے ظلم سے باز آجائے تو معافی موزوں ہے اس معنی پر آیات آپس میں متناقض نہیں۔

(۲) ظالم سے بدلہ لینا لیکن اتنا جتنا مرحق ہے تو یہ عین اطاعت ہے

(ف) بعض المالکیہ نے فرمایا کہ اہل ایمان دو قسم ہیں

(۱) اپنے پر ظلم کرنے والوں کو معاف کردیتے ہیں اسی لئے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا بیان فرمایا کما قال واذا ما غضبوا ھم یغفرون (اور جب انہیں ناراض کرتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں)

(۲) اپنے پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لیتے ہیں انہیں آیت ہذا میں بیان فرمایا۔

(ف) بعض بزرگوں نے فرمایا پہلی صفت خواص کی ہے دوسری عوام کی۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ اہل ایمان وہ ہیں کہ جب ان پر کافروں سے کوئی کا حملہ ہوتا ہے تو وہ ان سے بدلہ لیتے ہیں اس لئے کہ کفار سے بدلہ لینا فرض ہے اور ان سے جہاد کرنا ضروری اسمیں اشارہ ہے کہ ظالم ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بغاوت میں کامیابی نہیں ؎

ہر کہ از راہ بغی خیرے جست ۔۔۔ ظفر از راہ روعنان برتافت

ورظفر یافت منفعت نگرفت ۔۔۔ پس چنانست آں ظفر کہ تبافت

ترجمہ: جو بغاوت سے خیر کا طالب ہے ظفر اس سے منہ پھیر لے گی۔
اگرچہ ظفر حاصل ہو بھی تو اس سے کوئی نفع نہ ہو یوں سمجھو کہ اس نے ظفر پائی ہی نہیں۔

"وجزاء سیئة سیئة مثلها" کسی کو برائی کی سزا دو تو اتنا قدر جتنا اس کی برائی ہے یہ اس خصلت حمیدہ کا بیان ہے جو ابھی مذکور ہوئی کہ وہ لوگ حکم شرعی کے مطابق انتقام لیتے ہیں اور انتقام لینا بھی گویا خصلت حمیدہ ہے اس میں اشارہ ہے کہ جو کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرتا ہے وہ گویا اپنے ساتھ برائی کر رہا ہے کیوں کہ ہر فعل کی جزاء لازمی ہے اگر اچھی ہے تو اچھی جزا ورنہ سزا۔

(**مسئلہ**) اس سے ثابت ہوا کہ دوسرے پر زیادتی گناہ ہے۔

(سوال) جب انتقام لینا اچھا فعل اور حمیدہ خصلت ہے تو پھر اسے سیئہ سے کیوں تعبیر کیا گیا۔

(جواب) چونکہ اس کے بالمقابل فعل سیئہ ہے اسی مشاکلت سے اسے بھی سیئہ کہا گیا ورنہ وہ سیئہ جو حسنہ کے بالمقابل ہو یقیناً سیئہ ہوتی ہے۔ مشاکلت کی مثال فان عاقبتم فعاقبوا الخ ہے اب معنی یہ ہوا کہ اگر کوئی تمہیں برائی پہنچاتا ہے تو تم بھی اتنا قدر اسے برائی پہنچاؤ اس پر تعدی نہ کرو۔ حضرت حسن (البصری) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مثلاً کسی نے تمہیں کہا لعنک اللہ واخزاک اللہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت یا تمہیں اللہ رسوا کرے تو تم بھی صرف لعنک اللہ واخزاک اللہ کہو۔ یا اگر تمہیں گالی دی تو تم بھی اسے ویسی گالی دو جس میں حد کا اجراء نہ ہوتا ہو مثلاً اسے زانی یا ایسا کلمہ کہو جو انسانی اخلاق سے گرا ہوا ہو اسی لئے کذب وبہتان کے الفاظ مقابلہ میں نہ لائے جائیں۔

(**مسئلہ**) التنویر میں ہے کہ کسی نے کسی کو کہا "یا زانی" اس نے اس کے جواب میں کہا "یا زانی" دونوں پر حد ہے بخلاف اس کے کہ وہ کہے یا خبیث اس نے اس کے جواب میں کہا تو بھی خبیث ہے اگر پہلی صورت میں حد نہ ہو تب بھی مقدمہ قاضی (حاکم) کے ہاں پیش ضرور ہو تاکہ وہ قائلین کو سرزنش کرے۔

مسئلہ بعض فقہاء نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کی خیانت اور دھوکہ کیا اس نے اس کے مال سے چوری چھپی اس کا مال لے لیا یا دھوکے کے طور لیا جس کا اسے علم نہ ہوا تو جائز ہے۔ بعض نے کہا کہ بعض فقہاء سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ مراد ہیں ور ان کی دلیل میں وہ حدیث پیش کی جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ زوجہ ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مال سے اتنا قدر اس کی بےخبری میں لے سکتی ہے جتنا تجھے اور تیری اولاد کو کفایت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی چیز بلا اجازت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے (کذا ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ) فمن عفا تو جس نے برائی کو معاف کرکے اس سے انتقام نہ لیا اور اسے اپنا مسلمان بھائی سمجھ کر معاف کر دیا "واصلح" اور اپنے دشمن یعنی برائی کرنے والے سے درگزر کرکے اس سے چشم پوشی کی حواشی سعدیہ میں ہے کہ یہ فا تعزیعیہ ہے یعنی جب جزا میں مماثلت ضروری ہے حالانکہ وہ بہت مشکل معاملہ ہے تو معاف کرنا تو بطریق اولیٰ مشکل ہے ایسے ہی اصلاح بھی بشرطیکہ وہ شخص اصلاح کے لائق ہو یعنی پھر وہ بغاوت پہ اصرار نہیں کرے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ بندہ کسی دوسرے کو معافی دے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے دو فاجرہ علی اللہ تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے مبہم طریقہ سے بیان کیا گیا تاکہ اس کی عظمت پر تنبیہہ ہو دو انہ لا یحب الظالمین بے شک اللہ تعالیٰ ظالمین یعنی ابتداءً برائی کرنے والے اور حد سے زائد برائی کی سزا دینے والے کو یہ استئناف تعلیلی ہے اور جزاء الخ متعلق ہے۔ اور "فمن عفا الخ" جملہ معترضہ ہے یعنی مجازات کو عام مشروع اور مساوات کو مشروط اس لئے کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

(شان نزول اور شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ انہیں ایک منافق نے گالی دی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب نہ دیا اور حضور علیہ السلام خاموشی کے ساتھ نہ صرف سنتے رہے بلکہ آپ تبسم بھی فرماتے ہے ایک گالی کا جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منافق کو دیا تو حضور علیہ السلام اٹھ کر چل دیئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک وہ مجھے گالی دیتا رہا آپ بیٹھے رہے جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ چل دیئے اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا جب آپ کو منافق گالی دیتا تھا اس کا جواب فرشتہ دیتا تھا جب آپ نے خود گالی کا جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا اور جس مجلس میں شیطان ہو میں اس مجلس میں نہیں بیٹھتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی فمن عفا واصلح الخ۔

(حدیث شریف) میں ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلان ہوگا معاف کرنے والے کہاں ہیں آؤ

اللہ تعالیٰ کے ہاں چلیں اور اپنی اجر و ثواب حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لگایا تھا کہ معاف کرنے والوں کو بہشت میں داخل فرمائے سہ

عفو از گناہ سیرت اہل فتوت ست ::. بے حلم و عفو کار فتوت تمام نیست

ترجمہ ، گناہ معاف کرنا اہلِ فتوت کا طریقہ۔ حوصلہ و معافی کے بغیر فتوت کا کام نا تمام ہے۔

(حدیث شریف ۲) حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں جملہ مخلوق کو جمع کرکے فرمائے گا کہ اہلِ فضل کہاں ہیں اس پر تمام مخلوق سے چند ایک اٹھیں گے اور بہشت کی طرف چل پڑیں گے ان کا استقبال ملائکہ کریں گے اور عرض کریں گے تم کون ہو جو بہشت میں سبقت کرکے جا رہے ہو وہ کہیں گے ہم اہلِ فضل ہیں وہ کہیں گے اہلِ فضل کا کیا مطلب وہ کہیں گے جب ہم پر ظلم کیا جاتا تو صبر کرتے اور جب ہم پر برائی کی جاتی تو ہم معاف کر دیتے اور جب ہمارے ساتھ جھگڑا ہوتا تو ہم حوصلہ کرتے وہ فرمائیں گے تو بہشت میں جاؤ یہ تمہارا حق ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اسمیں ان ارباب قلوب کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو وہ اپنے ظالم نفس سے بدلہ لیتے ہیں یعنی انہیں میدان مخالفت سے روکتے ہیں اور جو نفس سے برائی کا صدور ہوتا ہے یعنی وہ حرص و شہوت و غضب و بخل و بزدلی و حسد و کبر کا اظہار کرتا ہے تو قلب اس سے انتقام لیتی ہے کہ اس کی ان شرارتوں کا علاج کرتی ہے اسی لئے علاج بالاضداد مفید ہوتا ہے لیکن ریاضت میں ڈالتے وقت اس پر حد سے تجاوز نہیں رہتا اس لئے کہ نفس کا بھی حق ہوتا ہے جو ریاضت و جہاد نفس میں حد سے متجاوز نہیں ہوتا بلکہ علاج کے ساتھ اصلاح پر اس کو معاف کر دینا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے کہ وہ اسے اچھے اوصاف سے موصوف کرتا ہے مثلاً اسے عفو کی قدرت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عفو سے محبت کرتا ہے اور اپنے بندے کو معاف کرنے والا بنا کر اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا یعنی وہ ظالم جو شدت ریاضت بر نفس کے بجائے اسے معاف کر دیتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

ولمن انتصر بعد ظلمہ، یہ لام ابتدائیہ ہے من شرطیہ ہے اسی لئے کہ اس کے جواب میں فا واقع ہے یا موصولہ ہے اور فا اس لئے داخل ہے کہ اسے شرط سے مشابہت ہے ظلمہ مصدر مضاف الی المفعول ہے بمعنی بعد ما ظُلِمَ اور بعض قرأتوں کو اسی طرح پڑھا گیا ہے اور ضمیروں کی تذکیر لفظ مَن کی وجہ سے ہے اب معنی یہ ہوا کہ اور وہ شخص جس نے ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ لے لیا حقوق مالیہ سے یا جنس بعینہ لی اگر موجود تھی جیسا کہ احناف کا مذہب ہے یا جنس ختم تھی لیکن اس کا عوض لے لیا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے — فاولئک پس وہ بدلہ لینے والے۔ یہ اشارہ مَن

کی طرف ہے اس کی جمع باعتبار من کے معنی کے لحاظ سے ہے ما علیھم من سبیل ان پر کوئی عتاب اور سزا وغیرہ نہیں کیوں کہ انہیں ظالم سے بدلہ لینا مباح تھا اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہے۔ السبیل وہ راستہ جسے آسانی سے طے کیا جا سکے

فائدہ: آیت میں اشارہ ہے کہ سابق مضمون سے جو انتصار سے ممانعت ثابت ہوتی تھی اسی میں اباحت کا حکم صادر کیا گیا انما السبیل علی الذین یظلمون الناس بے شک گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یعنی ان پر ابتداءً ضرر پہنچاتے ہیں۔ یا بدلہ لینے میں حد سے متجاوز ہوتے ہیں۔ ویبغون فی الارض بغیر الحق اور زمین پر ناحق فساد برپا کرتے ہیں سرکشی سے لوگوں پر تجاوز کرتے ہیں۔ اولٰئک وہ لوگ جو ظلم کرتے اور ناحق فساد برپا کرتے ہیں۔ لھم عذاب الیم بسبب ظلم و بغاوت کا ان کے لئے دردناک عذاب ہے "ولمن صبر" اور جو ظلم پر صبر کرتا ہے یہ لام ابتدائیہ اور من موصولہ ہے" وغفر اور ظالم کو معاف کر دیتا ہے اور اس سے بدلہ نہیں لیتا بلکہ اپنے معاملہ اللہ تعالیٰ کو سپرد کرتا ہے۔

ملفوظ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جزع فزع صبر سے زیادہ تکلیف دہ ہے

در حوادث بصبر کوش کہ صبر
برضائے خدائے مقرونست

ترجمہ: حوادث میں صبر کی کوشش کر اس لئے صبر رضائے الٰہی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

ان ذلک یہاں منہ محذوف ہے اس لئے کہ عائد الی المبتدا کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ یہ نہایت ظاہر امر ہے اس اعتبار سے اسے محذوف کر کے قرینہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی جیسے "السمن منوان" میں محذوف ہے۔

(ف) حضرت سعدی مفتی مرحوم نے اپنی حواشی میں فرمایا کہ کبھی راجع کی تقدیر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اس لئے کہ ذلک کا اشارہ مظلوم کے صبر کی طرف ہے نہ کہ مطلق صبر کی طرف اور اسم اشارہ ضمیر کو بھی متضمن ہوتا ہے۔

سوال: یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ فعل زمانہ اور مطلق حدث پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ نحویوں کو معلوم ہے اور فعل میں ضمیر کا ارجاع ضروری ہوتا ہے۔

جواب: یہ قاعدہ بجا لیکن اس کا سند مَن نُسے کی طرف تمہارے سوال کا جواب ہے۔

لمن عزم الامور ان امور سے ہے جن کا عزم واجب ہے کہ بندہ اس امر کو اپنے اوپر واجب سمجھے اس لئے کہ وہ ایسے امور سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود ہیں العزم بمعنی دل کا اس کام کو سرانجام دینا ضروری ہو اور عزیمہ پختہ معاملہ (کذا فی المفردات) یعنی اہم ترین امر در حقیقت صبر جوانمردوں کا کام ہے کہ وہ ہر وقت ظلم و جفا پر صبر کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

جفا خوریم و ملامت کشیم و خوش باشیم ⁂ کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

ترجمہ: ظلم اٹھایا ملامت اٹھائی اس لئے ہم خوش ہیں کیوں کہ ہماری طریقت میں رنج پہنچانا کفر ہے۔

فائدہ: برہان القرآن میں ہے کہ یہاں پر لمن عزم الامور اور لقمان میں بھی فرمایا من عزم الامور اس لئے کہ صبر دو قسم ہے

(۱) ناگوار امر پر صبر کرنا یعنی کسی کے اپنے اوپر ظلم کرنے سے صبر کرنا یا اس کے عزیز کو قتل کر دے

(۲) اس کا کوئی فوت ہو جائے پہلا دوسرے سے زیادہ سخت ہے اس پر صبر کرنے کو عزم کہا جاتا ہے

اس آیت میں قسم اول ہے اس لئے یہاں لام تاکید کے ساتھ بیان فرمایا

آیۂ لقمان دوسری قسم ہے اس لئے اس میں لام تاکیدی نہیں ہے۔ اور یہ اس قسم سے بھی ہے کہ معاف کر دینے سے شر اور فساد برپا نہیں ہوتا جیسا کہ ولمن صبر وغفر سے اشارہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: عفو مندوب ہے۔ یہ نہیں کہ بدلہ لینے سے اسے گناہ ہو۔ اس لئے کہ بعض مقامات پر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کہ وہاں ترک عفو مندوب ہوتا ہے وہ جب کہ بغاوت وعدہ اذی کا قلع قمع مقصود ہو۔

حکایت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں کسی نے کسی کو گالی دی جسے گالی دی گئیں وہ غصہ کو پی گیا لیکن اسے پسینہ آگیا اور پسینہ پونچھتا ہوا یہی آیت پڑھتا تھا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس جوان نے آیت کو سمجھا ورنہ بہت سے جاہلوں نے آیۃ کے معنی ضائع کر دیا ہے یعنی ایسے مواقع پر غصہ نہیں پیتے۔

ملفوظ ابو سعید خراز

حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ نے فرمایا کہ تکالیف و مصائب اور ناگوار امور پر صبر کرنا انتباہ کی علامت ہے یعنی جو ناگوار امر پر صبر کرتا ہے اور جزع فزع نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رضا عطا فرمائے گا اور صوفیاء کے نزدیک رضائے الٰہی کا حصول بزرگ ترین امور میں سے ہے۔ اور جو شخص صبر نہیں کرتا بلکہ جزع فزع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نفس کے سپرد کر دیتا ہے پھر اسے شکوہ شکایت بھی کوئی فائدہ نہ دے گی۔

نسخہ روحانی

بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص تکالیف وغیرہ پر اتنا صبر کرتا ہے کہ کسی کے سامنے شکایت بھی نہیں کرتا بلکہ اپنے مخالف کو معاف کر دیتا ہے تو اس پر نفس کا کسی قسم کا دعویٰ نہ رہے گا بلکہ دنیا و آخرت میں اپنے جملہ دعاوی سے باز آجائے گا یہی " ان ذلک من عزم الامور" پر عمل کرنا ہے۔

حب عائشہ رضی اللہ عنہا

ایک دفعہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اسی طرح محبت کریں جیسے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں اس غرض پر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب پہنچیں تو حضور علیہ السلام بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ہی کمبل میں آرام میں تھے۔

فائدہ: المرط بالکسر اون کا بنا ہوا کپڑا۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کا مطالبہ عرض کر دیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تجھے میرے ساتھ محبت ہے یا؟ عرض کی آپ سے مجھے بہت بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا تو تجھے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی محبت کرنی چاہیے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے واپس جاکر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کو تمام واقعہ سنا دیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا نے کہا آپ دوبارہ جاکر حضور علیہ السلام سے ہمارا مطالبہ کر دیجئے لیکن بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جانے سے انکار کر دیا اس پر بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا تمام ازواج سے زیادہ زاہدہ تھیں یہاں تک خود عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے دین کے بہتر امور پر عمل کرنے والی زینب سے اور کوئی عورت نظر نہیں آتی ویسے حضور علیہ السلام کے ہاں بی بی زینب رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت تھی۔ انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر مرتبہ حاصل تھا۔ بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کی ازواج رضی اللہ عنہا آپ سے مساوات کا عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں ہمارے ساتھ بھی اتنا محبت فرمایا کریں جیسے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے پھر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہو کر انہیں برا بھلا کہا جب بی بی زینب کی بات بڑھ گئی تو بی بی عائشہ اٹھیں اور انہیں اسی طرح کہا جیسے بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا تھا یہاں تک کہ گفتگو اور سوال و جواب میں بی بی عائشہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا پر غالب آگئیں یہاں تک کہ زینب کو خاموش ہونا پڑا۔

صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی فہم و فراست

کشاف میں ہے جب بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی موجودگی میں جرات کر بیٹھیں اور حضور علیہ السلام نے انہیں روکا بھی لیکن نہ رکیں پھر حضور علیہ السلام نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ذرا آگے آئیے اسے جواب دیجئے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے جوابات دیئے کہ جن سے زینب رضی اللہ عنہا کو خاموش ہونا پڑا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے۔ اس میں بی بی صاحبہ کے کمال فہم و حسن گفتار کی طرف اشارہ فرمایا ابن الملک نے فرمایا کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن معاف کرنا افضل ہے کما قال اللہ تعالیٰ فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

درجنگ میکند لب خاموش کار تیغ
دادن جواب مردم نادان چہ لازم ست

ترجمہ:۔ جھگڑے میں خاموشی تلوار کا کام دیتی ہے۔ بیوقوف کو جواب نہ دینا ہی اچھا ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ ۝ وَتَرٰىهُمْ
يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ
وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝
وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ
يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا
وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا
وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝
وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ
حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ
حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ
تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ
تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۠

ترجمہ:۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی رفیق نہیں اللہ کے مقابل اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب عذاب دیکھیں گے کہیں گے کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے اور تم انہیں دیکھو گے کہ آگ پر پیش کیے جاتے ہیں ذلّت سے دبے سہمے چھپی نگاہوں دیکھتے ہیں اور ایمان والے کہیں گے بیشک ہار میں وہ ہیں جو اپنی جانیں اور اپنے گھر والے ہار بیٹھے قیامت کے دن سنتے ہو بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔ اور ان کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل ان کی مدد کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کہیں راستہ نہیں اپنے رب کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن تمھیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمھیں انکار کرتے بنے تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمھیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تم پر تو نہیں مگر پہنچا دینا اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے بدلا اُس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔ بیشک وہ علم و قدرت والا ہے اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بیشک وہ بلندی و حکمت والا ہے اور یونہی ہم نے تمھیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سنتے ہو سب کام اللہ کی طرف پھرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ ومن یضلل اللہ اور جسیں ہدایت پیدا فرمانے اور سے خواہشات نفسانیہ سے دور کے
یا اسے اسی ظلم کرنے کی حالت پہ بحال رکھے۔ فما لہ من ولی من بعدہ تو اس کا کوئی مدد گار۔
نہیں جو اس کے امور کی کفالت کرے جب اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے یعنی جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے گزر
گمراہ ہو جائے تو پھر اس کا کوئی حامی کار ہیں نہ اس کے امور کی کفایت نہیں کرے گا۔ وتری الظالمین اور دیکھو گے ظالمین
کو یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو اس منظر کو دیکھیں گے اور ظالمین سے مشرکین اور گنہگار مسلمان مراد ہیں لما راو العذاب
جب عذاب دیکھیں گے ماضی کا صیغہ تحقق علی الوقوع پر دلالت کرتا ہے" یقولون " یہ ظالمین سے محلاً حال ہے اس لئے کہ
یہاں پہ رویت سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے یعنی درانحالیکہ کہیں گے۔ ھل الی مرد من سبیل کیا ہے کوئی چارہ دنیا کی
طرف مرد بمعنی ردیہ یعنی رد بمعنی لوٹنا یعنی وہ چاہیں گے کہ دنیا میں واپس چلے جائیں تاکہ کفر و شرک اور گناہوں کی غلطیوں
کا ازالہ کر کے دولتِ ایمان سے نوازے جائیں اور عمل صالح کریں۔ اس کے متعلق فھل الی خروج من سبیل کے بحث ہو
چکی ہے۔ وتراھم یعرضون علیھا اور دیکھنے والو تم انہیں آنکھوں سے دیکھو گے کہ وہ آگ کے سامنے پیش کئے
جائیں گے۔

سوال ، تم نے آگ کا معنی کہاں سے نکال لیا حالانکہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے

جواب : عذاب کا ذکر ہو چکا ہے اور عذاب میں نار کا ضمناً ذکر موجود ہے اور عرض بمعنی سورۃ حم المؤمن میں
النار یعرضون علیھا میں گزر چکا ہے خاشعین من الذل یہ من تعلیلیہ ہے اور خاشعین کے متعلق ہے یعنی درانحالیکہ
وہ ذلت وخواری سے خضوع کرنے والے اور حقیر ہو کر بعض قراتوں میں" من الذل کو ینظرون سے متعلق کر کے
خاشعین پر وقف کیا گیا ہے" ینظرون من طرف خفی الطرف مصدر ہے اس لئے جمع کے صیغہ پر نہیں لایا گیا یعنی
پلکوں کا جھپکانا نظر مراد ہے اس لئے کہ آنکھ کا جھپکنا نظر کو لازم ہے (کذا فی المفردات)
اب معنی یہ ہوا کہ درانحالیکہ وہ آگ کو دیکھنے کے لئے پہلے آنکھ چرا کے دیکھیں گے اور آنکھ چرا کر دیکھنا اس کے
خوف سے اور اپنی ذلت وخواری کی وجہ سے ہوگا ان کا جہنم کو ایسے دیکھنا ہوگا جیسے قتل کئے جانے والا تلوار کو دیکھتا ہے
اور سمجھتا ہے کہ اب میں اس تلوار سے قتل کیا جاؤں گا۔ اس خوف وذلت کے پیش نظر نہ آنکھ کو دیکھنے سے روک
سکتا ہے اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہے ایسے ہی تکالیف و پریشانیوں میں گھرا ہوا انسان آنکھ چرا کر دیکھتا ہے یعنی آنکھ کے
گوشے میں بینائی کو لے جا کر دیکھتا ہے۔

فائدہ : الکلبی نے کہا۔ ان کا دیکھنا قلوب کے آنکھوں سے ہوگا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا مراد
نہیں اس لئے کہ انہیں سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں لے جایا جائے گا پھر وہ کس طرح سر کی آنکھوں سے جہنم کو دیکھ
سکیں گے یا اس لئے کہ انہیں اندھا کر کے جہنم میں لے جایا جائے گا پھر وہ جہنم کو اندھوں کی طرح دیکھیں گے جب وہ کسی

خوف و ڈر چیز کو محسوس کرتا ہے تو آنکھ چرانے والے کی طرح دیکھتا ہے فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں توجیہوں کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ قیامت میں جہنیوں کو مختلف احوال سے گزرنا ہوگا اس لئے کہ ان کے مقامات مختلف ہوں گے تو احوال بھی مختلف۔ اسی لئے کبھی انہیں گھسیٹ کر اور کبھی آنکھ چرانے کی کیفیت میں اور کبھی انہیں اندھا کر کے لایا جائے گا اور یہ جملہ کو الف روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ وہ نفوس جنہوں نے دنیا میں علاج سے اصلاح قبول نہ کی وہ آخرت میں بھی جاکر دنیا کی آرزو کریں گے کہ انہیں دنیا کی طرف واپس لوٹایا جائے وہ ریاضات شرعیہ ومجاہدات طریقیہ سے علاج کر کے اپنی اصلاح کریں گے۔ اگرچہ پہلے وہ دنیا میں خشوع من القہار سے محروم ہے لیکن اب وہ دنیا میں واپس جاکر خشوع وخضوع سے زندگی بسر کریں گے لیکن انہیں اب رسوائی کام نہ دے گی اور ندامت سے کوئی فائدہ اٹھا سکے گا اور نہ ہی آہ وفریاد کی کوئی قدر ہوگی بلکہ اہل ایمان سے شرمسار ہو کر آنکھ چرا کر انہیں دیکھیں گے کیوں کہ انہیں شرم محسوس ہوگی جب کہ وہ انہیں وعظ ونصیحت فرماتے لیکن وہ ان کا کہا نہیں مانتے تھے جیسا کہ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

تراخود بماند سر از ننگ پیش ⁂ کہ گردت بر آید عملہائے خویش

برادر زکار بدان شرم دار ⁂ کہ در روئے نیکاں شوی شرمسار

تیرا شرم سے خود نیچا ہوگا کہ ہر ایک کو اپنا عمل پیش آئے گا۔

اے بھائی برے کاموں سے شرم کر تا کہ نیکوں کے آگے تمہیں شرمساری نہ ہو۔

تفسیر عالمانہ وقال الذین آمنوا اور ان لوگوں نے کہا جو ایمان لائے یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں جد وجہد کی اور اس کا پورا حق ادا کیا اور اپنے پروردگار سے اپنے اعمال صالحہ کا پورا اجر حاصل کیا۔ ان الخاسرین بے شک وہ لوگ جو حقیقۃً خسران سے موصوف ہیں خسران بمعنی راس المال کا گھٹ جانا اور یہ صرف انسان کی طرف منسوب ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "خسر فلان" کبھی اس کی نسبت فعل کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے خسرت تجارۃ" اس کا استعمال ذخائر خارجیہ کے لئے ہوتا ہے جیسے مال ودولت وغیرہ اور مرتبۂ دنیوی پر بھی اور یہ استعمال اکثر ہے اور ذخائر نفسیہ پر بھی جیسے صحت وسلامت اور عقل وایمان اور ثواب اور یہاں وہی خسران مبین مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خسران فرمایا اور قرآن مجید میں جہاں خسران بیان فرمایا ہے وہاں یہی مراد ہے یعنی ذخائر دنیویہ وتجارات بشریہ مراد نہیں اور ان کی خبر" الذین خسروا انفسہم واہلیہم ہے جنہوں نے اپنے نفوس اور اہل وعیال خسارہ میں ڈالا یعنی انہیں دائمی عذاب میں ڈالا یوم القیمۃ) قیامت میں یہ (خسروا) کی ظرف ہے ان کی یہ بات دنیا میں ہوگی یعنی انہیں جب ایسی حالت میں انہیں میں دیکھیں گے تو کہیں گے اور صیغۂ ماضی تحقق وقوع پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ ان کے نقصان یہ ہے کہ بت پرستی سے دوزخ میں جائیں گے اور ان کے اہل وعیال کو زیان اس لئے ہوگا کہ وہ اپنے عزیزوں کے کہنے پر بت پرستی کے مرتکب ہوئے تو بہشت کی نعمتوں سے محروم ہوئے۔ ابن الملک نے شرح المشارق میں لکھا کہ لفظ اہل کا اطلاق ازواج و اولاد اور غلاموں اور لونڈیوں اور اقارب واصحاب پر علیحدہ علیحدہ اور مجموعی طور ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ خاسرین وہ ہیں جو اپنی استعداد ضائع کرکے اپنے آپ کو نفسوں کے خسارہ میں ڈالتے ہیں جب کہ انہوں نے اپنی استعداد کو طلب دنیا اور اس کے ذخائر اور ان کی لذتوں میں صرف کیا اور اپنے اہل وعیال کو خسارہ میں ڈالا جب کہ انہوں نے ایمان نہ قبول کیا اور نہ شرائع کو ترک کیا نہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچایا اور نہ اپنے اہل وعیال کو۔

تفسیر عالمانہ: الا ان الظالمین

خبردار بے شک ظالمین یعنی مشرکین دنیا میں شہوات نفس کو جہنم میں گھٹنے بل پڑے "فی عذاب مقیم" آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے جو ان سے کبھی منقطع نہ ہوگا یہ ان کے کلام کی تکمیل کے طور پر ہے یا اللہ تعالیٰ نے تصدیقاً فرمایا "وما کان لہم من اولیاء ینصرونہم" اور ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو ان سے عذاب دور کرسکیں۔ "من دون اللہ" ان غیر اللہ سے جن سے دنیا میں امیدیں وابستہ رکھتے تھے کہ آخرت میں وہی ان کی مدد کریں گے۔ "ومن یضلل اللہ" اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے "فما لہ من سبیل" تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں جس پر وہ چل کر نجات حاصل کرسکے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے کہ اسے غیر اللہ میں مشغول کردے تو اس کے لئے کوئی راستہ نہیں جس پر وہ چل کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ سکے۔

حکایت

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے انطاکیہ کے پہاڑ میں ایک عورت کو دیکھا اس نے مجھے فرمایا کہ کیا آپ ذوالنون مصری نہیں ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا تو نے مجھے کیسے پہچانا اس نے کہا میں نے اپنے محبوب حقیقی کی معرفت سے پہچانا پھر مجھ سے سوال کیا کہ بتایئے سخاوت کسے کہتے ہیں میں نے کہا مال خرچ کرنا اور غرباء و مساکین کو عطا کرنا اس نے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہے میں تو آپ سے دین کی سخاوت کا پوچھتی ہوں میں نے کہا رب العالمین کی طاعت کی طرف جلدی کرنا مجھ سے پوچھا طاعت کی ادائیگی کے وقت کچھ تمہارا ارادہ بھی ہوتا ہے میں نے کہا میرا اس وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں مجھے دس ثواب ملیں گے کما قال تعالیٰ "من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا" اس نے کہا تو پھر یہ سخاوت کیسی جب کہ اس میں طمع و لالچ کو دخل ہے میں نے پوچھا تو آپ بتایئے آپ کے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہیں اس نے کہا کہ عبادت میں ایسی محویت ہو کہ اس میں دل پر غیر اللہ کا خیال نہ ہو۔ پھر کہا کہ میں بیس سال سے

عبادت کررہی ہوں اور کسی وقت خیال آتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کسی شے کا سوال کروں لیکن پھر مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادے کہ تو کیسی غلط کار مزدور ہے کہ عبادت کرکے میرے سے مزدوری مانگتی ہے بس میرا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت صرف اس کی تعظیم و تکریم مطلوب ہو۔

(سبق) اس سے معلوم ہوا کہ دل سے غیر اللہ کا تصور نکالنا ضروری ہے اور اچھے اوصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ضروری ہے جو ہدایت پاگیا وہ نفع لے گیا اور جو گمراہ ہوا وہ نقصان پاگیا لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی ہر ایک کا کفیل کار ہے۔ عبد پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ہدایت کا اور عنایت الٰہی کا سوال کرے یہاں تک کہ وہ اسے نفس امارہ کو ظلمات سے نکال کر تجلیات روحانیہ کی طرف پہنچائے اور اسے ایک ایسا راستہ عطا فرمادے جو اسے جمیع مہالک سے نجات دے۔

حکایت ایک بوڑھا اور نوجوان اکٹھے حج پر گئے جب احرام باندھ کر بوڑھے نے کہا "لبیک" جواب ملا "لا لبیک" نوجوان نے بوڑھے کو کہا کہ اب تو جواب مل گیا جب تجھے لا لبیک کہا گیا ہے تو پھر لبیک کہنے کا کیا معنی۔ بوڑھا رو پڑا اور کہا میں سات سال سے یہی جواب سن رہا ہوں نوجوان نے کہا تو پھر بار بار حاضری کا کیا مطلب۔ بوڑھے نے جواب دیا کہ اگر یہاں سے چلا جاؤں تو مجھے اور کونسا دروازہ ہے جس پر دستک دوں۔ بوڑھے کو غیب سے آواز آئی کہ میں نے تجھے قبول کیا یہ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو صاحب نے فرمایا ؎

بنومیدی مدہ تن گرچہ درکام نہنگ افتی ٭ کہ دارد در دل گرداب بحر عشق سالہا

ترجمہ: ناامیدی میں نہ ہو اگرچہ مگرمچھ کے منہ میں ہو اس لئے کہ دل میں رکھتا ہے عشق کا دریا کئی سال گرداب۔

تفسیر عالمانہ استجیبوا لربکم: جب وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ایمان کی دعوت دیتا ہے تو تم اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرتے ہو۔ من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ اس سے پہلے کہ جس دن سے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو اسے کوئی دفع نہیں کرے گا یہ اسوقت ہے جب کہ من مَرَدَّ کا صلہ ہو یعنی اس سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دن آئے تو اسے رد کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

(نکتہ) استجابۃ کو اسم رب سے اور مَرَدَّ اور اتیان کو اسم اللہ سے معلق کرنے میں نکتہ ہے جو کسی سے مخفی نہیں (کذا فی حواشی سعدی المفتی مرحوم) مالکم من ملجا یومئذ اس دن تمہارے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہوگی جہاں تم جاکر پناہ حاصل کرسکو یعنی عذاب الٰہی سے تمہیں کوئی چھٹکارا نہیں ہوگا۔

(سوال) تم نے عذاب کا معنی کہاں سے لیا۔

(جواب) من استغراقیہ کے ساتھ نفی کی تاکید سے معلوم ہوا الملجا بمعنی پناہ و گریز گاہ۔

ومالکم من نکیر اور تمہیں اس کا کوئی انکار نہیں یعنی جن اعمال کے تم مرتکب ہوئے کیوں کہ وہ تمہارے اعمالنامے

میں محفوظ ہیں اور پھر تمہارے اعضاء بھی گواہی دیں گے یکبر سے خلاف القیاس نکر کا مصدر ہے اس انکار سے وہ انکار مراد ہے جو عذاب الٰہی سے نجات دے ورنہ مطلق انکار تو قرآن مجید میں ہے۔
کما قال تعالیٰ "وما کنا مشرکین" وغیرہ۔ ان کے اس انکار پر ان کے اعضاء گواہی دیں گے۔

ملفوظ جنید رضی اللہ عنہ

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا استجابۃ حق اس خوش نصیب کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہواتف وامر وخطاب الٰہی کو سنتے ہیں اسی سماع سے اس کیلئے اجابۃ متحقق ہوگی اور جسے ہواتف کا استماع نصیب ہو وہ جواب کیوں نہ دے بلکہ در اصل محل جواب وہی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے استجیبوا الربکم الخ عوام کے لئے ہے کہ انہیں عہد الٰہی کا وفا وقیام بحق ذات حق اور اس کی مخالفت سے رجوع کرکے موافقت کرے اور خواص کی استجابت خواص یہ ہے کہ وہ احکام ازلیہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور دنیا اور اس کی زینت اور اس کی شہوات نفسانیہ سے روگردانی کرے کما قال تعالیٰ واللہ یدعوا الی دار السلام [۲] اخص الخواص اہل محبت کی اجابۃ یہ ہے کہ وہ اعراض دارین کرکے صدق طلب سے حضرت جلال کی طرف متوجہ مقصود وحصول کے لئے اور وصال الٰہی کی تحصیل کے لئے وجود کو صرف کرے کما قال اللہ وداعیا الی اللہ باذنہ" (اور وہ اللہ کے اذن سے انکی طرف بلاتا ہے)

فائدہ: آج بھی استجابۃ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور عنقریب اچانک بند ہوجائے گا اللہ تعالیٰ ہماری بے خبری میں ہمارے سے چھین لے گا۔

کما قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یاتی الخ کسی شاعر نے فرمایا ؎

تمتع من شمیم عرار نجد ... فما بعد العشیۃ من عرار

ترجمہ: نجد کے پھول کی خوشبو سے نفع اٹھا وقت گزرنے پر کوئی خوشبو نصیب نہ ہوگی۔

یعنی عرار نجد کی خوشبو سے میں نفع پاتا ہوں عرار پیلے رنگ کا خوشبو دار تو ہم اسے گم پاتے ہیں جب ہم شام کرتے ہیں اس لئے کہ ہم ارض نجد سے نکل جاتے ہیں اور ہم اس کے اپنے اگنے کی جگہ سے خالی پاتے ہیں اسمیں عرار کی حقیقی خوشبو سونگھنا مراد ہے اس لئے کہ جب تک روح انسانی وجود شہودی میں ہو تو اسے اس عالم شہود کے احساسات ہوتے ہیں لیکن جب دنیا سے برزخی علاقہ میں منتقل ہو اور اس سے شمس حیات کا زوال ہو اور عمر کی آخری منزل تک پہنچ جائے تو پھر اس کے سونگھنے کا کیا معنی ؎

چون بے خبران دامن فرصت مدہ ازدست ... تا ہست پر وبال ز عالم سفرے کن

ترجمہ: بے خبروں کی طرح ہاتھ سے فرصت کا دامن نہ دے جب تک بال و پر ہیں جہاں میں چلتا رہے۔

تفسیر عالمانہ: فان اعرضوا فما ارسلنٰک علیہم حفیظا"، کلام میں تلوین ہے اسمیں حضور علیہ السلام کو خطاب ہے اس لئے کہ

---

[۱] اور ہم مشرک نہ تھے ۱۲ [۲]: اور اللہ تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے ۱۲

یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے اور فرمایا کہ آپ لوگوں سے روگردانی فرما لیں جب وہ آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ کو فکر کیا ہے اس لئے کہ ان کے اعمال کا نگران و محافظ اللہ تعالیٰ ہے ۔ ان علیک الا البلاغ آپ پر صرف پیغامات الٰہی کا پہنچانا ہے اور وہ آپ نے پہنچائے پھر آپ کو فکر کیا ہے اگر وہ آپ سے روگردانی کرتے ہیں تو کرنے دیں ۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرکے دارین کی طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے آپ کو ان کا نگران و محافظ نہیں بنایا کیونکہ یہ میرا کام ہے آپ کا یہ کام نہیں اس لئے کہ میں حفیظ ہوں آپ کے ذمہ تبلیغ رسالت ہے اور وہ آپ کر چکے اور ہم ان کے معاملات کو خوب جانتے ہیں کہ انہیں توفیق حق نصیب ہوئی ہے یا رسوائی ۔

اسم حفیظ کی تحقیق

حفیظ بندے کیلئے یوں ہے کہ وہ اپنے جوارح و قلب کو محفوظ رکھے اور اپنے دین کو سطوۂ غضب اور شہوت کی کیچڑ اور نفس کے مکر و فریب اور شیطان کے غرور سے بچائے اس لئے کہ انسان دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہے اسے یہ امور جہنم کی طرف کھینچتے ہیں جیسا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ۔

سبق : بندے پر لازم ہے کہ ہلاک کرنے والے امور کے دفع کرنے کے منجیات کے حصول کے لئے جلدی کرے اور وہ یونہی ہو سکتا ہے کہ نفس کی اصلاح کی جائے اور اپنے اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق کرے اس لئے کہ نفس بڑا سرکش ہے یہ افلاس اور خسارے کی طرف لے جانے کی جد و جہد کرتا ہے ۔

حدیث شریف

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے سب نے عرض کی ہم مفلس اُسے کہتے ہیں جس کے ہاں دراہم و دنانیر نہ ہوں اور نہ ہی اس کے دنیاوی اسباب ہوں آپ نے فرمایا کہ میری امت کا وہ بندہ مفلس ہے کہ جب وہ قیامت میں آئے اس کے پاس نماز اور روزہ اور زکوٰۃ تو ہوگی لیکن دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان تراشا ہوگا کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا تو اس سے اس کی نیکیاں چھین کر اس کے مخالف کو دی جائیں گی جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی حالانکہ ابھی حساب و کتاب بھی نہیں ہوا ہوگا پھر مخالف کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اس کے بعد اسے جہنم میں ڈالا جائے گا ۔

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ جب تک نفس کے ساتھ رہے اسے اپنے قابو میں رکھے اس لئے کہ اگر کسی پر عذاب نازل ہوتا ہے تو وہ نفس کی شامت ہوتی ہے پھر اپنے

لئے نہ کوئی کفیل کار اور نہ کوئی مددگار اور نہ ہی اس کا ماویٰ ہو گا کہ اس طرف بھاگ کر جائے۔ اور وہ لوگ جو نہیں کرتے رد گردانی اور تبلیغ رسالت کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں قیامت میں جب لوگ خوفزدہ ہونگے تو ایسے حضرات کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

خجل آنکس کہ رفت و کار نساخت ؛ کوس رحلت زدند و بار نساخت

ترجمہ : وہ شرمسار ہو گا جو گیا لیکن کام نہ کیا کوچ نقارہ بجتا رہا لیکن اس نے کوئی کام نہ کیا۔

تفسیر عالمانہ

وانا اذا اذقنا الانسان رحمۃ اور بے شک جب کہ ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمۃ یعنی صحت وغنا و امن کی نعمت سے نوازتے ہیں "فرح بھا" تو وہ اس سے خوش ہو جاتا اور خوشی کرتا ہے (کذا قال الکاشفی)

دنیا کا حال

دنیا اگرچہ بہت بڑی عظیم نعمت سہی لیکن آخرت کی سعادت کے مقابلہ میں اسے وہی نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے اسی لئے اسے اذاقۃ یعنی چکھنے سے تعبیر کیا گیا پھر انسان کو جب ایسی حقیر شے کی معمولی نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ اس سے خوش ہو کر عجب و کبر کا شکار ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہر طرح کی کامیابی مل گئی اور گویا وہ سعادتوں کے محل میں داخل ہو گیا۔ اسی لئے ایسے انسان کا آخرت کے بارے میں ایمان کمزور پڑ جاتا ہے ورنہ وہ فانی نعمت (دنیا) کو باقی نعمت (آخرت) پر ترجیح نہ دیتا اس لئے کہ فانی نعمت ٹھیکری کی طرح اور پھر وہ قلیل ہے اور باقی نعمت یعنی اُخروی نعمت سونے کی مانند اور وہ کثیر بھی ہے۔

انقد ہمائی دولت اگر در کمند ما ؛ از ہمت بلند رہا می کنیم ما

ترجمہ : ہمائے دولت ہماری قابو میں آجائے تو ہم بلند ہمتی سے اسے رہا کر دیں گے۔

وان تصبھم اور اگر انہیں پہنچے

(سوال) انسان واحد ہے اور ھُم جمع کی ضمیر ہے کیوں۔

(جواب) یہاں انسان کی جنس مراد ہے اور جنس میں جمع کا معنیٰ بھی ہے "سیئۃ" بلا یعنی مرض و فقر و خوف یعنی وہ امور جو انسان کو برُے لگتے ہیں "بما قدمت ایدیھم" ان اعمال کے سبب سے جو ان سے سرزد ہوئے مثلاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور دیگر نافرمانیاں

(نکتہ) انہیں کسب ایدی سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں تغلیبا دیگر امور کو کسب ایدی میں شامل کیا گیا "فان الانسان کفور" بے شک انسان ناشکرا ہے۔

(حل لغات) امام راغب نے فرمایا کہ کفر و کفران نعمت بمعنی شکر کا ترک کر کے نعمتوں کو چھپانا اور ان کا سب سے بڑا کفران نعمت توحید و نبوت و شریعت کا انکار ہے۔ انکارِ نعمت پر اکثر کفران کا استعمال ہوتا اور

دین کے انکار میں اکثر کفر مستعمل ہوتا ہے لفظ کفور کو دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ انسان بہت بڑا ناشکرا ہے کہ اکثر اوقات نعمتوں کو بھلا کر اپنی تکالیف و پریشانیوں کو یاد کرتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سب سے زیادہ میں ہی ان مصائب میں گھرا ہوا ہوں اور پھر غور و فکر نہیں کرتا کہ اسے یہ تکالیف کس سبب سے پہنچیں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بلا وجہ ان مصیبتوں میں مبتلا ہے

سوال : اصابت سیئۃ کو مطلق (جنس) انسان کی طرف منسوب کیا گیا حالانکہ یہ تو صرف مجرمین اور مرتکبین ذنوب کا کام ہے۔

(جواب) : چونکہ انسان کے اکثر افراد کا یہی طریقہ ہے اسی لئے تغلیباً مطلق انسان (جنس) کا نام لیا گیا اسے مجاز عقلی کہتے ہیں۔

سوال : اذاقۃ کو صیغہ جمع متکلم (جس سے ذات حق مراد ہے) کی طرف اسناد کیوں۔

جواب : تاکہ معلوم ہو کہ نعمت کا وجود محقق اور کثیر الوقوع اور ذات حق کے تقاضائے حکمت سے ہے

سوال : پھر اسے لفظ اِنْ شرطیہ سے کیوں تعبیر کیا گیا۔ کما قال ؕ ان تصبھم الخ

جواب : تاکہ معلوم ہو کہ اصابۃ سیئۃ نادرۃ الوقوع ہے۔ اور وہ بھی ان کے اعمال کی وجہ سے پھر وہ بھی اگر کریم اعمال کے معاملہ کو درمیان میں نہ لائے بلکہ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے تو اس کی شان عظیم ہے اور ساتھ ہی اشارہ فرمایا کہ کسی کو مصائب میں مبتلا کرنا اس کا ارادہ ذاتی نہیں ہوتا بلکہ بندے کے غلط کام پر اس کی سرزنش مطلوب ہوتی ہے۔

(سوال) فان الانسان الخ میں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کیوں لایا گیا۔

(جواب) تاکہ واضح ہو کہ انسان کی جنس کا خاصہ ہے وہ کفران نعمت کرتا ہے۔

(ف) امام ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان کا کفران یہ ہے کہ وہ ترک شکر کرے۔

ع : در شکر ہمچو چشمہ و در صبر خارہ ایم

ہم شکر میں چشمہ اور صبر میں سخت پتھر۔

ملفوظ حضرت علی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نعمت کے اطراف کے حصول کے بعد اس کے انتہا کو نفرت نہ دلاؤ یعنی جو حاصل شدہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا وہ منتہی (بڑی) نعمتوں سے محروم رہتا ہے ؎

چون بیابی تو نعمتے دو چند ⁂ خرد باشد چو نقطۂ موہوم
شکران یافتہ فرو مگذار ⁂ کہ ز نا یافتہ شوی محروم

ترجمہ : جب تم دوگنی (بہت بڑی) نعمت حاصل کرو تو اسے نقطۂ موہوم سمجھ کر معمولی سمجھو
ہاں اسے شکر سے مضبوط کرو تاکہ حاصل شدہ نعمت سے محرومی نہ ہو۔

(ایضاً) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ایک حق یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی نہ کرو۔

ملفوظات حضرت حسن بصری

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کا ہر آنے والا دن پہلے دن کے شکر میں برابر گزرے تو وہ ناقص ہے عرض کی گئی وہ کیسے آپ نے فرمایا جو وقت نصیب ہو جو نہی شکر میں بھی اضافہ ہو اس لئے کہ بہت سے انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی عمریں عطا فرمائیں اور انہیں بہت بڑی عظیم نعمتیں بھی بخشیں جیسے فرعون ہامان اور نمرود وغیرہ لیکن انہوں نے ہر آئے دن کفران نعمت میں اضافہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ عدل و انصاف فرمایا یہاں تک کہ وہ بری موت مرے

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کا خاصہ ہے کہ جب اسے اللہ تعالیٰ نفس کے سپرد کرتا ہے کہ وہ اپنے عطا کردہ نعمتوں مواہب الٰہیہ و فتوحات غیب اور وہ انواع کرامات جن سے اطفال طریقت کی تربیت ہوتی ہے کا شکر نہیں کرتا (اگر شکر کرتا تو ان نعمتوں میں اس کے لئے اضافہ ہوتا لیکن بجائے شکر کرنے کے اس نے اپنے آپ کو عجب میں ڈالا مکر ریا دیئی سمعہ کے طور اپنے آپ کو خلق خدا مشہور کرتا رہا اس کی نحوست یہ ہوئی کہ اس پر نعمتوں کے کھلے ہوئے دروازے بند ہو گئے۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

خام بت پرست بود بہ ز خود پرست ۔ در قید خود مباش و بقید فرنگ باش

ترجمہ : خام بت پرست خود پرست سے بہتر ہے اپنی قید میں نہ ہو فرنگی کی قید میں ہو تو کوئی حرج نہیں

(ومن اللہ العون) اللہ تعالیٰ سے ہی مدد ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ

وللہ ملک السمٰوٰت والارض اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جملہ عالم کے ممالک اور ان پر اس کی نعمتوں کا شکر واجب اور اس کی دی ہوئی تکلیفوں پر صبر و رضا اور اس کے احکام ازلیہ کے سامنے سر تسلیم خم ضروری اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی ہے یخلق ما یشاء " وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اسے بندے جانتے ہیں یا نہیں جانتے وہ جیسی صورت چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ یہب لمن یشاء اناثا جس کے لئے چاہتا ہے صرف لڑکیاں عطا فرماتا ہے اور اسے لڑکوں سے محروم رکھتا ہے جیسے حضرت لوط و شعیب علیہ السلام کو صرف لڑکیاں عطا فرمائیں ان کے لڑکے نہیں تھے۔ الہبۃ یعنی کسی کو بلا عوض کسی شئے کا مالک کر دینا اور وہاب عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بلا عوض

عطا فرماتا ہے۔ ۱۶ اناث انثیٰ کی جمع مذکر کی نقیض ہے اور جملہ یخلق سے بدل البعض ہے اناث کا ذکر اس لیے پہلے ہے کہ تخلیقاً عورتیں زیادہ ہوتی ہیں تاکہ نسلِ انسانی میں اضافہ ہو یا اس لئے کہ آباء کو خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مرتبہ بلند ہے کہ انہیں مردوں سے پہلے بیان فرمایا اور ان سے مانوس ہونا انسانی فطرت بھی ہے اسی لئے انہیں مواہب اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں لام انتفاعیہ ہے نیز اناث کو پہلے ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ انسان کو نوع انسانی میں سے سب سے پہلے عورت عطا ہوئی جیسا کہ آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ان کی زوجہ بی بی حوا عطا ہوئیں یعنی ان کی زوجہ انہیں سے پیدا کی گئیں جیسا کہ وارد ہے کہ بی بی حوا کو آدم علیہ السلام کی قصیراء ہڈی سے پیدا کیا یہ ہڈی تمام ہڈیوں سے نیچے ہے یا پسلی کی ہڈیوں میں سے آخری ہڈی ہے۔ (کذا فی القاموس)

فائدہ الکواشی میں ہے کہ اس میں ان لوگوں کو توبیخ ہے جو لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور نکرہ لانے میں ان کے ضعف کی طرف اشارہ ہے تاکہ ان پر رحم کرکے ان کے ساتھ احسان کیا جائے۔

مسئلہ الشرعہ اور اس کی شرح میں ہے بچیوں کی پیدائش سے خوشی کا اظہار کیا جائے تاکہ اہل جاہلیت کا رد ہو اس لئے کہ وہ ان سے کراہت کرتے ہوئے انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔

(حدیث شریف ۱) وہ عورت خوش نصیب ہے جو سب سے پہلے بچی جنے جیسا کہ قرآنی ارشاد۔ یھب لمن یشاء اناثا سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کے بیان میں عورت کا ذکر پہلے فرمایا۔

(حدیث شریف ۲) میں ہے کہ جو لڑکیوں کے ساتھ آزمایا جائے یعنی اسے لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان کرے یعنی ان کا نکاح اپنی کفو میں کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

(حدیث شریف ۳) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مجہزات و مونسات نام رکھا ہے۔ مجہزات تو اس لئے کہ ان کیلئے جہاز (جہیز) تیار کیا جاتا ہے اور یہ لقب ان کے لئے تیمنا و تفاؤلا ہے اور مونسات اس لئے ان سے والدین و ازواج مانوس ہوتے ہیں اور یہ ان کے ساتھ۔

(حدیث شریف ۴) میں ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھے وہ اولاد عطا فرمائے جس میں مشقت اور تکلیف نہ ہو میری دعا مستجاب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچیاں عطا فرمائی ہیں (اس سے وہابیہ کا رد ہوا کہ حضور علیہ السلام بے اختیار تھے ورنہ آپ کی نرینہ اولاد ہوتی حالانکہ درحقیقت حضور علیہ السلام نے نرینہ اولاد (جن کی طویل عمر ہوتی) اللہ تعالیٰ سے مانگی ہی نہیں تھی اور یہ دعا بھی امت کی تعلیم کے لئے تھی تاکہ بچیوں کی پیدائش سے نہ گھبرائیں)

(حدیث شریف ۵) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچیوں سے مت گھبراؤ اس لئے کہ میں بھی ابو البنات (بچیوں کا باپ) ہوں۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ بچیوں سے نہ گھبرانے کا موجب اتنا کافی ہے کہ حضور علیہ السلام خود ابو البنات ہیں کیونکہ اگر بچیوں کا باپ ہونا بری بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑکیوں سے نہ نوازتا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی پسند فرماتا ہے جو بہتر و اعلیٰ ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شے سے گھبراتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا نشانہ بناتا ہے۔

سبق ہمارے دور میں تو بہت سے تھوڑے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب سے بچ سکتے ہوں اس لئے کہ عموماً لوگ بچیوں کی پیدائش سے گھبراتے ہیں حالانکہ بچیوں کی پیدائش سے اہل جاہلیت گھبراتے تھے اگر وہ بدبخت وہی پسند کرتے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تو انہیں بہت بڑا شرف اور بزرگی نصیب ہوتا۔ "ویہب لمن یشاء" الذکور اور جن کے لئے چاہتا ہے تو لڑکے عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم کو صرف لڑکے عطا فرمائے اس کے کسی کام پر کسی کو نہ کوئی دخل ہے اور نہ کوئی اس پر اعتراض کر سکتا ہے

؎ بااختیار حق نبود اختیار ما ٭ بالور آفتاب چہ باشد شرار ما

ترجمہ ، اختیار حق کے بالمقابل ہمارا کوئی اختیار نہیں آفتاب کے نور کے آگے چنگاری کہاں ۔

الذکور ذکر کی جمع انثی کی نقیض ہے۔

(سوال) الذکور کو معرفہ اور اناثاً کو نکرہ کیوں۔

(جواب) اناثاً کے نکرہ لانے کے وجوہ ہم نے اوپر ذکر کر دیئے ۔ الذکور کے معرفہ لانے کے یہ وجوہ ہیں

(۱) فواصل کی حفاظت

(۲) اس لئے کہ ذکور کو فضیلت ہے لیکن اسے مؤخر لایا گیا اس کے جبر نقصان کے لئے اس پر لام تعریف داخل ہوئی کیونکہ لام تعریف شے کی شان کو بڑھاتی اور اسے شہرت بخشتی ہے اب معنی یہ ہوا کہ یا اللہ تعالیٰ جسے چاہے تو ذی فراست اور ایسے علم والے عطا فرمائے جن کی شان تمہارے سے مخفی نہیں (حدیث شریف) میں ہے کہ تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے چاہے تو بچیوں کا عطیہ فرمائے چاہے تو بچوں کا اور ان کے مال تمہارے ہیں اگر تمہیں واقعی ضرورت ہو تو تم ان سے پوچھے بغیر خرچ کر سکتے ہو۔

او یزوجھم ذکراناً و اناثاً ۔ (یا انہیں نر اور مادہ کے جوڑے عطا فرمائے)

بی بی ہاجرہ سے حضرت اسماعیل، بی بی سارہ سے حضرت اسحاق اور تیسری بیوی حضرت قطورہ سے ۶ بیٹے لسان، زیران، مدان، مدیان، انسان اور سورح (اویسی غفرلہٗ)

(حل لغات) التزویج بمعنی جوڑا ساتھی بنادینا ۔ (کذا فی تاج المصادر)
الذکران ذکر کی جمع ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ چاہے تو وہ تمہیں دونوں قسمیں اکٹھے فرمادے یعنی لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں
بھی جیسے ہماری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑکے اور لڑکیاں عطا فرمائیں کیوں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے
بھی تھے ۔

(۱) قاسم

(۲) عبداللہ

(۳) ابراہیم

اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) زینب

(۲) رقیہ ۔

(۳) ام کلثوم

(۴) فاطمہ رضی اللہ عنہم

ر شیعہ چار بنات میں شدید اختلاف رکھتے ہیں وہ بھی جو نرے جاہل ہیں ورنہ ان کے اہل علم چہار بنات کے
منکر نہیں بلکہ ان کی کتابوں میں بھی ثبوت موجود ہیں ۔
(تفصیل دیکھئے فقیر اویسی غفرلہ کی کتاب " القول المقبول فی بنات الرسول " (اضافہ اویسی غفرلہ)

فائدہ : بعض نے لکھا ہے کہ یزوجہم الخ کا مطلب
یہ ہے کہ ایک لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد لڑکی پھر لڑکا یا لڑکا اور لڑکی جڑواں پیدا ہوں ۔ ویجعل من یشاء عقیما
اور جسے چاہے تو بے اولاد بنادے جیسے عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام ان کی کوئی اولاد نہ تھی عیسیٰ علیہ السلام کا تو نکاح
بھی نہ ہوا ہاں قرب قیامت میں زمین پر تشریف لاکر نکاح کریں گے ان سے لڑکیاں پیدا ہونگی اور یحییٰ علیہ السلام کا
کا نکاح تو ہوا لیکن آپ نے بیوی سے بطور عزیمت مجامعت نہیں کی کیوں کہ ان کی شریعت میں عزیمت ایسے ہی تھی
اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عورتوں سے جماع کرنے کے باوجود ان سے اولاد پیدا نہیں ہوتی ۔

(حل لغات) العقم بمعنی الیبس الخ یعنی ایسی خشکی جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو العقیم وہ عورت جو مرد کے
نطفے کو قبول نہ کرے القاموس میں ہے کہ العقم بالفم بمعنی رحم کی کمزوری کہ جس سے بچے کو قبول نہ کر سکے اور رجل عقیم
وہ مرد جو بے اولاد ہو " العقم " جیسے عورتوں کی صفت ہو کر واقع ہوتا ہے ایسے ہی ان مردوں کے لئے جن کے نطفے
میں ایسا مانع ہو جو عورتوں کے رحم میں نطفے کو نہ ٹھہرنے دے اور اس میں عاطف کی تغیر اسی لئے ہے کہ یہ بین القسمین

کے مشترک کا قسیم ہے یعنی اور مشترک وہ ہے۔ جس میں ان دونوں کی ایک صنف کا مفہوم ہے اور یہ تیسری قسم ہر دو اول کی جامع ہے اگر واؤ کے ساتھ لایا جاتا تو وہم رہتا کہ ہر دونوں قسموں کا قسیم ہے حالانکہ مشترک بینہما کا قسیم ہے یعنی یہ چوتھی قسم کے مفہوم کا بھی ادا کر رہا ہے اسی لئے اس چوتھی قسم کے بیان کی ضرورت ہی نہیں رہی کیوں کہ یہ تمام اقسام متقدمہ کا قسیم ہے یعنی مطلقاً ہر قسم کی اولاد سے محروم انسان۔ کیونکہ عقیم کا لفظ جملہ ما تقدم اقسام کی نقیض ہے۔ "انہ علیم" بے شک اللہ تعالیٰ گزرے اور آنے والے جملہ حالات کو جانتا ہے "قدیر" بہت بڑا قادر ہے کہ اسے مقدور پر قدرت ہے وہ ہر کام حکمت و مصلحت سے کرتا ہے اسی لئے کاشفی نے لکھا کہ وہ جانتا ہے کہ کس کو کیا عطا کرنا ہے۔ اور وہ قدرت والا ہے کہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے وہ جہل سے مقدس و مبرا ہے اور ہر عجز سے منزہ و معرا ہے اس کا علم شائبہ جہل کے فتور سے دور اور اس کی قدرت آلائش نقصان و قصور سے پاک ہے۔

اولاد کے فضائل

اولاد کے ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے انسان کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) اولاد نہ ہو

(۲) صرف اولاد نرینہ ہو

(۳) صرف لڑکیاں ہوں

(۴) لڑکے اور لڑکیاں ہر دونوں ہوں

آیۃ میں ہر چاروں اقسام کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولاد کے بارے میں اپنے بندوں کے احوال مختلف بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے کہ بعض کو صرف ایک قسم کی اولاد بخشتا ہے نر یا مادہ کسی کو ہر دونوں عطا فرماتا ہے بعض کو بالکل بے اولاد رکھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اولاد جیسی ہو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور بخشش ہے۔

مسئلہ : اسی لئے اولاد کی پیدائش پر مبارک باد دی کہنا مسنون ہے اور صاحب اولاد سمجھے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی ایک اعلیٰ نعمت ہوئی ہے۔

(حدیث شریف ۱) اولاد کی خوشبو بہشت کی خوشبو ہے۔

(حدیث شریف ۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد دنیا میں نور اور آخرت میں سرور ہے۔

(حدیث شریف ۳) میں ہے کہ بچے جننے والی سیاہ فام عورت اس سفید رنگ اور حسین و جمیل عورت سے بہتر ہے جو بچے نہیں جنتی۔

فائدہ : اس لئے کہ نسل انسانی کا بڑھنا بچے جننے والی سے ہوگا اور اس کا بکثرت بچے جننا اس کی صحت و شباب کی دلیل ہے۔

مسئلہ وہ عورت جو کسی کے نکاح میں ہوتے بچہ جنے اور صاحب نکاح اس پر بلاوجہ تہمت لگائے کہ وہ میرا نہیں تو اس شخص کو قیامت میں سخت شرمسار کیا جائے گا اور اس کے عملنامے میں ستاروں اور ریت کے قطرات اور درختوں کے پتوں کے برابر گناہ لکھے جائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ مشائخ نے فرمایا کہ "یہب لمن یشاء اناثا" میں اناثا سے دنیا اور "یہب لمن یشاء الذکور" میں ذکور سے آخرت یعنی او یزوجھم ذکرانا و اناثا میں دنیا و آخرت ہر دونوں مراد ہیں اور ویجعل من یشاء عقیما کا معنی یہ ہوا کہ کسی محروم بندے کو نہ دنیا نصیب ہوتی ہے نہ آخرت (کذا فی کشف الاسرار) اس سے ثابت ہوا کہ دنیا مونث ہے اور آخرت مذکر۔

حضرت امیر خسرو دہلوی قدس سرہ نے فرمایا۔

بہر آن مردار چندین گاہ زاری گاہ زور۔ چوں غیلواجی کہ شش ماہ مادہ و شش نر است

ترجمہ: اس مردار کیلئے کبھی زاری اور کبھی زور کام میں لایا جاتا ہے چیل کی طرح کہ وہ چھ ماہ مادہ رہتی ہے چھ ماہ نر۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں مشائخ کاملین کی طرف اشارہ ہے کہ بعض کو مریدین صادقین اتقیاء صلحاء عطا فرماتا ہے لیکن وہ بمنزلہ اناث کے ہیں اس لئے کہ وہ تصرف نہیں کر سکتے یعنی انہیں اتنا ہمت نہیں ہوتی کہ وہ دوسروں کو سلوک طے کرا سکیں اور بعض کو ایسے مریدین صدیقین محبین واصلین کاملین مکملین محبین عطا فرماتا ہے وہ بمنزلہ ذکور کے ہیں کیونکہ وہ طالبین کو استعداد کے مطابق کامل بنا سکتے ہیں۔ بعض کو ہر دونوں جنسین عطا فرماتا ہے یعنی اس کے بعض مریدین متصرف فی الغیر ہوتے ہیں اور بعض متصرف فی الغیر نہیں ہوتے اور بعض مشائخ کو عقیم بناتا ہے سرے سے ان کے کوئی مریدین ہی نہیں ہوتے اور وہ علیم ہے یعنی اسے علم ہے کہ کس کے مریدین کو متصرف بناتا ہے اور کس کو غیر متصرف وہ قدیر ہے کہ وہ متصرف و غیر متصرف بنانے کی قدرت رکھتا ہے (فقیر صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ یہ تفاوت اولیاء اللہ کیلئے یا یعنی راجع ہے کہ وہ حکمتوں کا مالک ہے اور وہ انہیں مخفی رکھتا ہے یا یہ فرق اسی طرح کا ہے جیسے سابق زمانوں میں امم کا تفاوت ہے وہ کاملین و مکملین میں جیسے چاہتا کرتا ہے لیکن جو سرے سے استعداد ہی نہیں رکھتے کہ ان میں ولایت کا جوہر نہیں رکھا جاتا حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض ⁂ ورنہ ہر سنگ گلے لولو و مرجان نشود

ترجمہ: گوہر پاک چاہئے تاکہ وہ فیض کے قابل ہو ورنہ ہر پتھر اور گل لولو مرجان نہیں ہو سکتے۔

تفسیر عالمانہ وما کان لبشر اور اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد بشر کے لئے ثابت نہیں کہ ان یکلمہ اللہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی وجہ سے کلام کرے الا وحیا، مگر وحی کے ساتھ الوحی

بمعنی الاشارہ السریعہ ۔ اسی لئے وحی کو وحی کہتے ہیں کہ اس میں سرعت ہوتی ہے کیونکہ وحی فہم ادا فہام مفہوم عنہ کا مین ۔ ہوتا ہے جیسا کہ اہل الہام اس کے ذوق سے واقف ہیں ۔

فائدہ بعض علماء نے فرمایا کہ وحی وہ اشارہ ہے جو غیر عبارۃ کے قائم مقام ہو اور امام راغب نے فرمایا کہ وحی وہ کلمہ الہیہ ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے ۔

وحی و الہام فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ وحی و الہام درحقیقت ایک شے ہے صرف ادب کے طور انبیاء کے لئے وحی اور اولیاء کے لئے الہام استعمال کیا جاتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے لئے دعوت اور اولیاء کے لئے ارشاد مستعمل ہوتا ہے حالانکہ دعوت و ارشاد ایک شئے ہے صرف ادب کے طور یہاں بھی فرق کیا گیا پھر وحی یا تو روع میں القاء ہوتا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے روع میں پھونکا یا الہام کے ذریعہ ہوتا ہے کما قال تعالیٰ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ یا بذریعہ تسخیر کما قال تعالیٰ واوحیٰ ربک الی النحل یا نیند میں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ وحی تو منقطع ہو گئی مبشرات باقی ہیں جو مومن کو خواب میں نظر آتے ہیں یہی وہ جملہ انواع ہیں جن پر "الا وحیا" دلالت کرتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف وحی بھیجتا ہے یا بذریعہ اس کے دل میں القاء کرتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پلانے کا اور ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا اور داؤد علیہ السلام کو زبور کا القاء ہوا یہ مجاہد کی تقریر ہے آیۃ کی مزید تحقیق آئے گی (ان شاء اللہ)

او من وراء حجاب یا پردے ۔ یا بطور کہ کسی کے بعض اجرام میں کلام پیدا کر کے سنا دے لیکن کلام کرنے والا نظر نہ آئے جیسے بادشاہ اپنے بعض خواص کے ساتھ پردہ میں چھپ کر بات کرے کہ اس کا کلام تو سنا جائے لیکن وہ خود دکھائی نہ دے یہ صرف تمثیلاً فرمایا ورنہ اللہ تعالیٰ حجاب میں چھپنے سے منزہ اور پاک ہے اس لئے کہ پردے میں وہ چھپتا ہے جس کا جسم ہو اور وہ جسمانیت سے پاک ہے نیز پردہ کا ذکر بھی کلام کے سننے والے کی وجہ سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والے کی وجہ سے اس کی مثالیں موجود ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے طویٰ اور طور پہ کلام فرمایا اسی لئے ان کا لقب کلیم اللہ (علیہ السلام) ہے اس لئے کہ وہ ایک ایسی آواز سنتے تھے جو اللہ تعالیٰ پہ دلالت کرتی تھی لیکن وہ آواز بھی کسی مخلوق کے کلام سے مشابہ نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام کو سنائی صرف ان کے اکرام اور ان کی بزرگی کے پیش نظر ورنہ ہر آواز اللہ تعالیٰ بندوں میں پیدا کرتا ہے جب وہ عمل میں لا کر دوسروں کو سناتے ہیں اور اسی کے ذریعے سے اپنا کلام دوسروں کو سناتا ہے یہی ہمارا مذہب ہے جسے امام ابو منصور ماتریدی نے کتاب التاویلات میں ذکر فرمایا ہے اور امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا وہ نہ آواز تھی اور نہ ہی قرأت

درمیان میں کسی شے کا واسطہ نہ تھا اور ابن فورک (جو اشعریوں سے ہیں) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حجاب نار کے واسطے سے کلام فرمایا۔

کاشفی کا عجیب قول

جناب کاشفی نے لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو درمیان میں صرف ایک نوری حجاب تھا اور اسی کاشفی صاحب نے دوسری جگہ لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے کلام فرمایا تو دو حجاب درمیان میں تھے ایک زرسرخ کا دوسرا مروارید سفید کا اور ہر ایک حجاب کے درمیان ستر ہزار سال کی مسافت تھی۔

تردید از صاحب روح البیان

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ کہاں موسیٰ علیہ السلام اور کہاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر یہ عجیب بات ہے کہ ان کے درمیان ایک پردہ اور محبوب کے درمیان دو پردے اور یہاں کوہ طور کے قریب اور وہاں ستر ہزار سال یہ عجیب توجیہہ ہے جسے نہ عقل مانے نہ فہم۔

عجیب توجیہہ

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دو پردے حق لیکن یہ وہ اسرار ہیں جنہیں عقل و فہم سے نہیں سمجھا جاسکتا البتہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ دو پردے بھی دراصل حضور علیہ السلام کے فضل و کمال کی دلیل ہیں وہ اس لئے کہ وہ پردہ جو یاقوت احمر کا ہے اور وہ مخلوق کے متصل ہے دوسرا وہ پردہ سفید موتی کا ہے جو عالم امر کے متصل ہے۔ وہ دونوں پردے روح محمدی اور حقیقت احمدیہ ہیں (کیا کسی نے فرمایا) (؎ ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل یہ (اضافہ اویسی غفرلہ)

اور درمیانی مسافت ستر ہزار سال اللہ تعالیٰ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مراد نہیں بلکہ وہ مسافت خالق و مخلوق کے درمیان مراد ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام ان دونوں حجابوں کے بغیر سنا اور ان کے درمیان صرف حقیقت محمدیہ تھی جسے جامعہ برزخیہ کہا جاتا ہے اور وہ درحقیقت پردہ نہیں جیسے شیشہ دیکھنے والے کے لئے اصل اور شیشہ میں آئی ہوئی صورت کے درمیان پردہ نہیں بنتا یا جیسے نقاب دولہن کے لئے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لے (ورنہ گستاخ وہابی ہو جاؤ گے)

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا یا رسول یعنی کوئی فرشتہ بھیجتا ہے جبریل علیہ السلام ہوں یا کوئی اور۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو صرف چار پیغمبران عظام علیہم السلام نے دیکھا (۱) موسیٰ (۲) عیسیٰ (۳) زکریا (۴) سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم

ازالہ وہم

اس سے جبریل علیہ السلام کی اصل صورت کا دیکھنا مراد ہے ورنہ وہ تو ہر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ وحی لیکر آئے لیکن اصل صورت کے بجائے انسانی شکل میں فیوجی تو وحی پیش کرتا ہے وہی فرشتہ

مرسل کی طرف یعنی اس پیغمبر علیہ السلام کی طرف جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ باذنہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور امر سے مایشاء وہ جو چاہتا ہے یہ وہی عام طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عموماً جاری رہا اس سے معلوم ہوا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کے ہاں وحی بھیجنے کیلئے فرشتہ واسطہ رہا۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام ایسے تھے جو صرف آواز سنتے تھے اسی آواز سے انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ بعض ایسے تھے جن کے دل اور کان پر پھونکا مارا جاتا جس سے انہیں معلوم ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف بخشا کہ میرے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر ایسے گفتگو کرتے ہیں جیسے تم اپنے کسی دوست کے ساتھ بات کرتے ہو۔

(حدیث شریف ۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے ہاں وحی کس طرح آتی ہے آپ نے فرمایا کبھی گھنٹی کی آواز میں اور یہی مجھ پر سخت گراں ہوتی ہے۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو میں دیکھتی تھی کہ سخت سردیوں کے دنوں میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے یہانتک کہ آپ کے جبین مبارک سے پسینہ ٹپکتا ہوا نظر آتا تھا

فائدہ: التقصد والانفصاء (یعنی نیچے کو دوڑنا) "انہ علیٌ" بے شک اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند و بالا ہے کسی صفت میں مخلوق کو اس کے ساتھ معمولی سی مناسبت بھی نہیں۔

(حکیم) اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے کبھی واسطہ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی واسطہ کے بغیر کبھی الہام سے اور کبھی خطاب سے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بشر جیسا بھی ہو وہ اپنی صفات بشریہ کے لحاظ سے محجوب ہے اس لئے کہ وہ اوصاف خلیقہ ظلمانیہ انسانیہ سے موصوف ہے۔ اس کے اندر استعداد نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ الہام و وحی فی النوم یا فی الیقظہ یا حجاب کے بغیر صریح کلام کر سکے یا پھر اس کے ہاں فرشتے کے واسطہ سے وحی بھیجے جو کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے امر و اذن سے وحی پہنچائے وہ بلند و بالا ہے کہ کسی مخلوق میں سے کوئی شے اس کی ہمجنس نہیں ہو سکتی اور حکیم ہے کہ بشر کو اس کی انانیت سے فانی کر کے ہویت کے بقا سے نوازتا ہے جب اس کی بشریت فنا ہو جاتی ہے تو درمیانی حجابات اٹھ جاتے ہیں اس کی بشریت پر جلوۂ حق غلبہ پا جاتا ہے۔ تو اس کا سننا دیکھنا بولنا اسی جلوۂ حق سے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرتا ہے اور بلا حجاب اس کا کلام سنتا ہے جیسا کہ ہمارے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا "فاوحی الی عبدہ ما اوحی" میں یہی راز ہے یعنی حضور علیہ السلام نے شب معراج بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام

سنا اور یہ حضور علیہ السلام کی شان ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر بلا حجاب بالمشافہ گفتگو فرما کر ایمان لائے ایسے ہی ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ الخ سے بھی ثابت ہوتا ہے اور سورۂ والضحیٰ و الم نشرح لک الخ کے بعض آیات سے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے ان دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حجاب اللہ تعالیٰ سے کلام بھی فرمایا اور اسے بلا حجاب دیکھا بھی۔

فائدہ قیامت میں تمام اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب ایسے دیکھیں گے جیسے چودھویں شب کے چاند کو دیکھا جاتا ہے اور ایسے ہی اس سے قیامت میں بلا حجاب گفتگو کریں گے۔

مسئلہ: وحی دو قسم ہے (۱) بالمشافہ (۲) بلا مشافہ۔

مندرجہ ذیل احادیث کو اسی دوسری قسم پر محمول کیا جائے گا۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ یہودیوں نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ گفتگو کرو اور اسے بلا حجاب دیکھو تب ہم مانیں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب نہیں دیکھا تھا اس پر یہ آیت اتری اس سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام تو کیا لیکن پردہ سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام جب تک حالۃ بشریہ میں ہوتے تو بھی بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس شخص کا گمان ہو کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشتا ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے نہیں سنا وہ فرماتا ہے ما کان بشر الخ اس روایت میں بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے مرتبۂ حجاب کو بیان فرمایا ہے۔

(نکتہ) وما کان لبشر الخ میں اپنے نہ دیکھنے کو عنوان بشریت سے بیان فرمایا اور یہ صحیح ہے کہ بشریت اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ بشریت حد دنیا میں محدود ہے اور اسے یہ بھی طاقت نہیں کہ وہ اسی حد میں اللہ تعالیٰ سے بلا حجاب کلام کرے

شیخ اکبر قدس سرہ کی تقریر

سیدنا شیخ اکبر قدس سرہ نے تلقیح الاذہان میں لکھا کہ بشر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے تین مراتب ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ما کان لبشر الخ میں بیان فرمایا اور ہر ایک کا نام وحی ہے لیکن ان میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں جنہیں حد بشریت سے نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ وحی عطا ہوئی۔ لیکن جب تک انانیت ہو مشاہدہ ذاتی کا حصول ناممکن ہے ایسے ہی مناجات کا قاعدہ ہے اور بعض کو بالواسطہ وحی حاصل ہوتی ہے جب بشریت کی حد میں ہوتے ہیں ایسے ہی اس بشریت سے آہستہ آہستہ خارج ہوتے ہیں تو پھر سماع کلام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں یہاں تک جب فنا کلی پاتے

ہیں تو مشاہدۂ حق سے بہرہ ور ہوتے ہیں پھر خود سامع خود مسمع کی شان کو پہنچ جاتے ہیں۔

نسخہ فنا کلی

یہ مرتبہ صرف انفاق سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ فرمایا وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ اس انفاق پر آپ نے سنا" واتخذہ وکیلا (اور اسے وکیل بنایا)

حکایت

حضرت شیخ روزبہان بقلی قدس سرہ نے عرائس البیان میں لکھا کہ ابتدائے سلوک میں مجھے اس قسم کا واقعہ پیش آیا وہ ہوا یوں کہ مجھے مشاہدہ حق ہوا یعنی جمال الٰہی کا مشاہدہ مکشوف ہوگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ من حیث الارواح گفتگو فرمائی اس وقت میرے ساتھ اشباح کا کوئی واسطہ نہ تھا اس پر مجھ پر سکر کا غلبہ کے سوا اس حالت میں وہ مخفی راز کا افشار کرتا رہا۔ مجھ پر ایک اہل علم نے اعتراض کیا کہ آپ نے شرع نے خلاف کلام فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے " ماکان بشر الخ وہ اللہ تعالیٰ انبیاء ورسل اور اولیائے کرام علی نبینا علیہم السلام سے بلا حجاب کلام نہیں کرتا اور آپ فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے بلا حجاب گفتگو کی میں نے انہیں عرض کی آپ سچ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد " ماکان بشر الخ حق ہے لیکن یاد رہے کہ یہ وقت ہے جب وہ بشریت کے حجاب میں تھے جب وہ حضرات بشریت سے خارج ہوکر ارواح کے ذریعہ عالم غیب میں پہنچے تو انہوں نے عالم ملکوت کو دیکھا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قرب کے انوار کا لباس پہنایا اور ان کی آنکھوں میں نور ذاتی کا سرمہ لگایا اور قوت ربوبیت ان کے کانوں میں بھری پھر ان کے سامنے سر العزۃ اور حجاب مملکت کو ہٹایا تو کھلم کھلا گفتگو فرمائی۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

چونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخص الخواص ہیں کیونکہ آپ ازل سے ہی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ محبوب ہوئے اور آپ کا جسم عین روح تھا۔ (اسی لئے سایہ نہ تھا اسی لئے ہم اہل سنت آپکی بشریت کو نورانی بشریت سے تعبیر کرتے ہیں) اور آپ کو نور علی نور کہتے ہیں) آپ ہر وجوہ سے ایک تھے (یعنی نور) اسی لئے آپ کی ہر شے کو ہم نور کہتے ہیں) ؎

بعد گویم آل نور واصحاب نور
اکل نور وشرب نور وخواب نور

ترجمہ:۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کی آل واصحاب نور ہیں آپ کا کھانا پینا سونا نور ہے۔

اسی لئے عالم ملکوت میں تشریف لے گئے تو حق کو نور جبروت سے دیکھا اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کیونکہ حجاب تو مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس سے کہ اس کے آگے کوئی شے حاجب ہو۔

حکایت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے عرض کی مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرائیے آپ نے اسے فرمایا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا فرمایا جب انہوں نے " ارنی " کہا؛

مے ؛ اور اس سے خرچ کرو جس کا میں نے دوسروں کا جانشین بنایا۔

حالانکہ وہ بہت بڑے بلند مرتبہ نبی تھے۔ انہیں بھی " لن ترانی " کہا گیا پھر تم کون۔ اس نے کہا وہ ملۃ دوسری تھی ہم ملت احمدیہ ہیں اس ملت کے لوگوں نے کہا " رائی قلبی ربی " میرے قلب نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور کسی نے کہا " لا اعبد ربا لم اره " میں اس خدا کی عبادت کیوں کروں جب میں اسے دیکھ بھی نہ سکوں اس شخص کے بار بار اصرار پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے دریائے دجلہ میں پھینک دو اسے دریا میں پھینکا گیا تو وہ کہتا تھا " الغیاث یا ابن رسول اللہ " حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پانی سے فرمایا اسے ڈبو دے لیکن وہ شخص فریاد کرتا رہا جب وہ شخص نا امید ہوا کہ یہ لوگ میری مدد نہیں کرتے تو پکارا " الٰہی الغیاث " حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ کلمات سن کر فرمایا اب اسے باہر لاؤ۔ اسے پانی سے باہر لایا گیا اس کے پانی سے بھیگے ہوئے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنائے گئے اور اس کے جسم سے پانی سکھایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا بتلائیے کیا حال ہے اس نے کہا جب تک آپ کو پکارتا رہا اضطرار اور پریشانی سوار رہی لیکن جب حق کو پکارا تو میرے ہوش و حواس مطمئن ہوئے اضطرار و اضطراب کافور ہوا اور دل کا دریچہ کھلا اور وہی دیکھا جو میرا جی چاہتا تھا آپ نے فرمایا جب تک تو مجھے پکارتا رہا تو اپنے مدعا میں سچا نہیں تھا جب تو نے مخلوق سے رابطہ توڑا تو تجھے محبوب و مطلوب مل گیا اب اس رابطہ حق کو مضبوط رکھنا۔

سبق : اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں ہو سکتا ہے ہاں حال بشریت میں اس کا دیدار ممتنع ہے جب یہ پردہ ہٹ جائے تو پھر ممکن ہے ؎

وجود عین غبار یست در رہ دیدار ∴ غبار مانع دیدار میشود ہُشدار

ترجمہ : دیدار کے راہ میں تیرا وجود عین غبار ہے۔ ہوش کر غبار مانع دیدار ہے۔

تفسیر عالمانہ وکذالک اور ایحائے بدیع کی طرح یا اس وحی کی طرح جو ہم نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرف کی " اوحینا الیک روحا من امرنا " ہم نے آپ کی طرف اپنے امر کا ایک روح بھیجا اس سے قرآن مجید مراد ہے اس لئے کہ یہ قلوب کے لئے بمنزلہ روح کے ہے اس لئے کہ جیسے روح جسم کو زندہ رکھتا ہے ایسے ہی یہ قلوب کو حیاۃ طیبہ بخشتا ہے یعنی قلوب میں وہ امور پیدا کرتا ہے جو بمنزلہ حیات کے ہیں جیسے علم نافع جو جہل (جو کہ بمنزلہ موت کا ہے) کو ہٹاتا ہے۔

فائدہ : امام راغب نے فرمایا کہ قرآن مجید کو روح اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حیات اخروی کا سبب ہے اور اسے " وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان " میں بیان فرمایا ہے۔ " من امرنا " یعنی ہمارے فرمان سے " روحا " وہ شے جو نشو و نما پیدا کرے اس کی تحقیق " حٰم المؤمن " میں گزری ہے بعض نے فرمایا اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہے " ایحائہ " بمعنی ارسال ہے۔

(سوال) حضور علیہ السلام کو پہلے کیسے معلوم ہوا کہ یہی جبرائیل علیہ السلام ہیں اور کیسے یقین ہوا کہ یہی کلام جو وہ سنا رہے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(جواب) اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسا علم ضروری پیدا فرمایا جس سے آپ کو یقین ہوا کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور علم ضروری ایمان حقیقی کا موجب ہے اور اسی سے یقین اور خشیت پیدا ہوتا ہے اور خشیت معرفت کے مرتبہ میں ہے "ماکنت تدری" چالیس سال کی عمر سے پہلے (ذاتی طور) یعنی وحی سے پہلے آپ نہیں جانتے۔

(سوال) یہی مذہب وہابیوں دیوبندیوں مودودیوں نجدیوں کا ہے اس سے صاحب روح البیان کی تفسیر بھی تائید ہوئی۔

(جواب ۱) صاحب روح البیان قدس سرہ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ میری مراد وحی سے وحی نبوت ہے اور وحی نبوت کی نفی سے مطلق وحی کی نفی نہ ہوئی اور اسی سے ہمارا استدلال ہے۔

(جواب ۲) درایت کی نفی ہے جس کا معنی از خود اٹکل سے جاننا اور یہ نبوت کی شان کے خلاف ہے اور نہ ہم اس کے قائل ہیں۔

(جواب ۳) "ولکن جعلناہ الخ" سے ان کا اثبات ہے جس کے ہم قائل ہیں اور مضمون صرف ماتدری الخ میں ختم نہیں ہو گیا بلکہ اس کا تعلق ولکن جعلناہ الخ تک۔

(جواب ۴) قاعدہ ہے کہ نفی کے بعد حروف استثنائیہ استدراکیہ آجائیں تو نفی کا مفہوم ختم ہو کر اثبات کا مفہوم ثابت ہو جاتا ہے۔

(جواب) مخالفین کا عقیدہ اگر صحیح مانا جائے تو دوسری آیات صریحہ و احادیث صحیحہ کا بطلان لازم آتا ہے۔

(یہ جوابات فقیر اویسی غفرلہ کا اضافہ ہے تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں دیکھئے) (ما الکتاب) کتاب کیا تھی ہے یعنی جب تک قرآن مجید کا نزول نہ ہوا آپ کو معلوم نہ تھا کہ وہ کیا ہے (اس کے وہی جوابات ہیں جو مذکور ہوئے) اور نفی فعل عن العمل کے متعلق ہے اور اس کا مابعد دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور "ماکنت الیک" کے کاف خطاب سے محلاً حال ہے (کذا فی تفسیر الکواشی و لا الایمان) نہ ہی ایمان کو اس کی تفصیلات کے ساتھ آپ جانتے تھے جیسا کہ اب اس کی تفصیلات قرآن مجید میں درج ہیں اس لئے کہ یہ ایسے امور ہیں جہاں عقل کو رسائی نہیں اور نہ ہی صرف عقل و نظر ایمان کو سمجھا جا سکتا ہے۔

ازالہ وہم | ۱۔ نہ صرف حضور علیہ السلام بلکہ جملہ انبیاء و رسل کرام علیہم السلام نزول وحی سے پہلے ایمان پر ہوتے تھے اور جملہ کبائر اور ان صغائر سے بھی معصوم ہیں جو لوگوں کے لئے نفرت کا موجب بنتے ہیں بعثت سے پہلے بھی اور بعد کو چہ جائیکہ ان سے کفر کا صدور ہو (معاذ اللہ)

۲۔ حضور علیہ السلام نزول وحی سے پہلے نہ قرآن کو جانتے اور نہ شرائع ایمان۔

وعلامات ایمان کو اس سے مسائل واحکام مراد ہیں اس لئے کہ ایمان کا اطلاق احکام پر ہوتا ہے چنانچہ" ان اللہ لا یضیع ایمانکم" میں ایمان سے صلوٰۃ مراد ہے اور نماز کو ایمان اس لئے کہا گیا کہ نماز ایمان کے اہم شعبوں سے ایک ہے۔

حدیث شریف

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے کبھی بت کو سجدہ کیا آپ نے فرمایا (معاذ اللہ) نہیں پھر سوال ہوا کیا آپ نے شراب پی آپ نے فرمایا (معاذ اللہ) نہیں۔ اور فرمایا کہ میں کافروں کے کفر کو (قدرتی طور) سمجھ جاتا تھا اسی لئے اس سے دور رہتا (اور ایسے ہی مجھے برے افعال واعمال سے قدرتی طور نفرت تھی)

مسئلہ، آیۃ "ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" میں الایمان سے ایمان شرعی مراد ہے۔ ایمان شرعی وہ ہے جس کے ساتھ تفصیلی احکام متعلق ہیں۔

فائدہ: ابن قتیبہ نے لکھا کہ اہل عرب ہمیشہ دین اسماعیل علیہ السلام پر عمل کرتے تھے۔ حج ختنہ نکاح۔ ایقاع الطلاق جنابۃ کا غسل محارم کی تحریم رشتہ داری اور رشتہ مصاہرت وغیرہ دین اسماعیل کے مطابق ہوتا تھا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہی احکام میں ان کے ساتھ تھے لیکن توحید کا عقیدہ آپ کے دل میں پہلے سے راسخ تھا اور لات وعزیٰ سے فطرتی طور بغض رکھتے تھے اور حج وعمرہ بھی کرتے اور اکثر امور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے یہاں تک کہ آپ پر وحی کا نزول ہوا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کا تاج پہنایا۔

بیضاوی کی تردید

(۳) وہ جو صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا کہ حضور علیہ السلام قبل البعثہ کسی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ قول بالکل غلط ہے اس لئے کہ عدم درایۃ کو عدم تعبد لازم نہیں بلکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ حضور علیہ السلام ان احکام کے مکلف نہیں تھے اگر ان سے کوئی ایسی کمی واقع بھی ہوتی تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہ ہوتا۔

(۴) حق یہ ہے کہ یہاں پر الایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو سمعی دلیل کے بغیر معلوم نہ ہو سکے۔

(۵) بعض علماء کرام نے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت سے خاص ہے جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کو نہیں پہنچے یا گہوارے میں کہ ایمان شرعی سے آپ کو تعلق نہ تھا۔

تردید از صاحب روح البیان

نقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا قول ضعیف ہے اس لئے کہ اس سے آپ پر عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی فضیلت لازم آتی ہے حالانکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل بلکہ آپ کو بچپن سے علوم وحکم سے نوازا گیا تھا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے دراصل عبارت یوں تھی وہ

ولا اہل الایمان " یعنی آپ کو ذاتی طور علم نہ تھا کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں یہاں تک کہ ان کا علم اس وقت ہوا کہ جب مومن نے ایمان اور کافر نے کفر ظاہر کیا۔

(۲) بعض نے کہا اس سے آپ کے رشتہ دار مراد ہیں اب معنی یہ ہوا کہ معلوم نہ تھا۔ کہ رشتہ داروں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون نہیں مثلاً غالب گمان تھا کہ ابو طالب ایمان لائے گا لیکن اس کے بجائے عباس ایمان لائے چنانچہ مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا ارادہ تھا کہ ابو طالب لائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان کا ہو گیا تو وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا۔

تردید از صاحب روح البیان

نقیم (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ اگر اسے ظاہری ایمان لانے پر محمول کیا جائے تو پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی کیا تخصیص ہے اس طرح سے تو آپ تا آخر عمر کسی کے متعلق بظاہر نہیں جانتے تھے کہ کون ایمان لائیگا اور کون نہیں ہم نے بظاہر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بباطن آپ کو کافر کے کفر اور مومن کے ایمان کا علم تھا اور بہت سے لوگوں کے متعلق ضرورت کے وقت ظاہر بھی فرمایا لیکن شرع کے احکام ظاہر پر مرتب ہوتے ہیں اسی لئے آپ ظاہری حیثیت کو برقرار رکھتے تھے۔ " ولکن جعلناہ " لیکن آپ کے اس روح کو جو آپ کے ہاں نازل کیا ہم نے بنایا۔ الجعل بمعنی التصیر ہے بمعنی الخلق نہیں اور اس سے " انزلناہ " مراد ہے " نورا نہدی " بہ من نشاء " نور جس کے ذریعے ہم جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں یعنی ایمان کو قبول کرنے اور اسمیں نظر و فکر کی توفیق دیتے ہیں۔

" من عبادنا " اپنے ان بندوں میں سے جو اپنا اختیار ہدایت کے حصول کی طرف پھیرتا ہے " وانک لتہدی " یہ ہدایت کی تقریر اور اس کی کیفیت کا بیان ہے لتہدی کا مفعول محذوف ہے صرف ظلو پر بھروسہ کر کے یعنی آپ اسی نور کے ذریعے ہدایت دیتے ہیں اور جس کی ہم ہدایت چاہتے ہیں آپ اس کی رہبری فرماتے ہیں " الی صراط مستقیم " سیدھے راستے کی طرف اس سے اسلام اور جملہ شرائع و احکام مراد ہیں صراط سے وہ راستہ مراد ہے جسمیں ٹیڑھا پن نہ ہو بلکہ بالکل سیدھا ہو۔ صراط اللہ ۔ یہ صراط مستقیم سے بدل ہے۔ " الذی لہ ما فی السموات " وما فی الارض " اللہ تعالیٰ کا راستہ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ صراط کو اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف اور اسے مستقیم سے موصوف کرنے میں اس کے عظیم الشان ہونے پر تنبیہ مطلوب ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کا راستہ یقیناً مستقیم ہے اور اسمیں تاکید بھی ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کے راستے پر چلیں کیونکہ وہ اتنا بہت بڑی ذات ہے کہ جمیع موجودات آسمان میں ہوں یا زمین میں تمام اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اسی کے پیدا کردہ اور اسی کی

ملک ہیں اسی لئے بندوں پر لازم ہے کہ صرف اسی کے راستہ پر چلیں۔

تفسیر صوفیانہ

بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ازل میں سب کو ایمان کی دعوت دی جس نے قبول کیا تو وہ ہدایت پر رہا اور جس نے انکار کیا وہ مارا گیا۔

رد وہابیہ دیوبندیہ وغیرہا

صاحب روح البیان کی مندرجہ ذیل عبارت مصنف مزاج پڑھیں۔

وانما کان علیہ السلام ھادیا لانہ نور کالقرآن ولمناسبتہ مع نور الایمان والقرآن قیل کان خلقہ القرآن (روح البیان ص ۳۴۸ ج ۸)

"بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہادی ہیں کیونکہ آپ قرآن کی طرح نور ہیں اسی مناسبت سے جو آپ کو قرآن وایمان سے تھی آپ کو کہا گیا خلق (آپ کا) قرآن ہے۔"

تحت آیۃ ہذا ؎

اے نور الٰہی زجبین تو ہویدا ... سرِ ازل از نور جمالت شد پیدا

ترجمہ: اے کہ نور الٰہی آپ کی جبین سے ظاہر ہے سر ازل آپ کے نور جمال سے ظاہر ہوا۔

تفسیر عالمانہ

الا یہ کلمہ تبصرہ کے لئے تذکیر یا حجت کے لئے تنبیہ کے طور واقع ہوتا ہے بمعنی خبردار "الی اللہ" صرف اللہ تعالیٰ کی طرف "تصیر الامور" جملہ امور راجع ہوتے ہیں یعنی اس دن کہ جہاں تمام روابط و تعلقات منقطع ہوجائیں گے یعنی قیامت میں۔ اس وقت تصیر مستقبل کے معنی میں ہوگا اس میں سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو خوشی وعدہ اور اس سے بھٹکنے والوں کو وعید ہے جیسا کہ ظاہر ہے

فائدہ: بحر العلوم میں لکھا ہے کہ جملہ مخلوق کے جملہ امور دنیا و آخرت میں اسی کی طرف راجع ہیں اس لئے کہ وہ جملہ امور کا مدبر ہے اس کی قضاء قدر سے کوئی امر خارج نہیں ہوتا۔

تفسیر صوفیانہ

محققین فرماتے ہیں کہ یوں کہو کہ جملہ امور کی بازگشت جملہ اوقات و احوال میں اسی کی طرف ہوتی ہے اور حجابات وسائط اٹھنے پر اس کا ظہور ہوگا ؎

صورت کثرت حجب وحدتست ... غیبت ما مانع نور حضور

دیدۂ دل باز بکش و ببین ... سر الی اللہ تصیر الامور

ترجمہ: صورت کثرت وحدت کا حجاب ہے ہماری غیبوبۃ نور حضور کی مانع ہے

دل کی آنکھ کھول اور دیکھ الی اللہ تصیر الامور کے اسرار ۔ "

اس لئے جملہ امور کا مُبدی ہے اسی لئے فنا، اختیاری سے یا اضطراری سے جملہ امور اسی کی طرف راجع ہوں گے ۔

حکایت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے جب مردے کو قبر میں دفنایا گیا اور قبر پر مٹی مکمل کر لی گئی تو حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور خوب روئے یہاں تک کہ اس کی قبر کی مٹی آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی ۔ پھر آپ نے لوگوں کو فرمایا دیکھو عزیزو دنیا کی انتہا بھی قبر ہے اور آخرت کی ابتداء بھی قبر ہے اس لئے منقول ہے کہ القبر منزل من منازل القبر [ف]

پھر تم اس دنیا پر ناز اور فخر کیوں کرتے ہو جب جانتے ہو کہ اس کا یہی انجام ہے جب تم جانتے ہو کہ آخر فنا ہے ۔

شب گور خواہی منور چو روز ⁂ از ینجا چراغ عمل بر فروز

بران خورد سعدی کہ بیخے نشاند ⁂ کسے بر د خرمن کہ تخمے نشاند

ترجمہ: قبر کی تاریکی کے لئے چاہتے ہو کہ وہ روشن ہو تو یہاں عمل کا دیا روشن کر ۔

اے سعدی پھل وہ کھاتا ہے جو درخت کی جڑ زمین میں گاڑتا ہے اور خرمن وہ اٹھائے گا جو بیج بوئے گا ۔

اعجوبہ و حکایت

حضرت سہل بن ابی الجعد نے فرمایا کہ کسی جگہ پر قرآن مجید کے اوراق جل گئے صرف جملہ " الا الی اللہ تصیر الامور " بچ گیا ۔ ایک جگہ قرآن مجید کے جملہ اوراق پانی میں گرنے سے تمام حروف مٹ گئے صرف الا الی اللہ تصیر الامور ویسے کا ویسا رہ گیا ۔

(عین المعانی سجاوندی)

صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ سورۃ شوریٰ کی تفسیر ربیع الآخر کے اواخر ۱۱۱۳ھ میں ختم ہوئی ۔

فقیر اویسی غفرلہ سورۃ شوریٰ کے ترجمہ سے ۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ ۱۲ را کتوبر ۷۸ء بروز جمعرات عند اذان العصر فارغ ہوا ۔

ف ، قبر کی منازل میں پہلی منزل قبر ہے ۔

سورة الزخرف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ ۝ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا

لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۝

اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ

وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِىٍّ فِى الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ

اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا

وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۝ الَّذِىۡ

جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ

تَهۡتَدُوۡنَ ۝ وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنۡشَرۡنَا

بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ۝ وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ

كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۝

لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ
عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ
وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ○

سورۃ الزخرف مکی ہے اس میں سات رکوع ۸۹ آیات اور تین ہزار چار سو حروف ہیں

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا
روشن کتاب کی قسم ہم نے اسے عربی قرآن اُتارا کہ تم سمجھو اور بیشک وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی و حکمت والا ہے تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اُس کی ہنسی ہی بنایا کیے۔ تو ہم نے وہ ہلاک کر دیے جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے انہیں بنایا اُس عزت والے علم والے نے وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے تا کہ تم راہ پاؤ اور وہ جس نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازے سے تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر زندہ فرما دیا یونہی تم نکالے جاؤ گے اور جس نے سب جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو۔ پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا۔ بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

سورۃ زخرف

مکیہ اور اس کی ۸۹ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر عالمانہ حٰمٓ یعنی قرآن جس کا نام حٰمٓ ہے یا سورۃ ہے جس کا نام حٰمٓ ہے فقیر (صاحب تفسیر روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے دو ناموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں حا، حنان کی طرف میم منان کی طرف اشارہ ہے۔

حنان ومنان کی شرح حنان وہ ہے جس سے کوئی اعراض کرے تو وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرے القاموس میں ہے کہ حنان بروزن شداد بمعنی رحیم۔ المنان جو مانگے بغیر عطا فرمائے چنانچہ قاموس میں ہے کہ منان اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ جو خود بخود عطا فرمائے!

فائدہ: کعبہ معظمہ میں تین ستون ہیں

(۱) حنان

(۲) منان

(۳) دیان۔

ان ستونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں تعظیماً ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ۔ ناقۃ اللہ۔

فائدہ صوفیانہ ان ستونوں کو اللہ تعالیٰ کے نام سے مضاف کرنے اور پھر انہیں کعبہ میں نصب کرنے میں اشارہ ہے ذات احدیہ کی طرف کہ اس کی ذات کا تقاضا ہے کہ وہ دنیا میں رحمت و عطا سے نوازے اور آخرت میں جزاء اور بہتر جزا دے اسی لئے اس نے اپنی رحمت سے قرآن اتارا اسی لئے اس کی قسم یاد فرمائی کہ " والکتاب" مجرور ہے اس لئے کہ یہ مقسم بہ ہے جملہ ابتدائیہ ہے یا اس کا عطف حٰمٓ پر ہے جبکہ با قسمیہ جار محذوف ہو اور عطف میں مغایرۃ ضروری ہے اگرچہ عنوان سے ہی اور قسم کے تکرار میں جملہ قسمیہ کے مضمون میں ہے (المبین) بمعنی بین (بہت زیادہ ظاہر) ان کے لئے جن پر یہ نازل ہوا اس لئے کہ ان کی لغت اور ان کے طریقہ پر اترا ہے

تفسیر: یہ ابان سے ہے بمعنی بان یعنی ظہر یا اس کا معنی یہ ہے کہ طرق ضلالت سے طریقۂ ہدایت کو ظاہر اور دین کے ابواب سے جتنا امور ضروری ہیں انہیں واضح کرتا ہے اس معنی پر ابان بمعنی اظہر و اوضح ہے

(۲) حضرت سہل نے فرمایا قرآن میں ضلالت سے ہدایت کو اور شر سے خیر کو اور سعادتمندوں کی سعادت اور بدبختوں کی شقاوت کو ظاہر کیا گیا ہے

(۳) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر کتاب سے خط مراد ہے مثلاً کہا جاتا ہے "کتبہ کتباً و کتاباً" یعنی اس نے خط لکھا اور اس کی قسم یاد کرنے میں اشارہ ہے کہ خط لکھنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرمائی اس لئے کہ اس میں بہت بڑے فائدے ہیں سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ علوم کی تکمیل خط سے ہوتی ہے مثلاً ایک عالم دین نے کسی مسئلہ کا استنباط کیا پھر وہ لکھ کر آنے والی نسل کیلئے چھوڑ گیا تو آنے والوں نے اس سے علمی استفادہ کیا گویا علم کی زندگی "خط" لکھنے سے ہے۔

تردید از صاحب روح البیان

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ یہ تفسیر کچھ ناموزوں سی ہے اس لئے کہ اس میں مقسم بہ و مقسم علیہ کا اتحاد لازم آتا ہے جبکہ اس سے قرآن مجید مراد ہے اور یہ نہایت قبیح امر ہے اس کی مزید بحث آئے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

"انا جعلناہ قرانا عربیا"، بے شک ہم نے اسے قرآن عربی بنایا۔

(سوال از معتزلہ) جعلنا سے ثابت ہوا کہ قرآن مجعول ہے اور ہر مجعول مخلوق ہوتی ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ قرآن مخلوق ہے حالاں کہ تم حدیث شریف سے ثابت کرتے ہو کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ کما قال علیہ السلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق (قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔)

(جواب از اہلسنت) یہاں جعل بمعنی تصیر ہے یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں لے جانا اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے اپنے کلام قدیم کو لغت عرب میں اتارا۔ اسے لغت عجم میں نہیں اتارا گیا ورنہ قرآن تو ہمارا کلام اور ہماری صفت ہے اور ہماری ذات کے ساتھ قائم ہے وہ نہ عربیت کی محتاج ہے بلکہ ایسی صفت سے منزہ ہے اور نہ اسے اس کی توابع دیگر لغات کی محتاجی ہے۔

لعلکم تعقلون تاکہ تم سمجھ جاؤ یہاں پر لفظ استعارہ کے طور لعل لیا گیا ہے اس میں ماقبل کو مابعد کے لئے سبب و علت کا ظاہر کرنا مطلوب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے توقع و ترجی کا معنی ممتنع ہے کیونکہ توقع و ترجی اس کیلئے ہے جو امور کے انجام کو نہ جانتا ہو خلاصہ یہ کہ اس میں دلالت ہے کہ پہلا فعل اس لئے ہے کہ اس سے دوسرا فعل ہے اور ارادہ کو چونکہ ترجی سے مشابہت ہے اس لئے لعل لایا گیا" اور لعلکم الخ محلاً منصوب اور مفعول لہ ہے۔

ازالہ وہم

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے لیکن چونکہ انہیں مصلحت جلیلہ عاقبۃ حمیدہ مضمر ہوتی ہے اس لئے انہیں ایسے طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ لفظ لعل عقلاً علت کے لئے اور شرعاً مصلحت کے لئے مستعمل ہوتا ہے علاوہ ازیں بندوں کو مانعت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے افعال کو معلل بالاغراض نہ مانیں اور وہ خود اپنے لیے جس طرح چاہے فرمائے۔ لیکن کلی طور کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے اور اس کے لئے یہ اطلاق علی الاطلاق نہ ہونا بعید از صواب ہے اس لئے کہ نصوص کثیرہ کا خلاف لازم آتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ تم قرآن عربی کو سمجھو اور اس کی نظم عجیب و معنی کو سمجھو اور اس کے شواہد ناطقہ پر غور کرو کہ ایسے شواہد انسانی طاقت سے باہر ہیں ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حقوق کو پہچانیں اور قرآن عربی میں اس لئے بھی آتارا گیا تاکہ تمہارا عذر نہ ہو کہ چونکہ قرآن مجید ہماری زبان میں نہیں تھا اس لئے ہم نہ سمجھ سکے۔)

ف) "اناجعلنا قرآناً عربیا" قسم کا جواب ہے "لعلکم تعقلون" تاکید کے لئے ہے تاکہ معلوم ہو کہ جس کا عذر کریں گے ہم نے وہ پہلے ہی ختم کر دیا اور جس کی انہیں ضرورت تھی وہ ہم نے پوری کر دی (کذا فی الارشاد)

فائدہ: قرآن کی قسم بیان کر کے ثابت کیا گیا کہ یہ قرآن عربی ہے اس میں قسم اور مقسم علیہ کا اتحاد (صورۃ) لازم آیا تو یہ بھی بدائع الاقسام سے ہوا لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ مقسم بہ و علیہ کا اتحاد نہیں اس لئے کہ قرآن سے اس کی ذات اور قرآناً عربیا سے اس کی وصف مراد ہے اس اعتبار سے ان دونوں میں مغایرت ثابت ہو گئی خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کسی کا اپنا بنایا ہوا کلام نہیں کہ اسے اپنے طور تیار کر کے اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہو یا بناوٹی کہانیاں درج کی گئی ہوں بلکہ ہم نے اسے عربی زبان کا لباس پہنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور یہ جواب بھی اسی معنی پر ہے نہ یہ کہ خبر دینا مطلوب ہے کہ یہ قرآن عربی ہے کیونکہ اس کے عربی ہونے میں تو شک بھی نہیں اسے مقسم بہ بنانے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن مجید سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ شے اور کوئی نہیں کہ جس کی قسم یاد فرمائے اس لئے کہ محب کی نظر محبوب سے اور کوئی شے بلند قدر نہیں ہوتی پھر جب وہ اپنے محبوب کی قسم کھائے تو اس کی قسم میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی اس کی وصف کی قسم کے متعلق بھی یہی تقریر ہے (وانہ) اور بے شک وہ کتاب "فی ام الکتاب" لوح محفوظ میں، کیونکہ تمام کتب آسمانی کا مرکز لوح محفوظ ہے کیونکہ جملہ کتب سماویہ اسی میں مثبت ہیں اگرچہ اب وہ منسوخ ہیں امام راغب نے فرمایا کہ ام الکتاب سے لوح محفوظ اس لئے مراد ہے کہ اس کی طرف ہر شے منسوب اور اسی سے ظاہر ہوتی ہے "الکتاب" اس صحیفہ کا نام ہے کہ جس میں کوئی شے لکھی ہوئی ہو "لدنیا" ہمارے ہاں لعلی تمام کتب سماویہ سے رفیع القدر کتاب ہے حکیم" بہت بڑی حکمت والی یا بہت بڑی محکم ہے اس میں اشارہ ہے کہ یہ کتاب جو لوح محفوظ میں ہے دوسری کتابوں کی طرح نہیں بلکہ یہ ہمارے نزدیک ارفع و اعلیٰ درجہ رکھتی ہے جملہ مستانفہ ہے اعراب سے اس کا کوئی محل نہیں (کذا فی الجلالین) خلاصہ یہ کہ یہ کتاب اللہ کے نزدیک اسی صفت سے لوح محفوظ میں ہے۔

لوح محفوظ کا تعارف

لوح محفوظ کو اللہ تعالیٰ نے سفید موتی سے بنایا ہے اس کے دونوں کنارے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نوری ہے اور کتاب بھی نوری جس کا عرض

آسمان و زمین کے درمیان کی مسافت کے برابر ہے اس میں اللہ تعالیٰ روزانہ تین سو ساٹھ بار دیکھتا ہے ہر نظر سے بیشمار مخلوق پیدا فرماتا اور زندہ کرتا اور مارتا ہے بے شمار مخلوق کو عزت و ذلت دیتا ہے۔ اور وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

قرآنی علوم

حدیث شریف میں ہے "ان احرف القرآن فی اللوح المحفوظ کل حرف منها بقدر جبل قاف وان تحت کل حرف معان لا یحیط بها الا اللہ تعالیٰ" قرآن کے تمام حروف لوح محفوظ میں ہیں اس کا ہر حرف جبل قاف جتنا موٹا ہے اور ہر حرف کے تحت اَن گنت معانی ہیں جن کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔[1]

فائدہ: اسی لئے کوئی حرف دوسرے حرف کی جگہ پر نہیں کھڑا کیا جا سکتا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا جس طرح معنی معجزہ ہے ایسے ہی اس کے الفاظ بھی معجزہ ہیں۔

حقیقی لوح محفوظ حضرت انسان یعنی ولی اللہ ہے

چونکہ انسان (ولی۔ نبی علیہ السلام) لوح حقیقی معنوی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن مجید کا نزول حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر ہوا اور ہمیشہ تک یعنی دنیا و آخرت میں آپ کے قلب اقدس میں ثبت رہا اور رہے گا پھر آپ کے ورثاء (اولیاء) کے قلوب پر اس کا معنی اترا۔

بایزید بسطامی قدس سرہ کی تقریر

سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ لوح محفوظ پر روزانہ تین سو ساٹھ بار دیکھتا ہے۔ ایسے ہی مومن کامل (ولی اللہ) کے دل کو روزانہ تین سو ساٹھ بار دیکھتا ہے اس سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔

فائدہ: یوم سے ایک ہزار سال کی مدت مراد ہے۔

سبق

: جب انسانی قلب لوح اللہ ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قلب سے غیر اللہ کے تصورات مٹائے اور اسے ذات حق کی نظر خاص کے لئے سنوارے کیونکہ نگاہ حق مزین قلب پر پڑتی ہے اور جس میں غل وغش اور غلاظت کا ڈھیر پڑا ہو اس قلب پر نگاہ حق کیوں کر پڑے گی۔

تصفیہ قلب کا نسخہ

قلب کی غلاظت یہ شہوت نفسانی اور ظاہر دنیا کی طرف میلان اور مخلوق کی طرف توجہ اور اپنے ظاہر کو لباس وغیرہ سے اس لئے سنوارنا کہ لوگوں کی اس پر نگاہ ہو اور قلب کی زینت کے اسباب یہ ہیں محبت حق اور حقیقت کی طرف دل مائل ہوا اور دل میں وہ تصورات لائے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہو غیر اللہ کی طرف التفات تک ختم کر ڈالے اور دنیوی اشیاء میں سے ان پر اکتفا کرے جو ضرورت ہو

---

[1] اسکی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب "جمیع العلوم فی القرآن" میں ہے ۱۲۔ "اویسی غفرلہ"

علاج قلب مریض

بعض مشائخ نے فرمایا کہ شب و روز قرآن مجید کی تلاوت انسان کو اولیاء اللہ کے مقام تک پہنچاتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے جو عمل ذکر اللہ کا موجب ہو وہی بیمار دل کا علاج ہے اور قلب کا سب سے بڑا مرض اللہ تعالیٰ کو بھلا دینا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ نسوا اللہ فانساھم ذکر الٰہی سے اس انسیان کا علاج ہوگا کیونکہ طبی اور روحانی قاعدہ ہے بیماری کی ضد اس کا علاج ہے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں) ؎

دلت آئینہ خدا نماست ؞ روئے آئینہ تو تیرہ چراست
صیقل داری صیقل می زن ؞ تاکہ آئینہ ات شود روشن
صیقل آن اگر نہ آگاہ ؞ نیست جز لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ: (۱) تیرے دل کا آئینہ خدا نما ہے سیاہ کیوں ہے
(۲) تو صیقل رکھتا ہے صیقل سے صاف کر تاکہ تیرا دل آئینہ سے زیادہ روشن ہو۔
(۳) اگر تو صیقل سے آگاہ نہیں وہ صیقل لا الٰہ الا اللہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

افنضرب عنکم الذکر قرآن عظیم کی عظمت شان بیان کی اور ثابت کیا کہ قرآن مجید ان کی لغت میں نازل ہوا تاکہ وہ اسے سمجھ سکیں اور اس پر ایمان لائیں اور اس کے مطابق عمل کریں اب بیان فرمایا کہ کیا ان کے انکار سے ہم بھی قرآن مجید نازل نہ کریں کما قال افنضرب عنکم الذکر الخ فا کا عطف فعل محذوف پر ہے جو ہمیں اقتضاء النص سے معلوم ہوا دراصل عبارت انھملکم فننحی القرآن الخ یعنی کیا ہم تمہیں مہلت دیں اور تمہارے سے قرآن مجید کو دور رکھیں اور سرے سے اسے ترک کر دیں اور کیا یہ یہ وگرام امر و نہی اور وعید ختم کر دیں یہ استعارہ تمثیلیہ ہے یہ ضرب الغرائب عن الحوض کی طرح ہے بیگانے اونٹوں کو حوض سے بھگانا ذکر اسے دور رکھنے کو بیگانے اونٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے پھر جیسے بیگانے اونٹوں کا حال ہوتا ہے قرآن و دیگر احکام سے بھی یا۔ **فائدہ**: غرائب بیگانے اونٹ اور اونٹنیاں۔ مذکورہ بالا مثال اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ پانی پینے لگیں تو درمیان میں غیروں کی اجنبی اونٹنی شامل ہو جائے تو پھر اسے پانی سے ہٹا کر دور بھگایا جاتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ حکمت کا تقاضا ہے کہ ذکر کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اور قرآن مجید کو ذکر اس لئے کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کو ذکر لازم ہے "صفحا" الصفح بمعنی الاعراض اہل عرب کہتے ہیں، صفح بروزن منع بمعنی اعرض و ترک اس کا صلہ عن آتا ہے عفو اور درسائل کے معنی میں بھی آتا ہے اور جب اس کا صلہ عن ہوگا تو اصفح کے معنی بھی مستعمل ہوگا اور صفح بمعنی عفو اس لئے ہے کہ عفو میں انتقام سے درگزر رہنے کا مفہوم ہوتا ہے اور وہی صفح میں بھی ہوتا ہے "صفحۃ الوجہ" سے ماخوذ ہے اس لئے کہ جس نے درگزر فرمایا اس نے گویا اپنے چہرے کو تمہاری طرف متوجہ کیا۔ اب معنی یہ ہوا کہ

تمہارے لئے ہمارا روگردانی کرنا اس وقت اسے فعل مذکور کا مفعول لہ بنانا ہوگا اور اسے حال بمعنی صافنین بھی بنا سکتے ہیں یا مفعول مطلق علی غیر لفظہ ہے اس لئے کہ تنحیۃ الذکر اور اعراض کا ایک معنی ہے" ان کنتم قوما مسرفین" السرف سے ہے یعنی ہر وہ کام جو انسان کرکے اسمیں تجاوز کرنا یعنی البتہ تم معاصی کے اسراف میں منہمک اور اسپر اصرار کرنے والے ہو یعنی تمہارا حال ہے اگرچہ تمہیں قرآنی احکام نہ سنائے جائیں تب بھی مرتے دم تک تمہاری یہی حالت رہے گی اور گمراہی پہ ڈٹے رہوگے یہاں تک کہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوگے لیکن ہماری رحمت کی وسعت سمجھو کہ ہم تمہیں مہلت دیئے جا رہے ہیں بلکہ تمہیں بار بار حق کا راستہ دکھاتے ہیں اور پیغمبران عظام علیہم السلام کو بھیج کر تمہارے لئے صحیح راہ کا سبب بناتے ہیں اسی لئے قرآن بھیجا گیا تاکہ تم صراط مستقیم پہ چل سکو۔

فائدہ، بتنیان میں ہے کلام تمہارے شرک کی نحوست سے قرآن مجید آسمان پر نہیں اٹھا کرنے جاتے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے بعد ایسے بندے آئیں گے جو اسے سینے سے لگائیں گے اور بدل وجان اسپر عمل کریں گے

فائدہ: قرب قیامت میں قرآن مجید آسمان پر اٹھالیا جائے گا حضرت قتادہ نے فرمایا کہ صدر اول میں اگر اللہ تعالیٰ کافروں کے کفر اور ان کے قرآن کو رد کرنے پر وہ قرآن مجید کو آسمان پر اٹھالیتا تو دنیا میں کوئی بھی نہ بچتا تمام لوگ فنا ہوجاتے ہیں لیکن وہ اپنے فضل وکرم سے بجائے اٹھانے کے قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کرکے بیس سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ تک بھیجتا رہا یہاں تک کہ دین کامل ومکمل ہوگیا۔

تفسیر صوفیانہ اسمیں اشارہ ہے کہ جو آج دنیا میں اس کے خطاب کے مطابق عمل کرتا ہے اور نافرمانی کرکے سرکشی نہیں کرتا تو قیامت میں وہ کریم اللہ تعالیٰ اس بندے کو لطف وکرم سے نوازیگا۔

؎ دارم از لطف ازل جنت فردوس طمع ۔ گرچہ دربانیٔ میخانہ فراوان کردم

ترجمہ: میں تیرے ازلی لطف سے جنۃ الفردوس کی امید رکھتا ہوں اگرچہ میری زندگی کا وقت میخانہ میں گزرا۔

فائدہ ایک بزرگ اپنی دعا ومناجات میں عرض کررہے تھے کہ اے اللہ! اگر تو میرے اندر غلطیاں دیکھتا ہے تو سزا میں جلدی نہ فرمانا اس لئے کہ تو وہ کریم ہے کہ کافر سے کفر بھی دیکھتا ہے لیکن تو اس سے نعمتوں کو نہیں روکتا بلکہ اسے عفو وثواب کا وعدہ دیتا ہے اسے خطاب سے نوازتا ہے تاکہ وہ اپنی غلطی سے باز آجائے اگر وہ کفر سے باز آجاتا ہے تو تو اس کے ساتھ مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے چنانچہ تیرا ارشاد گرامی ہے۔" ان ینتھوا یغفر لہم ما قد سلف" جب تیرا اپنے دشمن کے ساتھ اتنا لطف وکرم ہے تو پھر میں تو اس کا زیادہ مستحق ہوں ؎

دوستانرا کجا کنی محروم ۔ توکہ بادشمنان نظر داری

ترجمہ: تو دوستوں کو کب محروم کرسکتا ہے جب کہ تیری نظر عنایت دشمنوں پہ بھی ہے۔

تفسیر عالمانہ

وکم ارسلنا من نبی فی الاولین (ترکیب) کم خبریہ محلاً منصوب ارسلنا کا مفعول مقدم ہے (من نبی) تمیز ہے" فی الاولین ارسلنا" کے متعلق ہے یا اس کا متعلق محذوف ہے جو نبی کی صفت ہے اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے پہلی امتوں اور گزشتہ زمانوں میں بہت سے انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ وما یاتیھم من نبی الا کانوا بہ یستھزؤن یاتیھم کی ضمیر "الاولین" کی طرف راجع ہے اور وہ ماضی استمراری کی حکایت حال ہے اس لئے کہ ما مضارع حال یا ماضی قریب پر داخل ہوتا ہے یعنی امم سابقہ کی عادت تھی کہ جب بھی ان کے ہاں انبیاء علیہم السلام تشریف لاکر دعوت حق پیش کرتے تو وہ ان کی تکذیب اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے تھے آپ ان کی تکذیب و استہزاء سے مت گھبرائیے کیونکہ مصیبت جب عام ہو جاتی ہے تو پھر یہ مٹ جاتی ہے یا ہلکی پڑ جاتی ہے۔ " فاھلکنا اشد منھم" تو ہم نے ان کے بد ترین لوگوں کو ہلاک و تباہ کر دیا۔ یعنی "مسرفون" کو اس سے قریش مراد ہیں (بطشا) یہ تمیز ہے اور یہی زیادہ موزوں ہے اور اسے اھلکنا کے فاعل سے حال بھی بنا سکتے ہیں بمعنی باطشین (حل لغات) امام راغب نے فرمایا کہ البطش بمعنی شے کو صولت اور شدت سے لینا یعنی ہم نے ان کے رشتہ داروں کو تباہ و برباد کر ڈالا ان کی شوکت وصولت ہمارا کچھ نہ کر سکی یہ آیت حضور علیہ السلام کو تسلی اور اعدائے اسلام کو وعید سناتی ہے جیسے پہلی آیت میں تھا اور بطش کو اشدیت سے موصوف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہی ہلاکت و تباہی کے لئے اولیٰ تھے " ومضی مثل الاولین" اور قرآن مجید میں پہلے لوگوں کے قصے کئی اور بارہا گزرے ہیں اگر انہیں مثل کہا جائے تو مناسب ہے ان قصوں سے قوم نوح علیہ السلام اور عاد و ثمود کی قوم وغیرہ مراد ہے۔

تفسیر صوفیانہ

آیۃ بہن نفس کے ظلوم وجہول ہونے کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے کمال حوصلہ اور اس کے کرم اور اس کی ربوبیت کے فضل کی طرف اشارہ ہے کہ بندے اپنے رذیل اوصاف اور ردی اخلاق ظاہر کرنے میں کمی نہیں کرتے کہ انبیاء رسل کرام علیہم السلام کی تکذیب اور ان کے ساتھ استہزاء بلکہ ان کے بعض کو شہید کر ڈالا ایسے ہی ہر زمانہ میں اولیاء اللہ اور مشائخ کرام وعلمائے عظام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور نائب ہیں کیساتھ کرتے ہیں جب کہ وہ انہیں نصیحت اور دعوت الی اللہ اور ہدایت راہ مستقیم دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کو نہیں روکتا بلکہ ان کے ہاں رسل کرام علیہم السلام اور کتابیں بھیجتا اور اپنی جناب تک پہنچنے کی دعوت دیتا اور عفو ومغفرت کی آواز پر انعام واکرام فرماتا ہے منجملہ اس کے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں ترغیب وترہیب سے نوازتا ہے اور ان کے بعض سرکشوں باغیوں طاغیوں کو تباہ و برباد کر کے آنے والوں کو نصیحت کا موقعہ بخشتا ہے

؎ چو برگشتہ بختے در افتد بہ بند .:. از و نیک بختاں بگیرند پند

ترجمہ: جب کوئی بدبخت قید میں پھنسے تو اس سے نیک بخت لوگ عبد حاصل کرتے ہیں۔

فائدہ کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عجیب الشان طریقہ ہے کہ جہاں دوستوں کا ذکر چھیڑتا ہے وہاں ساتھ ہی دشمنوں کا حال بھی سنا دیتا ہے جہاں لطف وکرم بیان فرماتا ہے تو ساتھ ہی قہر وجلال بھی بتا دیتا ہے اور حقیقت کے ساتھ مجاز کو بھی ساتھ رکھتا ہے تاکہ مجاز حقیقت کا راستہ دکھلائے ایسے ہر محبت کے ساتھ شبہات بھی پیدا فرما دیئے تاکہ حجت ہر طرح کی آلائش سے پاک ہو علم کو پیدا فرمایا تو ساتھ ہی جہل کو بھی ۔ تاکہ علم کی شان معلوم ہو توحید کا حکم فرمایا تو سامنے شرک بھی دکھا دیا تاکہ توحید والوں کے سامنے شرک کی گندگی واضح ہو دوست بنائے تو ہزار دشمن کھڑے کر دیئے ایسے صدیق پیدا فرمائے تو ساتھ ہی زندیق بھی اور مسجد بنوائی تو گرجا بھی تیار کرایا ذکر کے حلقے تیار فرمائے تو ان کے بالمقابل میخانے بھی صوفیانہ لباس پہنائے تو زنار والے بھی بنائے اقراری پیدا فرمائے تو انکاری عابد پیدا ہوئے تو جاحد بھی ساتھ پیدا کئے گئے دوست کے ساتھ دشمن اور صادق کے مقابلے میں فاسق پیدا فرمائے ۔

جور دشمن چہ کند گر نکشد طالب دوست ۔۔ گنج و مار و گل و خار و غم و شادی بہم اند

ترجمہ ؛ دشمن کا ظلم کیا کرے گا اگر دوست مہربان ہو خزانہ سانپ گل وخار غم اور خوشی یکجا ہیں ۔

فائدہ ؛ مشرق سے مغرب تک جہاں نعمتیں پیدا فرمائیں ان کے ساتھ دکھ درد اور محنت بھی پیدا فرمائے ہڑتال اور ہلیلہ کی مضرتیں اور منفعتیں سب کو معلوم ہیں ۔

آدمی کی تین حالتیں

پیر طریقت نے فرمایا کہ آدمی کو تین حالتیں درپیش آتی ہیں ۔ (۱) اطاعت کی مشغولی ہے تو نفع پائے گا

(۲) معصیت میں گرفتار تو پشیمانی میں مبتلا ہوگا

(۳) غفلت میں ہے تو انکار انجام ہوگا۔

۔قرآن مجید سے کوئی اور بہتر ناصح نہیں اور اللہ تعالیٰ سے اور کوئی بڑا مہربان نہیں۔ ایمان سے خوش کن اور کوئی شے نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت سے کوئی اور تجارت نفع بخش نہیں جو اپنے مالک کو ناراض کر کے کسی بات سے خوش ہوتا ہے تو آج تو اسے کچھ پتہ نہیں چلے گا کل قیامت میں بیدار ہوگا تو پریشان ہوگا لیکن جو کچھ ہونا تھا ہو گیا نصیحت وہی قبول کرتا ہے جس کا ازلی مقسوم اچھا ہے ورنہ اس زمرہ میں شامل ہوگا جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فاھلکنا اشد منھم بطشا ومضی مثل الاولین ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت کا سوال کرتے ہیں ۔

تفسیر عالمانہ

ولئن سالتھم اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اپنی قوم قریش سے پوچھیں من

استفہامیہ ہے بمعنی کس نے "خلق السموات والارض" پیدا کئے آسمانوں اور زمینوں کو یعنی احرام علوی وسفلی "لیقولن" تو صانع حقیقی کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے "خلقھن العزیز" انہیں اس نے پیدا فرمایا جو اپنے حکم اور ملک میں غالب ہے "العلیم" اپنی مخلوق کے احوال سے باخبر ہے کیونکہ ایسے کام جاہل و عاجز کے نہیں ہو سکتے۔

فائدہ: آیت میں انسان کی غایت جہالت کا بیان ہے کہ وہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و صنعت کا اقراری ہے اور مانتا ہے کہ وہ قوی وعلیم ہے پھر بھی غیر اللہ کی پرستش کرتا ہے

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ وہ تخلیقی امر اس کی طرف منسوب کریں گے جس کی شانِ مذکور ہوئی یعنی اگرچہ وہ ظاہری الفاظ سے اعتراف نہیں کریں گے لیکن دل میں سمجھتے اور اعتراف کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ظاہری عبارت مذکورہ کے ساتھ زبان سے اقرار کرتے ہوں

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس عبارت کا تقاضا تھا کہ کفار کا جواب "لیقولن اللہ" ہو لیکن عبارت کا اسلوب "خلقھن العزیز العلیم" سے بدلا گیا تاکہ یہ آنے والے مضمون کے لئے توطیۂ و تمہید بن سکے اس لئے کہ آنے والے مضمون سے صفات مذکورہ مناسبت رکھتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ انسان کی فطرت میں معرفت الٰہی مرکوز ہے اس لئے کہ حب اللہ تعالیٰ نے ذریات بنی آدم کو ان کی پشتوں میں پیدا فرمایا اور انہیں "الست بربکم" کے خطاب سے نواز کر ان کو اپنے نفسوں پر گواہ بنایا تو انہیں خطاب سے نوازتے ہوئے اپنی معرفت بھی بخشی اور بتایا کہ صرف میں ہی تمہارا رب ہوں اور تم نے مجھے اس کا جواب یوں دینا ہوگا اس کے بعد انہوں نے (بلیٰ) کہا وہی اقرار ان کے اس عقیدہ کا بنیاد بنا اور ان سے یقین ہوا کہ جملہ عالم کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا اسے نصیب ہوتا ہے جس پر اس کا فضل و کرم ہو اور وہ علیم ہے وہ رسالت کیلئے اسے منتخب فرماتا ہے جسے وہ چاہتا ہے ؎

اسم اعظم بکند کار خود اے دل خوش باش ۔ کہ بتلبیس و حیل دیو سلیمان نشود

ترجمہ: اسم اعظم اپنا کام کرتا ہے دل خوش رہ۔ اس لئے کہ مکر و فریب سے دیو سلیمان نہیں ہو سکتا۔

"الذی جعل لکم الارض مھدا" یہ جملہ مستانفہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی وصف خود بیان فرمائی اور جعل بمعنی "تصییر الشئی علی حالۃ دون حالۃ" کسی شے کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا المھد والمھاد بمعنی وہ جگہ جس پر انسان اٹھے بیٹھے لیٹے یعنی بچھونا) اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا "جعل لکم الارض فراشا" یعنی زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا تاکہ تم اس پر قرار حاصل کر سکو۔ بحر العلوم

میں اس کا معنی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارا مسکن بنایا تاکہ تم اس پر بیٹھو نیند کرو اور اسے بچھونے کی طرح استعمال کرو۔ "وجعل لکم فیہا" اور اس میں تمہارے لیے رستے بنائے تاکہ تم ان پر دین و دنیا کے امور کے سفروں کے چلو پھرو۔

"سُبُلاً" سبیل کی جمع ہے وہ راستہ جس پر عادۃً چلا جائے "المفردات" میں ہے کہ السبیل بمعنی وہ راستہ جس میں چلنے کی سہولت ہو۔ "لعلکم تہتدون" تاکہ تم اپنے مقاصد کے لئے اس پر چلنے کے لئے ہدایت پاسکو یعنی ان شہروں اور علاقوں کی طرف جہاں تم پہنچنا چاہتے ہو۔

(صوفیانہ فائدہ) یعنی اس میں تفکر کرسکو کہ توحید کی طرف کونسا صحیح راستہ جاتا ہے اور یہی انسان کا اصلی مقصد ہے۔

"والذی نزل من السماء ماء بقدر" اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان سے اتنا قدر پانی اتارا جتنا بندوں کو فائدہ بخشے اور نقصان نہ پہنچائے یعنی بارش بندوں کی حاجت و مصلحت کے مطابق بھیجا ہے نہ اتنا کہ غرق کردے اور نہ اتنا کم کہ کھیتیاں اور باغات سرسبز نہ ہوسکیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی عام عادت کریمہ ہے ورنہ بعض اوقات ایسی بارش بھیجتا ہے جو سیلاب بن کر نقصان پہنچاتی ہے اور وہ تیس یا بیس سال کے عرصہ میں ایک بار اس سے بندوں کی آزمائش اور ان کے گناہوں کی سزا دینا مطلوب ہوتی ہے "فانشرنا بہ" تو اس پانی کے ذریعے ہم زندہ کرتے ہیں" انشار بمعنی احیاء المیت یعنی مردے کو زندہ کرنا "بلدۃ میتاً" میت میت بالتشدید کا مخفف ہے یعنی ان شہروں کو جو انگوریوں اور سبزیوں سے خالی ہوں کھیتیوں اور سبزیوں کی نشوونما کنندوال کو روح کے جسم سے نکل جانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

(سوال) میت کو مونث کی بجائے مذکر کیوں لایا گیا ہے۔

(جواب) بلدۃ بلد یا مکان و فضاء کے معنی میں ہے

(نکتہ) سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا کہ بلد کو مونث لانے میں اس کی حالت ضعیفہ کی طرف اشارہ ہے اور نون عظمۃ (برائے حق تعالیٰ) اس کی کمال عنایت کی طرف اشارہ ہے کہ احیاء صرف اسی کا کام ہے اور ایسے بہت بڑے اہم امور صرف وہی سرانجام دے سکتا ہے اور یہ اس کی عظمت شان کی دلیل ہے

(کذلک) ایسے احیاء کی طرح یعنی زمین سے انگوریوں کے اگانے کی طرح "تخرجون" تم اپنی قبروں سے زندہ اٹھائے جاؤ گے بندوں کی قبروں سے زندہ اٹھنے کو انگوریوں کے زمین سے اگنے کے ساتھ تشبیہ سے کمال قدرت حق اور اس کی حکمت مطلق کا اظہار مطلوب ہے ایسے ہی وہ قدرت قوی کا مالک ہے کہ وہ تم سب کو قیامت میں اٹھائے۔

(نکتہ) احیاء کے بجائے انشار میں بلدۃ میت میں اور احیاء کے بجائے اخراج انسانوں میں اشارہ ہے کہ وہ ہر طرح کی قدرت کا مالک ہے اور پھر اشارہ ہے کہ انگوری کا اگانا تمہیں ایک عظیم امر معلوم ہوتا ہے حالاں کہ

احیاء الموتیٰ فی القیامۃ اس سے عظیم تر ہے لیکن اس عظیم قدرت والے رب تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی نہیں نیز اس میں استدلال اور ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے (اس سے غیر مقلدین اور دیگر وہ پارٹیاں غور وفکر سے کام لیں جب کہ وہ قیاس کا نہ صرف انکار کرتے بلکہ قیاس کو گمراہی بتلاتے ہیں (اویسی غفرلہٗ)

تفسیر صوفیانہ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سماء روح سے ماء ہدایت اتار کر اس سے ویران القلب کو زندہ فرمایا ایسے ہی وہ اپنے بندے کو ارض الوجود کی تاریکیوں سے نکال کر اپنے نور کی طرف پہنچاتا ہے اس لئے کہ جب تک بندے کے دل کو ہدایت کے پانی سے زندہ نہ کرے اس وقت تک اسے ارض الوجود کی ظلمات سے نہیں نکالتا جیسے ہی جب تک زمین کے اندر والے بیج پر بارش کے چھینٹے نہ پڑیں اس وقت تک زمین سے باہر نہیں نکلتا ایسے ہی فیض الٰہی نور حق کا سبب ہے۔

دودھ کی برکت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بی بی ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں کام کے لئے بارہا نہیں باہر جانا پڑتا تو بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو دودھ پلا دیا کرتیں یہ اسی دودھ کی برکت تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فصیح و بلیغ اور حکمت سے بھرپور تھے۔

سبق قلب کی زندگی کے چند اسباب ہیں منجملہ ان کے ایک غذا حلال بھی ہے۔

کرامت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ حضرت عاشق رسول سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ تین دن تک بھوکے رہے اس لئے کہ حلال کھانا میسر نہ ہوا ایک دن راستہ پر ایک دینار پڑا ملا آپ نے نہ اٹھایا اس ارادہ پر کہ نامعلوم کس کا ہے (حالانکہ شرعاً مباح تھا) پھر ارادہ فرمایا کہ جان بچانا فرض ہے اسی لئے جنگل سے کچھ گھاس کھالیں راستہ میں ایک بکری منہ میں انگور کا گچھا لئے حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ یہ کسی کی ملکیت ہو۔ بکری کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی توفیق بخشی بولی اے اویس (رضی اللہ عنہ) جس کا تو عبد ہے میں بھی اس کی کنیز ہوں فلہٰذا آپ لے لیں چنانچہ لے لیا ایک دن کسی بندۂ خدا نے مجھے کہا کہ ہاتھ پھیلا کر میرے سے ہی انگور لے لیں میں نے ہاتھ پھیلا کر انگور کا گچھا لیا تو پھر وہ بکری گم ہو گئی۔

(نکتہ) فقیر صاحب روح البیان قدس سرہ کہتا ہے کہ ممکن ہے وہ بکری ارواح علویہ سے ہو اور بکری کی شکل میں اس لئے متشکل ہوئی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راعی تھے اور بکری کی فطرت انقیاد و تسلیم ہے اسی بنا پر آپ کے سامنے بصورت بکری روح علوی حاضر ہوا۔

دوسری تقریر صوفیانہ

نیز آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے متعدد راستے بنائے ہیں ان سے ہدایت بھی ملتی ہے اور گمراہی بھی ہدایت کے راستے مخلوق کی سانس کے برابر ہیں اور وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ اور گمراہی کا کوئی راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت تک نہیں پہنچاتا بلکہ وہ اس کے غضب کی طرف کھینچتا ہے۔

(سبق) بندے پر لازم ہے کہ وہ داعیٔ رحمت کی دعوت کو قبول کرنے کی جلدی کرے جیسے خواص امت یعنی اولیاء اللہ نے قبول کیا۔

نسخہ روحانی

اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے راستوں سے بہتر راستہ توحید و ذکر الٰہی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بکثرت ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے ؎

(۱) پیش روشن دلان بحر صفا ۔۔ ذکر حق گوہر است و دل دریا

(۲) پرورش دہ بقعر آن گہرے ۔۔ کہ نیاید بلب ازان اثرے

(۳) تا خدا سازدش بنصرت و عون ۔۔ گوہرے قیمتش فزوں ز دو کون

(۱) ترجمہ: روشن دل اولیاء بحر صفا کے لئے ذکر حق موتی ہے اور دل دریا۔

(۲) اس گڑھے میں موتی کی تربیت کر یہاں تک کہ اس کا اثر لبوں پر آئے۔

(۳) تاکہ اللہ تعالیٰ تیری کارسازی کرے نصرت و عون سے اس موتی کی قیمت کونین سے زائد ہو۔

تفسیر عالمانہ

والذی خلق الازواج کلھا اور وہ ذات جس نے مخلوق کی کل اقسام کو پیدا فرمایا ہم نے کل اصناف اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے مطلق الفاظ میں عموم ہوتا ہے جیسے "مما تنبت الارض" میں اور فرمایا "ومن انفسھم" و "ومما لا یعلمون" اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شے بھی اس کی تخلیق وایجاد سے خارج نہیں۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ازواج سے اشیاء کے اجناس وانواع مراد ہیں جیسے میٹھا کھٹا اور سفید وسیاہ اور نر و مادہ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے ماسوی اللہ مراد ہے جیسے فوق و تحت اور یمین و شمال اور آگے پیچھے اور ماضی و مستقبل اور ذات و صفات اور ارض و سماء اور بر و بحر اور شمس و قمر اور لیل و نہار اور گرمی و سردی اور جنت و نار وغیرہ وغیرہ "ازواج" میں اشارہ ہے کہ کل کائنات ممکنۃ الوجود ہے اور ان سب کا خالق صرف ایک ذات ہے جس کی کوئی شے معارض و مقابل نہیں۔ "وجعل لکم من الفلک" اور تمہارے لئے دریاؤں میں چلنے والی کشتیاں بنائیں" "والانعام" اور جانور پیدا فرمائے جیسے اونٹ و دیگر چار پائے "ما ترکبون" جن پر تم سوار ہوتے ہیں دریاؤں میں یا جنگلوں میں۔

(سوال) ما ترکبون کا تعلق فلک وانعام ہر دونوں سے ہے حالانکہ ان دونوں کے استعمال میں فرق ہے

مثلاً سواری مطلق کے لئے فعل متعدی بنفسہ ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے " رکبت الدابۃ " اور کشتی کیلئے فی لایا جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں " رکبت فی الفلک " پھر " ترکبون " دونوں سے کیسے مطابقت کھائے گا۔

(جواب) تغلیباً ایسے ہوا اور تغلیب جملہ معاملات میں ہوتی ہے اس میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ اشیاء کو آپس میں مناسبت ہو اور پھر ان میں سے جس شے کا غلبہ ہو اسی کی طرفداری کی جائے گی یہاں پر کشتی و انعام کو مناسبت بھی ہے اور یہ بھی سواری کے لئے لیکن بکثرت جانور استعمال میں ہوتے ہیں۔

بیان کی تقدیم مبین پر صرف محافظۃ علی الفاصلہ کیوجہ سے ہے کہ آیات کا آخری لفظ نون سے آرہا ہے اور فلک کی تقدیم انعام پر اسی لئے ہے کہ کشتی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بہت زیادہ دال ہے اس سے جلد پتہ چلتا ہے کہ وہ قادر بھی ہے اور حکیم بھی لتستو وا علی ظھورہ " تاکہ تم ان سواریوں اور کشتیوں کی پشتوں پر سوار ہو۔

(سوال) جانوروں کی پشتوں کا معنی تو درست ہے لیکن کشتی کی پشت نیچے ہوتی ہے اور کشتی کے پیٹ میں سوار ہوتے ہیں۔

(جواب) یہاں بھی جانوروں کی تغلیب سے کشتی کیلئے ایک ہی معنی استعمال کیا گیا۔

(سوال) ظہور جمع اور اس کا مضاف الیہ مفرد مطابقت نہ رہی۔

(جواب) ہٗ کا مرجع معنی جمع ہے یعنی لفظ ما اگرچہ وہ لفظاً مفرد ہے " ثم تذکروا نعمۃ ربکم " پھر اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد کرو " اذا استویتم علیہ " جب تم ان سواریوں پر سوار ہو اس سے دل کا ذکر مراد ہے کیونکہ اصل وہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر بھی قلبی ذکر ہے۔

حدیث شریف بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نگاہ تمہارے قلوب و نیات پر ہے اسی وجہ سے تحمدوا کے بجائے " تذکروا " فرمایا ہے اب معنی یہ ہوا کہ تم سواریوں پر سوار ہوتے ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی مہربانی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی عظمت کا بیان کرو اس کے بعد زبان سے اس کی حمد بجا لاؤ " وتقولوا " اور تعجب کے طور کہو " سبحان الذی سخر لنا ھذا " پاکی ہے اس ذات کی جس نے ان سواری اور کشتی کو ہمارے تابع کیا تاکہ ہم ان پر سوار ہو کر بحر و بر کے سفر آسانی سے طے کر سکیں " وما کنا لہ مقرنین " اور ہم میں انہیں تابع کرنے کی طاقت نہیں یعنی ہم میں وہ طاقت و قوت کہاں کہ ایسی سواریوں اور کشتیوں کو اپنے تابع کر سکیں اسی لئے ہم اس ذات کی پاکی کرتے ہیں جس نے اپنی قدرت و حکمت سے ان کو ہمارے تابع کر دیا۔

فائدہ : یہ اس کی نعمت کے ذکر کا تتمہ ہے اس لئے کہ جب تک منعم کے سامنے اپنے عجز کا اظہار نہ کرے نعمت کی قدر و منزلت کا پتہ نہیں چلے گا اور نہ ہی نعمت کے حق کی ادائیگی عجز کے اظہار کئے بغیر ہو سکتی ہے۔

(حل لغات) القاموس میں ہے "اقرن للامر بمعنی اطاقہ و قوی علیہ" استقرن" کی طرح ہے اس کا معنی بھی آتا ہے ضعف کی نقیض ہے یعنی کسی شے کی طاقت رکھنا کشف الاسرار میں ہے اہل عرب کہتے ہیں "اقرنت الرجل" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی شے کو ضبط کرے اور کسی کو اپنے مساوی پائے اور اس کا ساتھی ہو جائے۔ بعض نے کہا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کو اپنا ساتھی پائے اس لئے کہ قوی ضعیف کا قرین نہیں ہو سکتا یعنی جو کسی کا قرین ہو جائے تو پھر اس پر صعوبت کا سبب نہیں بنتا بہرحال "اقرن" بمعنی "اطاقہ" ہے "وانا الی ربنا لمنقلبون" اور بے شک ہم اپنے رب تعالیٰ کی طرف مرنے کے بعد لوٹنے والے ہیں یعنی مرنے کے بعد لوگوں کے کاندھوں پر سوار ہو کر (جنازہ کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوں گے اور انسان کی دنیوی آخری سواری یہی ہے ؎

ہوش دار و عنان کشیدہ رو آخر کار ۔۔ بر مرکب چوبین زجہان خواہی رفت

ترجمہ: ہوش کر اور باگ کھینچکر جا کیوں کہ بالآخر لکڑی کی سواری پر اس جہان سے تو جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ

مسافر پر لازم ہے کہ وہ اپنے سفر کے وقت غور و فکر کرے کہ اس نے ایک بہت بڑا سفر کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے پھر اسے مزدوری ہے کہ وہ اس سفر کے لئے زاد راہ تیار کرے اگرچہ اس کی تیاری میں کتنا ہی مشکلات درپیش ہوں۔

(مسئلہ) بلا امر شرعی جیسے حج صلہ رحمی و طلب علم و عمرہ کے بغیر خواہ مخواہ سفر نہ کرے اس لئے کہ سواری خطرہ سے خالی نہیں ہوتی ہے مثلاً جس جانور پر سوار ہوں اس کا پاؤں لغزش کھا جائے یا گر جائے تو ہلاکت یعنی موت کا اندیشہ ہے ایسے ہی کشتی کے لوٹنے اور اس کے الٹنے اور غرق ہونے کا خوف ہے اور سوار پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لحظہ بھر بھی غافل نہ ہو بلکہ اس کی ملاقات کے لئے ہر وقت تیار رہے اور یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے بالکل قریب ہے اور اپنے ہر سانس کو آخری سانس سمجھے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو نفس امارہ پر غلبہ عطا ہو یہاں تک کہ نفس پر سوار ہو کر اسے طاعت الٰہی میں لگا دے جب دیکھے کہ اس کا نفس اس کے قابو میں ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں صرف کھانے پینے اور لباس اور سواری کو سمجھتا ہے وہ اس کی نعمتوں کی تحقیر کرتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھے کہ نفس پر غلبہ کسب و مجاہدہ سے نہیں ہوا بلکہ فضل ربانی کی تائید ہوئی اسی لئے اسے نفس پر غلبہ کے بعد کہنا چاہیے "سبحان الذی سخر لنا الخ" اور آخر میں رجوع الی اللہ کے لئے ہم نے اس لئے کہا ہے کہ نفس کا بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع ہے اور اسے یہ رجوع اس وقت نصیب ہوتا ہے جو مغلوب ہو جائے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے "وانا الی ربنا لمنقلبون" کا معنی یہ کیا کہ جیسے ہم کو اس نے پیدا فرمایا بالآخر ہم اس کے ہاں جائیں گے یعنی جیسے ہمیں امر کن سے پیدا فرمایا اور ہماری ارواح کو کتم عدم سے نکالکر نفحہ خاصہ سے عالم ملکوت کی طرف لے جائیگا یعنی پہلے اس نے ہمیں اسفل السافلین یعنی جسم میں (جسے عالم ملک کہا جاتا ہے) بند رکھا پھر جذبۂ ارجعی الی ربک الخ کے

ساتھ نفوس کی سواری کو سوار کر کے عالم ملک سے بحر ملکوت کے ساحل پہ لے گیا پھر فلک القلوب ہمارے تابع کر کے ہمیں بحر ملکوت کی سیر کراتا ہوا عالم ربوبیت میں لے گیا۔

سواری پہ سوار ہونے کا وظیفہ

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سواری پر سوار ہوئے جب آپ نے رکاب میں پاؤں مبارک رکھا تو پڑھا "بسم اللہ" جب سواری کی پیٹھ پر آرام سے بیٹھے تو پڑھا "سبحان الذی سخر لنا الخ" اس کے بعد تین بار حمد اور تین بار تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھی "لا الٰہ الا انت ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت" اس کے بعد ہنس دیئے لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار ہوتے ایسے ہی دیکھا جیسے تم نے مجھے دیکھا پھر آپ ہنسے میں نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے اس رحم و کرم سے خوشی سے ہنس رہا ہوں کہ جب بندہ مذکورہ بالا کلمات پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے کو یقین ہے کہ میرے سوا اس کے گناہ اور کوئی نہیں بخشے گا۔

(حدیث شریف) عین المعانی میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سوار ہوتے تو تین تین بار تکبیر کہتے اور اس سے قبل پڑھتے "الحمد للہ الذی حملنا فی البر والبحر ورزقنا من الطیبات وفضلنا علی کثیر من خلق تفضیلا ومن علینا بالایمان والقرآن ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم والحمد للہ الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین"

سواری پر سوار ہونے پر آیۃ مذکورہ پڑھنے کے فضائل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میرا امتی سواری پر سوار ہو کر وہی پڑھتا ہے جس کا اسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۲:۔ جو سواری پر سوار ہو لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اس کے ساتھ شیطان اسی سواری پر اس کے ساتھ اکٹھے بیٹھ جاتا ہے پھر اسے کہتا ہے مجھے گانا سنا وہ گویا جواب دیتا ہے مجھے تو گانا نہیں آتا پھر وہ کہتا ہے کہ کوئی گندی بات سنا ایسے ہی اس کے دل میں گندے گندے وسوسے ڈالتا ہے یہاں تک کہ وہ بندہ سواری سے اُترے۔

عجیب حکایت

سفر کو جاتے ہوئے چند اشخاص سواریوں پہ سوار ہوتے وقت پڑھ رہے تھے "سبحان الذی سخر لنا الخ" ایک شخص جو کمزور اور دبلی خستہ اونٹنی پہ سوار تھا جو چل بھی نہ سکتی تھی از راہ تکبر کہا کہ تمہاری سواریاں تمہارے قابو میں نہیں تو پڑھ رہے ہو میری سواری میرے قابو میں ہے اسی لئے مجھے مذکورہ دعا پڑھنے کی ضرورت نہیں اس پر وہ اونٹنی کود دی اور وہ شخص نیچے گرا تو گردن ٹوٹ گئی۔

سواری پر سوار ہونے کی دُعا

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سواری کا جب پاؤں لغزش کھاتا تو پڑھتے۔

اللّٰھم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک ولا ملجا ولا

منجي منك الا اليك ولاحول ولا قوة الا بك" یہ جانور کی سواری کے لئے ہے۔

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

جب کوئی شخص کشتی پر سوار ہو تو پڑھے۔ بسم اللہ مجرٖاھا ومرسٰھا ان ربی لغفور رحیم وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسمٰوٰت مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالٰی عما یشرکون۔

تفسیر عالمانہ

وجعلوا لہ من عبادہ جزا اس سے عرب کے قبائل مراد ہیں وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالٰی نے جنات لڑکیوں سے نکاح کیا تو ان سے ملائکہ پیدا ہوئے (معاذ اللہ) اور بنو ملیح بالکاالملۃ بروزن زبیر جزاعہ کے ایک قبیلہ کا بھی یہی عقیدہ تھا اور یہاں الجعل سے شے پر حکم لگانا اور عقیدہ رکھنا مثلاً کہا جاتا ہے " جعلت زیدا افضل الناس" یعنی میں نے فیصلہ کیا کہ زید لوگوں سے افضل ہے العباد سے ملائکہ مراد ہیں اور یہ جزاء سے حال ہے القاموس میں ہے الجزا بمعنی لبعض مثلاً کہا جاتا ہے " اجزأت الام یعنی ماں نے لڑکیاں جنیں اب معنی یہ ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کے لئے لڑکیوں کے باپ ہونے کا حکم لگایا اسی لئے زجاج ومبرد اور الماوردی نے کہا کہ اہل عربیۃ کے نزدیک جزء بمعنی بیٹیاں ہیں مثلاً کہا جاتا ہے " اجزأت المرأۃ" یہ اس وقت بولتے ہیں جب عورت لڑکیاں جنے۔ امام راغب نے فرمایا کہ شے کا جزو کا یہ معنی ہے کہ اس کے کل کے حصے کئے جا سکیں۔

جاراللہ زمخشری نے کہا کہ یہ مفسرین کا عجیب معنی ہے کہ جزء بمعنی بنات بنا دیا اور دعوٰی یہ کہ لغت عرب میں جزء کا اطلاق اناث کے لئے ہوتا ہے یہ محض جھوٹ اور عرب پر نرا بہتان ہے ہاں اسے وضع حدث (بدعت) کہہ سکتے ہیں اور پھر تعجب ہے کہ صرف اس معنی تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اس سے اور صیغے مشتق کرتے چلے گئے اور پھر ان مشتقات پر ابیات لکھتے گئے مثلاً ؎

ان اجزأت حرۃ یوما فلا عجب ۔۔ زوجتہا من بنات الاوس مجزئۃ

ترجمہ: اگر حرہ کسی دن بچیاں جنے تو کوئی تعجب نہ کریں کیونکہ اس کی دوسری بنات اوس پیدا ہوئی تھیں۔

فائدہ: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ اصل میں جزء بمعنی اناث نہیں اہل لغت نے اگر اسے اس معنی میں لیا ہے تو مجازاً اور وہ بھی اس لئے کہ آیت میں جزء سے اولاد مراد ہے جن سے لڑکیاں مراد لی گئیں اور اس کا لغات کی کتابوں میں مذکور ہونا اس کے مستحدث ہونے کے بھی منافی نہیں۔

فائدہ: اولاد کو جزء سے تعبیر کرنا صحیح ہے اس لئے کہ اولاد باپ کا ایک حصہ ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا " فاطمۃ منی" یعنی فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اور فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی (رضی اللہ تعالٰی عنہا) البضعۃ بالفتح بمعنی گوشت کا ٹکڑا اور اللہ تعالٰی کے لئے اولاد ثابت کرنے سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالٰی مرکب ہے (معاذ اللہ) اور اس کیلئے ترکیب مانی جائے تو اسے ممکن ماننا پڑے گا حالانکہ وہ واجب الوجود ہے جو ممکن کے منافی بلکہ نقیض ہے اس معنی پر اللہ تعالٰی

کے لیۓ اولاد کا ماننا محال ہوا جب کہ ہم نے پہلے کہا کہ اولاد باپ کا جزء ہوتی ہے اس لئے کہ باپ اور اولاد کی وحدت وحدت حقیقی ہوتی ہے اب معنی یہ ہوا کہ مشرکین کا عقیدہ ہے اور انہوں نے فیصلہ کر رکھا ہے اور اپنے طور ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ہے اور اولاد ملائکہ ہیں حالانکہ وہ تو اس کے بندے ہیں وہ اپنے عقائد میں بیان کیا کرتے تھے کہ " الملائکۃ بنات اللہ" ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں (معاذ اللہ) حالاں کہ وہ زبان سے اقراری تھے اور اپنا عقیدہ یوں بھی ظاہر کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جب وہ اسے خالق مانتے ہیں تو پھر اس کیلئے اولاد کیسی اس لئے کہ صاحب اولاد ہونا جسمانیت کی دلیل ہے ادھر مانتے ہیں کہ وہ اجسام کا خالق ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ کورے جاہل اور پرلے درجے کے احمق ہیں کہ خالق کو مخلوق کے اوصاف سے موصوف کیا۔ آیت میں اشارہ ہے کہ اولاد باپ کی غلام زر خرید نہیں ہوسکتی اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ان دونوں کو ملاؤ تو ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کو بنات کہنا بے وقوفی ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے کہا کہ یہاں پر جزء بمعنی نصیب (حصہ) یعنی مقسوم ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے " لکل باب منہ جزء مقسوم" یعنی جزء اس آیۃ کے معنی آیۃ " جعلوا اللہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیباً" کے مطابق ہے وہ اس لئے کہ اپنے لئے لڑکے ثابت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں " ان الانسان لکفور مبین" بیشک انسان ظاہر الکفر یعنی بہت بڑا ناشکرا ہے یا کفر کو بہت زیادہ ظاہر کرنے والا ہے اسی لئے اہل اسلام کو حکم ہے کہ وہ کہیں کہ " سبحانہ عما یصفون" ؎

بے زن و فرزند شد ذات احد ∴ از ازل فرد و صمد شد تا ابد

ترجمہ: بغیر عورت اور فرزند کے ہے ذات احد ازل سے فرد و صمد ہے اور تا ابد ایسے ہی رہے گا۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّأَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ○
وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ
مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ أَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي
الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ○ وَجَعَلُوا الْمَلٰئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ
عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا ط أَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ط سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ
وَيُسْئَلُوْنَ ○ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ط مَا

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ
كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ○ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ○
وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ
مُّقْتَدُوْنَ ○ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ
عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۗ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○

الزخرف

ترجمہ:۔ کیا اُس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمھیں بیٹوں کیساتھ خاص کیا اور جب ان میں کسی کو خوشخبری دی جائے اس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لیے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے اور اُنھوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا۔ کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔ اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم انہیں نہ پوجتے انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں یا اس سے قبل ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں بلکہ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر پر چل رہے ہیں اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ نبی نے فرمایا اور کیا جب بھی کہ میں تمھارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے جس پر تمھارے باپ دادا تھے۔ بولے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم انہیں نہیں مانتے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

تفسیر عالمانہ

ام اتخذ مما یخلق بنات یہ اتخذ کا مفعول ہے یعنی کیا اس نے اپنی پیدا کردہ مخلوق میں اپنے لئے لڑکیاں مقرر کی ہیں " واصفاکم بالبنین" اور تمہارے لئے لڑکے منتخب فرمائے" ام منقطعہ مقدرہ بہ بل و ہمزہ ہے اور وہ انکار و توبیخ اور ان کے حال پر تعجب دلانے کے لئے ہے اور بنات کی تنکیر و تحقیر اور " البنین کی الف تعظیم کی ہے بنات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بہت برا معاملہ ہے اور اس سے اس کی تنزیہ ضروری ہے اسی اہمیت کے پیش نظر ان کا ذکر پہلے ہوا۔ خطاب کی طرف التفات الزام کی تاکید اور توبیخ کی تشدید کے لئے ہے " اصفاء" بمعنی برگزیدہ اور منتخب کرنا کہا جاتا ہے " اصفیت فلانا" میں نے فلاں کو چنا اب معنی یہ ہوا بلکہ اس نے مخلوق کی دو صنفوں سے لڑکیوں کو اپنے لئے بنایا جو کہ ان دونوں سے کم درجہ کی صنف ہے اور تمہارے لئے لڑکے منتخب فرمائے جو کہ ان دونوں سے افضل صنف ہے۔ اور پھر تمہاری جرأت بھی قابل تعجب ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کی حالانکہ وہ اولاد سے منزہ اور پاک ہے اس لئے کہ ایسے صفات اس کے لئے محال بلکہ ممتنع ہیں تمہیں عقل سے کام لینا چاہیے اور حیاء و شرم کرو کہ اولاد کے اثبات کے بعد دوسری یہ جرأت کی کہ دو صنفوں میں سے خسیس صنف اس کے لئے تیسری جرأت یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ تقسیم فرمائی ہے کہ اپنے لئے لڑکیاں اور ہمارے لئے لڑکے کیا کوئی خسیس اور ناقص شے اپنے لئے اختیار کرتا ہے جب کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ لڑکیاں مبغوض ترین اولاد ہے اسی لئے انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے حالانکہ یہ ان کی حماقت تھی ورنہ لڑکیاں اشرف الاولاد ہے جیسا کہ گذرا۔ اگر ان مشرکین کا نظریہ مان لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ فضیلت و کمال میں بڑھ گیا حالانکہ یہ تو جہالت و سفاہت بلکہ حماقت ہے۔ " واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمٰن مثلاً"، خطاب سے غیب کے صیغہ کی طرف اللہ تعالیٰ میں ان کے ذکر سے قباحت کا اظہار ہے کہ وہ ایسے پاگل ہیں کہ ان سے خطاب نامناسب ہے، ضرب بمعنی جعل ہے اور وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے اس کا ایک مفعول محذوف ہے اور ضرب بمعنی بین نہیں اور مثلاً بمعنی شبیہ ہے قصہ عجیبہ کے معنی میں نہیں ہے جیسے ضرب لہ المثل بکذا میں مثل بمعنی قصہ عجیبہ۔ اب معنی یہ ہوا کہ جب مشرکین کے کسی فرد کو وہی خبر دی جائے جو انہوں نے رب رحمٰن کے لئے شبیہ ثابت کیا ہم شبیہ اس لئے کہا کہ اولاد اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔ "ظل وجھہ" یہ ظلول سے ہے بمعنی صار "مسوداً" یعنی ایسی خبر سنکر اس کا چہرہ سخت سیاہ ہو جاتا ہے۔

تعبیر خواب

جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تو اس کے خواب کی تعبیر یہی ہے کہ اسے لڑکی پیدا ہو گی اور یہ بھی ہے کہ روسیاہی سے یہاں کراہت مراد ہو۔ " وھو کظیم" درانحالیکہ وہ غصہ پینے والا ہو یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان دکھ درد سے بھرپور ہو قاموس میں ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں فھو کظیم و مکظوم بمعنی "مکروب" و مغموم)

فائدہ صوفیانہ یہی حال کافروں کا ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے خبر اور اس کے مخفی الطاف سے غافل اور ان پر قہر خداوندی کا بوجھ ہوتا ہے اسی لئے قیامت میں ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اہل ایمان واردات الٰہی کی وجہ سے بر وقت ہشاش بشاش ہوتے ہیں کیونکہ وہ کسی ایک رسول کا فرق نہیں کرتے جیسے سخی اپنے دروازے کو سائلوں سے بند نہیں کرتا اور فانی وہ ہے جسے ماسوی اللہ سے کوئی واسطہ نہ ہو اس کا مطمح نظر وہی ہو جو اللہ تعالیٰ چاہے ۔

گذشتم از سر مطلب تمام شد مطلب ؞ نقاب چہرہ مقصود مطلبہا

ترجمہ : میں سر مطلب سے گذرا تو میرا مطلب پورا ہو گیا خود مطلب ہی مقصود کے چہرے کا نقاب تھا۔

تفسیر عالمانہ " اومن ینشؤا فی الحلیۃ " یہ انکار کی تقریر اور ہمزہ واقع کے انکار اور استقباح کے لئے ہے اور من منصوب ہے اس کا ناصب فعل مضمر ہے جس کا عطف جعلوا پر ہے ۔

(حل لغات) الحلیۃ ہر وہ شے جس سے انسان زینت پائے یعنی آرائش اور سنگار اس کی جمع حلی بکسر الحاء ولیضمها و فتح اللام ہے اب معنی یہ ہوا کہ کیا وہ جس کی پرورش کی جائے سنگار میں اور وہ اپنے امور کی کفالت سے عاجز ہے یعنی لڑکیاں یہ اکثریت کے اعتبار سے ہے ۔

فائدہ : سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ اصل عبارت یوں تھی " اجترءوا الخ یعنی انہوں نے ایسے کلام سے جرأت کی ہے جو ان کی نہایت زبوں حالی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں اور اپنے لئے لڑکے پسند کئے ۔ کاشفی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ کیا وہ جس کی پرورش ناز و نعمت میں ہو اور اسے میدانِ جنگ میں حاضری کی قوت اور طاقت نہ ہو " وھو فی الخصام " اور وہ جس کا حال اوپر مذکور ہوا جھگڑا کرنے والے کے ساتھ جھگڑنے میں کیونکہ عموماً انسان کو کسی وقت کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو ہی جاتا ہے " غیر مبین " اپنے دعوی کے اثبات پر قدرت اور حجت قائم کرنے میں گفتگو کا سلیقہ نہ ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ مخالف سے کس طرح بات کی جائے جیسا کہ عموماً عورتوں کی فطرت ہے لیکن وہ بھی اکثریت میں ورنہ بہت سی عورتیں فصاحت اور گفتگو میں قادر الکلام ہوتی ہیں بلکہ علم و فضل میں بہت سے مردوں سے افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں ۔

فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۱) احنف نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں اور ان کا زمانہ گزر گیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی وہ بھی تشریف لے گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کلام سنا وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا موقعہ ملا ان کا بھی وصال ہو گیا ان کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا میں نے کسی کو فصیح و بلیغ تر نہیں دیکھا ۔

(۲) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو بلیغ تر نہیں

یا یا اس لئے کہ جب میں نے کسی دروازہ کو بند کر کے پھر اسے کھولنا چاہا تو مجھ سے نہ کھل سکا لیکن اسے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھولا ایسے ہی جب میں نے کسی دروازہ کو کھولا تو پھر اسے میں نے بند کرنا چاہا تو مجھ سے بند نہ ہو سکا لیکن اسے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بند کر دیا۔

(۳) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی گزر چکا ہے جب کہ آپ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب کلام کو سنکر فرمایا " انہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، وہ ابو بکر کی بیٹی ہے۔

ازالہ وہم جناب کاشفی نے لکھ کہ عرب کو شجاعت و فصاحت پر بہت بڑا فخر زمانہ تھا لیکن اکثر عورتیں ان دونوں صفات سے خالی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ جس قسم کو تم ناقص سمجھتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کیسے اپنی فرزندی کے لئے منتخب فرمائے گا۔

قاعدہ اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ غیر کا مضاف ہونا عامل جارہ مقدم کو عمل سے نہیں روکتا اس لئے کہ غیر میں نفی کا معنی ہوتا ہے گویا غیر مبین بمعنی لا یُبینُ ہے۔

(مسئلہ)، کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ سونا چاندی اور ریشم عورت کے لئے حلال اور اس کا سنگار لیکن مرد کو حرام اور اس کا استعمال قبیح کیوں کہ مردوں کو عورتوں والی زینت بجائے سنگار کے مذموم لگتی ہے۔

فائدہ: بحر العلوم میں لکھا ہے کہ آیۃ سے ثابت ہوا کہ ذی عقل اور قلب سلیم زیب و زینت اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مذموم اور معیوب بلکہ اسے عورتوں کا شعار بتایا ہے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ناز و نعمت سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ناز و نعمت میں نہیں پلتے۔

-فائدہ: التنعم بمعنی ایسی شے کا استعمال کرنا جس میں نعومۃ (لذت وغیرہ) ہو ماکولات سے ہو یا ملبوسات سے سے

غذا گر لطیف است گر سری : بجو دیرت بدست افتد خوش خوری

ترجمہ: غذا لطیف یا موٹی حاصل ہو اگرچہ دیر سے تیرے ہاتھ لگے خوش ہو کر کھا۔

پرحکمت کلمات نم علی اوطأ الفراش" یعنی بستر پر اس وقت سونا چاہئے جب نیند کا غلبہ ہو کُل اَلذَ الطعامُ یعنی کھانا اس وقت کھانا چاہئے جب بھوک ستائے

پندسودمند برائے اہل علم ان علماء سے تعجب بالائے تعجب ہے جو فقیہ زمان مفتی عصر و علامہ دہر کہلواتے ہیں باوجودیکہ آیۃ مذکورہ اور اس کے مطابق

احادیث مبارکہ بھی پڑھتے ہیں لیکن ان میں غور وفکر نہ کرتے ہوئے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے یعنی سادگی کو چھوڑ کر اپنے ہار سنگار اور بہترین کھانے اور آرائش و زیبائش کی زندگی کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔

ہمچنوں طفلاں منگر اندر سرخ و زرد ∴ چوں زناں مغرور رنگ و بو مگرد

ترجمہ: بچوں کی طرح سرخ و زرد کو نہ دیکھ عورتوں کی طرح رنگ وخوشبو پر مغرور نہ ہو۔

دیگر کسی بزرگ نے فرمایا ؎

خویشتن آرا مشو چون بہار ∴ تا نبود بر تو طمع روزگار

ترجمہ: خود کو سنگارنے والا بہار کی طرح نہ ہو تاکہ نہ ہو تیرے سے زمانہ کو طمع۔

تفسیر صوفیانہ

آیۃ میں اشارہ ہے کہ وہ مرد جو اپنے ہار سنگار میں لگا رہتا ہے وہ درحقیقت عورت ہے ورنہ عقلمند انسان کو اتنا لباس چاہیے جس سے گرمی اور سردی دور کی جا سکے البتہ مرد پر لازم ہے کہ اپنے باطن کو سنوارے کیونکہ انسان کا باطن نظرگاہ نگاہ حق ہے عورتوں میں چونکہ عقل کی کمی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ سونے چاندی اور بہترین زیورات اور لباس کے درپے رہتی ہیں مرد و عورت کی عبرت کے لئے مندرجہ ذیل شعر کافی ہے ؎

نشد عزیز تو از کعبہ این لباس پرست ∴ بجامہ کہ بسالے رسد قناعت کن

ترجمہ: اے لباس پرست اس کعبہ کو دیکھ جو تجھ سے سب کو عزیز ہے اس کی طرح سال میں ایک لباس پر قناعت کر۔

تبصرہ از فقیر اویسی غفرلہ

جس طرح صاحب روح البیان قدس سرہ نے اپنے زمانہ کے علماء و مشائخ کے ناز و نعم اور ان کے لباس و خوراک وغیرہ پر طعن فرمایا ہے کچھ فقیر کو بھی اپنے دور کے علماء و مشائخ سے زیادہ شکایت ہے کہ ان شریف آدمیوں نے اطوار سیرت کو ترک کر کے انگریز خبیث کے طریقہ کار کو اپنایا ہے نہ صرف لباس میں بلکہ اپنی تہذیب و تمدن اپنے معاشرہ کے جملہ شعبوں میں ملک و ملت کے دشمن کی تقلید فرما رہے ہیں۔ صرف لباس کو لیجئے کہ پگڑی اتار دی تو ننگے سر یا پھر ٹوپی وہ بھی کیسی بس ایسی ویسی۔ کرتا اتارا پھر وہی پہنا جیسے آج عوام کے سامنے ہے چادر اور شلوار چھوڑی اور پینٹ پہن لی۔ یہ ان دوستوں کی بات ہے جو ترقی پسندوں کو خوش کرتے ہیں مجبوری محض بھی محض مجبوری اور ایک بہانہ ہے ورنہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ ہمارے سے زیادہ ترقی یافتہ ادوار میں زندگی بسر فرما گئے۔ دوسرے بعض حضرات سنت نبوی کے قریب تو رہتے ہیں لیکن اونچے سے اونچے پکوان کا مظاہرہ کرتے ہیں اور عذر یہ کہ جدت پسند حقارت سے نہ دیکھیں یہ عذر لنگ بھی ایسے ہی ہے ورنہ جدت پسند اس سے زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جب وہ سمجھتے ہیں جیسے ہم ویسے یہ۔ ہاں فقیر اویسی غفرلہ سادگی کو شعار اسلام سمجھ کر اعلیٰ دولت کے علماء و مشائخ کو قیمتی لباس وغیرہ سے نہیں روکتا

لیکن جب اس میں نیت صالح کے ساتھ اپنی دولت سے فقراء و مساکین کو سہارا دیں تو وہی دولت ابدی ہے جیسا کہ ہمارے اکابر علمائے و مشائخ میں بہت سے اعلیٰ لباس وغیرہ سے مزین تھے[1]

تفسیر عالمانہ وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا" کفر کے ضمن میں ان کے دوسرے کفر کا ذکر فرمایا اور انہیں تنبیہہ کی کہ تم اتنا پاگل اور بے وقوف ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اکمل واکرم مخلوق کو رذیل و ترین ثابت کرتے ہو یعنی ان ملائکہ کو جو ہر وقت بارگاہ حق کے حضور میں عبادت میں مشغول اور اس کے قرب میں مقرب ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں بتلاتے ہو اس لئے کہ لڑکیاں کنیزیں نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ انسان کی اولاد اس کی غلام نہیں بن سکتی اس میں ان کے اس عقیدہ کی تکذیب ہے کہ "الملائکۃ بنات اللہ" فرشتے اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔ (معاذ اللہ) "اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ" یہ الشہود سے ہے بمعنی الحضور الشہادۃ سے نہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کرام کو پیدا فرمایا تھا کیا یہ کافر اس وقت حاضر تھے کہ انہوں نے آنکھوں سے دیکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ انہیں لڑکیاں بنا کر پیدا فرما رہا ہے اگر وہ حاضر تھے تو پھر کہنے کے حق دار ہیں کہ کہیں ملائکہ لڑکیاں ہیں کیونکہ ایسا دعویٰ مشاہدہ سے ہو سکتا ہے (لیکن وہ خود اقراری ہیں کہ وہ ان کی تخلیق کے وقت موجود نہیں تھے تو ثابت ہوا کہ ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے) اس میں ان کی جہالت کا اظہار اور ان کے ساتھ تہکم ہے کیوں کہ یہ عقیدہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سنا اور وہ بھی ان کی طرح جھوٹے اور جاہل تھے

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ نجومی جو محض اٹکل پچو اور تخمینہ سے آنے والے حالات بتاتے ہیں وہ بھی جھوٹے کذاب ہیں کیوں کہ غیب کی خبر دیتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی بتلائے تو جھوٹا ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اس حکم میں شامل نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے اور بتلاتے ہیں۔ (ونا فہم ولا یمکن من الوہابیہ)

نجومی کی کہانی ایک نجومی گھر میں داخل ہوا تو اپنی عورت کے ساتھ بیگانے مرد کو دیکھ کر واویلا کرنے لگا اور مخالف کو گالی دیں اور یہاں تک کہ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی کسی اللہ والے کو حال معلوم ہوا تو فرمایا ؎

تو براوج فلک چہ دانی چیست ⁖ چو ندانی کہ در سرائے تو کیست

ترجمہ: تجھے آسمان کی بلندیوں کی کیا خبر جب تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گھر میں کون ہے۔

حکایت نجومیوں کی العماد نے فرمایا کہ ایک دفعہ نجومیوں نے بالاتفاق اعلان کیا کہ ۵۸۲ھ شعبان میں جملہ عالم آندھی کے طوفان سے تباہ و برباد ہو جائے گا اس سے تمام بادشاہوں کو بہت ڈرایا اور دلیل یہ بتائی کہ اس دن چھ ستارے المیزان میں اکٹھے ہو رہے ہیں

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ

دنیاداروں امیروں بادشاہوں وزیروں نے پہاڑوں کی غاروں میں بڑے گہرے گڑھے کھودے جب وہی رات آئی ہم اپنے بادشاہ کے ہاں بیٹھے تھے شمعیں جلتی رہیں لیکن معمولی سی ہوا بھی نہ چلی ورنہ نجومیوں نے کہا تھا کہ یہ عاد کی قوم کی طرح ہوا چلے گی (ایسے ہی ہمارے دور میں ۱۹۶۲ء میں شور برپا ہوا کہ ۱۴ اگست کے دن سخت طوفان آئے گا نیز نے لاہور جانا تھا لوگوں نے بہت روکا فقیر نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ نجومیوں کی گپ شپ ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۱۴ اگست سن مذکور میں ہم لاہور میں آرام سے گھومتے رہے ہوا کا جھونکا بھی نہ آیا لیکن یار لوگ (دنیا دار خدا تعالیٰ سے دور رہنے والے انسان اپنے آپ کو رسوں سے جکڑ کر سارا دن ذلت و خواری سے وقت گزارتے رہے

ــــــ ۔ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ ان کی گواہی ان کے عملنامے میں لکھی جائے گی یعنی یہ جو ملائکہ کے متعلق کہہ رہے ہیں اسے ان کے عملنامے میں کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں۔ وَيُسْأَلُونَ اور اس کے متعلق قیامت میں ان سے سوال ہوگا اس میں ان کے لئے وعید ہے۔

فائدہ: سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ سَتُكْتَبُ میں سین تاکید کا ہے ممکن ہے استعطاف کا ہوا نہیں اپنے رحم و کرم کا اظہار فرمایا کہ اگر تم اپنے کیے ہوئے سے توبہ کرلو تو تمہیں معاف کیا جائے گا لیکن ان غریبوں کو تو اس کا علم بھی نہ تھا۔

کراماً کاتبین کی ڈیوٹی اور اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف

حدیث شریف میں ہے کہ ایک فرشتہ انسان کے دائیں مونڈھے پر ایک اس کے بائیں پر بیٹھا ہے دایاں نیکیاں لکھتا ہے بایاں برائیاں دایاں بائیں کا افسر (امین) ہے خود تو بندے کی نیکی کرنے پر دس ثواب لکھ لیتا ہے لیکن بندے کی برائی کرنے پر وہ بائیں والے کو لکھنے سے روک کر فرماتا ہے ذرہ ٹھہر جا ممکن ہے برائی سے توبہ کرے۔ یا اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے استغفار کرے یا اس کی تسبیح پڑھ کر اسے راضی کرلے ایسے ہی اسے ست ساعات تک لکھنے سے روکے رکھتا ہے۔

کراماً کاتبین کہاں رہتے ہیں

ابن جریج نے فرمایا کہ کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں۔

(۱) دائیں جانب

(۲) بائیں جانب،

دائیں جانب والا بندے کی نیکی دوسرے کی شہادت کے بغیر لکھ لیتا ہے لیکن بائیں جانب والا بندے کی برائی لکھنے کے وقت دائیں جانب والے کو گواہ بناتا ہے جب انسان بیٹھا ہوتا ہے تو دایاں دائیں جانب اور بایاں بائیں جانب ہوتا ہے جب چلتا ہے تو دایاں آگے اور بایاں پیچھے جب سوتا ہے تو دایاں سرہانے کی طرف اور بایاں پاؤں

ــــــ
٭ اضافہ اویسی غفرلہٗ

کی طرف رہتا ہے۔

مسئلہ : کفار کے ساتھ بھی اہل ایمان کی طرح نگران فرشتے اور کراماً کاتبین ہوتے ہیں۔

(سوال) تم کہتے ہو کہ کافر کتنا ہی نیکیاں کرے اس کی نیکیاں نہیں لکھی جاتیں پھر اس کے ساتھ دائیں فرشتہ کے رہنے کا کیا فائدہ۔

(جواب) چونکہ وہ بائیں فرشتے کا گواہ بھی ہے اگرچہ وہ کچھ لکھتا نہیں لیکن بائیں فرشتے کا گواہ تو ہے۔

فائدہ : بعض محدثین نے فرمایا کہ ملائکہ انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں صرف جماع اور قضائے حاجت کے وقت دور ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ : شرح الطریقہ میں ہے کہ جماع اور قضائے حاجات کے وقت بولنا سخت مکروہ ہے اس لئے کہ اس وقت کی گفتگو سے فرشتوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے کیوں کہ انہوں نے انسان کے ہر عمل کو لکھنا ہوتا ہے۔

(سبق) انسان پر لازم ہے کہ وہ اور نیکیاں کرے اور اپنے ہر عمل کی حفاظت کرے اور برائی سے دور بھاگے اور نیکی کے لئے جلد بازی سے کام لے۔

حدیث شریف اللہ تعالیٰ کے ہاں خیر و شر کے خزینے ہیں ان کی چابیاں انسان خود ہیں وہ انسان بڑا خوش نصیب ہے جو خیر اور بھلائی کی کنجی ہے اور وہ انسان بہت بڑا بدبخت ہے جو برائیوں کی کنجی ہو۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مہلت بخشتا ہے تاکہ برائیوں سے توبہ کرے اور نیکیاں کمائے اور پھر انہیں دنیا میں بھی عذاب نہیں دیتا۔ تاکہ انسان کو اپنے پروردگار کی عفو اور لطف و احسان پر بھروسہ ہو بلکہ اسے لطف و احسان محبوب تر ہے۔ غضب و انتقام اس کے ارادے میں شامل نہیں اسی لئے بندوں کو مہلت بخشتا ہے تاکہ کفر و معاصی سے توبہ کر سکیں ؎

(۱) بیا تا بر آریم دستی ز دل ۔۔ کہ نتواں بر آورد فردا ز گل

(۲) نریزد خدا آب روئے کسے ۔۔ کہ ریزد گناہ آب چشمش بسے

ترجمہ : (۱) آ تاکہ ہم دل سے ہاتھ لائیں یعنی عمل نیک کریں کیوں کہ کل یعنی مرنے کے بعد مٹی سے باہر نکلنا نہ ہو سکے گا یعنی کوئی عمل نہ ہو سکیگا

(۲) اللہ تعالیٰ اس کی عزت ضائع نہیں کرتا جو گناہوں سے آنکھوں سے آنسو بہائے۔

اللہ تعالیٰ سے توفیق کی استدعا ہے کہ ہمارے سے وہ کام کرائے جو اسے محبوب اور پسند ہوں۔

تفسیر عالمانہ "وقالوا لوشاء الرحمن ما عبدناہم" یہ ان کے کفر کے دیگر فن کا بیان ہے یعنی وہ کافر و مشرک جو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں) کہتے ہیں) کہ اگر رب رحمن چاہتا تو ہم ملائکہ

کی پرستش نہ کرتے اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ملائکہ کی پرستش اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہے ۔
(معاذ اللہ) ان کا عقیدہ تھا کہ اگر یہ عمل قبیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں روکتا چونکہ اس نے انہیں روکا نہیں اسی
لئے انہیں یقین تھا کہ اس سے وہ راضی ہے حالانکہ خود بھی معترف تھے کہ یہ قبیح عمل ہے ۔

فائدہ : ان کے کلام باطل کی بنا دو مقدموں پر ہے
(۱) ان کا ملائکہ کو پوجنا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے ۔
(۲) جب وہ اس کی مشیت ہے تو راضی بھی ہے

دوسرے مقدمہ میں صریح خطا کھا بیٹھے اس لئے کہ مشیت کے معنی بعض ممکنات کو بعض دوسروں کو ترجیح دینا اس میں جانبین میں سے جانب واحد کے لئے رضا و عدم رضا کا اعتبار نہیں ہوتا اس لئے ان کی جہالت کا اظہار فرمایا کہ "مالہم بذلک من علم" اس کا انہیں علم نہیں یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ ان کے ان اعمال میں اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی اور رضا بھی ہے یہاں پر مطلق مشیت مراد نہیں اس لئے کہ مطلق مشیت کی بے شمار آیات صریحہ موجود ہیں اور انہیں اس کا مستند علم نہیں "ان ھم الا یخرصون" نہیں ہیں وہ مگر یہ کہ جھوٹ بولتے ہیں اس لئے کہ الخرص بمعنی کذب آتا ہے اور ہر وہ بات جو ظن و تخمین سے ہو اسے بھی خرص کہتے ہیں وہ واقع کے مطابق ہو یا مخالف اس لئے کہ کہنے والے نے وہ بات نہ علم سے کہی اور نہ ہی غلبۂ ظن سے اور نہ ہی کسی معتمد علیہ سے سنا کہ جس کے ظن و تخمین پر اعتماد کیا جائے جیسے تخمینہ کرنے والے اپنے امور میں تخمینہ کرتے ہیں اور جو شخص اس طرح کی باتیں کہے وہ جھوٹا ہوتا ہے اگرچہ اس کی بات تجربہ کے عین مطابق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا "اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ الی ان قال ان المنافقین لکاذبون" جب تمہارے پاس منافق آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جبکہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن منافقین جھوٹے ہیں

مسئلہ : "فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ اگر مشیت کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف اہلِ ایمان سے صادر ہو تو توحید ہے۔ اگر کافر سے ہو تو کفر ہے کیونکہ وہ یہ اسناد عناد، تعصب اور حقیقۃ الامر سے جہلت کی وجہ سے کہتا ہے "ربط" دوسرے مضمون کی طرف رجوع فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ان کی نقل کی سند بھی جھوٹی ہے ۔ کما قال "ام آتینا ھم" کیا ہم نے انہیں دی "کتابا من قبلہ" قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا ان کے اس دعویٰ سے پہلے جو کہا کرتے ہیں کہ بت پرستی یا ملائکہ کو بنات اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت ہے "فہم بہ" پس وہ اسی کتاب کے ساتھ "مستمسکون" تمسک اور اسی پر اعتماد کرنے والے ہیں "اور ظاہر ہے کہ ان کے ہاں کوئی کتاب نہیں ۔ اس اعتبار سے ان کے پاس نقلی حجت ہے نہ عقلی

۔(حل لغات) استمسک اہل عرب اس وقت بولتے ہیں جب کسی شے سے تمسک کریں۔ تاج المصادر میں ہے کہ الاستمساک بمعنی چنگل مارنا اس کی بار تعدیہ کی ہے المفردات میں ہے "امساک الشئ" بمعنی کسی شے سے متعلق ہونا اور اسے محفوظ کرنا اور استمسکت بالشئ یہ اس وقت بولتے ہیں جب شے کے امساک میں جدوجہد کی جائے۔ "بل قالوا انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃ" بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباء کو ایک دین پر پایا۔ امۃ بمعنی دین اور وہ طریقہ جس کا قصد کیا جائے امام راغب نے فرمایا امۃ بمعنی وہ جماعت جسے کوئی امر جمع کرے وہ امر دنیوی ہو یا دینی یا وہ ایک زمانہ میں جمع ہوں یا ایک مکان میں اس کا جمع کرنا تسخیراً ہو یا اختیاراً۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے اپنے آباء کو ایسے امر پر پایا جس پر سب مجتمع تھے "وانا علیٰ آثارھم مھتدون" مھتدون انّ کی خبر ہے اور ظرف مھتدون کا صلہ ہے اس کی تقدیم تخصیص کے لئے ہے اور اسے علیٰ سے اس لئے لایا گیا کہ ثبوت کے معنی کو متضمن ہے الاثر بلفتحتین بمعنی شے کا بقیہ آثار بمعنی اعلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ کو بھی اس لئے آثار کہا جاتا ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ اثر بمعنی اس شے کا حصول جو اس کے وجود پر دلالت کرے اس لئے وہ طریقہ جو متقدمین پر دلالت کرے اسے اثر کہتے ہیں اب معنی یہ ہوا کہ کفار نہ تو کوئی دلیل عقلی لائے نہ نقلی بلکہ خود معترف ہیں سے

چہ قدر را بتقلید توان پیمودن ۔۔ رشتہ کوتاہ بود مرغ نو آموختہ را

ترجمہ: کتنا قدر تقلید کے لئے چلنا چاہیے اس لئے کہ نو آموز پرندہ کا دھاگہ کوتاہ ہوتا ہے

غلط تقلید کی مذمت اور ازالہ وہم غیر مقلدین

اس میں تقلید کی مذمت ہے تقلید کا مطلب یہ ہے کہ بلا دلیل کسی کی بات ماننا فروع و مسائل شرعیہ میں تقلید جائز ہے ہاں اعتقادیات اور اصول دین میں تقلید ناجائز ہے بلکہ اعتقادیات میں نظر و استدلال ضروری ہے۔

مسئلہ۔ مقلد کا ایمان عند الاحناف و اہل ظواہر صحیح اور درست ہے یعنی جو امور اس پر واجب ہیں مثلاً عالم کو حادث اور صانع کے وجود اور اس کے صفات اور ارسال الرسل اور وہ جو کچھ لائے انہیں بلا دلیل حق مانتا ہے تو اس کا ایمان قابل قبول ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراب اور بچوں اور عورتوں اور غلاموں اور کنیزوں کا ایمان صحیح مانا حالانکہ وہ دلائل کو جاننے تک نہیں تھے۔

مسئلہ ترک دلائل کی وجہ سے عامی مقلد گنہگار ہوگا اور استدلال کا مقصد یہ ہے کہ اثر سے مؤثر کی طرف اور مصنوع سے صانع کی طرف جس طریق سے بھی ہو منتقل ہونا اس میں صغریٰ۔ کبریٰ اور نتیجہ نکالنے کے لئے مقدمات کو مرتب کرنے (جیسا کہ علم معقول میں ہوتا ہے) کی کوئی ضرورت نہیں۔ مثلاً جو اسلامی ملک میں پیدا ہوا اور پلا اور

جوان ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی صنائع کو دیکھ کر کہہ دیتا ہے۔ سبحان اللہ وہ تقلید کی تعریف سے خارج ہے یعنی اس کا ایمان مقلدانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے (کذا فی فصل الخطاب)

فائدہ: علم ضروری علم نظری سے اعلیٰ و افضل ہے اس لیے کہ علم ضروری کسی وقت بھی زائل نہیں ہوتا۔ یہ کشف و عیان کا مقدمہ ہے اور قاعدہ ہے کہ مشاہدہ کے بعد کسی واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ؎

ساکنان حرم از قبلہ نما آزادند۔ حرم کے رہنے والوں کو قبلہ نما کی ضرورت نہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

چون شدی بر بامہائے آسمان ⁞ سرد باشد جستجوئے نردبان

ترجمہ: جب تو آسمان کی چھت پر چڑھ جائے تو سیڑھی کی جستجو ختم ہو جائے گی۔

(وکذلک) جیسا کہ مذکور ہوا کہ وہ حجۃ قائم کرنے سے عاجز ہیں اور تقلید میں گرفتار ہیں ایسے ہی ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر" ہم نے آپ سے پہلے کسی ڈر سنانے والے کو کسی بستی میں نہ بھیجا" الا قال مترفوہا" مگر اس کے لیڈروں اور جابر ظالموں نے کہا "انا وجدنا آباءنا علی امۃ بینک" ہم نے اپنے آباء کو ایک طریقہ اور دین پر پایا" وانا علی آثارہم" اور ہم ان کے طریقے اور اعمال پر "مقتدون" اقتداء کرنے والے ہیں، ما ارسلنا الخ جملہ مستانفہ ہے اور دلالت کرتا ہے کہ ان کے آباء بھی ان کی طرح اندھے مقلد تھے ان کے پاس بھی کوئی سند نہیں تھی۔

(نکتہ) مترفین کی تخصیص اس لئے کہ تنعم اور باطل امور کی محبت نے انہیں تقلید کا دیوانہ بنا دیا تھا

(حل لغات) اترفتہ النعمۃ یعنی اسے نعمت نے سرکش بنایا اور مترفین سے اغنیاء اور وہ لیڈر مراد ہیں جنہیں نعمت اور دنیا کی وسعت عیش نے سرکش بنا کر اخروی نعمتوں سے غافل کر دیا تھا۔

تفسیر صوفیانہ اسمیں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو شہوات نفسانیہ میں منہمک اور لوازم دین اور احکام شرع سے متنفر ہیں۔

(حدیث شریف) میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو دنیا داروں کی طرف راغب اور ان عبادت گزاروں سے متنفر ہیں جو قرآن کے عامل ہیں لیکن ان کی طباع کے موافق نہیں اس معنی پر وہ بعض آیات پر ایمان لاتے ہیں اور بعض آیات سے کفر کرتے ہیں اور ان امور یعنی قدر معلوم اور رزق مقسوم اور اجل مقرر کو بغیر سعی کے حاصل کرتے ہیں اور وہ امور جو لیس موفور اور سعی مشکور کو سعی سے حاصل کیا جاتا ہے اسے حاصل نہیں کرتے اور اس تجارت کے لئے کوشش نہیں کرتے جن کو کبھی نقصان نہیں ہوتا بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیوی امور کو اپنے ذمہ کرم لگایا ہے لیکن اخروی امور ہمارے لئے طلب، فرماتے ہیں کاش ہمارے سے وہ دنیا طلب فرماتا اور آخرت اپنے ذمہ کرم لگاتا۔

(سبق) عقلمند وہ ہے جو ہدایت یافتہ بزرگوں کی اقتداء میں رہتا ہے اور آخرت کی تعمیر میں مشغول

ہوتا ہے جیسا کہ ارباب یقین کا طریقہ ہے حضرت صائب نے فرمایا ؎

بر نمی آئی بنعمتہائے الوان زینہار ∴ تا تواں غم خورد فکر نعمت الوان مکن

کار عاقل نیست بند خویش محکم ساختن ∴ عمر خود را صرف در تعمیر ایں زندان مکن

ترجمہ: مختلف نعمتوں کے حصول پر تو کامیاب نہ ہوگا جہاں تک ہو سکے غم دوسروں کا کھا مختلف نعمتوں کی فکر نہ کر۔

عقلمند کا کام نہیں اپنے بند مضبوط کرنا اپنی عمر اس قیدخانہ کی تعمیر میں ضائع نہ کر۔

"قال" ان منذرین میں ہر ایک منذر نے اپنی امتوں کو فرمایا جب کافروں نے بت پرستی کی علت بیان کی

" اولو جئتکم" کیا تم اپنے آباء کی تقلید کرتے ہو اگرچہ لاؤں تمہارے ہاں "باھدی" ایسا دین جو زیادہ ہدایت و

رشد والا ہو "مما وجدتم علیہ آباؤکم" اس سے کہ جس پر تم نے اپنا آباء کو پایا یعنی وہ گمراہی پر تھے اور ہدایت سے

کوسوں دور۔

(سوال) اھدیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی ہدایت تھی۔

(جواب) یہ ان کے عقیدہ کے مطابق فرمایا اس لئے کہ وہ اپنی گمراہی کو ہدایت سے تعبیر کرتے تھے "قالوا انا بما ارسلتم

بہ کافرون" ہر امت کے کافروں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جواب دیا کہ جو کچھ تم لائے ہو اس سے ہم کافر ہیں یعنی ہم

اپنے آباء کی اقتداء میں بہت زیادہ ہدایت پر ہیں اور اسی پر ہم ثابت قدم ہیں اس سے ہم سرمو نہیں ہٹیں گے اس میں

ان کی حکایت کو اختصاراً بیان کیا گیا ہے جیسے یاایہا الرسل کلوا من طیبات میں

فائدہ اسمیں اشارہ ہے کہ وہ کفار اپنے

آباء کی تقلید پر ڈٹے ہوئے تھے اور گمراہی پر مصر تھے کہ اس سے ہٹنے کا تصور بھی مٹا چکے تھے اور رسل کرام کو مایوس کن

باتیں سنائیں کہ وہ تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں اور نہ ہی وہ ان باتوں کو خیال میں لانے کے لئے تیار ہیں ؎

خلق را تقلیدشان بر باد داد ∴ کہ دو صد لعنت برین تقلید باد

گرچہ عقلش سوئے بالا می برد ∴ مرغ تقلیدش بہ پستی می پرد

ترجمہ: مخلوق کو ان کی تقلید نے برباد کیا ایسی تقلید پر ہزار لعنت۔

اگرچہ اس کی عقل اوپر جانا چاہتی ہے لیکن اسے تقلید کا مرغ نیچے گراتا ہے۔

نیر عالمانہ: "فانتقمنا منہم" ہم نے ان مقلدین معاندین کی جڑ کاٹ کر بدلہ لیا اس لئے کہ ان کا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا "فانظر کیف

کان عاقبۃ المکذبین" پس دیکھئے ان مکذبین کا انجام کیا ہوا یعنی ان امم مذکورین کا کیا حشر ہوا کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام

کی تکذیب کی فلہذا اے محبوب علیہ السلام آپ اپنی قوم کی تکذیب سے ملال نہ کیجئے اس لئے کہ آپ کا پروردگار ان سے

اپنے اسم منتقم سے بدلہ لے گا کیونکہ ہر شے پر اسی کا قبضہ اور وہی ہر شے پر غالب ہے۔

ملفوظ علی رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے یعنی نیک بخت وہ انسان ہے کہ جب دوسرے کا فروں بے دینوں اور نالائقوں کو پند و نصیحت کی جائے تو وہ اپنے لئے نصیحت سمجھ کر اس پر کاربند ہو۔

حکایت ثعلبی نے لکھا کہ شیر، بھیڑیا، لومڑی، شکار کو چلے۔ حمار وحشی، ہرن، خرگوش کا شکار کر لائے شیر نے بھیڑیے کو تقسیم کا فرمایا تو بھیڑیے نے کہا کہ حمار وحشی آپ کے لئے اور ہرن میرے لئے اور خرگوش لومڑی کا۔ شیر نے غصہ سے بھیڑیے کے سر پہ تھپڑ مارا تو بھیڑیا شیر کے آگے گرا پھر شیر لومڑی سے مخاطب ہوا تو لومڑی نے کہا کہ آپ گدھا کو صبح کو تناول فرلیے ہرن کو رات کو کھایئے اور خرگوش ان دونوں کھانوں کے درمیان کھایئے شیر نے لومڑی سے کہا یہ تقسیم تو نے کہاں سے سیکھی لومڑی نے اس سزا نے مجھے سبق دیا جو بھیڑیے نے پائی۔

(سبق) انسان تمام موجودات سے زیادہ عقلمند ہے وہ اس طرح کی نصیحت بہت کم حاصل کرتا ہے۔

حکایت بادشاہ نے اپنی باکرہ لڑکی سے پوچھا کہ لذیز ترین کیا شے ہے اس نے کہا شراب، جماع، حکومت بادشاہ نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا جب کہ تجھے ان تینوں کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لڑکی نے جواب دیا شراب کے متعلق تو یوں معلوم ہوا کہ آپ اسے پیتے ہیں تو پھر سر کے درد سے دھاڑیں مارتے ہو لیکن پھر بھی پیتے ہو۔ ایسے ہی تم میری والدہ سے ملاقات (جماع) کرتے ہو) اور وہ بچے جنتے وقت موت کے قریب ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود پھر بھی وہ تمہارے بستر پر پڑی نظر آتی ہے۔ حکومت کا معاملہ بھی یوں ہے کہ میں آپ کے ملازموں کو دیکھتی ہوں کہ آپ سے سخت سے سخت تر سزائیں پاتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتے اس سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ تینوں معاملے دنیا میں لذیز ترین ہیں۔

حضرت شیخ سعدی مقدس سرہ نے فرمایا ؎

ندانستی کہ بینی بند بر پائے ٭ چو در گوشت نیاید پند مردم
دگر رہ گر نداری طاقت نیش ٭ مکن انگشت در سوراخ کژدم

ترجمہ: تمہیں معلوم نہیں کہ جس کے پاؤں کسی لذت میں جم جائیں ہزار نصیحت کرو قبول نہ ہوگی۔
اگر تجھے دکھ اٹھانے کی طاقت نہیں تو بچھوں کی بلوں میں انگلی نہ دبا۔

فائدہ: امثال میں کہا کرتے ہیں۔ "المومن لایلدغ من حجر مرتین" مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

تفسیر صوفیانہ اس میں نفس ناسیہ قاسیہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا میں گناہوں کے وبال کو دوبارہ نہیں چکھتا یعنی جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سزا کا تصور لاتا ہے تو پھر اس گناہ کے قریب نہیں بھٹکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت و توفیق اور عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا
تَعْبُدُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ○
وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ بَلْ
مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ
مُّبِیْنٌ ○ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ
الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ○ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ
نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ
وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○ وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ
النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ
سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ○ وَلِبُیُوْتِهِمْ
اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ○ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ
لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ
لِلْمُتَّقِیْنَ ○ع

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمھارے معبودوں سے
سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی
کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے
یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا اور جب ان کے پاس

حق آیا بولے یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں اور بولے کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔ کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے اور تمھارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمھارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

تفسیر عالمانہ

واذ قال ابراهیم لابیه اور اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد کیجئے جب کہ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے آگ سے نکلنے کے بعد اپنے اب یعنی چچا تارخ کو جسے آزر کہا جاتا ہے اور چونکہ بت گھڑتا تھا اسی لئے اسے آزر سے تعبیر کیا جاتا ہے "وقومه" اور اپنی قوم کو جو کہ آبائی تقلید میں بت پرستی میں منہمک تھے اسی لئے ان سے بیزاری کے طور فرمایا انني براء مما تعبدون میں اس سے بری الذمہ ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور وہ اسی لئے فرمایا کہ آپ نے توحید پر براہین قاطعہ قائم فرمائے تاکہ اعتدالی مسلک پر چلیں اور افترا کریں اگر وہ خواہ مخواہ تقلید کے عاشق ہیں تو پھر اس مسلک حق پہ آجائیں جو کہ ان کے آبار کا بہترین اور اشرف مسلک ہے براء بفتح الباء مصدر ہے اور آپ کا اپنے آپکو اس صفت سے موصوف کرنے سے مبالغہ مطلوب ہے اسی لئے یہ صیغہ مذکر و مونث اور واحد کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور جمع کے لئے بھی مثلاً کہتے ہیں "نحن البراء" اور بری مذکر واحد کیلئے اور مونث واحد کے لئے بریّة اور جمع کے لئے بریئات آتا ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ میں تمہاری غیر اللہ کی پرستش سے بیزار ہوں یہ اس وقت ہے جب کہ ما مصدر یہ ہو یا معنی یہ ہوگا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں یہ اس وقت ہے جب کہ ما موصولہ ہو اس وقت اس کا عائد محذوف ہوگا۔ الا الذی فطرنی یہ استثناء منقطع ہے اگر معبودوں سے ان کے بت مراد ہوں اب معنی یہ ہوگا کہ لیکن میں اس سے بیزار نہیں ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا، الفطر بمعنی شے کو ایسے پیدا کرنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو مثلاً کہا جاتا ہے "فطرت البئر" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کنویں کو از سر نو کھودا جائے اور اس سے پہلے کوئی کنواں نہ تھا کہ جسے کھودا گیا یا یہ استثناء متصل ہے اس معنی پر مستثنیٰ ہیں۔ ذوی العقول وغیر ذوی العقول ہر طرح کے معبود شامل ہیں وہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ بت پرستی کرتے تھے یا یہ الا صفت کا ہے اس معنی پر ما موصوفہ ہے اب معنی یہ ہوگا کہ میں تمہارے تمام معبودوں سے بیزار ہوں

سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا کیونکہ الا بمعنی غیر جمع منکور غیر محصور کی صفت واقع ہوتا ہے اور موصوف یہاں پر البتہ ہے جیساکہ ابن حاجب کا مذہب ہے " فانہ سیہدین " تو وہی مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھیگا اور مجھے وہ راہ دکھلائے گا جو اس پہلے سے اور اعلیٰ اور برتر ہوگا اسی لئے یہاں پر سین استقبالیہ لائے حالانکہ سورۂ شعرا میں سین استقبالیہ نہیں۔ کما قال تعالیٰ فہو یہدین " موزوں تر یہ ہے کہ یہ سین تاکید کا ہے استقبالیہ نہیں اور صیغۂ مضارع استمرار کے لئے یعنی مجھے اس کی دائمی ہدایت نصیب ہوتی ہے زمانہ حال میں بھی اور زمانہ استقبال میں بھی " وجعلہا " اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو عین کلمہ توحید بنایا اس لئے کہ ان کا " فانہ سیہدین " کہنا بھی توحید ہے اور پھر اس سے قبل ان کا ہر معبود باطل سے بیزاری کا اظہار بھی معبود برحق کی توحید کا صاف اقرار ہے گویا انہوں نے اس عبارت سے صاف طور کہا " لا الٰہ الا اللّٰہ " کلمۃ باقیۃ فی عقبہ " ایسا کلمہ جو ان کے پیچھے یعنی اولاد میں باقی رہنے والا ہو چنانچہ اس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمائی کما قال ووصّی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب (الآیۃ) اور ابراہیم علیہ السلام پر جب نار گلزار ہوئی تو اس کے بعد بھی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا اور اس جعل مذکور کا صدور آپ کی اولاد کے ظہور کے بعد ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے داعی الی الاسلام پیدا ہوئے۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(حل لغات) امام راغب نے فرمایا کہ کجاوے کے پچھلے حصے کو عقب کہا جاتا ہے اس کے بعد استعارہ کے طور اولاد اور اولاد کی اولاد پر مستعمل ہونے لگا اولاد مذکر ہو یا مونث۔

ازالۂ وہم بعض فقہانے کہا کہ عقب کا اطلاق صرف ذکور پر ہوتا ہے کما وقع فی اجناس الناطفی اور بعض نے فرمایا کہ یہ صرف اناث کے لئے مستعمل ہوتا ہے کما نقل عن بعض الفقہاء یہ دونوں قول ضعیف اور نہایت غیر معتبر ہیں اس کی لغت کی مستند کتابیں تائید نہیں کرتیں " لعلہم یرجعون " یہ جعل کی علت ہے اور ضمیر عقب کی طرف راجع ہے اور رجوع کا اسناد بھی انہی کی طرف ہے بقاعدہ۔ للاکثر حکم الکل کے قبیل سے ہے اور ترجی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی کلمۂ توحید کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں باقی رکھا ابراہیم علیہ السلام کی اس امید پر کہ مشرکین موحد کی دعوت الی التوحید پر شرک سے توبہ کر کے حق کی طرف راجع ہوں

کرامت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کرم اللہ وجہہ الکریم کہنے کا سبب بعض مشائخ نے فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کرم اللہ وجہہ الکریم کہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب اپنی والدہ بی بی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے بطن اطہر میں تشریف فرما تھے تو بی بی صاحبہ جب بت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتی تھی تو آپ پیٹ میں ہی اسے بت سے روکتے تھے۔

ازالہ وہم
اگرچہ قریش کی بت پرستی عالم دنیا میں مشہور تھی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے یہ قول حقیقت کے خلاف ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام۔ اور نیز " وجعلنا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ کے ارشاد گرامی کے بھی قول مذکور منافی ہے اس کے جوابات سورہ ابراہیم میں دیکھئے۔

تفسیر صوفیانہ
آیت میں اشارہ ہے کہ جو معرفت الٰہی اور وصول الی اللہ کا مدعی ہو اور کہے کہ یہ مرتبہ مجھے عقلی لحاظ اور ریاضۃ شاقہ اور مجاہدہ سے حاصل ہوا وہ غلط ہے اس لئے کہ ان مراتب کا حضرات انبیاء علیہم السلام کی متابعت اور اللہ تعالیٰ کی رہبری کے بغیر حصول ناممکن بلکہ ممتنع ہے نہ فلاسفہ کی تعلیم اور نہ ہی براہمہ کی رہبری سے اور نہ رہبانیہ کی ہدایت سے یہ مراتب حاصل ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا ؎

درین بحر جز راعی نرفت ∴ گم آن شد کہ دمبال راعی نرفت
کسانے کزین راہ برگشتہ اند ∴ برفتند وبسیار سرگشتہ اند
خلاف پیغمبر کسے رہ گزید ∴ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۱) : اس راہ میں سوائے مرد راعی کے کوئی نہیں گیا وہ گم ہوا جو راعی کے پیچھے نہ گیا۔
(۲) : وہ جو اس راہ سے گمراہ ہو گئے لیکن بہت پریشان ہوئے۔
(۳) : جو پیغمبر علیہ السلام کے خلاف جس نے راستہ پسند کیا وہ منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچے گا۔

نیز اس میں اشارہ ہے کہ اہل عنایت بھی اللہ تعالیٰ کی رہبری کے بغیر معرفت الٰہی تک نہیں پہنچ سکتے ایسے لوگوں کو اگرچہ کسی نبی علیہ السلام کی دعوت بھی نہ پہنچی ہو یا کسی ولی اللہ کی رہبری نصیب نہ ہوئی ہو اور نہ اسے کسی ناصح نے نصیحت کی ہو اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو رشد و ہدایت عطا فرماتا ہے۔ تو وہ نہ صرف خود بلکہ وہ اپنی اولاد کو بھی راہ ہدایت ورشد پر لگاتا ہے۔ اور وہ نہ کسی تقلید پہ چلتے ہیں اور نہ ہی آبائی مراسم کھینچتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے اہل بلاد کے پروگرام کی پابندی کرتے ہیں اور اہل ضلالت واہواء وبدع سے کوسوں دور بھاگتے ہیں اور نہ وہم وخیال مخلوط دلائل معقولہ انہیں کچھ لغزش دے سکتے ہیں اور وہ اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں گھبراتے جیسے ابراہیم علیہ السلام کا حال سب کو معلوم ہے پھر اپنی اولاد کو اسی طرح وصیت فرماتے ہیں تاکہ وہ شرک سے بچیں اور اعتقاد اہل سنۃ وجماعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اعمال صالحہ پر اس طرح پابندی کریں جیسے اسی کلمہ مبارکہ کے نور کا تقاضا ہے۔

تفسیر عالمانہ
بل متعت ھٰؤلاء یہ کلام محذوف سے اضراب ہے یعنی جس سے وہ پُر امید تھا اسے

وہ نہ پا سکا بلکہ میں نے ان کافروں کو ایک مدت تک نفع مند بنایا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین کفار اہل مکہ مراد ہیں "وآباہم" بالمد یعنی ان کے آبار کو بھی عمر ونعمۃ سے نوازا لیکن وہ اس مہلت سے مغرور ہو گئے۔ اور شہوات نفسانیہ میں منہمک ہو کر کلمہ توحید سے روگردانی کی۔ حتی جاءھم یہاں تک ان کے ہاں آیا "الحق" حق یعنی قرآن "ورسول مبین" اور وہ رسول جن کی رسالت ظاہر اور معجزات واضح اور روشن تھے یا وہ رسول تشریف لائے جن کی توحید آیات بینات سے روشن تھی اور اس کے دلائل وحجج واضح تھے حتی تمتع کی غایۃ نہیں بلکہ اس کی غایۃ ہے جس کا سبب غرور وغیرہ ہوا۔ "ولما جاءھم الحق" اور جب ان کافروں کے ہاں حق یعنی قرآن مجید آیا تاکہ انہیں غفلت سے بیدار کر کے توحید کی رہبری کرے لیکن وہ اسے بجائے قبول کرنے کے کفر و سرکشی میں بڑھے اور کفر کے ساتھ معاندت حق اور اس کی استہانت کے درپے ہوئے چنانچہ فرمایا "قالوا ہذا" کافروں نے کہا یہ حق یعنی قرآن "سحر" جادو ہے باطل کو حق کی شکل میں دکھانے کا نام سحر ہے۔ "وانا بہ کفرون" اور ہم اس سے کفر کرتے ہیں اس لئے کہ ہمیں یقین نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے نازل ہوا ہو یہاں پر انہوں نے قرآن کو جادو کہہ کر ٹھکرا دیا اور اس کی تکذیب کی۔

تفسیر صوفیانہ اسمیں اشارہ ہے کہ اہل ہوا و بدعت وضلالت حق اور اہل حق کو جادو اور جادوگر کی طرح دیکھ کر لسان حال سے کلمات کفریہ بکتے ہیں اگرچہ بظاہر اس کا دامن تھامے ہوئے ہوں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ کفر و تکذیب اہل جحیم کے اوصاف اور قہر الٰہی کے مظہر ہیں اسی طرح یہ اوصاف قہر الٰہی کی علامات میں شمار ہوتے ہیں جس میں بھی یہ اوصاف پائے جائیں گے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ جہنم میں داخل ہوں اور ایمان و اقرار وتصدیق اہل جنۃ کے اوصاف سے ہیں اس لئے کہ جیسے جنۃ مظہر لطف الٰہی ہے ایسے ہی اوصاف مذکورہ لطف الٰہی کے آثار ہیں جس میں یہ اوصاف پائے جائیں گے وہ بہشت میں داخل ہو گا۔

تصدیق کی قسمیں تصدیق دو قسم ہے۔

(۱) تصدیق لسانی اسمیں مطیع و عاصی اور خواص وعوام مشترک ہیں اور یہ تصدیق آخرت کیلئے مفید ہے اور تصدیق لسانی والا دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔

(۲) تصدیق بالارکان والطاعات والاذکار واسباب الیقین اور یہ تصدیق انبیاء علیہم السلام واولیاء وصدیقین وصالحین کو نصیب ہوتی ہے جسے یہ تصدیق حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی آفات سے مطلقاً محفوظ رہتا ہے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے تمام امتی بہشت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جس نے انکار کیا عرض کی گئی انکاری سے کون مراد ہے آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

(فائدہ) اس سے حضور علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ جو میرے لائے ہوئے احکام مانتا اور علم وعمل واعتقاد سے تصدیق کرتا ہے وہ میرا مطیع ہے اور جو نافرمان ہے وہ انکاری ہے اور امت سے امت دعوت واجابت مراد ہے؟ پہلے جملہ میں مطلق امت مراد ہے اس سے " الامن ابی " فرما کر استثناء فرمایا اس لئے کہ امت کا اطلاق کبھی جملہ انسانوں پر ہوتا ہے جسے امت دعوت کہا جاتا ہے اور کبھی صرف اہل ایمان پر جسے امت اجابت سے تعبیر کرتے ہیں ــــــــ امت اجابت کو امت دعوت بھی کہہ سکتے ہیں لیکن امت دعوت کو امت اجابت نہیں کہہ سکتے۔

سبق: انسان کو چاہیے کہ وہ انکار سے بچے اور فرمانبرداری پر ثابت قدمی دکھلائے جنۃ الماوی نصیب ہوگی اس لئے کہ نجات طاعات اور اعمال صالحہ میں ہے جو خواہشات میں پھنستا ہے اور ان کے پورے کرنے کے درپے ہے اسے بہت بڑا خسارہ ہوگا ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اسی طرح بنائے جیسے اپنی کتاب مبین میں حکم فرمایا ہے (آمین)

تفسیر عالمانہ

" وقالوا " اور اہل مکہ نے کہا " لولا " حرف تحضیض ہے " نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم " کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن ایک ایسے مرد پر جو دو بستیوں (مکہ وطائف) میں سے ایک بستی میں جو بہت بڑا آدمی یعنی مالی لحاظ اور مرتبہ کے اعتبار سے اونچا ہو جیسے ولید بن مغیرہ مخزومی مکہ معظمہ میں اور عروہ بن مسعود ثقفی طائف میں یہ " یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان " کے محاورہ سے ہے یعنی ان میں سے ایک مراد ہے وہ اس لئے کہ من ابتدائیہ ہے اور ہم نے محاورہ کی بات اس لئے کی کہ ایک مرد دو بستیوں کا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس معنی پر مضاف مقدر ہوگا اور جو کہتا ہے کہ یہاں مضاف مقدر کرنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ ایک شخص کا دو بستیوں کی طرف منسوب ہونا ممکن ہے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی اس کی سکونت مکہ معظمہ میں بھی تھی اور طائف میں بھی اس لئے کہ مکہ معظمہ میں اس کی دوکانیں تھیں وہاں تجارتی کاروبار چلاتا تھا اور طائف میں اس کے باغات اور جاگیر (زمین وغیرہ) تھی وہ دونوں مقامات پر آتا جاتا اور رہائش رکھتا تھا اس معنی پر اقامت کے لحاظ سے دونوں شہروں کی طرف منسوب ہوتا تھا۔

فائدہ، فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ انسان کبھی ہجرت کرکے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے تو پھر اسے دونوں شہروں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی مدنی کہا جاتا ہے اور بعض لوگ مصری شامی کہلاتے ہیں اور اہل اصول حدیث کے نزدیک دوسرے شہر کی طرف منسوب ہونا چار سال کی اقامت کے بعد صحیح ہوگا

۔ فائدہ، اوپر کا جملہ کفار مکہ نے محض حسد کے طور کہا کہ رسالت ونبوت اور نزول قرآن کا منصب حضور علیہ السلام کے بجائے کسی دنیادار۔ ذی جاہ ومرتبہ دینوی کو ملتا اس سے اگرچہ بظاہر قرآن پاک کی قرآنیت کا اقرار

ہے لیکن درحقیقت سرے سے اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ اگر واقعی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو کسی مالدار اور ذی وقار دنیوی کے ہاں نازل ہوتا کیونکہ نبوت ورسالت ایک جلیل الشان مرتبہ ہے اسی لئے یہ عہدہ اسے ملتا جو اس کی لیاقت واہلیت رکھتا ہو لیکن ان پاگلوں کو معلوم نہ تھا کہ عظیم الشان حقیقت میں وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عزت وعظمت بخشے ورنہ بہت سے لوگوں کو یہ عظیم الشان مانتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ حقیر ترین ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت جس کے لئے خاص فرمائے اور رسالت اسے عطا فرماتا ہے جسے وہ اس کا اہل دیکھتا ہے

(نکتہ) عظیم کے لفظ سے عظمت وفخامت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے کہ کفار نے عظیم مالدار کو مانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو۔ "اہم یقسمون رحمۃ ربک" یہ جملہ انکاریہ اور ان کی تجہیل اور ان کے فیصلے پر تعجب دلاتا ہے اور رحمت سے نبوت مراد ہے یعنی کیا ان کے ہاتھ میں رسالت ونبوت کی کنجیاں ہیں کہ جسے چاہیں عطا کریں۔ "نحن قسمنا بینہم معیشتہم" ہم ہی ان کی معاش تقسیم کرتے ہیں معیشۃ بمعنی وہ شے جو انسان کی معاش اور غذا بنے یعنی جسے وہ اپنے انسانی ڈھانچے کو برقرار رکھنے کا سبب بنائے اس لئے معیشۃ انسان کی زندگی کا سبب اور یہ لفظ اسی کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ، اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ حلال وحرام ہر دونوں کو شامل ہے "فی الحیٰوۃ" حیاۃ دنیا میں جیسے ہماری مشیت کا تقاضا ہے جو بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے ہم نے اپنے معاملات ان کے سپرد نہیں کئے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تدبیر کے سامنے ان کی کچھ نہیں چل سکتی۔ ہماری تقریر مذکور کی تائید مسند الیہ کی تقدیم (یعنی نحن قسمنا) سے بھی ہوتی ہے کیونکہ یہ تقدیم اختصاص کے لئے ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ہی ان کے رزق تقسیم کرتے ہیں اور اس کا انہیں اعتراف ہے حالانکہ رزق تو نبوت کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور ہم نے اس کا اختیار ان کے ہاتھ میں رکھا بھی ورنہ اسے بھی ضائع کرتے اور خود بھی تباہ وبرباد ہو جاتے جب وہ دنیوی امور کی تفویض کے اہل نہیں تو پھر رسالت جو دین کا ایک اہم اور افضل واعظم امر ہے انہیں کیسے سپرد کرتے "ورفعنا بعضہم فوق بعض" اور دیگر معاشی امور میں ہم نے تمہارے بعض کو بعض پر بلند بنایا۔

(درجات) نزع الخافض کی وجہ سے منصوب ہے قرب وبُعد کے اعتبار سے ان کے درجے متفاوت ہیں جیسا کہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہوتا ہے انہیں بعض ضعیف ہیں اور بعض قوی اور بعض فقیر ہیں اور بعض غنی اور بعض خادم ہیں اور بعض مخدوم بعض حاکم ہیں اور بعض محکوم۔ "لیتخذ بعضہم بعضا سخریا" یہ تسخیر واستخدام بمعنی استخدام کے معنی میں ہے استہزاء کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ یہاں پر استہزاء کو علت نہیں بنایا گیا۔

فائدہ: جمیع قراء نے اس کے سین کو مضموم پڑھنے پر اجماع کیا ہے اور یہی ان سے روایت مشہور ہے اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے انہیں رزق وغیرہ میں مختلف درجات اس لئے بنایا تاکہ وہ ایک دوسرے کو اپنے کاروبار میں لگا سکیں اور امراء فقراء کو مزدور بنا کر اپنے کام بنائیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک دوسرے کی معاش کے سبب بنیں کیونکہ ایک مال دے دوسرا کام کرے اس طرح سے عالم دنیا کا قوام صحیح رہے گا یہ وسعت اور کمی اس لئے نہیں کہ اس دولتمند کا کمال اور تنگدست کی کمی ظاہر ہو۔ ورحمۃ ربک اور آپ کے رب تعالیٰ کی رحمت یعنی نبوت اور رسالت اور اس کے متعلقات جو سعادت دارین کا موجب ہیں "خیر" اس کے اہل کے لئے بہتر ہے "مما یجمعون" اس سے جو کمینی اور فانی دنیا کے اسباب اور اس رزق (جو وہ بھی ایک عظیم رحمت ہے) جنہیں وہ جمع کرتے ہیں یعنی نبوت اور اس کے متعلق ان کے دنیوی مال اسباب وغیرہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ دنیوی امور کو کتنا ہی عظیم اور اعلیٰ سمجھیں

تفسیر صوفیانہ

اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فقراء کو مال و دولت سے نوازتا ہے لیکن اس کے بجائے علماء کو حقائق قران اور اس کے اسرار و رموز سے بہرور فرماتا ہے بہت سے اسرار و رموز درس و تدریس سے نصیب نہیں ہوتے جو محض اس کی عطا سے حاصل ہو جاتے ہیں ولایت اور نبوت کی تقسیم اس کے ساتھ میں ہے اور وہ نبوت و ولایت کی تقسیم میں کسی کا محتاج نہیں جیسے ایک دولت مند مال اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور جسے جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے ایسے ہی یعنی مالی تقسیم کے درجات متفاوت ہونے کی طرح علم ولایت میں درجات میں تفاوت اور اختلاف ہوتا ہے اور یہ تینوں یعنی نبوت و ولایت اور علم دنیا اور ما فیہا کے اموال وارزاق سے بہتر ہیں۔

فائدہ: معیشۃ کئی قسم ہے

(۱) ایمان
(۲) صدق
(۳) ارادہ
(۴) علم
(۵) خدمت
(۶) توبہ
(۷) انابۃ
(۸) محبت
(۹) شوق

(۱۰) معرفۃ

(۱۱) توحید

(۱۲) فراست

(۱۳) کرامۃ

(۱۴) ارادات

(۱۵) قناعت

(۱۶) توکل

(۱۷) رضا

(۱۸) تسلیم وغیرہا جیسے انسان رزق میں متفاوت درجات رکھتے ہیں

ایسے ہی ان مقامات میں ان کے درجات میں بھی مختلف ہوتے ہیں ایسے ہی معرفت الٰہی میں بھی بعض دوسرے بعض سے بلند اور اعلیٰ ہیں ایسے ہی محبت وعشق کو سمجھئے جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والوں اور اس سے لو لگانے والوں کا حال سب کو معلوم ہے اگرچہ فی نفسہ معرفۃ ومحبت میں برابر ہوتے ہیں مگر مراتب کے لحاظ سے اعلیٰ وادنیٰ کا فرق ضرور ہوتا ہے ان کی مثال بھوک مٹانے والوں کی ہے کہ فی نفسہ بھوک میں سب برابر ہیں لیکن بعض لذیز طعام سے بھوک مٹاتے ہیں بعض ردی طعام وغیرہ سے بعض مشائخ نے اس کا فرق یوں بتایا کہ نفس کے مکروفریب اور شیطان کے وسوسہ کو جس کو جتنا زیادہ علم وعرفان ہوگا اتنا ہی اسے اعرف کہا جائے گا اور اس سے کم مرتبہ والے کو عارف اور ظاہر ہے کہ اعرف عارف سے افضل ہوگا۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اس کی مثال ذکر الٰہی ہے کہ یہ دیگر اعمال سے افضل ہے اسی لئے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذکر اللہ خیر من کثرۃ الاعمال بشرطیکہ خالصاً اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اس میں ریاء سمعۃ کو دخل نہ ہو

فائدہ: حقائق سلمی میں لکھا ہے کہ تفاوت درجات اخلاق حسنہ سے معلوم ہوگا جس کے اخلاق بلند ہوں گے وہ دوسروں سے افضل واعلیٰ ہوگا۔

یکے خوب کردار وخوش خوی بود ∴ کہ بدسیرتاں را نکو گوی بود

بخوابش کسے دید چوں در گزشت ∴ کہ بارے حکایت کن از سرگزشت

دہانے بخندہ چو گل باز کرد ∴ چو بلبل بصوت خوش آغاز کرد

کہ برمن نکردند سختی بسے ∴ کہ من سخت نگرفتمے برکسے

ترجمہ: ایک اچھے کردار اور اچھی عادت والا تھا کہ بدسیرتوں کو بھی اچھی کیفیت سے یاد کرتا تھا

(۲): کسی نے اسے مرنے کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا گزری۔

(۳) ؛ منہ کھولا اور گل کی طرح پھولا (خوش ہو کر بولا) اور بلبل کی طرح خوش آوازی سے کہا
(۴) ؛ کہ مجھ پر کوئی سختی نہیں ہوئی اس لئے کہ میں کسی پر سختی نہ کرتا تھا۔

مسلمان فلاسفہ فرماتے ہیں کہ کمالات بشریہ استعداد و مذہب حق کے ساتھ مشروط ہیں اس لئے کہ جمیع مقامات نبوت و ولایت وغیرہا جیسے سلطنت و وزارت وغیرہ اختصاصیہ عطائیہ ہیں ان کو کسب و عمل سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انہیں کسی دوسری استعداد سے تعلق ہے اگر کچھ ہے تو وہ بھی عطاء و توفیق ایزدی کے بغیر نہ ہوگا کسی نے فرمایا کہ عطائے حق کو قابلیت کی ضروری نہیں البتہ قابلیت کو عطائے حق ضروری ہے اور یہ شرائط و اسباب کے بعد تدریجاً حاصل ہوتی ہے اور جو محجوب ہے جیسے مرزا قادیانی اور اس کی پارٹی) وہ کہتا ہے کہ نبوت وغیرہ عمل اور استعداد یعنی کسب سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حقیقت کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ ہی حقیقی متولی ہے وہ تمام لوگوں کے جملہ امور کا کفیل ہے اس میں کسی کو کسی قسم کا دخل نہیں وہی کرتا ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہے اللہ تعالیٰ ہیں ان لوگوں سے بنائے جو درجہ کمال کے درجات کو پہنچے ہیں (بحرمۃ اکامل الرجال) (مردان کاملین کے صدقے)

تفسیر عالمانہ

" ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ " یہاں مضاف محذوف ہے دراصل عبارت " کراہۃ ان یکون الناس الخ " تھی کیوں کہ لولا کا قاعدہ ہے کہ وہ دوسرے جملہ کا انتفاء پہلے جملہ کی وجہ سے ہوتا ہے اگر مضاف محذوف نہ مانا جائے تو لولا کا معنی نہیں ہو سکتا اب معنی یہ ہوا کہ اگر لوگوں سے یہ اندیشہ نہ ہوتا جب وہ کافروں کو نعمتوں میں دیکھتے اور یہ نہ سمجھتے کہ یہ دنیا و دولت کفر میں ہے تو وہ اسے جمع کرنے میں مشغول ہو کر کفر میں ملت واحدہ ہو جاتے لجعلنا دنیا کی حقارت اور ہمارے ہاں اس کی ذلت کی وجہ سے اسے بنا دیتے " لمن یکفر بالرحمٰن " اس کے لئے جو پروردگار سے کفر کرتا ہے اس لئے کہ وہ مخلوق میں بدتر اور تمام لوگوں سے کمتر ہیں کما قال " اولئک ہم شر البریۃ لبیوتہم " یہ مَن سے بدل الاشتمال ہے یالام بمعنی علیٰ ہے اور ضمیر کی جمع مَن کے معنی کی وجہ سے ہے جیسے مَن کے لفظاً مفرد کی وجہ سے یکفر واحد کا صیغہ لایا گیا ہے۔ البیوت والابیات بیت کی جمع ہے وہ مسقف جگہ جس کا مدخل ایک جانب سے ہو اور اسے وقت بسر کرنے کے لئے تیار کیا جائے اسے بیت کہا جاتا ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ دراصل بیت اس ٹھکانے کو کہا جاتا ہے جو انسان کے رات گزارنے کے لئے ہو پھر اسے عام کر دیا گیا کہ اس میں رات کی قید ختم کر دی گئی یعنی انسان کے اوقات بسر کرنے کے لئے ٹھہرنے کی جگہ ابیات اس بیت کی جمع ہے جو شعر کے معنی میں آئے اور بیت عام ہے پتھر سے ہو یا مٹی سے اسے اون سے تیار کیا جائے یا بالوں سے۔ بیت الشعر کو اسی کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ سقفا من فضۃ " سُقُف سَقف کی جمع ہے گھر کے اوپر کا حصہ یعنی چھت " فضۃ " وہ ذی جسم شے جو پگھل کر بہنے لگے اور اس کا رنگ بھی سفید اور چمکیلا ہو یعنی چاندی اور اسے اس نام سے اس لئے موسوم کرتے ہیں کہ اسے

کوٹ کر اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہر ضرورت کے لئے کام میں لایا جاتا ہے۔ "ومعارج" اس کا عطف "سقفا" پر ہے معرج (بفتح المیم وکسرہا) کی جمع ہے بمعنی سیڑھی۔ امام راغب نے لکھا کہ یہ عرج سے ہے بمعنی اوپر کو چلنا معارج بمعنی اوپر کے جانے کے آلات (یعنی ہم ان کے لئے اوپر کو چڑھنے کے لئے چاندی کی سیڑھیاں بنا دیں معارج کے بعد من فضۃ محذوف ہے اور اس کا حذف پہلے فضہ کے ذکر کی وجہ سے ہوا ہے۔ علیہا یظہرون یہ ظہر علیہ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اوپر کو چڑھے ظہر الشی دراصل وہاں ہوتا ہے جو کوئی شے زمین پر ایسی ظاہر ہو کہ کسی سے ڈھکی چھپی نہ ہو پھر اس کا اطلاق ہر ظاہر پر ہونے لگا خواہ اس کا تعلق آنکھ کے سامنے ظاہر ہونے کا ہو یا دل سے اب معنی یہ ہوا کہ وہ سیڑھیوں اور بلندیوں اور چھتوں پر آپ کو چڑھ جائیں "ولبیوتہم" اس کا تکرار محض تقریراً ہے یعنی ہم بنا دیں گے ان کے گھروں کے لئے "ابواباً" باب کی جمع ہے بمعنی مدخل الشئ یعنی دروازے دراصل اس کا اطلاق امکنہ کے داخل کے لئے ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "باب المدینہ وباب الدار وباب البیت" وغیرہ۔ "وسررا" اور ان کے نیچے چاندی کے تخت اور چارپائیاں۔ امام راغب نے فرمایا کہ یہ سرور سے مشتق ہے بمعنی وہ شے کہ جس پر انسان بیٹھے اور اس کا اطلاق امراء کے لئے ہوتا ہے۔ میت کے سریر کو صرف لفظی تشبیہ اور پھر نیک فالی کے طور ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو کر سرور حاصل کرے گا اور اسے دنیا کے جیل خانے سے بھی نجات ملی ہے اس سے اسے خوشی ہوئی ہے اور دنیا کی جیل کی خبر حدیث شریف میں ہے "الدنیا سجن للمومنین"[عہ] "علیہا" وہ تختوں پر "یتکئون" سہارا کریں یہ الاتکاء بمعنی الاعتماد سے مشتق ہے "وزخرفا" اس کا اصل معنی تو ذہب یعنی سونا ہے پھر استعارہ کے طور زینت کے معنی میں آتا ہے پھر اسی زینت کے پیش نظر سونے کو "زخرف" کہا جاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ "او یکون لک بیت من زخرف" بمعنی ذہب یعنی سونا یعنی تمہارے لئے سونے کا گھر ہو اور تاج المصادر میں الزخرف بمعنی آراستن لکھا ہے اہل عرب کہتے ہیں۔ زوق البیت بمعنی زینہ وصورفیہ" یہ التزائق سے ہے پھر ہر منقش ومزین شے کو مزوق کہنے لگے اگرچہ اس میں تصویر وغیرہ کا سلسلہ بھی نہ ہو اب معنی یہ ہوا کہ ان کے لئے ہر طرح زیب وزینت کا سامان حاصل ہو۔ اس کا عطف سقفا یا ذھباً پر ہے جب کہ اسے من فضۃ سے محلاً منصوب بنایا جائے اب کلام یوں ہوں گا کہ "سقفا من فضۃ وزخرفا" یعنی ان کے گھروں کی چھت کا ایک حصہ چاندی کا ہو اور ایک حصہ سونے کا پھر اسے نصب کے محل پر عطف کا اعتبار کرکے منصوب پڑھا گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے مومن بندے کو گھبراہٹ نہ ہوتی تو میں کافر کے بدن کو لوہے کی پٹی چڑھا دیتا اور اس پر تمام دنیا ڈال دیتا

فائدہ:۔ بدن کو لوہے کی پٹی چڑھانے سے اس کی صحت بدن مراد ہے۔

(قدسی حدیث شریف) بعض کتب الہیہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرا مومن بندہ غمگین نہ ہوتا تو میں کافر

عہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔

کے سر پر لوہے کے تاج رکھ دیتا کہ جس سے اسے نہ سر کا درد ہوتا اور نہ ہی درد سے اس کی کوئی رگ ٹپکتی۔ " وان ذلک لما متاع الحیوۃ الدنیا " یہ ان نافیہ اور لمّا بالتشدید بمعنی الا ہے یعنی نہیں وہی گھر بہ صفات موصوفہ مگر ایسی شے جس سے دنیا میں نفع اٹھایا جائے انہیں کوئی دوام نہیں اور ان سے سوائے ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

(فائدہ) لما کو بالتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اس وقت ان مخففہ من المثقلہ ہوگا اور لام مخففہ اور نافیہ کا فرق بتاتی ہے اور ما صلہ کا ہے اصل عبارت یوں ہوگی۔ ان الشان کل ذلک الخ یعنی بے شک یہ تمام امور مذکورہ حیاۃ دنیا کا سامان ہیں " والاخرۃ " اور آخرت مع اپنی نعمتوں کے کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ " عند ربک " تمہارے پروردگار کے ہاں یعنی اس کے حکم میں ہیں۔ " للمتقین " کفر و معاصی سے بچنے والوں کے لئے ہیں ؎

ہر کس کہ رخ از متاع فانی برتافت ۔۔ واندر طلب دولت باقی بشتافت

آنجا کہ کمال ہمتش بود رسید ۔۔ وآنچیز کہ مقصود دلش بود بیافت

ترجمہ، جس نے متاع فانی سے منہ پھیرا اور دولت باقی کی طلب کے پیچھے دوڑا۔
جہاں تک اسے ہمت نے کام دیا جو اس کے دل کا مقصود تھا پالیا۔

(سوال) پچھلے مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار پر دنیوی اسباب اور مال و متاع کا دروازہ کھول دے تو تمام لوگ کافر ہو جائیں گے ایسا کیوں نہیں کہ تمام دنیا و دولت کا سامان مسلمانوں کو عطا ہوتا کہ تمام لوگ اسلام قبول کرلیں۔

(جواب) اگر ایسا ہو تو لوگوں کا اسلام طلب دنیا کی وجہ سے ہوگا اور یہ منافقین کا اسلام تو ہو سکتا ہے مخلصین کا اسلام نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اسلام قابلِ قبول ہے جو اخلاص سے ہو اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں پر فقر و فاقہ اور تنگدستی مسلط ہو تاکہ جو بھی اسلام قبول کرے اسے دلیل حق کے پیش رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ جسے اسطرح سے اسلام نصیب ہوگا اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا اس لئے کہ ثواب کا دار و مدار اخلاص اور سچی نیت پر ہے اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا " فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ " (تو اس کی ہجرت اس طرف ہے جدھر اس نے ہجرت ہے)

(سوال وہابی) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو فقر و فاقہ کیوں دیا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اس بارہ میں تم احادیث شریفہ بھی پیش کرتے ہو منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔

لوشئت لدعوت ربی عز وجل فاعطانی مثل ملک کسری وقیصر (شرح الترغیب)[۱]	اگر میں چاہوں تو اپنے رب سے مانگوں تو وہ مجھے کسریٰ و قیصر جیسی شاہی عطا فرمائے۔

[۱] : روح البیان ص ۳۶۸ ج ۸ مطبوعہ جدید

جوابات سُنی

یہ (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے اس کے کئی جوابات ہیں

(۱) اگر حضور علیہ السلام دولتمند (ظاہراً) ہوتے تو لوگ آپ کی دولتمندی کیوجہ سے اسلام قبول کرتے (اور وہ اسلام مخلصانہ نہ ہوتا بلکہ منافقانہ ہوتا۔) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیوی اسباب نہ دیئے تاکہ جو بھی اسلام میں داخل ہو اس کا مطمح نظر صرف آخرت کی بہبودی و فلاح ہو

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر و فاقہ سے نوازا۔ یہ فقراء پر شفقت کی بناء پر تھا تاکہ رسول اللہ کے فقر سے فقراء و مساکین کو تسلی ہو جیسے دولتمندوں کو دولت سے تسلی ہوتی ہے۔

(۳) تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ دنیا و دولت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل شے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ وقعت رکھتی تو مکھی کے پر کے برابر بھی کافر کو نہ ملتی۔

فائدہ:

دنیا کی ذلت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ وہ مقصود بالذات کا سبب اور ذریعہ ہے اسی لئے دار دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دارالاقامۃ و دارالجزاء نہیں بنایا بلکہ کوچ کا گھر اور آزمائش کا مکان ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اکثر کافروں اور جاہلوں کو دنیا و دولت دی اور اس سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو کوسوں دور رکھا بلکہ دنیا اور اس کے اہل کو مبغوض بنایا۔

(سبق)

عاقل وہ ہے جو دنیا سے اتنا قدر فائدہ اٹھاتا ہے جتنا ضرورت ہے زائد سے دور رہتا ہے،

حضرت صائب نے فرمایا ؎

از رباط تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست ۔۔ زادرہے برنمی داری از منزل چرا

ترجمہ: تن کی تعمیر سے تو گذر گیا تو اس کے بعد کوئی آبادی نہیں ہے لیکن افسوس ہے کہ نامعلوم تو منزل کے لئے زادراہ کیوں ساتھ نہیں لے جا رہا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے (آمین)

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ
لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا
قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ
الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى
الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ
تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ
فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا
عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ اِنَّكَ
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ
تُسْئَلُوْنَ ۝ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ
اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا ساتھی ہے اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔ تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے یا تمہیں دکھادیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم ان پر بڑی قدرت والے ہیں۔ تو مضبوط تھامے رہو اسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی۔ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو اور بیشک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے اور عنقریب تم سے پوچھا

جائے گا اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

تفسیر عالمانہ

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن مَنْ شرطیہ ہے یعش بضم الشین عشا یعشو سے ہے بمعنی تعاشی یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شبکورہ وغیرہ کی طرح دیکھے اور اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف بھی نہ ہو اور عشی یعشی از باب رضی یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی آنکھ میں کوئی بیماری ہو جو رویت کے لئے خلل انداز ہو۔

فائدہ امام راغب نے لکھا کہ العشاء بالفتح والقصر وہ تاریکی جو آنکھ کو عارض ہو۔ اہل عرب کہتے ہیں رجل اعشی وامراۃ عشواء اور قاموس میں ہے العشاء وہ جسے رات کو کچھ نظر آئے نہ دن کو اور کہتے ہیں خبط خبط عشواء وہ جو سواری پر سوار ہو لیکن اسے اس کا تجربہ نہ ہو اور العشواء وہ اونٹنی جو آگے کی طرف نہ دیکھ سکے اور الذکر سے قرآن مجید مراد ہے اور اس کی اضافت رحمٰن کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن رحمت عامہ ہے یا وہ مصدر مضاف الی المفعول ہے اب معنی یہ ہوا کہ جو روگردانی کرتا ہے یا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر رحمٰن ہوتا ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے یعنی قرآن یا ذکر رحمٰن سے اعراض کرتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دنیا کے کاروبار اور اس کی زیب و زینت میں اسے بہت زیادہ مشغولی ہے اور اس کی شہوات فانیہ میں سخت ہمنک ہے۔ نقیض لہ شیطانا، ہم اس پر شیطان کو مسلط کردیں گے اور اسے شیطان کے ساتھ ملا دیں گے تاکہ شیطان اس پر ایسے مسلط ہو جائے جیسے انڈے پر چھلکا۔

(فائدہ) القیض انڈے کا اوپر والا خشک چھلکا فھولہ قرین پس ہو شیطان اس روگردانی کرنے والے کے لئے قرین ساتھی۔ ہمنشین، دمساز اور ایسا دوست جو اس سے کسی وقت بھی جدا نہ ہو اور ہمیشہ اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا رہے اور ہر دم اس کے دل میں بجائے ہدایت کے گمراہی اور بجائے حسن کے قبیح کو سنوار کے دکھلائے۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت کہ ایک سال پہلے اس پر شیطان مسلط کردیتا ہے یہاں تک کہ اسے ہر نیکی قبیح نظر آتی ہے اسی لئے نیکی سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے ہر برائی حسین نظر آتی ہے اسی لئے اسے عمل میں لاتا ہے

فائدہ: یہ شیطان اس ہمزاد کافر کے علاوہ ہے ورنہ مذکورہ آیۃ میں کافر کی کیا تخصیص ہے ایسا قرین تو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے تمہارے ہر ایک کے ساتھ ایک جن ساتھی ہوتا ہے اور ایک فرشتہ عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کے ساتھ بھی آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن میرا ساتھی مسلمان ہو گیا ہے وہ مجھے نیکی کا مشورہ دیتا ہے۔

حکایت شیاطین اور انسانان

حضرت جامی قدس سرہ نے نفحات الانس میں لکھا کہ شیخ ابو القاسم مصری قدس سرہ کی ایک مسلمان جن کے ساتھ۔

دوستی تھی ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ سے جن نے کہا اے شیخ آپ ان لوگوں کو کیسے دیکھتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے ان کے بعض خواب میں بعض بیدار نظر آتے ہیں پھر جن نے کہا آپ ان کے سروں پر بھی کچھ دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا نہیں اس جن نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو آپ نے دیکھا تو بعض کے بال آنکھوں پر اور بعض کے کبھی نیچے کو آتے ہیں اور کبھی اوپر کو آپ نے جن سے کہا یہ کیا ہے اس نے کہا آپ کو یاد نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " ومن یعش عن ذکر الرحمٰن الآیۃ " یہ وہی شیاطین ہیں جو ان پر مسلط ہیں جتنا قدر ان کی غفلت ہے اتنا قدر ان پر ان کا تسلط ہے ؎

دریغ و درد کہ با نفس بد قرین شدہ ایم ؛ وزین معاملہ با دلو ہمنشین شدہ ایم

ببارگاہ فلک بودہ ایم رشک ملک ؛ زجور نفس جفا پیشہ اینچنیں شدہ ایم

ترجمہ ؛ دریغ و درد ہے کہ ہم نفس بد کے ساتھی ہوگئے اس معاملہ میں ہم ایک بری عادت والے کے ساتھی ہوئے بارگاہ فلک میں ہم ملک کے رشک تھے لیکن نفس کے ظلم سے اب ہم ایسے ہی ہوں گے ۔

(فائدہ) اس میں اشارہ ہے کہ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رہتا ہے شیطان اس کے قریب نہیں جاتا ۔

تفسیر صوفیانہ

بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کو بھلاتا اور اس کے مراقبہ کو فراموش کرتا اور اس سے حیا نہیں کرتا یا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن حظوظ نفسانیہ کو سامنے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر شیطان کو مسلط کردیتا ہے جو اس کے جملہ نفوس میں وسوسہ ڈالتا اور اس کے نفس کو خواہشات نفسانیہ کا طالب بناتا ہے یہاں تک کہ اس کے عقل وعلم وبیان پر غالب ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شہوت وغضب عقل وعلم ایمان پر غالب ہوجاتے ہیں یہ سزا اسے ملتی ہے جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اعراض کرتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرکے دنیا کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اس پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے اور تمام شیاطین سے سخت تر شیطان اپنا نفس امارہ ہے وہ انسان کے ساتھ ہر وقت رہتا ہے کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ اس کی سزا ہے جو ذکر الٰہی سے اعراض کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے سے اعراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا ساتھی ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا اور نہ ہی خلوت مع اللہ کی قدر پہچانتا ہے اور ذکر الٰہی سے منہ پھیرتا ہے اور خواطر نفسانیہ شیطانیہ کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ان امور کو مسلط کردیتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی مشغولیت سے محروم کردیں اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ خلوت میں ذکر زبانی میں مشغول ہوتا ہے تو اس سے ماسوی اللہ کی نفی اور لا الٰہ الا اللہ کا اثبات حق ہوجاتا ہے جو جس کے درپے وہ امور ہوتے ہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کی مشغولیت سے محروم کردیتے تو اس سے سطوات الٰہیہ ہٹ جاتے ہیں اور جو اپنے قلب کی فراغت کی قدر د

منزلت کو نہیں پہچانتا اور اپنی شہوات کی اتباع بلکہ اپنے اوپر شہوات نفس کا دروازہ کھول دیتا ہے تو پھر وہ اکثر اوقات نفس کی خواہشات میں مقید رہتا ہے اور اس پر نفس کے صفات غالب رہتے ہیں۔

حکایت سفیان بن عیینہ نے کہا کہ عرب کی ضرب المثل کا اصل قرآن مجید میں موجود ہے ان سے پوچھا گیا کہ اس مثل کی اصل کہاں ہے فرمایا مشہور ہے۔ اعط اخاک تمرۃ فان ابی فجمرۃ" اپنے بھائی کو کھجور کا صرف ایک دانہ دے اگر انکار کرے تو اسے انگارہ دے۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ آیت " ومن یعش الخ (اسی مثل سے ہے)

تفسیر عالمانہ وانہم بے شک وہ شیاطین جنہیں قرآن سے روگردانی والوں پر مسلط کیا جاتا ہے۔ لیصدونہم البتہ وہ ساتھیوں کو روکتے ہیں جمع کی ضمائر مَن کے معنی کی وجہ سے ہیں جیسا کہ سابقہ ضمائر کو مفرد لانا مَن کے لفظ کی وجہ سے تھا" عن السبیل" اس روشن راستے سے کہ جس کا حق یہ ہے کہ اس پر انسان چلے ہی جس کی قرآن مجید نے دعوت دی ہے "ویحسبون" حالانکہ وہ روگردانی کرنے والے گمان کرتے ہیں" انہم" بے شک وہی شیاطین " مہتدون" راہ مستقیم پہ ہیں ورنہ انہیں ان کی اتباع کی ضرورت نہ تھی یا اس کے معنی یہ ہے کہ بے شک وہی کافر ہدایت پر ہیں کیونکہ شیاطین کو ہدایت والا یقین کرنا مستلزم ہے اس عقیدہ کو کافر اپنے آپ کو سمجھیں کہ وہ ہدایت پر ہیں کیوں کہ ان دونوں کا مسلک و مذہب ایک تھا۔" حتی اذا جاءنا" یہاں تک کہ وہ ہمارے ہاں آئیں گے حتی ابتدائیہ جملہ شرطیہ پر داخل ہے اور یہ ما قبل کی غایۃ ہے اور ابتدائیہ غایۃ کے منافی بھی نہیں اب معنی یہ ہوا کہ یہ روگردانی کرنے والے شیاطین کی رفاقت و مقارنت اور اپنی صداقت وحقانیت کے بد باطل گمان پر زندگی بسر کرنے کے بعد قیامت میں اپنے شیاطین ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ہاں آئیں گے۔ "قال" کافر شیطان کو مخاطب ہو کر (قیامت میں) کہے گا۔

" یالیت بینی وبینک" کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان "بعد المشرقین" دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا یعنی ہم دونوں مشرق ومغرب کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے دور ہوتے یہاں پر مشرق کی تغلیب سے مغرب کو بھی مشرق قرار دے کر بُعد کو مشرقین کی طرف منسوب کیا گیا ہے خلاصہ بحث یہ ہے کہ نسبت کا قانون ہے کہ دو منتسبوں میں سے صرف ایک طرف مضاف ہوتی ہے کیوں کہ ایک معنی کا قیام دو محلوں میں ممتنع ہوتا ہے ہاں یوں ہوتا ہے کہ اس کا محل ایک ہوتا ہے دوسرے سے صرف اس کا تعلق ہو سکتا ہے ایسے ہی یہاں ہوا کہ جب ہم نے مغرب کو مشرق قرار دیا تو پھر اضافہ اگرچہ ناجائز ہے لیکن یہاں مذکورہ قاعدہ استعمال کیا گیا ہے اضافۃ تو اس کی طرف ہے دوسرے سے صرف تعلق ہے اور چونکہ مشرق کو مغرب کی تغلیب کی گئی ہے اس لئے بظاہر اضافہ دونوں کی طرف ہے لیکن درحقیقت ایک کی طرف ہے اب معنی یہ ہوا کہ اے شیطان تو میرے سے اتنا دور ہوتا جتنا آپس میں مشرق ومغرب کو دوری ہے یعنی تو میرے سے دور میں تیرے سے۔

" فبئس القرین" تو بہت برا ساتھی ہے یعنی جیسے تو دنیا میں میرا برا ساتھی تھا ایسے آخرت میں۔

حدیث شریف حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت میں جب کافر قبر سے اٹھے گا تو شیطان اس کے ساتھ کر دیا جائے گا جو اس سے پل بھر بھی جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اسے جہنم میں لے جائے گا جیسے فرشتہ انسان کے ہر وقت ساتھ رہے گا یہاں تک کہ وہ بہشت میں بھی انسان کے ساتھ ہوگا خلاصہ یہ کہ شیطان کافر کا دنیا و آخرت کا ساتھی ہے اور فرشتہ اہل ایمان کا۔ اس معنی پر کافر کا ساتھی بہت برا اور ایماندار کا ساتھی بہت خوب " ولن ینفعکم الیوم " یہ اس قول کی حکایت ہے جو منجانب اللہ کافروں کو زجر و توبیخ کے طور قیامت میں کہا جائے گا کہ آج تمہاری آرزو کا (یہ کہ برا ساتھی دور ہوتا) تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیگی " اذ ظلمتم " بوجہ تمہارے ظلم کے " دنیا میں تم نے ان کی اتباع کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور کفر و معاصی میں منہمک رہے

فائدہ : اذ تعلیلیہ ہے اور نفی کے متعلق ہے جیسا کہ سیبویہ نے کہا کہ اذ تعلیلیہ لام العلۃ کے قائم مقام آتا ہے " انکم فی العذاب مشترکون " بیشک تم عذاب میں شریک ہو یہ نفع کی نفی کی دلیل ہے یعنی حق یہ ہے کہ اے کافر و تم اور وہ شیاطین جو تمہارے ساتھی ہیں عذاب میں برابر کے شریک ہو کسی ایک کو عذاب میں تخفیف نہیں اور نہ ہوگی یا اس کا یہ معنی ہے کہ تمہاری تمنا اور آرزو کہ " ربنا آتہم ضعفین من العذاب والعنہم لعنا کبیرا [ف] " ایسے ہی دوسری آیات سے تمہارے ساتھیوں کے عذاب میں اضافہ نہ ہوگا کہ جس سے تمہارے دل ٹھنڈے ہوں۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اہل بدعات و اہل اہوا کے تابع و متبوع برابر کی سزا کے مستحق ہیں اس لئے کہ جس نے کسی دوسرے کو سنت سے ہٹا کر بدعت پہ لگایا وہ گمراہ کرنے میں شیطان ہے۔ پھر جب وقت نکل جاتا ہے اور سزا سر پہ آتی ہے تو پھر غلط سلط اور باطل تمنائیں کرتے ہیں۔

فضل الیوم علی الغد ان للتاخیر آفات

ترجمہ : آج کو کل پہ فضیلت ہے اس لئے کہ تاخیر میں آفات ہیں۔

سبق عقلمند وہ ہے جو اپنے حال کا تدارک کرتا اور اپنے انجام میں فکر مند رہتا ہے اور وہ ہر کالے سفید سے پہلے بھاگتا ہے جب کہ وہ اس سے بھاگے گا۔

حکایت ایک عابد زاہد اپنی خانقاہ میں عرصہ دراز تک تنہا عبادت میں مشغول رہا وقت کے بادشاہ کی لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ اسے کوئی بھی نہ دیکھے اور نہ اس سے ملاقات کرے بادشاہ نے اسے اسی تیغر کی خانقاہ میں پہنچا دیا تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ کوئی اس کا نکاح مانگے جب وہ لڑکی جوان ہوئی تو شیطان نے اس زاہد کے ہاں ایک بوڑھے کی شکل میں حاضر ہو کر اس لڑکی کے ساتھ زنا کرنے پر ابھارا یہاں تک کہ وہ زاہد عابد نوجوان لڑکی کے ساتھ زنا کر بیٹھا جس سے وہ لڑکی حاملہ ہو گئی جب حمل کے آثار نمایاں ہوئے تو پھر ابلیس اسی عابد کے پاس آیا اور کہا کہ تو عابد و زاہد زمانہ ہے اگر اس لڑکی کا بچہ پیدا ہوا تو تیرے

ف : اے رب انہیں دوہرا عذاب کر اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما۔

زنا کا پردہ چاک ہو جائے گا جس سے تجھے سخت رسوائی ہوگی اس لئے میرا مشورہ ہے کہ بچہ جننے سے پہلے ہی اس لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دے اور پھر بادشاہ کو اطلاع دے دے کہ لڑکی مرگئی بادشاہ تیرا عقیدتمند ہے وہ زیادہ تحقیق و تفتیش کے درپے نہ ہوگا اس طرح تو عذاب اور رسوائی سے بچ جائے گا۔ زاہد نے شیطان کے کہنے پر لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا پھر شیطان بادشاہ کے ہاں عالم دین کی شکل میں حاضر ہوا اور زاہد کی تمام کہانی سنا ڈالی اور کہا کہ میری تصدیق یوں ہوگی کہ آپ لڑکی کی قبر کو کھود کر لڑکی کا پیٹ چاک کر کے حمل کا خود مشاہدہ فرمالیں اگر میری غلط بیانی ثابت ہو تو بے شک مجھے قتل کرادیں بادشاہ نے شیطان کے کہنے پر قبر کھدوائی اور اس کا پیٹ چاک کیا تو اس کی بات سچی نکلی بادشاہ نے زاہد و عابد کو گرفتار کر کے اونٹ پر سوار کیا اور اپنے شہر میں پہنچا کر اسے سولی پر لٹکا دیا شیطان اسی وقت عابد کے پاس آیا اور کہا کہ تو نے میرے کہنے پر زنا کیا اور پھر میرے مشورے سے لڑکی کو قتل کیا اب اگر تو مجھ پر ایمان لائے گا تو میں تجھے بادشاہ کی سزا سے نجات دلوا دوں گا عابد پر چونکہ بدبختی سوار تھی اسی لئے دین حق کو چھوڑ کر شیطان پر ایمان لایا تو شیطان اس سے بھاگ کر دور کھڑا ہوگیا عابد نے کہا مجھے بچایئے۔ شیطان نے کہا میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

سبق شیطان اور نفس امارہ انسان کے ہر وقت ساتھ ہیں وہ کوشاں رہتے ہیں کہ وہ تباہ و برباد ہو

دانستہ ام کہ دردمن از خانۂ منست
وز پستی و بلندیٔ دیوار فارغم

ترجمہ: مجھے معلوم ہوا کہ میرا چور میرے گھر میں ہے اسی لئے پستی و بلندیٔ دیوار سے فارغ ہوں۔

تفسیر عالمانہ افانت تسمع الصم" یہاں پر الصم سے وہ شخص مراد ہے جس میں قبولیت حق کی سمع مفقود ہو "او تہدی العمی" العمی سے وہ جس میں البصیرۃ مفقود ہو الصم الاصم کی اور العمی الاعمیٰ کی جمع ہے اب معنی یہ ہوا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ انہیں قول حق سنائیں گے جن کے حق شنو کان بہرے ہیں یا انہیں راہ حق دکھائیں گے جن کے حق بین قلوب اندھے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ جس کے راستے قدرت بند کردے اور راہ حق ہدایت ان سے دور رکھا جائے اور جن کے کانوں پر بدبختی اور محرومی رکھدی جائے تو تم اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ نبوت میں کمال رکھتے ہیں انہیں ہدایت نہیں دے سکتے اور نہ ہی انہیں حق سنا سکتے ہیں جب تک ہماری نظر عنایت اور رعایت کریمانہ نہ ہو۔

شان نزول حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے بہت بڑی جدوجہد فرماتے تھے لیکن وہ الٹا الٹے پاؤں چلتے اور شواہد نبوت کے مشاہدہ سے اندھے اور بینات قرآن سننے سے بہرے ہوتے جاتے تھے تو پھر یہی آیت نازل ہوئی۔

فائدہ : یہ ان کو تعجب دلانے کے لئے ہے گویا کہ حضور علیہ السلام کو خیال تھا کہ وہ انہیں راہ راست پر لائیں گے باوجودیکہ ان کے کفر اور گمراہی کے انہماک میں انہیں بارہا آزمایا اور وہ اس حد تک پہنچے کہ حق بین آنکھ اور حق شنو کان کھو چکے اور آپ کو اس خیال کا مدعی یا بمعنی کہا گیا کہ آپ ایسی بدبخت قوم کی ہدایت کے لئے بہت بڑی جدوجہد کرتے رہتے تھے آپ کی اس روش کو یوں بیان کیا گیا کہ گویا آپ کو دعویٰ تھا کہ میں کافروں کو حق سناؤں گا اور انہیں حق منواؤں گا اس میں حکم کو مضبوط کرنا مطلوب ہے تخصیص مطلوب نہیں اس معنی پر تعجب کیا گیا ہے

فائدہ : ابن الشیخ نے فرمایا کہ یہاں پر کیسی عجیب ترتیب ہے اس لئے کہ انسان طلب دنیا کی مشغولی اور حظوظ جسمانیہ میں میلان کی وجہ سے ایسے ہو جاتا ہے گویا اس کی آنکھ میں آشوب چشم ہے پھر جب وہ طلب دنیا اور حظوظ نفسانیہ میں بڑھتا ہے اور روحانی نعمتوں کے اعراض میں اس کا اضافہ ہوتا ہے تو اس کا آنکھ کا درد مذکور بھی بڑھ جاتا ہے پھر اس کی مثال اس شخص سی ہو جاتی ہے جسے پہلے آنکھ سے تھوڑا سا نظر آتا ہو لیکن بیماری کے اضافہ سے بالکل اندھا ہو جائے " ومن کان فی ضلال مبین " اور وہ جو کھلی گمراہی میں ہو یہاں تک کہ اس کی گمراہی کسی سے مخفی نہ ہو یعنی جس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کے علم میں گمراہی لکھی ہوئی ہے تو پھر آپ کا اس کے لئے بہت جدوجہد کرنا اور اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا بے سود ہے ۔ اسی لئے آپ کیلئے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالیے اور نہ ہی زیادہ جدوجہد فرمایئے

فائدہ : اس کا عطف العمی پر ہے بوجہ تغایر وصفین کے ۔

ازالہ توہم انکار اس لئے ہے کہ وہ لوگ گمراہی اور کفر میں ایسے منہمک ہیں کہ انکار سے رجوع کرنا مشکل ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت بھی نہیں دے سکتے یا آپ اس معاملہ میں کوتاہی فرماتے ہیں (معاذ اللہ)

مسئلہ : اس میں اشارہ ہے کہ یہ امور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کو چاہے کسی فعل کی اجازت بخشے جس کو چاہے اجازت نہ دے اس معنی پر نہ تو کوئی کسی بہرے کو (ذاتی طور پر) کان یعنی حق شنوائی کی طاقت دے سکتا ہے اور نہ ہی اندھے کو راہ راست پر لا سکتا ہے کافر کو مومن بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ وہی عظیم قدرتوں کا مالک اور ہر مقدور پر اس کی قدرت کے احاطہ کا تعلق ہے اور بس ۔

ع : آن بہ کہ کار خود بعنایت رہا کنیم

وہی بہتر ہے کہ ہم اپنے جملہ امور کو اس کی عنایت کے سپرد کر دیں ۔ " فاما نذھبن بک " یہ دراصل ان ما تھا ان شرطیہ اور ما زائدہ تاکید کے لئے لام قسم کے قائم مقام ہے جیسا کہ مضارع کا نون ثقیلہ کا تقاضا ہے کہ اس سے پہلے قسم ہو " یعنی اگر ہم آپ کو اپنے ہاں بلالیں اس سے قبل کہ آپ ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر شاداں ہوں " فانا منہم منتقمون " تو صرف ہم ہی ان سے دنیا و آخرت میں بدلہ لینے والے ہیں ۔

مکن شادمانی برگ کسے ۔۔ کہ دہرت نماند پس ازوے بسے

ترجمہ : کسی کی موت سے خوش نہ ہو کہ زمانہ تیرے ساتھ بھی نہیں رہے گا۔

تفسیر صوفیانہ

ابن عطاء نے فرمایا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے لئے دنیا میں امان ہیں اسی لئے اگر آپ کو ہم دنیا سے اٹھالیں تو پھر ان سے بدلہ لیا جائے گا۔

سبق

عقلمندوں پر لازم ہے کہ وہ نیک بخت (اولیاء کرام) لوگوں کا وجود اپنے لئے غنیمت سمجھیں اور ان کی دشمنی اور بغض و عداوت سے اجتناب کریں کیونکہ ان کی دشمنی تباہی و بربادی کا موجب ہے۔

فائدہ : حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر دو حجتیں ہیں۔

(۱) ظاہری۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

(۲) باطنی یعنی معقول

تفسیر عالمانہ

او نرینک الذی وعدناھم " یا اگر ہم آپ کو وہ عذاب دکھائیں جس کا ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کے اعداء و منکرین سے دنیا یا آخرت میں بدلہ لیں گے اور وہاں سے حضور علیہ السلام کے واسطہ سے ان سے دنیا میں لینے پر قادر ہے جیسے بدر میں کفار مکہ کو ذلت و خواری سے دوچار فرمایا یا ان سے حضور علیہ السلام کے واسطے کے بغیر بدلہ لے جیسے سیدنا ابوبکر رضی اللہ بعد کو کفار کو شکستیں دیں۔

مسئلہ : اس میں انسان کو خوف و رجاء کا سبق دیا گیا ہے نیز سمجھایا گیا ہے کہ علم غیب (ذاتی) اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ

ہر کام اس کی تقدیر سے ہوتا ہے وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سے

اے دل تاکہ فضولی و بوالعجبی

از من نشان عاقبت می طلبی

سرگشتہ بود دل خواہ نبی

در وادیٔ ما ادری مایفعل بی

ترجمہ : اے دل کب تک تو بوالفضول رہے گا۔ مجھ سے کب تک انجام طلب کرے گا۔ دنیا میں ہر نبی و ولی فکر میں رہے لا ادری مایفعل بی کی وادی میں۔

رحمتِ خداوندی حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کے لئے خیر اور بھلائی چاہتا ہے تو امت سے پہلے نبی علیہ السلام کو اپنے ہاں بلا لیتا ہے اور جب کسی امت کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اپنے نبی علیہ السلام کو زندہ رکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جب وہ اس کی نافرمانی اور تکذیب کرتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسے دیکھ کر اس امت کا نبی علیہ السلام خوش ہوتا ہے۔

فائدہ : ہر نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو عذاب میں مبتلا دیکھنے کیلئے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی کہ آپ کو اپنی امت سے خوشی دکھائی اور عذاب کا معاملہ آپ کے وصال کے بعد پر موقوف فرمایا جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے بعد دشمنانِ اسلام پر کیا بیتی۔

سوموار اور خمیس کو حضور علیہ السلام کا اعمالِ امت کا دیکھنا

۱ ، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی علیہ السلام کو وصال کے بعد بھی اپنی امت کے حالات کا مشاہدہ کرایا اسی لئے کہ آپ وصال تک ہشاش بشاش اور خوش نظر آتے تھے۔

۲ ، **حدیث شریف :** حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جینا بھی تمہارے لئے خیر اور بھلائی ہے اور موت (وصال) بھی ۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی حیاتِ مبارکہ تو ہمارے لئے خیر و برکت ہے لیکن آپ کی موت ہمارے لئے کیسے خیر و برکت ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا ہر پیر و جمعرات کی شام کو تمہارے اعمال میرے ہاں پیش کئے جائیں گے نیکی پر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالاؤں گا برائی پر تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

مسئلہ : بموجب روایت مذکورہ پیر اور جمعرات کا روزہ مستحب ہے۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

فائدہ ان کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے۔

سُنی کے مسلک کی روئیداد تین صدی پہلے

ہم اہلِ سنت یومِ میلاد مناتے اور اسے اہم دن سمجھتے ہیں یہی اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا دستور تھا۔ چنانچہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ[۱] پیر کے دن کی شرافت کی علت بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لکون یوم الاثنین یوم ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے کہ پیر کا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱ ، روح البیان ص ۳۷۲ ج ۸ مطبوعہ مصر

کی ولادت کا دن ہے اور جمعرات کے دن کو شرافت اس لئے ہے کہ اسی دن بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

فائدہ : ہر ایک نے موت کا پیالہ پینا ہے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس سے چاہیں محبت کریں لیکن یاد رکھیے کہ آپ اسے چھوڑ کر آئیں گے اور عمل جو چاہیں کریں اسی لئے قیامت میں آپ کو اسی عمل کی جزا ملے گی اور جیسے چاہیں زندگی گزار دیں آپ کو بالآخر موت آئے گی ؎

۱ منہ دل بریں سالخوردہ مکان
کہ گنبد نیاید بر گردگان

۲ گر پہلوانی دگر تیغ زن
نخواہی بدر بردن الاکفن

۳ فرو رفت جم را یکے نازنین
کفن کرد چون کرمش ابریشمین

۴ بہ دخمہ در آمد پس از چند روز
کہ بروئے بگرید بزاری و سوز

۵ چو پوسیدہ دیدش حریر کفن
بفکرت چنیں گفت باخویشتن

۶ من از کرم بر کندہ بودم بزور
بکندند ازو باز کرمان بزور

ترجمہ ۱ : اس پرانے مکان (دنیا) میں دل نہ لگا اس لئے کہ ٹیلے پر گنبد تیار نہیں ہو سکتا۔

۲ : پہلوان ہو یا تلوار مارنے والے یہاں سے صرف ایک کفن ہی لے جاؤ گے (وہ بھی قسمت میں لکھا ہو تو ورنہ بے شمار بندے بے گور و کفن مرے)

۳ : جمشید کا پیارا بیٹا مر گیا تو ریشم کے کیڑے کے ریشم سے اس کا کفن تیار کیا۔

۴ : ایک عرصہ کے بعد اس کی قبر کھول کر اسے دیکھنے آیا تا کہ اسے دیکھ کر سیر ہو کر روئے۔

۵ : جب دیکھا کہ اس کا ریشم پرانا ہو گیا ہے تو فکر میں ڈوب کر خود کو کہا۔

۶ : کہ میں نے تو کیڑوں سے جبر کر کے ریشم کا کفن بنوایا لیکن کیڑوں نے زور لگا کر میرے بچے سے پھر وہ ریشم چھین لیا۔

تفسیر عالمانہ فاستمسک بالذی اوحی الیک پس قرآن کو مضبوط تھامیئے جو آپ کی طرف نازل ہوا یعنی اس کے احکام کی رعایت کر کے خواہ ہم آپ کے ساتھ ایفائے عہد کی جلدی کریں خواہ آخرت کے دن پوری کریں۔ انک علی صراط مستقیم بے شک آپ ایسے سیدھے راستہ پر ہیں کہ اس میں ٹیڑھا پن نہیں یعنی توحید اور دین اسلام۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آپ قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑیں اس لئے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے بایں طور کہ آپ اس کے اخلاق سے متخلق ہوں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کیجئے اور جن امور سے اس نے روکا ہے اسی سے رُک جایئے اس لئے کہ آپ سیدھے راستہ پر ہیں اسی کے ذریعہ آپ ہمارے حضور پہنچیں گے۔

تفسیر عالمانہ وانہ بے شک وہ قرآن جو آپ کے ہاں نازل ہوا ہے "لذکر" بہت بڑا ذکر اور بہت بڑی عظیم شرافت اور بزرگی والا ہے (لک) بالخصوص آپ کے لئے "ولقومک" اور آپ کی قوم اور امت کے لئے عموماً۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے لئے شرافت ہوتی ہے جس سے وہ فخر کرتی ہے میری امت کے لئے شرافت قرآن مجید ہے اور قوم سے امت مراد ہے ایسے ہی امام مجاہد نے فرمایا دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں کہ قومک سے یہاں پر قریش مراد ہیں اس لئے کہ یہ عظمت والی کتاب انہیں کے ایک عظیم الشان اور بلند مرتبت شخصیت پر اتری ہے اور کواشی میں لکھا ہے کہ اس شرافت کے لائق وہ لوگ ہیں جو حضور علیہ السلام کے قریب تر ہیں اسی طرح پھر الاقرب فالاقرب کا اعتبار ہوگا جیسے قریش میں حضور علیہ السلام کو بنو المطلب قریب تر ہیں پھر بنی ہاشم پھر قریش اور ابن عطا نے فرمایا کہ یہ شرافت انہیں حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہے اور آپ کی شرافت اللہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ جتنا عظیم تر کی طرف نسبت ہو گی اتنا شرافت و بزرگی بلند تر ہو گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام اور جملہ امت کو طاکر فاطب فرمایا کما قال وسوف تسئلون اور اس کے متعلق عنقریب یعنی قیامت میں تم سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے قرآن مجید کے حقوق کو قائم رکھا یا نہ اور کیا تم نے اس کی تعظیم کی یا نہ اور اس کے عطا ہونے پر تم نے شکر خداوندی بجا لایا یا نہ اس لئے کہ یہ نعمت صرف تمہیں عطا ہوئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قرآن مجید آپ کے اور آپ کی امت کے لئے میرے تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور یہ بہت بڑا شرف ہے جو صرف آپ کو اور آپ کی امت کو ملا ہے اس کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا کہ کیا تم نے اس شرافت اور بزرگی کا حق ادا کیا ہے یا نہ یا اس کے حق کو ضائع کیا اور اسے تحصیل منافع

دنیویہ ومطالب نفسانیہ میں صرف کیا یا کیونکہ۔

بعض علماء نے فرمایا کہ علوم عارفین کشف وعیان پر مبنی ہیں اور ان کے غیروں کے علوم کا دلر ومدار خواطر فکریہ اور اذہان پر عارفین کا ابتدائی طریقہ تقویٰ اور اعمال صالحہ ہیں اور دوسروں کا ابتدائی طریقہ مطالعہ کتب اور حصول معالم کے لئے مخلوق سے استمداد۔ عرفاء کے علوم کا انتہائی مقام حیّ قیوم کے حضور کی حاضری اور دوسروں کے علوم کی انتہا تحصیل وظائف ومراتب ومناصب اور دنیوی اسباب کا جمع کرنا جو چند دنوں کے بعد مٹ کر رہ جائیں گے

۱ زیان می کند مرد تفسیر دان

که علم وادب می فروشد بنان

۲ کجا عقل یا شرع فتوی دہد

کہ اہل خرد دین بدنیا دہد

ترجمہ (۱) مرد تفسیر دان نقصان کر رہا ہے کہ علم وادب کو روٹی کے بدلے بیچتا ہے

(۲) عقل یا شریعت کب فتویٰ دیتے ہیں کہ عقل مند دین کو دنیا کے بدلہ میں دیدے۔

عالم بے عمل عالم بے عمل اور جاہل بدعمل برابر ہیں بایں معنی کہ ہر دونوں بارگاہ حق کے مردود ہیں ایسے عارف بے عمل اور غافل باعمل بھی بارگاہ لایزال کے مردود ہیں اس لئے کہ صرف علم ومعرفت قبولیت حق اور بلند مرتبت عند اللہ کے لئے ناکافی ہیں جب تک کہ ان کے ساتھ عمل بالکتاب والسنۃ نہ ہو بلکہ صرف علم ومعرفت فلاح ونجات کا موجب سمجھنا غیر مسلم فلاسفہ کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کہتے ہیں علم ومعرفت کے لئے عمل ضروری ہے تاکہ فلاح ونجات حاصل ہو، یہی اسلامی حکماء کا مذہب ہے۔

انسان کئی قسم کے ہیں۔ (۱) حیوانی وہ ہے جس پر اوصاف طبعیہ اور احوال شہوت جیسے کھانے پینے اور نیند وغیرہ کا غلبہ ہو

(۲) شیطانی وہ جس پر اوصاف نفس اور احوال شیطنت جیسے تکبر، عجب، حسد وغیرہا کا غلبہ ہو

(۳) ملکی وہ جس پر اوصاف روح اور احوال ملکی جیسے علم وعمل اور ذکر وتسبیح وغیرہا کا غلبہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو قرآن مجید سے تمسک کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے علوم عطا فرمائے گا جن کا اس سے پہلے علم نہ تھا بلکہ اسے اہل کشف وعیان سے بنائے گا اور یہ بھی منجملہ ان لوگوں سے ہوگا اللہ تعالیٰ کی آیات کا آفاق والنفس میں تلاوت کرتے اور انہیں حقائق القرآن کا مکاشفہ حاصل ہے۔

(فائدہ) یہ شرف اسی امت کو نصیب ہوا اس لئے کہ قرآن مجید کا نزول اسی پر ہوا ہے۔

تمنائے موسیٰ کہ بن جاؤں امت محمد کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسی امت ہے جو من وسلویٰ والوں یعنی ان کی امت سے افضل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسری امتوں پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت جملہ مخلوق پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے بھی اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام وہ امت تمہارے زمانہ کے بعد بہت دیر سے آئے گی فلہٰذا تم اس امت میں شامل نہیں ہو سکتے ہاں اگر چاہو تو میں تمہیں ان کا کلام سناؤں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ہاں سنایئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " اے امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امت نے جواب دیا۔ لبیکَ اللّٰھم لبیک لا شریک لکَ والخیر کلہ بیدایك اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کو شعائر حج میں مقرر فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے میں نے تمہارے عصیان سے تمہیں پہلے بخش دیا اور تمہیں بے مانگے عطا سے نوازا جو مجھے کلمہ شہادت ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ پر ایمان کے ساتھ ملے گا میں اسے بہشت میں داخل کروں گا اگرچہ اس کے گناہ دریا کی جھاگ اور ستاروں اور ایام دنیا کی گنتی کے برابر ہوں

فائدہ: توراۃ میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں جن کے سینوں میں کلام الٰہی محفوظ ہوگا یعنی وہ قرآن پاک کے حافظ ہوں گے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

۱ تو اے قرآن پسر ظاہر مبین
دیو آدم نہ بیند جز کہ طین

۲ ظاہر قرآن چو شخص آدمیست
کہ نقوشش ظاہر وجانش خفیست

ترجمہ (۱) تم اے عزیز قرآن کے صرف ظاہر کو نہ دیکھو شیطان تو آدم کو صرف مٹی دیکھتا ہے اور بس

(۲) قرآن کا ظاہر بھی آدمی کے ظاہر کی طرح ہے کہ اس کے نقوش تو ظاہر ہیں لیکن اس کی روح پوشیدہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا من ارسلنا محلا منصوب ہے اس لئے کہ اسئل کا مفعول بہ ہے یہاں مضاف محذوف ہے اس لئے کہ (بظاہر) حقیقۃً انبیاء علیہم السلام سے سوال محال (عادی) ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی امت اور ان کے دین کے علماء سے سوال کریں کما قال فی مقام آخر فاسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک تو ان سے سوال کیجئے جو پہلے کتاب پڑھتے ہیں

فائدہ مضاف محذوف ماننے سے تنبیہ ہوگئی کہ علماء کا کہا ہوا بعینہٖ انبیاء علیہم السلام کا فرمان ہے علماء اپنی طرف سے

یہ کچھ نہیں کہتے۔ اجعلنا من دون الرحمٰن آلھۃ یعبدون کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پرستش کا حکم کیا ہے کیا ان کی ملت میں اس قسم کا حکم آیا ہے۔ اس سے انبیاء علیہ السلام کے توحید پر اجماع کو شاہد بنانا مطلوب ہے نیز تنبیہ ہو کہ حضور علیہ السلام کا توحید کا درس دینا یہ کچھ نئی بات نہیں کہ جن کی تکذیب یا ان سے دشمنی اور مخالفت کی جائے ہماری یہ دلیل ان کی اس دلیل سے قوی تر ہے جو انہیں نبی علیہ السلام کی تکذیب اور مخالفت پر ابھارتی ہے۔

فائدہ: یہ سوال رفع التباس کے لئے ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کو اس کے متعلق کسی قسم کا شک نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے لیکن اس سے مراد غیر ہیں۔

حدیث شریف

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نہ مجھے شک ہے نہ میں سوال کرتا ہوں۔ مسئلہ زمخشری نے لکھا کہ یہاں مجاز ہے اور انبیاء علیہم السلام سے سوال کرنے سے ان کے ادیان کی کتابوں کا پڑھنا مراد ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ "سل الارض من شق انھارك وغرس اشجارك وجنى اثمارك" زمین سے نہروں کے کھودنے اور درختوں کے بونے اور پھلوں کے چننے کا سوال کیجئے۔

شب اسریٰ امام الانبیاء کی امامت

بعض مشائخ نے فرمایا کہ آیت اپنے حقیقی معنی پر صحیح ہے وہ اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب اسرا مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے تو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے اپنے مزارات سے باہر تشریف لا کر حضور علیہ السلام سے ملاقات کی۔ جبریل علیہ السلام نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے آپ سے عرض کی کہ قریش کا گمان ہے کہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور یہود و نصاریٰ کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں اب آپ ان انبیاء علیہم السلام سے پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے یہی آیت پڑھی "واسئل من ارسلنا الخ" حضور علیہ السلام نے فرمایا نہ مجھے شک ہے نہ میں سوال کرتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کا فرمان کافی ہے مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اس لئے اس وقت آپ نے انبیاء و رسل علیہم السلام سے سوال نہ کیا اس لئے کہ آپ سے بڑھ کر زیادہ یقین والا اور کون ہو سکتا ہے۔

فائدہ: حضرت ابوالقاسم نے فرمایا کہ یہی آیت حضور علیہ السلام پر بموقع شب معراج بیت المقدس میں نازل ہوئی جب انبیاء علیہم السلام نے اس آیت کو سنا تو سب نے اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کا اقرار کرکے کہا کہ ہم سب توحید کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے۔

فائدہ: عین المعانی میں لکھا ہے کہ میکائیل علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا اس حکم پر حضور علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا یقین کامل تر اور ایمان محکم تر ہے اسی لئے انہیں

سوال کی کیا ضرورت تھی ؎

آنکہ در کشف کردہ استقلال
کے توجہ کنند باستدلال!

ترجمہ : جو کشف میں مہارت رکھتے ہیں وہ استدلال کی طرف کب توجہ کرتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

(۱) آئینہ روشن کہ صد صاف و جلی
جہل باشد بر نہادن صیقلی

(۲) پیش سلطان خوش نشستہ دل قبول
زشت باشد جستن نامہ و رسول

ترجمہ (۱) وہ آئینہ جو نہایت ہی صاف و شفاف ہو اس پر صیقل پھیرنا صفائی کے لئے جہالت ہے۔
(۲) بادشاہ کے سامنے خوشدل ہو اور ہر بات دل سے قبول کرتے ہو لیکن بری بات ہے کہ اس سے دلیل اور قاصد مانگو۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگوں کو غیروں کی پرستش سے روکا جائے غیروں سے نفس اس کے خواہشات اور شیطان یا دنیا و آخرت کی کوئی شے مراد ہے کما قال اللہ تعالیٰ

وامروا الیعبد و اللہ مخلصین لہ الدین۔

یعنی انہیں حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی مقصود و مطلوب و محبوب معبود مانیں۔ اسی لئے مشائخ نے فرمایا کہ اپنے مولیٰ کی طلب میں دنیا و آخرت کی کوئی شے نہ طلب کرے نہ ظاہری نہ باطنی نہ علم و عرفان اور نہ ہی ذوق و وجدان اور نہ ہی شہود و عیان بلکہ صرف اسی کو طلب کرے اس کے ساتھ کسی کی شرکت نہ ہو تاکہ اسے طالب صادق اور مخلص لہ الدین کا مرتبہ نصیب ہو جب بندے کو اپنے مولا کی طلب صادق نصیب ہوگی تو وہ غیر کی غلامی سے نجات پاکر صرف اپنے آقا حقیقی کی غلامی کا شرف نصیب ہوگا اسے اور کسی سے واسطہ اور تعلق نہ ہوگا ایسے بندے کو حقیقی طور عبد اللہ کہا جاسکے گا یاد رہے کہ بندہ فقیر ہے اس کے ہاتھ میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کے آقا کا ہے اور اگر اس کا غنا ہے تو اس کے مالک کی وجہ سے ہے کیوں کہ جملہ خزائن کا مالک وہی ہے۔

قیامت میں محبوب بندے کی شان کا مظاہرہ اسی کے مطابق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قیامت میں فقیر بندے کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے معذرت فرمائے گا جیسے ہم تم دنیا میں ایک دوسرے سے معذرت چاہتے ہیں اور فرمائے گا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَقَالَ
اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ
مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ۝ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ
مِنْ اُخْتِهَا ز وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝
وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج
اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
یَنْكُثُوْنَ ۝ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ
لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ط
اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۵ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۝
فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ
مُقْتَرِنِیْنَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں نے تیرے سے دنیا کے امور اسی لئے نہیں روکے تھے کہ میرے نزدیک تیری کوئی عزت نہیں تھی بلکہ اس لئے کہ میرا ارادہ ہوا کہ آخرت میں تجھے کرامات و انعامات اور فضائل و کمالات سے نوازوں چنانچہ حکم ہوگا کہ ان لوگوں میں سے انہیں لاؤ جنہوں نے تجھے فقر و فاقہ میں طعام کھلایا۔ کپڑے پہنائے لیکن وہ صرف میری رضا چاہتا تھا کہ میرے محبوب بندہ لے جا اور اسے بھی بہشت کی نعمتوں سے تیرے طفیل نوازا جائے گا یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگوں کو پسینہ ڈبو دے گا وہ شخص صفوں میں گھس کر ان حضرات کو لائے گا جنہوں نے دنیا میں اس کی مدد کی وہ انہیں اپنے ساتھ بہشت میں لے جائے گا۔

کلید گلشن فردوس دست احسانت

بہشت می طلبی از سر درم بر خیز

ترجمہ: گلشن فردوس کی کنجی دست احسان ہے۔ بہشت چاہتے ہو تو درم کے سر سے اٹھ جاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دو)

(تفسیر عزیزی)

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝

ترجمہ :۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اُس نے فرمایا بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا جبھی وہ اس پر ہنسنے لگے اور ہم جو انہیں نشانیاں دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے۔ بیشک ہم ہدایت پر آئیں گے پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی جبھی وہ عہد توڑ گئے اور فرعون اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم کیا میرے لیے مصر کی سلطنت نہیں۔ اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں کہ کیا تم دیکھتے نہیں یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا تو اس پر کیوں نہ ڈالے گئے سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے۔ پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کر لیا تو اس کے کہنے پر چلے بیشک وہ بے حکم لوگ تھے۔ پھر جب اُنہوں نے کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ انہیں ہم نے کر دیا اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لیے۔

تفسیر عالمانہ

ولقد ارسلنا موسیٰ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا درانحالیکہ وہ متلبس تھے بآیٰتنا ہماری نو نشانیوں کے ساتھ جو ان کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں الی فرعون وملائہ فرعون اور اس کے بڑے معزز لوگوں کے پاس اشراف کے ذکر میں نچلے طبقہ کے لوگ بھی شامل ہیں اس لئے کہ ان کے ادنیٰ و اعلیٰ کے تابع تھے "فقال" تو انہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا" انی رسول رب العالمین" میں تمہارے لئے رب العالمین کا رسول ہوں" فلما جاءھم بآیاتنا" پس جب وہ ان کے ہاں ہمارے آیات لے کر آئے تاکہ ان سے وہ سعادت پائیں اور برائیوں سے رُک کر ان سے نفع اٹھائیں" اذا" اس وقت" ھم" وہ " منھا" ان آیات پر یضحکون ہنسی مذاق کرنے لگے" اذا" اسم ہے بمعنی وقت فاجاؤا محذوف کی وجہ سے محلا منصوب ہے اور اس کا مفعول فیہ (ظرف) ہے یعنی اس وقت اچانک ہنسنے اور مذاق کرنے لگے اس میں تامل اور غور و فکر نہ کیا بس جونہی موسیٰ علیہ السلام آیات لے کر آئے تو بلا تاخیر ہنسی مذاق کرنے لگ گئے کسی وقت کہتے یہ جادو ہے کبھی کہتے ان کا خیالی پروگرام ہے اور یہ ان کا کہنا مبنی بر ظلم اور از راہ تکبر تھا" وما نریھم من آیۃ" اور ہم انہیں کوئی معجزہ نہ دکھلاتے ۔۔۔

الا هی اکبر من اختها " اخت اخ کی تانیث ہے یہ تانیث اس کے محذوف لفظ کا لعوض ہے یعنی ہم جو انہیں معجزہ دکھلاتے اس سے اس کے بعد کا معجزہ بڑھ کر ہوتا تاکہ ان کے انکار پر ان کے عذاب میں اضافہ ہو۔ چونکہ لفظ آیۃ مؤنث ہے اسی لئے اسے اخت سے تعبیر کیا گیا اور اسے اختھا سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ وہ دونوں صدق و صحت میں مشترک ہیں اور ہر دونوں ایک دوسرے کی نظیر اور آیۃ یعنی معجزہ ہونے میں برابر ہیں" کشف الاسرار میں اس کا ترجمہ لکھا کہ ہر دونوں ایک دوسرے سے بہتر و برتر تھے" اسی سے ان کی بڑائی اور بزرگی کا اظہار مطلوب ہے کہ ان سے بڑھ کر اور کوئی بڑائی نہ ہو گی۔

فائدہ نفیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے اس سے ترقی کلام مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ جب کافروں کی جڑ کاٹتا ہے تو اس طرح کا اسلوب اختیار فرماتا ہے اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ کلام وہاں بیان فرمایا جاتا ہے جہاں اسے معجزہ کے طور لایا جائے۔ اور اس سے دوسری اشیاء پر فضیلت کا اظہار مطلوب ہوتا ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ واقعی وہ آیات دوسروں سے افضل ہوتی ہیں لیکن وہ اپنے ہم جنس سے بھی ایک دوسرے سے بھی افضل ہوتے ہیں اگرچہ وہ فی نفسہا برابر ہیں جیسے آیات قرآنیہ کہ وہ لنفسہا یعنی بایں معنی کہ وہ کلام الٰہی ہیں ایک دوسرے کے متساوی ہیں لیکن معانی اور ثواب وغیرہ سے بعض آیات دوسری آیات سے افضل ہیں۔ اس مختصر بحث سے ثابت ہوا کہ اکبر افعل التفضیل میں فضیلت من وجہ ہے اور یہ مجاز ہے اس لئے کہ مصادر کو افعال و اسماء متضمن ہوتے ہیں اور وہ مصادر ماہیتہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں افراد منتشرہ ان کے موضوع ہیں۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزات ان کے ہاں بھیجے ہر دوسرا پہلے سے واضح تر ہوتا اور وہ بھی ایسے بدبخت تھے کہ ہر نئے معجزے کے بعد ظلومیت و کفوریت میں اضافہ کرتے اور یہی انسان کی عادت ہے لعلھم یرجعون تاکہ وہ کفر سے رجوع کریں کیوں کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اقدام عبودیت کے ساتھ رجوع نہیں کرتا جب تک اسے بارگاہ حق تک باساء وضراء کے زنجیروں میں جکڑ کر کے نہ لایا جائے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں لعل بمعنی کئے ہے اور یہ تعلیلیہ ہے جیسا کہ ابتداء سورۃ میں ہم نے اس کی تحقیق لکھی ہے معتزلہ نے کہا کہ اس ارادہ سے کہ وہ کفر سے ایمان کی طرف رجوع کریں یہ بالکل غلط اور سراسر غلط ہے اس لئے کہ ارادہ مراد بخلاف الامر التکلیفی مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسے افعال کا امر فرماتا ہے جن کے متعلق اس کا ارادہ نہیں ہوتا کیونکہ جس فعل کے لئے بالارادہ امر فرماتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے " وقالوا " اور فرعون اور اس کی جماعت جب بھی معجزہ دکھانے کے بعد عذاب سے دوچار ہوتی اور ان کی بشریت پر عذاب کا بوجھ پڑتا تو ہر بار یہی کہتے۔ یاایھا الساحر اے جادوگر۔

سوال یہ لفظ تو موسیٰ علیہ السلام کو ناگوار تھا اور وہ اس وقت اس سے کام نکلوانے کے درپے تھے تو پھر ایسا ثقیل لفظ ان کے لئے کیوں استعمال کیا۔

جواب ۱ حد درجہ کے سرکش اور احمق تھے اپنی حماقت و سرکشی سے اپنی اصلاح نہ کر سکے۔

جواب ۲ یہی لفظ ان کے ذہنوں میں گھر کر چکا تھا اور وہ سخت سراسیمگی کی حالت میں تھے بلا ارادہ ان کی زبان سے جاری ہو جاتا۔

جواب ۳ سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ یہ ندا موسیٰ علیہ السلام کے نام سے تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حکایۃً ان سے یہی لفظ بیان فرمایا کہ اگرچہ وہ زبان سے موسیٰ علیہ السلام کو اب جادوگر نہیں کہہ تھے لیکن ان کے دل میں یہی اسم سمایا ہوا اور یہی ان کا اعتقاد تھا۔

سوال اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات کو کیوں بیان فرمائی جب انہوں نے زبان پر اسے استعمال نہیں کیا

جواب اپنے محبوب علیہ السلام کی تسلی کے لئے کہ نہ صرف قریش مکہ آپ کو ساحر کہتے ہیں بلکہ ہر نبی علیہ السلام کا ہر دشمن ایسے ہی کہتا رہا۔

جواب ۴ از سوال اوّل) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بطور استہزا موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہا ابن جریر نے کہا اس سے ان کی غالب علی السحر مراد تھی کہ جب بھی آپ کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو آپ غالب ہو جاتے ہیں۔

جواب ۵ بعض علما نے فرمایا کہ انہوں نے یہ لفظ آپ کی تعظیم کے لئے فرمایا اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ لفظ بہت بڑی عزت والا تھا اور وہ جس وقت کسی کی عظیم وصف بیان کرتے تو اسی لفظ سے گویا انہوں نے تعظیم کے ارادہ پر کہا اے سحر کے بہت بڑے علم اور اس فن کے کامل اور حاذق ادع لنا ربك اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا مانگیے تاکہ ہمارے سے عذاب ہٹا دے تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ان کا پروردگار سے دعا کا عرض کرنا بھی اضطراری تھا لیکن اس کے باوجود پھر بھی یا ایہا الرسول ادع لنا الخ نہ کہہ سکے یا صرف کہتے ادع لنا ربنا تاکہ واضح ہو کہ اس وقت اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے ہے تب تو بھی صدق نیت اور خلوص عقیدہ ان میں نہیں اگر ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو رسول کہہ کر عرض کرتے یا دعا میں ربنا کا لفظ لاتے اور انہیں صرف نفوس کا خلاص مطلوب تھا نہ کہ قلوب کا ۔ اور قلوب کا خلاص چاہنے والے ہی اللہ و رسول کو یاد کرتے ہیں) بما عهد عندك ما مصدریہ اور با سببیہ ہے اور العہد بمعنی توصیۃ (وصیت کرنا) الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے عندک کے ساتھ استعمال کیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ وہ عہد معمولی نہیں تھا بلکہ وہ قابل رعایت اور لائق حفاظت تھا اسے ضائع اور لغو چھوڑنا نہایت نامناسب تھا۔

حل لغات: امام راغب نے لکھا کہ العہد بمعنی شے کو ہر آن اور ہر لحظ محفوظ رکھنا کہا جاتا ہے۔ ”عہد فلان الی فلان بعہد“ یعنی فلان سے عہد کر کے اسے وصیت کی کہ اس کی حفاظت کرنا۔ فرعونیوں کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس عہد کی لاج رکھیں جو اللہ تعالیٰ

نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس لئے نبوت کو بھی عہد اللہ کہا جاتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ بسبب اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا ہے یا یہ معنی ہے کہ آپ کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے یا یہ وعدہ ہے کہ جو ہدایت پر آئے اس سے عذاب ٹل جائے گا

فائدہ : بعض علماء کرام نے فرمایا کہ با سببیہ ہے یعنی آپ دُعا مانگیے اس حق کے وسیلہ سے جو آپ کے ہاں نبوت کا مرتبہ ہے۔ انا لمھتدون بے شک ہم ہدایت پا جائیں گے یعنی جب ہم سے عذاب ٹل جائے گا تو پھر ہم آپ پر ایمان لائیں گے وہ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر عذاب ٹل گیا تو تمہیں ایمان لانا پڑے گا۔ انہوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اسی لئے انہوں نے دعا طلبی کے وقت ربک کہا ورنہ ربنا کہتے اور وہ اس لئے بھی کہ وہ اس وقت فرعون کو رب مانتے تھے فلما کشفنا پس جس وقت ہم نے ٹال دیا عنھم العذاب موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے عذاب کو اذا ھم ینکثون اس وقت وہ عہد کو توڑتے تھے النکث یعنی رسی اور تاگہ توڑنا وغیرہ وغیرہ معاہدہ توڑنے کے لئے استعارۃً مستعمل ہوتا ہے یعنی اچانک ابتداء کے بجائے اچانک عہد توڑ دیا اتحاد یعنی ایمان ہے یعنی عہد توڑنے میں جلدی کی اور وہ کفر کی طرف فوراً لوٹ آئے اور اسی پہ ڈٹ گئے اور جب کفر کی طرف لوٹے تو لعنتی ہو گئے ان کے لعنتی ہونے کی نشانی یہی ہے کہ وہ بعد کو دریا میں غرق ہوئے چنانچہ اس کا بیان آگے آتا ہے۔

سبق عقلمند وہ ہے جو عہد نہ توڑے۔

حکایت نعمان بن منذر نامی عرب کا ایک بادشاہ تھا اس نے سال کے دو دن مقرر کئے کہ ایک دن لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا ایک دن انہیں قتل کرے گا۔ ایک دن ایک طائی اسی دن باہر نکلا جس دن بادشاہ نے قتل کا پروگرام بنایا تھا جب اسے اپنے قتل کا یقین ہو گیا تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے یہ تو یقین ہے کہ آپ کے قتل سے میں نہیں بچ سکوں گا اور آپ خواہ مجھے ابھی قتل کریں یا بعد کو لیکن مجھے اتنا مہلت ملنی چاہیے کہ میں گھر جا کر بچوں اور اہل و عیال کو کچھ خرچ خوراک اور ضرورت کے مطابق وصیت کر آؤں۔ نعمان بادشاہ کو اس کے حال پر رحم آ گیا اور فرمایا کہ تیرے لوٹنے کی ضمانت کون دے گا کہ اگر تم واپس نہ آؤ تو تمہارے بدلہ اسے قتل کر دیا جائے شریک بن علی نے کہا میں اس کی ضمانت دیتا ہوں چنانچہ وہ طائی گھر جا کر شام کو واپس آ گیا نعمان بادشاہ نے اسے دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر سر اٹھایا اور فرمایا کہ تو نے ایفائے عہد کا ریکارڈ کر دیا اور پھر شریک سے بادشاہ نے کہا کہ آپ نے بھی احسان و مروت کا انتہا کر دیا لیکن میں کمینہ عادت پہ ہوں اب تم دونوں گواہ ہو جاؤ کہ آج کے بعد میں اس دوسری کمینی عادت کو چھوڑتا ہوں اور اب میں کسی کو قتل نہ کروں گا اس کے بعد طائی کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد بادشاہ نے طائی سے پوچھا کہ تجھے ایفائے عہد پر کس چیز نے ابھارا طائی نے کہا میرا دین ہے اور اس لئے کہ جس کو وفا کی عادت نہیں اس کا دین نامکمل ہے

اے قبطیو "الیس لی ملك مصر" کیا ملک مصر میں میری شاہی نہیں یہ علاقہ اس وقت ۱۲۰ × ۱۲۰ میل تک پھیلا ہوا تھا کاشفی نے لکھا کہ اس کا حدود اربعہ اسکندریہ سے سرحد شام تک تھا۔

فائدہ فتح الرحمٰن میں لکھا ہے کہ فرعون کے ملک کا حدود اربعہ اسکندریہ سے رسوال اور اسوان تک (بالضم مصر میں ایک شہر ہے) طول نیل کی لمبائی کے مطابق (کذا فی القاموس)

مصر کی تحقیق مصر ایک مشہور شہر ہے اس کی مصر بن حام بن نوح علیہ السلام نے بنیاد رکھی اسی کی وجہ سے اس کا مصر نام مشہور ہوا (کذا فی روضۃ الاخبار) اور القاموس میں ہے یہ "مصر (۱) المکان تمصیرا" سے مشتق ہے یعنی انہوں نے اس جگہ کو شہر بنا لیا "فتمصّر" تو وہ شہر تیار ہو گیا اور ایک مشہور شہر کا نام ہے اس لئے کہ وہ جگہ لوگوں کے رہنے بسنے سے شہر ہو گیا یا اس لئے کہ اسے مصر بن نوح علیہ السلام سے آباد کیا تھا ان کے نام سے مشہور ہو گیا بعض نے کہا کہ مصر ایک مشہور ملک ہے یہ "مصر الشئی یمصر" سے ہے یعنی قطعہ یہ اس لئے کہ وہ جگہ آبادی کی وجہ سے فضا سے منقطع ہو گئی اسی لئے اسے مصر سے موسوم کیا گیا۔ (وہذہ الانہار) اور یہ نہریں یعنی دریائے نیل اور اس کی متعلقہ نہریں یہ لام مضاف الیہ محذوف عوض کی ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اس وقت دریائے نیل تین سو ساٹھ نہروں پر منقسم تھا اور یہاں وہ بڑی خلیجیں مراد ہیں جو نیل سے نکل کر بلاد مصر کو سیراب کرتی تھیں۔

دریائے نیل کی نہروں کا تعارف

ان سب میں سے بڑی چار نہریں تھیں

(۱) نہر الملک اسے نہر الاسکندریہ بھی کہا جاتا

(۲) نہر طولون

(۳) نہر دمیاط

(۴) نہر تنیس بر وزن سکیین وہ

کا بحر روم کے جزائر میں سے ایک جزیرہ کے اندر ایک شہر کا نام ہے وہ دمیاط کے قریب ہے بڑے قیمتی اور نفیس کپڑے اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں (کذا فی القاموس) "تجری من تحتی" جو میرے محل کے نیچے سے یا میرے حکم سے جاری ہوتی ہیں۔

فائدہ، کاشفی نے لکھا کہ چار بڑی نہریں اس کے باغ میں اس کے شاہی بنگلے کے نیچے سے گزرتی تھیں۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف ملک پر ہے اس معنی پر تجری اس سے حال ہے یا حالیہ ہے اس معنی پر ہذہ مبتدا اور الانہار اس کی صفت اور تجری اس کی خبر ہے۔

سبق اس سے ثابت ہوا کہ وفا نجات کی موجب ہے۔
مثنوی شریف میں ہے ؎

جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت
کے تواند صید دولت زو گریخت

ترجمہ ، جس نے وفا کا گھونٹ زمین پر ڈالا۔ اس سے دولت کا شکار کہاں بھاگ کر جائے گا۔

وفا کے مراتب انسان کے لئے وفا کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ کلمۂ شہادت پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کا دائمی لقا سے بندے کو بہرہ ور فرماتا ہے۔

حکایت منقول ہے کہ ایک بزرگ حج کے لئے روانہ ہوئے اور زاد راہ سے بالکل فارغ اس ارادہ پر کہ اللہ ہی دے گا تو کھاؤں گا اور ساتھ ہی قسم کھائی کہ کسی سے کوئی سوال نہ کروں گا۔ چلتے چلتے ایک جگہ تھک کر بیٹھ گیا اور نہ صرف چلنے سے عاجز آ گیا بلکہ موت کے آثار سامنے نظر آنے لگے دل میں سوچا مجھے اس انقطاع سے کہیں لقائے الٰہی سے محرومی نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جان کشی سے روکا ہے اس کشمکش میں سوال کا ارادہ کیا تو دل میں اس سے رکنے کا عزم پیدا ہو گیا اور خیال کیا کہ مر جاؤں گا لیکن عہد نہ توڑوں گا جس قافلے کے ساتھ وہ سفر کر رہے تھے وہ وہاں سے دور چلے گئے۔ تو اس بزرگ نے اپنا چہرے کو قبلہ رخ کر دیا اور سمجھا کہ ابھی موت آئی اسی حالت میں ایک گھوڑے کا سوار اس کے سر پر آ کھڑا ہوا جس کے پاس پانی کا لوٹا تھا اس سے اسے پانی پلایا اور دوسری ضروریات بھی پوری کیں اس بزرگ نے کہا کہ میرا قافلہ تو اب دور نکل گیا اب کیا ہوگا اس گھوڑے سوار نے کہا آپ کو قافلہ سے بھی ملا دوں گا چنانچہ اس بزرگ اپنے ساتھ لیا اور چند قدم اٹھا کر انہیں قافلہ سے آگے کر دیا اور فرمایا آپ یہاں ٹھہریئے آپ کا قافلہ بہت پیچھے رہ گیا چنانچہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی قافلہ بہت پیچھے تھا۔

فائدہ : یہ طے مکان کے قبیل سے ہے اس لئے کہ یہ مرتبہ اہل حضور و شہود کو حاصل ہوتا ہے ؎

نتواں بقیل و قال ارباب حال شد
منعم نمیشود کسے از گفت وگوی گنج

ترجمہ : قیل و قال سے ارباب حال نہیں ہوتا صرف خزانہ کا نام لینے سے کوئی مالدار نہیں ہو جاتا۔

تفسیر عالمانہ ونادی فرعون خود فرعون نے یا اس کے حکم سے اس کے منادی نے پکارا "فی قومہ" اپنی قوم کے مجمع میں یہ اس وقت پکارا جب ان سے عذاب ٹل گیا اور پکارا اس لئے کہ کہیں وہ اسے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائیں "قال" عظمت و افتخار کے طور کہا یا قوم اے میری قوم یعنی

اعجوبہ خریدۃ العجائب میں لکھا ہے کہ دریائے نیل سے اور کوئی بڑا دریا نہیں اس لئے کہ اس کے کنارے چلنے پر دو ماہ اسلام کے علاقے سے دو ماہ کفر کے علاقہ سے دو ماہ جنگل میں اور چار ماہ ویرانے میں بسر ہوتے ہیں اور اس کا مخرج جبل القمر کے بلاد سے ہوتا ہے جو خطِ استوار کے پیچھے ہے اسے جبل القمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں پر چاند طلوع نہیں کرتا اس لئے کہ خطِ استوار سے خارج ہے اور نور کی کرنوں سے دور ہے اور چاند کی روشنی بحر ظلمۃ یعنی بحر اسود سے نکل کر جبل قمر کے نیچے داخل ہو جاتی ہے۔ (دریائے سندھ) دنیا کے کسی دریا کو دریائے نیل سے مشابہت نہیں سوائے دریائے سندھ کے جس کا دوسرا نام مہران ہے۔ **افلا تبصرون** کیا تم دیکھ نہیں رہے اس سے وہ اپنے ملک اور شاہی و شوکت کی عظمت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

حکایت احمق منقول ہے کہ جب ہارون الرشید نے یہی آیت پڑھی تو کہا کہ ملک مصر اپنے خسیس ترین غلام کے حوالے کرتا ہوں چنانچہ خفیف نامی غلام کو ملک مصر کا حاکم بنا دیا اور وہ ہارون الرشید کے وضو کے پانی پر مامور تھا اور وہ سیاہ فام اور بڑا احمق تھا (چنانچہ گلستان میں حضرت شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس سیاہ فام کے عقل کا یہ عالم تھا کہ ایک دن اس کے پاس مصر کے کسانوں نے شکایت پیش کی کہ ہم نے کپاس بوئی ہے اور نیل کے کنارے پر ہمارا گزارہ ہے اور بے وقت بارش نے ہماری کھیتی برباد کر دی۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا کہ کپاس کے بجائے اون بوئی ہوتی تو اسے بارش خراب نہ کرتی۔ کسی دانشور نے اس کی بات سن کر ہنس دیا اور فرمایا ؎

۱ اگر روزی بدانش بر فزودے
زناداں تنگ روزی تر نبودے

۲ بناداں چناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیران بماند

ترجمہ ۱: اگر روزی دانائی سے بڑھتی تو بے وقوفوں سے تنگ روزی والا کوئی نہ ہو۔
۲: نادان کو ایسے طریقہ سے روزی پہنچاتا ہے کہ دانا اس میں حیران رہ جاتا ہے۔

حکایت عبداللہ بن طاہر سے منقول ہے کہ جب وہ ملک مصر کا حاکم مقرر ہوا تو جب وہ مصر میں پہنچا اور اسے دیکھ کر کہا کہ یہ وہی ملک ہے جس پر فرعون کو فخر و ناز تھا اور کہتا تھا " **الیس لی ملک مصر** الخ پھر کہا بخدا میرے نزدیک اس میں داخل ہونا ہمارے لئے لائق نہیں یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔

سبق حافظ ابو الفرج ابن الجوزی نے فرمایا کہ چونکہ فرعون کو ان نہروں اور ملک سے تکبر ہوا پھر اس کا وہی حشر ہوا جو سب کو معلوم ہے ؎

افتخار از رنگ و بو از مکان
ہست شادی و فریب کودکان

ترجمہ : رنگ و بو اور مکان سے خوش ہونا بچوں کا کام ہے۔

تفسیر عالمانہ "ام انا خیر" باوجودیکہ میرا ملک وسیع ہے تو پھر یقین کرو کہ میں اچھا ہوں ام منقطعہ بمعنی بل ہے یعنی بلکہ میں بہتر ہوں اور ہمزہ تقریری ہے فرعون نے اپنی قوم کو اپنے بہتر ہونے کیلئے اقرار کرنے کے لئے ابھارا جب ان کے سامنے اپنی افضلیت کے اسباب بیان کئے اور اپنی برتری جتلا چکا تو گویا کہا گیا اب بھی تمہارے ذہنوں میں میری برتری سمائی یا نہ اور تم میری فضیلت کے اقراری ہو یا نہ اس لئے کہ جس کے ہاں ایسے اسباب ہوں تو وہ اس لائق ہے کہ اسے بہتر و برتر مانا جائے۔

فائدہ ابو اللیث نے فرمایا کہ فرعون اپنی برتری کا قائل کرانا چاہتا تھا ان کے نزدیک ام صلہ کے لئے ہے اور محققین کے نزدیک ام بمعنی بل ہے جو انتقال از کلام بکلام دیگر کے لئے آتا ہے اس میں استفہام کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ سورۂ نمل میں ام ماذا کنتم تعملون میں ہے۔

فائدہ سعدی مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں احتباک ہے وہ یہ کہ ابصار کا ذکر پہلے دلالت کرتا ہے کہ اس جیسا دوسرا اور خیر کا ذکر دلالت کرتا ہے کہ اس کا دوسرا پہلے محذوف ہے اب معنی یہ ہوا کہ اھو خیر منی فلا تبصرون ما ذکرتم بہ ام انا خیر منہ لا نکم تبصرون یا مجھ سے کوئی بہتر ہے تو تم دیکھ رہے ہو جو میں نے تمہیں بیان کیا یا میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو خلاصہ یہ کہ اب کیا وہ میرے سے بہتر و برتر ہے کیا تم میری ذکر کردہ صفات کو نہیں دیکھتے یا میں اس سے بہتر و برتر ہوں کیوں کہ تم اسے بھی دیکھ رہے ہو من ھذا الذی ھو مھین یہ وہی ہے جو ضعیف اور کمزور ہے اور حقیر ہے یہ المھانۃ سے ہے بمعنی قلت ہے یعنی کچھ نہ "ولا یکاد یبین" اور نہ ہی صحیح بات کر سکتا ہے کیوں کہ اس کی زبان پہ ثقالت ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر وہ رسالت و نبوت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ بادشاہی و سیاست کے اسباب ہیں نہ ہی کوئی ان میں ایسے علامات پائے جاتے ہیں جن سے ان کی تقویت و تائید ہو یہ ایسے ہے جیسے کفار قریش نے نبی علیہ السلام کے لئے کہا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اور دراصل یہ بات ایسے لوگوں کے لئے کہی جاتی ہے جو فصاحت و بلاغت سے موصوف نہ ہوں اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر بہتان تراشی کی ورنہ موسیٰ علیہ السلام اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ تھے اور نہ صرف وہ بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ درجہ کے فصحاء و بلغاء تھے اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر اس لئے افتراء کیا تاکہ آپ لوگوں کی نظروں میں گر جائیں ویسے آپ کی زبان پر اس انگارے کی وجہ سے ثقالت ضرور تھی جسے آپ نے بچپن میں

منہ میں ڈالا تھا اگرچہ بیداً اس سے آپ کی زبان پر کچھ لکنت کا اثر تھا لیکن جب آپ نے دعا مانگی واحلل عقدۃ من لسانی اور میری زبان کا عقد کھول دے تو وہ بھی دفع ہو گیا کما قال اللہ تعالیٰ قد اوتیت سؤلک یموسیٰ اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تیرا مقصد تمہیں دے دیا۔

فائدہ: الورتۃ لکنت کے علاوہ ایک اور تکلیف کا نام ہے جو زبان کو تیز نہیں بولنے دیتی اور اس سے سلیس عبارت نہیں ادا ہو سکتی۔ لیکن آپ کو توتلا کہنا آپ کی بے ادبی و گستاخی ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے اس خطاب اور ایسی غلط صفت سے موسیٰ علیہ السلام پر اطلاق کرنے سے احتراز ضروری ہے۔

انبیاء علیہم السلام جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہیں[1]

صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا۔

یقول الفقیر الانبیاء علیہم السلام سالمون من العیوب والعاہات المنفرۃ کما ثبت فی محلہ (ص ۳۷۸ ج ۸)

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عیوب و نقائص سے پاک ہیں جیسے اپنے مقام پر ثابت ہوا

حکایت: بروسہ کے شیخ عبدالمومن رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں لکنت تھی لیکن جب جامع مسجد کبیر میں وعظ فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان کی زبان کھل جاتی تھی (ایسے ہی ہمارے زمانہ کے ایک بزرگ کی زبان مبارک پر فالج گرا۔ کسی سے نہ بول سکتے تھے لیکن جب میلاد شریف کے جلسے میں وعظ فرماتے تو ان کے متعلق زبان فرفر کر کے چلتی[2])، جب یہ عام اولیاء و عوام کا حال ہے تو پھر ان کا کیا کہنا جنہیں اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے وافر حصہ ملا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ان جیسے اور حضرات کہ جب وہ وحی الٰہی کو بیان کرتے تو فصاحت و بلاغت کے موتی ان کے منہ مبارک سے بکھرتے تھے۔

فائدہ: ہم نے اپنی آنکھوں سے[3] بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ جن کے منہ میں دانت وغیرہ نہیں ہوتے لیکن جب تلاوت قرآن کرتے ہیں تو ان کے منہ سے صاف الفاظ ظاہر ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وافرہ

---

[1] اس مسئلہ کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "انارۃ القلوب عن بصارۃ یعقوب" میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہ،

[2] فقیر اویسی غفرلہ کے ہاں اب بھی ایک شاگرد (عمر چودہ سال) موجود ہے کہ لکنت کے باوجود نعت خوب پڑھتا ہے نعت پڑھتے وقت لکنت نہیں نہیں ہوتی۔

[3] اس کی عمر اسی سال سے متجاوز محسوس ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کے منہ میں دانت نہیں لیکن تراویح اور عام نمازوں، قرآن مجید خوب پڑھتا ہے فقیر مسلسل ۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۹ء خود بھی سنتا چلا آرہا ہے۔

اور حکمت بدلیعہ کے آثار سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ جسے ماسوی اللہ پر فخر و ناز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی سے فنا و برباد کرتا ہے جیسے فرعون کو ملک مصر اور دریائے نیل پر ناز تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی ملک اور دریائے نیل میں غرق کیا ایسے جو کسی کو ذلیل و کمزور سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس پر مسلط فرماتا ہے جیسے فرعون موسیٰ علیہ السلام کو ضعیف و کمزور سمجھتا اور ان کی گفتگو پر طعن و تشنیع اور انہیں فقر و فاقہ پر اعتراض کرتا تھا۔ چنانچہ کہا " انا خیر" تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر مسلط کیا اور انا خیر کا دعویٰ ابلیس کی خصوصیت سے ہے اور وہی صفت فرعون میں پائی گئی۔ ہاں فرعون کی صفت" انا ربکم الاعلیٰ" ابلیس میں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان میں ایک خصوصی وصف ہے اگر وہ اسے مضبوط رکھے تو اکرم الانسان ہوگا اور اس خصوصی وصف کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ میں بیان فرمایا جو کوئی اس خصوصی وصف کی استعداد کو ضائع کرتا ہے اور نہایت کو پہنچتا ہے تو اس کی نچلی منزل کو ابلیس بھی نہیں پا سکتا اور اس کی نچلی منزل کو " اسفل السافلین" کہا جاتا ہے۔ اس منزل تک جب انسان پہنچتا ہے تو وہ شرالبریہ کا لقب پاتا ہے اگر وہ اپنی استعداد کو مکمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قرب میں اس منزل کو حاصل کر لیتا ہے جہاں ملک مقرب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس وقت اسے خیرالبریہ کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا ہے

۱ سروری از خلق بدخود را مصفّٰی کردنست
برنمی آید بر خود سر برنمی باید شدن

۲ پادشاہ از کشور بیگانہ دارد صد خطر
یک قدم از حد خود برترنمی باید شدن

ترجمہ ۱۔ سرداری یہ ہے کہ خود کو بد عادات سے صاف کرنا اس عہدہ سے فائز نہ ہو سکے گا اپنے سے اونچا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے

۲۔ بادشاہ کو اپنے ملک کے باہر سو خطرے ہوتے ہیں اپنی حد سے باہر ایک قدم بھی نہیں اٹھانا چاہیے۔

سبق جب تم نے ابلیس اور فرعون کا حال معلوم کر لیا تو تم پر لازم ہوا کہ تم نفس کی اصلاح کرو اور اسے اوصافِ رذیلہ سے پاک و صاف کرو اس لئے کہ اوصاف رذیلہ سے ہی ابلیس شیطان بنا اور فرعون مردود ہوا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی عنایت سے کھینچے اور اپنے حضور تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں ہدایت عطا فرمائے (آمین)

تفسیر عالمانہ

فلولا القی علیہ اسورۃ من ذھب یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زجر و توبیخ کے طور کہا اور لولا ترک فعل کے لئے جیسا کہ تحضیض کا تقاضا ہے اور وہ فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے (اسورۃ) سوار کی جمع ہے اس کی تا، اساریر کی یار کا عوض ہے یعنی اساریہ کی وہ یار جو سوار کے الف کے مقابلہ میں ہے اس کی نظیر زنادقہ و بطارقہ ہے ان دونوں میں تا، زنادیق و بطاریق کی اس یار کی عوض ہے جو زندیق و بطریق کی بالمقابل ہے۔ القاموس میں ہے کہ اسوار بالکسر و بالضم بمعنی دریائی شے اسوار اس کا ہم معنی ہے اس کی جمع اسورۃ و اساور و اساورۃ آتی ہے۔ المفردات میں ہے سوار المرأۃ یہ دراصل دستوارہ تھا بعض کے نزدیک یہ فارسی لفظ کا معرب ہے۔ الذھب وہ ذوجسد صاف شے جو پگھل جائے اور اس کا کچا رنگ زرد اور باقی رہنے والا ہو یعنی سونا یہ بھی اپنی دوسری ہمجنس اشیاء کی طرح ذوجسم ہے اب معنی یہ ہوا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت و نبوت کا دعویٰ میں سچے ہیں تو ان کے ہاں سونے کے ڈھیر کیوں نہیں اور ان کے پاس شاہی کی کنجیاں کیوں نہیں ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی (علیہ السلام) ہیں تو ان کا حال میرے سے بہتر اور اعلیٰ ہونا چاہیے القی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ فرعون کا مقصد یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام واقعی خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو ان کا خدا ان کے لئے شاہی کے اسباب آسمان سے نازل فرمائے۔ القاء الاسورہ سے بادشاہی کی چابیاں مراد ہیں اور چابیوں سے اسباب مراد ہیں اس لئے کہ اسباب بمنزلہ چابیوں کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی کو شاہی تخت پر بٹھاتے تو اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ سلطنت کے مالک ہیں اسی لئے فرعون نے کہا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور قوم کی سرداری اور ریاست کے مالک ہوتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گلے میں سونے کا کیوں نہیں ڈالا۔ او جاء معہ الملائکۃ مقترنین یا ان کے ہاں فرشتے حاضر ہوتے در انحالیکہ وہ ہر وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور ان کی وہ ہر وقت معاونت اور مدد کرتے اور بوقت ضرورت ان کی تصدیق کرتے اور گواہی دیتے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں المفردات میں ہے "الاقتران الازدواج" کی طرح ہے بمعنی دو چیزوں کا جمع ہونا یا چند اشیاء کا ایک معنی میں جمع ہونا۔ فاستخف قومہ استخفاف بمعنی ہلکا کرنا اور ہلکا رکھنا اور خفت کی طلب کرنا اب معنی یہ ہوا کہ باتوں میں فرعون نے اپنی برادری کو پھسلا دیا اور اپنی اطاعت کا انہیں قائل کر لیا۔ اس آیۃ کا خلاصہ یہ کہ فرعون نے مکر و فریب اور دھوکہ سے بازی اور فریب کاری سے ان کے عقول پر غلبہ پا لیا یہاں تک کہ جیسے وہ چاہتا تھا اسی طرح وہ اس کے مطیع ہو گئے لیکن اہل عقول سلیمہ اس کے پھندے میں نہ آسکے یا اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون نے انہیں کم عقل پایا اور سمجھا کہ وہ انہیں مکر و فریب کر کے پھنسائے گا چنانچہ وہ اپنی فریب کاری میں کامیاب ہو گیا۔

فائدہ: امام راغب نے لکھا کہ فرعون کو خیال ہوا کہ وہ ان کے ساتھ ایسی تدبیر بنائے جس سے وہ اس کے قابو میں آجائیں

چنانچہ مذکورہ تدبیر میں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا معنی یہ ہے کہ انہیں ابدان و عزائم میں کمزور پایا۔ القاموس میں ہے کہ "استخفہ" "استثقلہ" کی نقیض ہے اہل عرب کہتے ہیں کہ "استخف فلانا عن رایہ" اسے جہل اور خفتہ پر برانگیختہ کیا اور اسے راہ صواب سے ہٹایا۔ (کاشفی نے لکھا کہ فرعون نے اپنی قوم کو کم عقل پایا کہ ان میں مکر و فریب اثر کر گیا) فاطاعوہ تو جیسا اس نے انہیں کہا انہوں نے ویسے ہی کیا اپنی بہت زیادہ جہالت و گمراہی کی وجہ سے اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے کلی طور دل برداشتہ ہوگئے انھم کانوا قوما فاسقین بے شک وہ قوم فاسق تھی اسی لئے ایسے گمراہ اور بدکردار انسان کی اطاعت قبول کر لی خلاصہ یہ کہ قوم فرعون نہ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے دائرہ سے خارج تھے بلکہ عقل و فکر سے بھی فارغ تھے اس لئے کہ فانی دنیا کے اسباب اور مال و جاہ پر اعتماد کر کے موسیٰ علیہ السلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کو معلوم نہ تھا ؂

فرعون و عذاب ابد و ریش مرصع
موسیٰ کلیم اللہ و چوبی و شبانی

ترجمہ : فرعون دائمی عذاب میں ہوگا اگرچہ اب اس کی داڑھی موتیوں سے جڑی ہوئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اگرچہ بظاہر ان کے ہاتھ میں لکڑی اور بکریاں چرانے والے ہیں

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ جو کوئی کسی قوم پر مسلط ہوتا ہے تو ان کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ بھی اس کے خوف سے اس کے تابع ہو کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اگر اس کے حملہ سے مامون و محفوظ ہوں تو پھر اس کی مخالفت کرتے ہیں تاکہ مطمئن ہو کر زندگی بسر کریں جب وہ ان پر غالب ہوتا ہے تو انہیں مشقت و تکلیف میں مبتلا کرتا ہے اور وہ جو چاہتے ہیں اس کے خلاف کرتا ہے ایسے ہی نفس امارہ کا حال ہے کہ جب وہ اپنی قوم یعنی قلب و روح اور اس کے صفات پر غلبہ پاتا ہے تو انہیں شرع کی مخالفت اور خواہش نفسانی کے عمل کرنے پر مجبور کرتا ہے وہ بھی اس کی اتباع کرتے ہیں اس خوف سے کہ کہیں وہ نقصان نہ پہنچائے پھر وہ اسی کی عادات کے خوگر ہو جاتے ہیں۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ دشمن کبھی تابع نہیں ہو سکتا اگر طوعاً کرہاً تابعداری کرے تو اس کے دھوکہ و فریب سے ہوشیاری ضروری ہے کیونکہ جب بھی وہ فرصت پائے گا ضرور نقصان پہنچائے گا ؂

ہرگز ایمن ز زمان نہ نشستم
تا بدانستم آنچہ خصلت اوست

ترجمہ : میں زمانہ سے ہرگز بے غم نہیں یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ اس کی عادت کیا ہے۔

تفسیر عالمانہ

فلما آسفونا یہ الایساف سے ہے بمعنی اندوہگین کرنا اور کسی کو غصہ میں لانا یہ اسف یا سف سے منقول ہے۔ ہیجون علم لیعلم" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کا غصہ شدت اختیار کر جائے۔ القاموس میں ہے الاسف بفتحتین، بمعنی شدید ترین حزن اور اہل عرب کہتے ہیں۔ اسف علیہ" بمعنی غضب۔

اچانک کی موت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک کی موت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مومن کے لئے راحت اور کافر کے۔ لئے غضب الٰہی ہے اسف بروزن کتف بھی آیا ہے بمعنی غضب والے کی گرفت یعنی جسے اچانک موت واقع ہوتی ہے اس کے لئے سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اسے نشانہ بنایا گیا ہے ہاں جو شخص پہلے ہی موت کا منتظر تھا اس کے لئے ایسی موت موجب راحت ہے۔

امام راغب نے لکھا کہ "الاسف" بمعنی وہ حزن جس میں غضب بھی ہو کبھی ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ بھی اسف کا اطلاق ہوتا ہے دراصل اسف بمعنی کسی سے انتقام کے ارادہ پر قلب کے خون کا جوش مارنا پھر یہ کیفیت جب اپنے سے کم درجہ والے پر طاری ہو تو اسے غضب کہا جائے گا۔

اگر اپنے سے اوپر والے پر ہو تو وہ حزن ہو گا اب معنی یہ ہوا کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے عناد و معصیت کر کے ہمیں بہت زیادہ غصہ دلایا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کا غضب رضا کی نقیض کا نام ہے اور بمعنی ارادہ انتقام یا تحقیق الوعد یا دردناک گرفت یا شدید جھٹکا یا ہتک الاستاد یا اسے عذاب کرنا یا تغیر النعمۃ " انتقمنا منہم" ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ ان سے انتقام جلد تر لیں اور بہت جلد اور بڑے عذاب میں مبتلا کریں اور ذرہ برابر بھی حوصلہ سے کام نہ لیں اور کشف الاسرار میں اس کا ترجمہ لکھا کہ ہم ان پر سزا اور عذاب نازل کریں فاغرقناہم اجمعین تو پھر ہم سب کو غرق کر دیں نہ ان کے مطاع (فرعون) کو چھوڑیں اور نہ اس کے مطیعین کو۔ تمام کو دریا میں غرق کر دیں انہیں کوئی ایک بھی نہ بچے" فجعلنٰہم سلفا" یہ تو سلف یسلف کا مصدر ہے جیسے طلب یطلب بمعنی تقدم مبالغہ کے طور اعیان کی صفت کے معنی میں ہے یعنی متقدمین ماضین یعنی گزشتہ لوگ یا سالف کی جمع ہے جیسے خادم کی خدم جمع آئی ہے چونکہ تقدم کا متعدی بلام نہیں آتا اسی لئے اس کی مجاز قدوہ سے تفسیر کی جاتی ہے اس لئے کہ عموماً متقدمین آنے والی نسلوں کے لئے قدوہ کے طور ہوتے اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو آنے والے کفار کے لئے بطور مقتدا بنایا تاکہ وہ ان کی راہ چلیں تاکہ وہ بھی ان کی طرح اسی عذاب کے مستحق ہوں جس کے وہ ہوئے اور عین المعانی میں ہے کہ ہم نے انہیں جہنم میں ان کا مقتدا بنایا" ومثلاً للآخرین" لام سلفا ومثلاً ہر دونوں

کے متعلق ہے بطور تنازع کے لیعنی ہم نے ان کو آنے والے کافروں کے لئے پند ونصیحت بنائی اور شے کے
وطلب ہوتے سے ضروری نہیں کہ اس سے نصیحت حاصل ہو یا یہ قصہ عجیبہ ہے جو آنے والوں کے لئے
بمنزلہ مثل کے ہے مثلاً انہیں کہا جائے گا تمہارا فرعون اور اس کی قوم جیسا حال ہے اور کاشفی نے لکھا کہ ہم نے فرعون اور
اس کی قوم کو آنے والے لوگوں کے لئے پند و عبرت بنایا تاکہ وہ لوگوں کی عبرت گاہ ہوں تاکہ آنے والی نسلیں ان
کے قصہ عجیبہ کو پڑھ سن کر اپنے حالات درست کر سکیں مثلاً سمجھیں کہ وہ فرعون جسے دریائے نیل پر فخر و ناز تھا
اسی نیل نے اسے ڈبو دیا اور جس پر وہ ناز کرتا تھا ذرہ برابر اس کے حال پر رحم نہ کیا ۔

در سرداری کہ باشدت سرداری

ہم در سران رودت کہ در سرداری

ترجمہ : تیرے خیال میں تھا کہ تو سردار ہو گا ۔ اسی خیال سے ہی تباہ ہو گا جو تیرے خیال میں ہے۔
آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں پڑنا فضائل سے ہوتا ہے رذائل سے نہیں۔

حکایت

سماک بن الفضل سے منقول ہے فرماتے ہیں ہم عروہ بن محمد کے ہاں پہنچے تو ان کے ہاں وہب
بن منبہ پہلے موجود تھے ہمارے بعد چند لوگ آئے تو ان کے ہاں اپنے علاقہ کے حاکم کی زبردست
شکایت کی وہب نے سن کر اپنا ڈنڈا اٹھایا اور حاکم کے سر پہ دے مارا یہاں تک کہ حاکم کے سر سے خون نکلا عروہ
منبہ کی اس کاروائی سے ناراض سا ہوا اور عروہ حلیم الطبع انسان تھا اس نے وہب سے کہا کہ آپ ہمارے سامنے
غضب وغصہ کی مذمت کرتے تھے لیکن اب تو آپ بہت بڑا غصہ دکھا رہے ہیں انہوں نے فرمایا میں اس
پر کیوں نہ غصہ کروں جس نے تمام عقول وافہام کو پیدا فرمایا اور وہ بھی اس پہ ناراض ہے کما قال فلما اسفونا
انتقمنا الخ۔

اولیاء کرام کی بے ادبی اور گستاخی

اسمیں اشارہ ہے کہ اولیاء کرام کو ناراض کرنا درحقیقت
اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے یہاں تک کہ یہاں پر کہا گیا ہے
کہ یہ عبارت "اسفوا رسلنا واولیاءنا" تھی لیکن عبارت مذکورہ کو محذوف کر کے "آسفونا" فرمایا تاکہ
ان کی تعظیم وتکریم کا اظہار ہو۔

فائدہ :

حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور رضا کا معنی یہ ہے کہ اس کی طرف ۔ اس کے اولیاء

خوش اور ناخوش ہوتے ہیں ان کی رضا و عدم رضا اپنی رضا اور عدم رضا فرمایا یہی وجہ ہے کہ پھر وہ اپنے اولیاء کے گستاخ سے انتقام لیتا ہے چنانچہ

حدیث قدسی میں ہے کہ

من عادیٰ لی ولیا فقد بادذنی بالحرب جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میری جنگ کے لئے بالمقابل ہوا اور فرمایا دانی لاغضب لاولیاری کما یغضب اللیث الجری لجروہ اور بے شک میں اپنے دوستوں (اولیاء کرام) کے لئے ایسے غضبناک ہوتا ہوں جیسے بہادر شیر اپنے بچے کے لئے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ باب الجمع کا اصل ہے اس لئے کہ اولیاء کرام کو ناراض کرنے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے تاکہ ان کی عظمت اور عزت کا اظہار ہو دلائل ملاحظہ ہوں

(۱) **قدسی حدیث شریف** اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک بندے سے فرمائے گا کہ میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری طبع پرسی نہ کی۔ (اس سے ثابت ہوا کہ اللہ والے کا کام اللہ کا کام ہے۔)

(۲) **آیۃ قرآنی** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا۔

فائدہ :

عرائس البقلی میں لکھا کہ جب نابکار بندے اپنے دعاوی باطلہ اور بناوئی کلمات اور بدعات فاسدہ پر ڈٹ گئے اور انہوں نے میرے اولیاء و احباء کی گستاخی اور بے ادبی پر اصرار کیا تو ہم ان پر ناراض ہوئے اور اپنی قہریات کے لشکر کو ان پر مسلط کیا اور ان کی اسرار کی آنکھیں مٹا ڈالیں یہاں تک کہ وہ ہمارے احسان وکرم لطائف نہ دیکھ سکے جیسا کہ ہم اپنے اولیاء کرام پر لطف وکرم کرتے ہیں)

فائدہ :

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سرکش بندوں نے امر الٰہی کی مخالفت کی اور دین میں بدعات کا اظہار کر کے ترک سنن کیں اور اپنے آراء وعقول کی اتباع کی تو ہم نے ان کی قلوب سے نور معرفت اور ان کے اسرار سے سراج توحید چھین لیا اور انہیں ان کے اپنے اختیار پر چھوڑا تو خود گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

ہم اسی سے موافقت علی السنۃ اور منۃ المنۃ کی ہدایت چاہتے ہیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝
وَقَالُوا ءَأَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ
وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا
مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ
لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ
جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ
فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ
مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ
أَلِيمٍ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً
وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ:۔ اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ اُنھوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق کے جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے عجیب نمونہ بنایا۔ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور بیشک عیسٰی قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا۔ یہ سیدھی راہ ہے

ہرگز شیطان تمہیں نہ روک دے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسٰی روشن نشانیاں لایا۔ اس نے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا اور اسلیے میں تم سے بیان کر دوں بعض وہ باتیں۔ جن میں تم اختلاف رکھتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب تو اسے پوجو یہ سیدھی راہ ہے۔ پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہو گئے تو یہ ظالموں کی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

تفسیر عالمانہ

ولما ضرب ابن مریم مثلاً (اور جب عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی مثال بیان کیجائے یہ مثال عبداللہ بن زبعری سہمی نے بیان کی تھا۔ یہ قریش مکہ کے سرکشوں سے

(القاموس) میں ہے الزبعری بکسر الزاء وفتح الباء والراء حضرت عبداللہ صحابی قرشی شاعر کان والدہ عنہ یہ مثلاً کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کے ابطال میں اسے مثال و قیاس بنایا حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ام کے معبود جہنم کے ایندھن ہوں گے جب آپ نے قریش مکہ کے سامنے اسی مضمون کی آیت پڑھی تو وہ لوگ آپ پر سخت غضبناک ہوئے کیوں کہ ان پر یہ مضمون بہت شاق گزرا۔ ابن زبعری نے کہا کہ یہ قانون صرف ہمارے معبودوں کے لیئے ہے یا عام ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے اور جملہ ام کے باطل معبودوں کے لیے ہے ابن الزبعری نے کہا کہ نصاریٰ عیسٰی علیہ السلام کو اور یہود عزیر علیہ السلام کو اور قبیلہ ابو الملیح ملائکہ کرام کو معبود مانتے ہیں اگر یہ حضرات جہنم میں جائیں گے تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود ان کے ساتھ جہنم میں جائیں اس کی اس بات سے قریش بہت خوش ہوئے اور اتنا زور سے ہنسے کہ آوازیں بلند ہوگئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا قومك منه یصدون اس وقت آپ کی قوم اس مثال کی وجہ سے آوازیں کستے ہیں یعنی خوشی اور فرحت سے ان کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں اس گمان سے کہ اس بات سے (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام غلطی کر بیٹھے ہیں۔ القاموس میں ہے کہ صدّ یصُدّ و یصِدّ صدید بمعنی ضجّ تاج المصادر میں ہے کہ الصدید بمعنی آواز کسنا اس کا مضارع یفعل بروزن ینصر و یضرب ہر دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔ الصدود بمعنی الاعراض اہل عرب کہتے ہیں۔ صد منہ صدودا بمعنی اعرض وفلانا عن کذا، اور اس نے فلاں کو ایسے کام سے رد کا اصدہ بھی اسی معنی میں آتا ہے تاج المصادر میں ہے کہ الصد بمعنی پھرا اور الصد و الصدود بمعنی پھرنا۔ "وقالوا" اور آپ کی قوم نے کہا "اٰلھتنا خیر" کیا ہمارے معبود تیرے ہاں بہتر ہیں حالانکہ ان کے نزدیک ان کے معبود عیسٰی علیہ السلام سے بہتر تھے۔ "ام ھو" یا وہ عیسٰی علیہ السلام یعنی بقول شما کہ عیسٰی علیہ السلام ہمارے معبودوں سے بہتر ہیں تو پھر تم کہتے ہو کہ تمام معبودان باطلہ جہنم میں ہوں گے پھر اگر عیسٰی علیہ السلام

(معاذ اللہ) جہنم میں جائیں گے تو ہمیں بھی اس سے کوئی انکار نہیں کہ ہم اور ہمارے معبود جہنم میں ہوں

فائدہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں آیۃ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون نازل فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ " وما یعبدون من دون اللہ حصب جہنم" یہ کافروں کے بتوں کے ساتھ خاص ہے۔

حدیث شریف ابن الزبعری نے جب مذکورہ بالا اعتراض حضور علیہ السلام کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی بولی سے بھی جاہل ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد " ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ " احتمال مجاز کے دفع کے لئے ہے عام المتاخر عن الخطاب کی تخصیص کے لئے نہ ہو گا۔

فائدہ : یہ حدیث شریف صاف بتا رہی ہے کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے وضع کیا گیا ہے اس سے جمہور نحویوں کا رد ہے جب کہ وہ کہتے ہیں ما ذوی العقول وغیر ذوی العقول ہر دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے بحر العلوم (ہاں) یوں کہا جائے کہ اس کی وضع غیر ذوی العقول کے لئے لیکن مجازاً ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے (مزید تفصیل فقیر کی (نعم الحامی شرح شرح جامی) میں ہے[1])

ازالۂ وہم حضور علیہ السلام نے ابن الزبعری وغیرہ کے رد میں یہ بھی فرمایا کہ حصب جہنم (جہنم کا ایندھن) وہ ہیں جنہوں نے شیاطین کی پرستش کی جب کہ انہوں نے انہیں اس پرستش کا حکم کیا اور ملائکہ کرام اور عیسیٰ وعزیر علیہما السلام ان کے معبودوں میں داخل نہیں اس لئے کہ وہ انہیں اپنی پرستش کا حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ خود اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتے تھے کما قال تعالیٰ حکایۃ عن عیسیٰ علیہ السلام۔ سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن۔ (تو پاک ہے تو ہمارا مالک ہے نہ کہ وہ بلکہ تو جنوں کی پوجا کرتے ہیں)

فائدہ : اگرچہ کفار مکہ ان قواعد و قوانین کو جانتے تھے لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ ہنسی مذاق بنانی تو محض عناد و مکابرہ کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " ماضربوہ لک الا جدلا " الجدل بمعنی اپنے دعویٰ کو سچا اور مخالف کے قول کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے مخالف سے لڑنا جھگڑنا۔

مسئلہ : علی وجہ الانصاف اور اظہار حق کے لئے جھگڑنا بالاتفاق جائز بلکہ مامور بہ ہے۔ " جدلاً " منصوب اس لئے ہے کہ وہ " ضربوا " کا مفعول بہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کافروں کا عیسیٰ علیہ السلام کو مثال کے طور بیان کرنا محض آپ سے جھگڑنے کے طور ہے ورنہ انکا اظہار حق کیسا۔ جب ان کے ہاں حق ہے

---

[1] اضافہ از فقیر اویسی غفرلہ۔

نہیں تو پھر ان کا اسے بیان کر کے یقین کرنے کا کیا معنی۔

حدیث شریف بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے جواب میں فرماتے کہ تمہارے معبود عیسٰی علیہ السلام سے بہتر ہیں تو اس سے آپ کا اقرار ثابت ہو جاتا کہ واقعی کافروں کے بت بھی معبود ہیں اور اگر حضور علیہ السلام فرماتے کہ عیسٰی علیہ السلام تمہارے معبودوں سے بہتر ہیں تو بھی اقرار فرماتے کہ عیسٰی علیہ السلام پرستش کے لائق ہیں اور اگر فرماتے کہ کوئی بھی ان میں بہتر نہیں تو بھی آپ سے اقرار ثابت ہوتا کہ عیسٰی علیہ السلام بھی بہتر ہیں اسی لئے کافروں نے ڈھنگ سے سوال کیا "الہتنا خیرام ہو" اور اس سے ان کا مقصد صرف یہی تھا کہ حضور علیہ السلام کو پریشان کریں اور غلط سلط باتیں سنائیں اور سنیں۔ ان کا اس سوال سے استفادہ ہرگز مطلوب نہیں تھا اسی لئے اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب علیہ السلام سے فرمایا کہ کافروں کا مذکورہ بالا سوال استفادہ کے ارادہ پر نہیں بلکہ اس ارادہ پر ہے کہ وہ آپ سے جھگڑیں جیسے نفس امارہ کے تابعداروں کی عادت ہوتی ہے کما قال بل ھم قوم خصمون بلکہ وہ لوگ باطل کے لئے جھگڑالو اور خلاف و فساد پہ شرارت برپا کرنے کی عادی ہیں، کما قال اللہ تعالٰی وکان الانسان اکثر شیئ جدلا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وما یعبدون من دون اللہ حصب جھنم میں سوائے ان کے بتوں کے اور کوئی داخل نہیں ہوگا جیسا کہ مقام ہذا کا تقاضا ہے لیکن جب ابن الزبعری نے دیکھا کہ کلام میں عموم کا احتمال ہے اسی لئے عیسٰی علیہ السلام کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی جسے حضور علیہ السلام نے دلائل سے اسے خاموش کرایا۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم حق سے ہٹتی ہے تو جھگڑنا مناظرہ بازی ان کی عادت بن جاتی ہے[ع] اس کی دلیل میں یہی آیت پڑھی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ھو الا عبد نہیں وہ عیسٰی علیہ السلام مگر بندے پر وردہ انعمنا علیہ ہم نے اپنے فضل و کرم سے نبوت عطا کر کے یا کر انہیں باپ کے بغیر پیدا کر کے یا ان سے شہوت نفسانی کا قلع قمع کر کے ان پر انعام فرمایا۔

مسئلہ: عیسائی غلط کہتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے بلکہ وہ اللہ تعالٰی کے بندے ہیں اور بندہ مولٰی نہیں ہو سکتا جیسے بت اللہ تعالٰی کے بندے ہیں تو پھر ان کی پرستش کیوں۔

فائدہ: حضرت یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ تعالٰی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ہم نے عیسٰی بن مریم کو ظاہراً عیسٰی علیہ السلام

[ع] جیسا کہ دور حاضرہ میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی وہابی، دیوبندی اور عیسائی جگہ جگہ مناظرہ۔ مناظرہ وغیرہ کا شور برپا کر رہے ہیں۔ الحمد للہ ان کے بطلان کی دلیل میں یہی حدیث کافی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

مریدین کا امام اور باطناً عارفین کے قلوب کا نور بنایا۔

وجعلنا مثلاً لبنی اسرائیل اور بنی اسرائیل کے لئے انہیں مثال بنائی کہ وہ ایک امر عجیب حقیقی ہیں کہ دنیا بھر میں آپ کا ذکر ایک مثال بن گیا ہے۔

فائدہ : بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ ایک عبرت تھا جسے پڑھ سن کر لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان کے حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں اس لئے جد و جہد کرتے ہیں کہ جیسے ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہوئے ہم پر ہوں گا۔ اس لئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے وہ یا نبی ہوتا ہے یا ولی ولو نشاء لجعلنا منکم لو ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اسی لئے یہ مضارع کو مجزوم نہیں کرتا اور یہ شرط کے معنی کو متضمن ہے یعنی بالفرض والتقدیر اگر ہم چاہتے تمہارے سے پیدا کرتے یعنی بطریق نسل کے تمہارے سے بناتے اگرچہ تم مرد ہو اور مردوں سے بچے نہیں پیدا ہوتے لیکن خلاف عادت کر لیا جائے جیسے بی بی حوا آدم علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے (ملائکۃ) تمہارے سے پیدا ہوتے فرشتے جیسے انہیں از سر نو دوسرے طریق سے پیدا کیا گیا "فی الارض" وہ زمین میں مستقر ہوتے جیسے وہ آسمان پر مستقر ہیں۔

یخلفون بنتے (حل لغات)

خلف یخلف فلان یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو اپنے ساتھ یا اپنے قائم مقام یا اپنے بعد کسی کام کے لئے مقرر کرے یعنی وہ فرشتے تمہارے سے پیدا ہو کر تمہاری اولاد کی طرح تمہارے ساتھ رہتے اور تمہارے مرنے کے بعد تمہارے قائم مقام ہوتے اور وہ تمہارے برابر میں شریک ہو کر جو کام تم کرو وہی وہ کریں جو کام کو تمہارے کرنے کا نہیں وہ نہ کریں غرض کہ جتنا امور تمہارے متعلق ہیں وہ سب ان کے متعلق ہوں حالانکہ اب ان کا کام آسمان میں صرف تسبیح و تقدیس ہے اور یہ تمام کام قدرت زبانیہ سے ہے کہ وہ آسمان پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مشغول ہیں پھر وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں اور انہیں کس طرح اللہ تعالیٰ کی اولاد کہا جا سکتا ہے خلاصہ یہ کہ فرشتے تمہاری طرح اجسام ہیں اور جسمیت میں تولید کا احتمال ہے اور ثابت ہو چکا کہ وہ اجسام ہیں اور اجسام میں مماثلت ہوتی ہے یعنی جو ایک جسم پر ہو گا وہی دوسرے کا ہو گا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا تو پھر جب وہ ہر شے کا خالق ہے اس میں مماثلت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا پھر اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا کیا معنی

فائدہ : اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی نئی تخلیق نہیں بلکہ وہ اس سے بڑی قدرت رکھتا ہے اگر وہ چاہے کہ تمہارے سے ملائکہ کو پیدا فرمائے اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ ملائکہ معبودیت کے لائق نہیں۔

فائدہ : سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ لجعلنا منکم میں من تبعیضیہ ہے یعنی ہم نے تمہارے بعض کو پیدا فرمایا "ملائکۃ" منسوب علی الحالیۃ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ من ابتدائیہ ہے یعنی اگر ہم چاہیں تو تمہیں ماں کے بغیر پیدا فرمائیں بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انہیں باپ کے بغیر پیدا فرمایا ہے اس میں تنبیہ دونوں طرح ہے کہ وہ بڑا قادر ہے کہ خلاف عادت جس طرح چاہے تخلیق فرماتا ہے اور بعض علماء نے اسے من بدل کا بنایا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں فنا کر کے تمہارے بدلے فرشتے لائیں۔ جو تمہارے بعد زمین پر آ کر زمین کو آباد کریں اور صرف میری عبادت کریں چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا ان یشأ یذھبکم ویات بخلق جدید؎ اس تقریر پر آیۃ تباہ وہلاک کرنے کی وعید سنانے کے لئے ہوگی لیکن یہ معنی مقام ہذا کے مناسب نہیں

تفسیر صوفیانہ

آیۃ میں اشارہ ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو اسے ملائکہ کی سیرت پر بنا دے تاکہ وہ زمین پر اپنے اخلاق کے مطابق اللہ تعالیٰ کا نائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے صفات کا حامل ہو سکے اس لئے کہ حقیقی خلافت یہی ہے کہ بندہ صفات الہیہ کا حامل ہو۔

حکایت

ہاروت و ماروت نے جب آدم علیہ السلام کی اولاد کے متعلق اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ وہ بڑے پر خطا ہیں کہ خواہشات نفسانی اور ظلم اور قتل و فساد کے خوگر ہیں اگر ہم ان کے بجائے زمین پر ہوتے تو ہم ان کی طرح مجرم نہ ہوتے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر اتارا اور ان پر لباس بشریت پہنایا پھر سب کو معلوم ہے کہ ان سے ہوا جو کچھ ہونا تھا

دوسری تفسیر صوفیانہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت الہیہ صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور نور الٰہی کے فیضان کے قبول کرنے کی استعداد بھی صرف اسی میں ہے اگر ملائکہ کرام اس خلافت کے اہل ہوتے تو صرف انسان کو ان صفات مذمومہ حیوانیہ سبعیہ سے موصوف نہ فرماتا جیسے انبیاء علیہم السلام ان اوصاف مذمومہ سے معصوم ہیں اگرچہ ان کی بشریت کو یہ صفات لازم ہیں لیکن نور تجلی حق سے ان کے قلوب میں نورانی چراغ جلایا گیا جس کی وجہ ان کے اجساد کا طاقچہ منور ہوا وہ ظاہراً و باطناً نورٌ علیٰ نور ہوتے ہیں ان کی بشریت کی زمین جیسی تو ان صفات کی ظلمات کو ظاہر ہونے کی طاقت نہ رہی اس لئے کہ ان پر نور الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے۔ لیکن بے چارے وہابی دیوبندی اس حقیقت سے نا آشنا ہو کر انبیاء علیہم السلام کو مجسم نور ماننے سے گھبراتے بلکہ ماننے والے کو مشرک گردانتے ہیں

فائدہ : انسان اس تجلی خاص سے اخلاق الہیہ سے متخلق ہو کر ملائکہ سے مرتبہ میں بڑھ جاتا ہے۔

اجوبہ صوفیانہ

اگرچہ بظاہر انسان سے ملائکہ کی تخلیق نہیں ہوئی لیکن باطناً ان سے طرح پیدا ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نیک اعمال اور انفاس طیبہ اور اہتمام کی برکت

؎ : اگر چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لائے ۱۲

اذ کار شریفہ سے فرشتے پیدا کرتا ہے

حدیث شریف رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ پیچھے سے ایک شخص نے کہا ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔ نماز کی فراغت کے بعد آپ نے منہ پھیر کر مقتدیوں سے پوچھا مذکورہ بالا کلمہ کس نے پڑھا ہے اس شخص نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کہا ہے آپ نے فرمایا میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا جو ہر ایک اس تیزی میں تھا کہ میں ہی اس کلمہ کو لکھوں۔

نکتہ: مذکورہ بالا وہ کلمات جو حضور علیہ السلام کے پیچھے کسی مقتدی نے کہے تھے تیس سے کچھ زائد تھیں اور ہر حرف میں روح ہے جو اسی حرف کی وجہ سے ثابت رہے گی اور انہی حروف کی صورت سے حروف کی روح زندہ رہے گی اور قاعدہ ہے کہ ارواح سے صورتیں اور نیات سے اعمال اور توجہات سے نفوس باقی رہتے ہیں ان کی ہمتوں کے متعلقات ان کے علوم و اعتقادات کے تابع ہو کر اتنا بلند ہوتے ہیں جتنا عامل کی ہمت ہوتی ہے ؎

ہر کسے از ہمت والائے خویش
سود برد درخور کالائے خویش

ترجمہ: ہر وہ اپنی ہمت و آلائش سے نفع اٹھاتا ہے جتنا اس کا سامان ہوتا ہے۔

(۲) انسان کامل سے معنوی اولاد پیدا ہوتی ہے جو ملائکہ کی مانند ہوتی ہے ان کا مشرب و اخلاق فرشتوں جیسے بلکہ ان سے بھی بلند ہوتا ہے کیونکہ انسان کی استعداد ملائکہ کی استعداد سے بلند و بالا ہے اور ان کی یہ روحانی اولاد قیامت تک ان کی جانشین رہے گی یعنی ایک پاکیزہ اور قدسی صفت انسان اپنے شیخ سے فیض لے کر عالم دنیا کو فیض یاب کرتا ہوا چلا جائے گا تو اپنا جانشین چھوڑ جائے گا ایسے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا جیسے انسان کی ظاہری نسل کا سلسلہ تا قیامت قائم ہے ایسے ہی باطنی و معنوی سلسلہ بھی قائم رہے گا۔

تفسیر عالمانہ وانہ لعلم للساعۃ اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے یعنی ان کے نزول آسمان سے معلوم ہو جائے گا کہ اب قیامت قریب ہے۔ ان کے نزول کو علم سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس سے قرب قیامت کا علم ہوگا اس تقریر پر مصدر بمعنی اسم آلہ میں مبالغہ مطلوب ہے وہ ایسا ذی عظمت واقعہ ہے کہ گویا وہ علم ہے یا یہ معنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا یا ان کا مردوں کو زندہ کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ مرنے کے بعد اٹھنا حق ہے جب کہ کفار امور واقعہ فی الساعۃ کا انکار کرتے ہیں بالخصوص مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار ان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔

نزول عیسٰی علیہ السلام کے دلائل

مرزائی فرقہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مر گئے اور سری نگر کشمیر میں ان کی قبر ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ نے ان کے رد میں رسالہ "القول الفصیح فی قبر المسیح" لکھا اور پھر حیاۃ عیسٰی علیہ السلام پر ایک مستقل کتاب لکھی سردست متن صاحب روح البیان کے دلائل پڑھیئے۔ (اضافہ اویسی غفرلہ)

حدیث شریف (۱) عیسٰی علیہ السلام ارض مقدسہ کی وادی افیق نامی پر اتریں گے۔

فائدہ : افیق بروزن امیر ایک وادی ہے جو حوران و غور کے درمیان واقع ہے جب آپ آسمان سے زمین پر اتریں گے تو سرخ رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس ہوں گے اور آپ کے سر کے بالوں پر تیل لگا ہوگا۔

فائدہ : ممصر از مصر بمعنی سرخ رنگ کا گارا اور ممصردہ کپڑا جو سرخ رنگ سے رنگا ہوا ہو۔ (کذا فی القاموس) اور عیسٰی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ میں چابک ہوگا اس سے دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد بیت المقدس تشریف لائیں گے لوگ کی نماز پڑھ رہے ہوں گے ایک روایت میں عصر کی نماز کا ذکر ہے جب امام آپ کو دیکھے گا تو پیچھے ہٹ جائے گا لیکن عیسٰی علیہ السلام اسے آگے کھڑا کریں گے اور وہ حضور علیہ السلام کی شریعت کے مطابق نماز پڑھیں گے پھر خنازیر کو قتل کریں گے اور صلیب توڑیں گے گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں مسمار کریں گے اور جو عیسائی اسلام قبول نہیں کرے گا اس کو قتل کر دیں گے۔

حدیث شریف ۲ انبیاء علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں اور میں ہی عیسٰی علیہ السلام کا زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ ان کے اور میرے درمیان اور کوئی نبی نہیں وہی پہلے ہیں جو آسمان سے زمین پر اُتر کر صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور اسلام کے لئے جہاد کریں گے گرجے اور کلیسے کو توڑیں گے

حدیث شریف ۳ • عنقریب تمہارے میں عیسٰی ابن مریم علیہ السلام ایک عادل حاکم ہو کر نازل ہوں گے وہ صلیب توڑیں گے اور خنزیر قتل کریں گے اور جزیہ ترک فرمائیں گے اور جملہ ادیان باطلہ کو مٹا کر صرف اسلام رائج فرمائیں گے۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ جزیہ بالکل ترک کر کے کافروں سے صرف اسلام قبول کریں گے۔ نووی رحمۃ اللہ تعالٰی نے صراحۃً یہی معنی کیا ہے۔

فائدہ : نیز کسر و قتل سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے زمین سے شرک کے آثار مٹانا مراد ہے۔

حدیث شریف ۴ مسیح دجال زمین پر ہوگا تو اچانک مسیح بن مریم علیہما السلام تشریف لائیں گے۔ سفید منارہ پر اتریں گے جو شرقی جانب جامع مسجد دمشق پر واقع ہے آپکا سرخ رنگ

کا جوڑا ہوگا (مہرو دتین از ہرد بالضم بمعنی سرخ گارا) آپ بالضم دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھ کر آئیں گے اور سر مبارک سے پانی کے قطرات گریں گے آپ کی سانس جس کافر پر پڑے گی وہ مرجائے گا آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نگاہ پڑے گی۔ آپ دجال کے پیچھے اس کے پکڑنے کیلئے چلیں گے وہ بھاگے گا آپ باب لد پر پہنچ کر اسے قتل کر ڈالیں گے۔ القاموس میں ہے کہ لد بالضم فلسطین میں ایک گاؤں ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد یاجوج ماجوج زمین پر آجائیں گے عیسیٰ علیہ السلام اور جملہ اہل اسلام کوہ طور میں پناہ لیں گے۔ عیسیٰ و مہدی علی نبینا و علیہما السلام ایک دوسرے سے ملاقی ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام شریعت و امامت سے اور مہدی علی نبینا و علیہم السلام تلوار اور خلافت کا کام سرانجام دیں گے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الولایۃ المطلقہ ہیں تو مہدی رضی اللہ عنہ خاتم الخلافۃ المطلقہ ہیں۔

مسئلہ: شرح عقائد میں ہے صحیح تر یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام امت مصطفویہ کو نماز پڑھائیں گے ان کی اقتداء میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نماز پڑھیں گے کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی سے افضل ہیں اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور مہدی ولی ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

صاحب روح البیان قدس سرہ کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا قاعدہ پر بحث ہے وہ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نبوت لے کر نہیں اتریں گے اس لئے کہ آپ کی نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد اور کوئی رسول نہیں آسکتا نہ نئی شریعت لے کر اور نہ ہی کسی دوسرے نبی علیہ السلام کی شریعت کے تابع ہو کر جیسا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء آئے۔ ہاں ان کا نزول ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوگا اور پھر سب مانتے ہیں کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کی امت میں امتی کی حیثیت سے ہوں گے اگرچہ وہ افضل ہی لیکن اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں مقتدی کا حکم فرمانے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کو امام بننے کا کیوں کہ امام مہدی کی اقتداء درحقیقت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں شب معراج حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور علیہ السلام کے مقتدی تھے اس دلیل کا تقاضا ہے کہ اب بھی عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کے نائب کے پیچھے نماز ادا کریں کیوں کہ امام مہدی حضور علیہ السلام کی صورۃ جمعیہ کمالیہ میں ظاہر ہوں گے۔ (یہ دلیل اتنا وزنی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کی نفی کر سکے۔ اویسی غفرلہ)

تفسیر عالمانہ: فلا تمترن بھا تو قیامت کے وقوع میں نہ شک کرو اور نہ ہی جھگڑو (الامتراء جس امر میں شک ہو اس میں جھگڑنا) واتبعون اور میری ہدایت و شریعت اور رسول علیہ السلام کی اتباع کرو "ھذا" یہی اتباع صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو حق تک پہنچانے والا ہے۔

فائدہ: حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ انہ لعلم الساعۃ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اس لئے کہ قرآن بھی قیامت کی علامات میں سے ہے کیوں کہ اس میں قیامت کی علامات ہیں اور ایسے امور بھی ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں اس معنی پر ہذا کا اشارہ بھی قرآن کی طرف ہوگا۔ ولا یصدنکم الشیطان اور تمہیں شیطان میری اتباع کے راستہ سے نہ روکے اور نہ پھیرے انہ لکم عدو مبین بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اسی نے تو تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا اور ان سے نور کا لباس اتارا اور تمہیں کئی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا

حکایت

جب آدم علیہ السلام بہشت سے نکل کر زمین پر تشریف لائے تو شیطان نے وحوش اور سباع اور دیگر جانوروں کو ڈرایا دھمکایا کہ آدم ایک ایسا طاقتور ہے کہ تم سب کو کھا جائے گا اور اس کی اولاد تو تمہیں بوٹی بوٹی کرے گی ابھی سے تمہیں اس کے مٹانے کی تدبیر کرنی چاہیے وہ اس طرح کہ تم سب مل کر اس پر حملہ کر دو۔ چنانچہ سب مل کر جب آدم علیہ السلام کے قریب پہنچے تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کتے کے سر پر ہاتھ پھیریئے آدم علیہ السلام کے کتے کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے کتے نے درندوں پرندوں وحوش پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ کتے نے سب کو بھگا دیا۔ اسی دن سے کتا ان تمام درندوں کا دشمن ہے جو انسان کے دشمن ہیں۔

آدم علیہ السلام ۔ شیطان اور کتا ۔

ابلیس نے آدم علیہ السلام پر تھوکا جب کہ ابھی گارہ میں تھے تو وہ تھوک آپ کی ناف پر پڑی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ اسے اٹھا لو چنانچہ اس مٹی کے اٹھانے سے ناف کی یونہی شکل بن گئی جو موجودہ حالت ہر انسان میں ہے اسی اٹھائی ہوئی مٹی سے کتے کو بنایا گیا اسی وجہ سے کتے کو انسان سے انس اور اس کا حامی ہے۔

انسان کے پانچ دشمن

آدمی کے پانچ اعداء ہیں

(۱) مومن حاسد

(۲) منافق لبغض کرنے والا

(۳) دشمن قاتل

(۴) نفس گمراہ کرنے والا۔

(۵) شیطان بہکانے والا۔

فائدہ: انسان کا اپنا نفس سب سے بڑا دشمن ہے کہ وہ اسے ہر وقت سیدھے راستہ سے ہٹا کر خواہشات کی اتباع کی رغبت دیتا ہے فلہذا یہ شیطان سے اور دیگر جملہ دشمنوں سے بڑا دشمن ہے۔

فائدہ: بزرگانِ دین فرماتے ہیں جب کسی دشمن سے احسان کرو تو وہ تابع ہو جائے گا لیکن نفس سے جتنا احسان

کیا جائے وہ الٹا دشمنی میں بڑھتا ہے ؎

مراد ہر کہ بر آری مطیع امر تو شد
خلاف کہ نفس گردن کشد چو یافت مراد

ترجمہ : جس کی مراد پوری کرو گے وہ تمہارے حکم کا مطیع ہوگا بخلاف نفس کے کہ یہ جونہی مراد پائے گا تیری گردن اڑا دے گا۔

ولما جاء عیسٰی اور جب عیسٰی علیہ السلام لائے بالبینات معجزات واضحہ یا انجیل کی آیات یا شرائع احکام قال قد جئتکم فرمایا تمہارے ہاں لایا ہوں۔ بالحکمۃ انجیل یا شریعت تاکہ میں تم سے اس پر عمل کراؤں۔ ولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ تاکہ میں بیان کروں اس کا بعض جس میں تم اختلاف کرتے ہو اس سے امور دین مراد ہیں۔

ازالہ وہم انبیاء علیہم السلام کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ امور دنیا کو بھی بیان کریں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بعض صحابہ کو فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم تم اپنے امور کو خود زیادہ جانتے ہو۔

سوال وہابیہ الاسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض احکام کے بیان کا حکم فرمایا ہے حالانکہ آپ کل بیان کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔

جواب : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہاں بعض بمعنی کل ہے۔ (وکذا قال فی عین المعانی) فرمایا کہ صحیح تر یہ ہے کہ جیسے بعض بمعنی کل آتا ہے ایسے ہی کل بمعنی بعض بھی آیا ہے جیسا کہ اجعل علی کل جبل میں بعض جبل مراد ہیں۔ بعض اہل معانی نے فرمایا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لایعنی امور کے متعلق سوال کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انہیں فرمائیں کہ تمہیں وہ امور بیان کروں گا جن میں تمہارا فائدہ ہوگا۔

فائدہ : آیت سے ثابت ہوا کہ جیسے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے کتاب لاتے ہیں ایسے ہی حکمت بھی۔ کما قال تعالیٰ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اسی لئے فرمایا "ولا بین لکم" اس لئے کہ جن امور میں وہ اختلاف کرتے تھے اس کا بیان مراد ہے۔ (فاتقوا اللہ) پس میری مخالفت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو واطیعون جو کچھ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے پہنچاتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو اس لئے کہ میری اطاعت درحقیقت طاعت حق ہے کما قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان اللہ ھو ربی و ربکم فاعبدوہ بے شک میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے تو عبادت و توحید کے لئے اسی کو خاص کرو۔ اس میں اس

کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کی تبلیغ فرمائی اس تبلیغ کا خلاصہ توحید اور احکام الٰہیہ کی پابندی ہے۔ ھذا یہ توحید اور احکام الٰہیہ کی پابندی " صراط مستقیم " سیدھی راہ ہے کہ جس پر چلنے والا کبھی نہیں بھٹکتا۔

فائدہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ " فاعبدوہ " میری عبادت نہ کرو صرف اسی کی عبادت کرو اس لئے کہ میں عبودیت میں تمہارا شریک ہوں اور ربوبیت میں صرف وہ منفرد ہے اور سیدھی راہ یہی ہے کہ تم سب اسی کو معبود مانو

تفسیر عالمانہ : فاختلف الاحزاب حزب بالکسر کی جمع ہے بمعنی جماعۃ الناس یعنی مختلف گروہوں نے اختلاف کیا التحزب بمعنی گروہ گروہ ہونا کہا جاتا ہے " حذب قومہ فتحزبوا " اس نے اپنی قوم کو گروہ گروہ بنایا تو وہ گروہ گروہ ہوگئے اور وہ ایسے تھے اور ان کا اختلاف عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال کے بعد ہوا ان کی موجودگی میں سب متفق تھے کیوں کہ انہوں نے جملہ بدعات ان کے رفع الی السماء کے بعد نکالیں " من بینہم " ان میں سے جن کے لئے عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے یعنی یہود ونصاریٰ اب معنی یہ ہوا کہ یہود ونصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گروہ گروہ ہوگئے یہود ملعونوں نے کہا کہ (معاذ اللہ) بی بی مریم کے زنا سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں ان کے بعض نے انہیں ابن اللہ کہا بعض نے اللہ تعالیٰ اور مریم اور عیسیٰ علیہ السلام ہر تینوں خدا ہیں۔

فائدہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم گروہ گروہ ہوگئی ان کے بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہے ان پر ایمان لائے ایک اور گروہ ایمان لا کر انہیں معبود سمجھتے اور کہتے کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک یہی ہیں اس معنی پر انہیں معبود سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ایک اور گروہ کہتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے عیوب ونقائص سے منزہ ہے ایک اور گروہ نے ان سے کفر کیا اور ان کی نبوت سے انکار کر کے ان پر ظلم کیا بلکہ ان کے شہید کرنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان ظالم مشرکین کے لئے فرمایا فویل للذین ظلموا پس خرابی ان ظالموں کے لئے جو مختلف گروہ ہوئے یہاں پر اسم ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا ہے تاکہ ان پر ظلم کی مہر ثبت ہو جائے۔ من عذاب الیم دردناک عذاب سے اس سے قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے کیونکہ سب سے بڑا دردناک عذاب اسی دن ہوگا یہ " یوم عاصف " کے محاورہ سے ہے بمعنی عاصف الریح ــــ

ھل ینظرون لوگ نہیں انتظار کرتے الا الساعۃ ان تاتیھم مگر قیامت کا کہ اس کا ان کے ہاں آنا " ان تاتیہم " الساعۃ سے بدل ہے چوں کہ ان کے ہاں قیامت کا آنا لازمی امر تھا اسی لئے گویا وہ انتظار کرتے

لہ : اسمیں توکل کا سبق سکھانا مطلوب تھا تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب (علم الرسول) اویسی غفرلہ

تھے اسی لئے ان سے فرمائے گا کہ وہ آئے گی" بغتۃ" اچانک اس کا منصوب ہونا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے دراصل عبارت" اتیان بغتۃ" تھی۔ "البغت" یعنی شے کا اچانک آنا کہ اس کا وہم وگمان تک نہ ہو (کذافی المفردات) الارشاد میں ہے کہ قیامت کے اچانک آنے کا یہ مطلب ہے کہ ایسا نہیں کہ وہ اس کے متعلق کسی وہم وگمان میں ہوں گے بلکہ وہ اس سے بالکل غافل اور امور دنیا میں سخت مشغول بلکہ اس کے بالکل منکر ہوں گے اسی لئے ان کے لئے فرمایا وھم لا یشعرون اور انہیں اس کے آنے کا شعور بھی نہ ہوگا اسپر ہر ایک کو اس کے عمل پر جزا اور سزا ملے گی۔

سوال: بغتۃ اور ھم لا یشعرون کا مفہوم ایک ہے بغتۃ کے بعد اس عبارت کے لانے کا کیا مطلب۔

جواب: بغتۃً وھم لا یشعرون کا مفہوم نہیں ادا کرسکتا اس لئے کہ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا آنا اچانک ہوتا ہے اور اس کے وقوع کا شعور بھی ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ امر آئے گا اور اسے خیال گزرتا ہے کہ اس کے لئے تیاری کرنی چاہیے اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کے وقوع کو نہیں جانتا کہ وہ واقع ہو یا نہ لیکن واقع ہو جاتا ہے جس کا کسی کو اس کا انکار ہو کہ واقع نہ ہوگا اور وہ اس سے بالکل غافل ہوتا ہے اسی لئے اس کے لئے "وھم لا یشعرون" کتنا موزوں ہوا اسی لیئے یہاں دوسرا معنی مراد ہے اسی لئے اسے جملہ حالیہ سے مقید کیا گیا۔

سبق: دانشمند انسان کو ہر گناہ سے دور رہنا اور ہر جرم سے توبہ ضروری ہے اس دن سے پہلے جس کا عذاب دردناک ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے اس لئے کہ اس دن فرشتے ظالموں پر عذاب لائیں گے اور ان پر سختی کریں گے یہاں تک ان کے ارواح خبیثہ کو سخت تکلیف دیکر ان کے اجسام سے نکالیں گے۔

حدیث شریف ہر مومن کا ہر روز نیا صحیفۂ اعمال لایا جاتا ہے اگر اس میں استغفار نہ ہو تو سیاہ کر کے لپیٹا جاتا ہے اور جب وہ صحیفۂ اعمال لپیٹا جائے اور اس میں استغفار ہو تو وہ صحیفہ نورانی ہوتا ہے۔

فائدہ: استغفار سے اللہ تعالیٰ رحمت کے ملائکہ پیدا فرماتا ہے جو استغفار کرنے کے لئے استغفار اور رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

قیامت سہ عدد قیامت تین ہیں

(۱) کبریٰ یعنی حشر الاجساد اور جزاء کے لئے محشر میں سب کا جمع ہونا

(۲) قیامت صغریٰ جملہ مخلوق کی موت۔ کما قال علیہ السلام جو مرتا ہے اس کے لئے قیامت قائم ہو

جاتی ہے۔ اسی لئے وارد ہے کہ قبر بہشت کا باغیچہ بن جاتی ہے یا دوزخ کا گڑھا۔

(۳) قیامت وسطی جمیع مخلوق کی (باطنی) موت اور اس کے وقوع کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہاں اس کے چند علامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں مثلاً دنیا سے علم کا اٹھ جانا اور جہل و زنا وشراب خوری کی کثرت مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا صرف ایک مرد کفیل ہوگا۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے ایک وقت آنے والا ہے جس میں اسلام کا نام رہ جائے گا اور اسلام کی رسم اور قرآن کا صرف درس۔ مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ذکر الٰہی سے خالی۔ اس دور کے علماء شریر ترین ہوں گے انہیں سے فتنہ خارج ہوگا اور انہی کی طرف لوٹ جائے گا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؎

گر ہمہ علم علمت باشد
بےعمل مدعی و کذابی!

ترجمہ: اگر جملہ علوم تیرے سینے میں ہیں اگر تو بےعمل ہے تو تو صرف مدعی اور کذاب ہے۔

اور فرمایا ؎

عالم ناپرہیزگار کور ہیست مشعلہ دار

ترجمہ: عالم پرہیزگار نہ ہو تو وہ لالٹین ہاتھ میں رکھنے والے اندھے کی طرح ہے۔

یعنی عالم لوگوں کو ہدایت دے لیکن خود ہدایت سے خالی (نعوذ باللہ من علم بلا عمل)

تفسیر عالمانہ الاخلاء خلیل کی جمع ہے بمعنی دوست الخلۃ بمعنی مودت وہ اس لئے کہ دوستی نفس کو گھیر لیتی ہے اب معنی یہ ہوا کہ دنیا میں ایک دوسرے کے علی الاطلاق دوست تھے یا دنیوی امور میں ایک دوسرے سے محبت اور پیار کرتے تھے 'یومئذ' آج کے دن یعنی وہ دن جس میں قیامت آئے گی یہ عدو کے لئے اسم ظرف ہے اور مبتدا و خبر کے درمیان میں اگرچہ واقع ہے لیکن اس سے نقصان نہیں اور اس کی تنوین مضاف الیہ کا عوض ہے بعضہم لبعض عدو ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اس لئے کہ ان کا اس میں خلت ومحبت کا تعلق منقطع ہو جائے گا کیونکہ وہاں پہ عذاب کے اسباب ظاہر ہو جائیں گے۔ " الا المتقین " مگر اہل تقویٰ (اولیاء اللہ) اس لئے کہ دنیا میں ان کی آپس کی دوستی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو وہ کبھی منقطع نہیں ہوں گی بلکہ ثواب ورفع درجات کے آثار کے مشاہدے سے الٹا ان کی محبت ومودت میں اضافہ ہوگا پہلے معنی پہ استثناء متصل

ہوگا دوسرے معنی پر مستثنیٰ منفصل ۔
فائدہ ، کاشفی نے لکھا کہ یعنی چونکہ کافروں کی دوستی کفر و معصیت کی معاونت پر مبنی تھی اسی لئے عذاب کے مشاہدہ پر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور چونکہ اہلِ ایمان کی محبت و دوستی صرف رضائے الٰہی اور خوشنودی پر موقوف ہوگی اسی لئے ان کی دوستی خالص ہوگی اس لئے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے اور تاویلات کاشفی میں مذکور ہے کہ خلّۃ چار قسم ہے ۔

(۱) خلّۃ تامہ حقیقیہ یہ خلت روحانیہ ہے اور تناسب ارواح کے مطابق اور تعارف ازلی کے موافق ہوتی ہے یہ انبیاء و اولیاء و اصفیاء و شہدا کی محبت جو انہیں آپس میں محبّت و خلت اسی ازلی تعارف و تناسب کی وجہ سے ہوتی ہے

(۲) محبت قلبیہ یہ بوجہ تناسب کاملہ و اخلاق فاضلہ کے ہوتی ہے جیسے صلحاء و ابرار کی آپس میں محبت یا عوام کی انبیاء علیہم السلام سے یا مریدین کی مشائخ سے (جیسے ہم عوام اہل سنت کا طریقہ کار ہے وہ اس قسم پر مبنی ہے)

ان دو قسموں کو کسی قسم کا خلل نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں ۔ یہ محبت ظاہراً و باطناً رنگ لائے گی اور اس کے ثمرات و نتائج بہتر سے بہتر حاصل ہوں گے ۔

(۳) محبت عقلیہ تحصیل اسباب و مصالح کے دینویہ کی تیسیر کی وجہ سے جیسے تاجروں اور کاریگروں کی محبت یا خدام کی مخادیم سے یا ضرورت مندوں کی محبت دنیا داروں سے ۔

(۴) محبت نفسانیہ بوجہ لذات حسیہ اور خواہشاتِ نفسانیہ کی ان دونوں قسموں کو قیامت میں مٹ جانا ہوگا اس لئے کہ جب اس کے اسباب نہ رہیں گے تو اصل بھی نہیں رہے گا ۔ بلکہ بسا اوقات جب ایسی آرزو حاصل نہ ہو تو وہ دوستی الٹا دشمنی بن جاتی ہے ؎

۱ دوستی کان غرض آمیز شد
دوستی دشمنی انگیز شد

۲ مہر کہ از ہر غرضے گشت پاک
راست چو خورشید شود تابناک

ترجمہ ۱ ، وہ دوستی جو غرض سے ہو وہ دوستی دشمنی لائے گی ۔
۲ ، وہ محبت جو ہر غرض سے پاک ہو وہ صحیح ہوگی اور سورج کی طرح روشن اور تابناک ۔

تفسیر صوفیانہ ، تاویلات نجمیہ میں ہے کہ دنیا کی جس محبت و خلت کی بنا خواہشات نفسانیہ اور طبیعت انسانیہ پر ہو گی آخرت میں وہ دوستی دشمنی سے بدل جائے گی ایسے دوست آخرت میں ایک دوسرے سے بیزار ہو جائیں گے اور وہ حضرات جن کی محبت و خلت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو گی ان کی دوستی دائمی اور غیر منقطع ہو گی اور وہ ایک دوسرے کی محبت و خلت سے فوائد و منافع حاصل کریں گے اور قیامت میں ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے وہ ایک دوسرے کے بارے میں گفتگو کر سکیں گے یہ متقین (اولیاء اللہ) ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے الا المتقین سے یاد فرمایا ہے۔

شرائط (۱) خلۃ خالصہ کی ایک شرط یہ ہے کہ ان کی محبت صرف رضائے الٰہی پر مبنی ہو اس میں دنیوی اور خواہشات نفسانی کی کوئی علت نہ ہو۔

(۲) طلب الٰہی میں ایک دوسرے کے معاون ہوں۔

(۳) آپس میں کسی قسم کی مداہنت نہ ہو

(۴) صدق طلب اور اس کی جد و جہد جیسیں دیکھیں اپس میں اس کی موافقت اور معاونت کریں۔

(۵) رضائے الٰہی میں تھوڑی سی خامی پہ ایک دوسرے کو آگاہ کریں ذرہ برابر بھی چشم پوشی سے کام نہ لیں اسی لئے اہل اللہ فرماتے ہیں طریقت میں مدارات کفر ہے۔ بلکہ نرمی اور حکمت عملی سے اس کی اصلاح کریں اگر وہ اپنی خامی کو دور کرے تو محبت و اخلاص میں سرگرمی دکھائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان عدتم عدنا" اگر تم لوٹ آؤ گے تو ہم بھی لوٹ آئیں گے ؂

ہنوزت از سر صلحت باز آ

کزان محبوب تر باشی کہ بودی

ترجمہ: اگر تیرا واپسی کا ارادہ ہے تو لوٹ آ۔ تو میرا اس طرح محبوب ہوگا جیسے تھا۔

حکایت دو شخص اہل ایمان میں سے تھے ان کی آپس میں دوستی تھی اور دو کافر تھے ان کی بھی آپس میں دوستی تھی۔ اہل ایمان میں سے ایک فوت ہونے لگا دوست کیلئے دعا مانگی یا اللہ میرا دوست مجھے تیری اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت میں میری معاونت اور مجھے خیر و بھلائی کا حکم فرماتا اور مجھے برائی سے روکتا اور مجھے تیری حاضری کی خبر سناتا تھا میرے بعد اسے گمراہ نہ کرنا جیسے اس نے مجھے نیکی کی راہ بتائی تو اسے ہدایت پہ رکھنا جیسے اس نے میری تعظیم و تکریم کی تو اسے مکرم و معظم رکھنا جب اس کا دوسرا مومن دوست مرا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا اور خوش ہو کر ایک دوسرے کو کہتے کیا خوب بھائی اور ساتھی ملا پھر وہ ایک دوسرے کی تعریف و ثنا کرنے لگے۔ اور ایسے ہی دو کافروں میں سے ایک مرنے لگا تو کہا یا اللہ یہ بدبخت مجھے تیری اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت سے روکتا

اور برائی کا حکم دیتا اور خیر و بھلائی سے منع کرتا اور تیری حاضری کے متعلق انکار کی خبر دیتا تھا فلہذا میرے مرنے کے بعد اسے کوئی ہدایت کا راستہ نہ دکھا تاکہ جیسے اس نے مجھے گمراہ کیا تو اسے گمراہ کر دینا جیسے اس نے مجھے ذلیل و خوار کیا تو بھی اسے ذلیل و خوار کر۔ جب اس کافر کا دوست مرا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع فرمایا اور ہر ایک اپنے دوسرے کے لئے کہتا کیسا برا بھائی اور ساتھی ہے پھر وہ ایک دوسرے کی مذمت کرتے۔

حدیث شریف ۱، قیامت میں اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا کہ میرے لئے دوستی کرنے والے کہاں ہیں آج اپنے سایہ تلے جگہ دوں جہاں میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

حدیث شریف ۲ قیامت میں اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا کہ میرے لئے محبت کرنے والوں کے لئے نورانی منبر ہیں جنہیں دیکھ کر انبیاء و شہدا بھی رشک کریں گے۔ اپنے متعلقین کے لئے کاش ہمیں بھی ایسے نصیب ہوتا)

حدیث شریف ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کسی سے محبت کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے اگر کسی سے بغض رکھو تو اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے پیار کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے دشمنی کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ سے مراتب ملیں گے تو اسی عمل کی وجہ سے کسی کو نہ آنا نفع کثرت روزے سے ملے گا اور نہ کثرت نماز سے اور نہ کثرت حج سے جتنا مذکورہ عمل سے افسوس کہ آج ایسے عمل والے بہت کم رہ گئے ہیں اگر کچھ کرتے ہیں تو دنیوی اغراض کے پیش نظر۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔

حدیث شریف ۴ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کا آپس میں بھائی چارہ مقرر فرمایا جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور فرمایا آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ یعنی تمہارا تعلق نہ دنیوی غرض سے ہو اور نہ نفسانی خواہش سے اور نہ ہی شیطان کے بہکانے سے۔

حدیث شریف ۵ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا پر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیوی طلب سے روک لیتا ہے بلکہ اسے دنیا کے لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے۔

سبق، چاہیے کہ ایسے شخص سے دوستی ہو جسے اللہ تعالیٰ سے تعلق و مناسبت ہو ؎

وما عمدی بحب تراب ارض

ولکن ما یحل بہ الحبیب

ترجمہ، مجھے فلاں زمین کی مٹی اس لئے محبوب ہے کہ وہاں میرا محبوب مقیم ہے۔

حکایت، عبید بن عمر نے کہا ایک شخص کے تین دوست تھے ان میں سے ایک کے ساتھ بہت زیادہ پیار تھا ایک دفعہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوا تو اپنے سب سے زیادہ پیارے دوست کے پاس

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○ اُدْخُلُوا
الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ
بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ
الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ
فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ
فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ○ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ
الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط

گیا اور کہا مجھے مصیبت پڑی ہے میری امداد کیجئے اس نے کہا مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا کسی اور کے پاس جائیے اس کے بعد اس کے پاس گئے جس سے اس سے کم دوستی تھی اس نے بھی یہی جواب دیا صرف اتنا مہربانی کی کہ کہا کہ میں آپ کو اس تیسرے دوست کے ہاں پہنچا آتا ہوں جب اس گھر کے قریب پہنچیں گے تو میں واپس آجاؤں گا جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ میں آپ کا خادم ہوں جو کچھ فرمائیں جیسے فرمائیں۔

سبق : یہ دراصل انسان کی اپنی مثال ہے پہلا دوست اس کا مال ہے دوسرا اس کا اہل و عیال تیسرا اس کے اعمال سے

بشہر قیامت مرو تنگدست
کہ وجہے ندارد بحسرت نشست

ترجمہ : قیامت کے شہر میں خالی ہاتھ نہ جا۔ اگر اس وقت حسرت سے بیٹھنا پڑا تو اس کی اور کوئی وجہ نہ ہوگی۔ سوائے اس کے کہ تو خود دنیا سے اعمال صالحہ کی پونجی ساتھ نہ لے گیا۔

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ○ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ
لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ○ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ○ اَمْ
يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا
لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ○ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا
اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا
حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ فِي
السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○
وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ
وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ○ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○
فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔ داخل ہو جنت میں تم اور تمھاری بیبیاں اور تمھاری خاطریں ہوتیں۔ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالے جاموں کا۔ اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے تمھارے لیے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔ بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی

ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے اکثر کو حق ناگوار ہے۔ کیا انہوں نے اپنے خیال سے کوئی پکا کام کر لیا ہے تو ہم اپنا کام پکا کرنے والے ہیں۔ کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور مشورت کو نہیں سنتے ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں تم فرماؤ بالفرض محال رحمٰن کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں تو تم انہیں چھوڑ دو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا ان سے وعدہ ہے اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا اور وہی حکمت و علم والا ہے اور بڑی برکت والا وہ اس کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ بس سلام ہے کہ آگے جان جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ یا عباد عباد کا لفظ اللہ کی طرف مضاف ہے اور یہ مخصوص ہے صرف اہل ایمان متقین سے یعنی قیامت میں اہل تقویٰ کے اظہار شرافت اور ان کے دل خوش کرنے کے لئے کہا جائے گا اے میرے بندو! لا خوف علیکم الیوم آج تمہیں کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو گی۔ ولا انتم تحزنون اور فوت مقاصد سے کوئی حزن اور ملال نہ ہو گی جیسے غیر متقین کو خوف اور حزن ہو گا۔

فائدہ: ابن عطاء نے فرمایا کہ دنیا میں مفارقت ایمان کا کوئی خوف نہیں اور نہ ہی آخرت میں انہیں بُعد کی دہشت سے خوف ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص بندوں کو رب تعالیٰ دنیا و آخرت میں سلامتی کی خوشخبری سناتا ہے جیسا کہ آیۃ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی آخرۃ دلالت کرتی ہے لیکن انہیں حکم ہوتا ہے کہ اسے ظاہر مت کرو اور انہیں اپنی سلامتی کی خبر کافی ہے اور کوئی ضروری نہیں کہ ان کے غیروں کو بھی خبر ہو۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو مخلوق سے آزاد فرماتا ہے اور اسے دنیا میں اپنے لئے مخصوص کر کے شرف عبودیت سے مشرف فرماتا ہے تو اسے آخرت میں ان حجابات کا خوف نہ ہو گا جو دوسروں کے سامنے لٹکائے جائیں گے اور نہ ہی اسے

ان نعمتوں کا غم ہوگا جو اس نے دنیا و آخرت میں سے رہ گئی ہیں جب کہ وہ بحر المعارف والعواطف کی گہرائیوں میں مستغرق رہا۔

تفسیر عالمانہ الذین آمنوا بآیاتنا یہ منادیٰ کی صفت ہے اور وہ لوگ جو ہمارے آیات پر ایمان لائے" وکانوا مسلمین" یہ واو حالیہ ہے یا اس کا صلہ پر عطف ہے اور وہ اسلام قبول کرنے والے یا وہ اخلاص کرنے والے اور اپنے چہروں کو ہماری طرف متوجہ کرنے والے اور انہیں صرف ہمارے لئے مخصوص کرنے والے ہیں۔

فائدہ : حضرت مقاتل سے مروی ہے کہ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو میدان محشر میں اٹھائے گا تو تمام لوگ گھبرائے ہوں گے اس وقت منادی ندا دے گا اے اللہ کے بندو یہ سنکر تمام لوگ سر اٹھائیں گے پھر آواز آئے گی وہ جو ایمان والے ہیں (الآیۃ) اس دوسری آواز سے تمام ادیان باطلہ کے سر جھک جائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ " وکانوا مسلمین " سے وہ لوگ مراد ہیں جو ابتداء میں اسلام لانے کے بعد ظاہر اور امر و نہی کے لئے سر جھکائیں گے پھر بعد کو طریقت کے لئے تیار ہوگئے اور شریعت کے احکام کے مطابق ارباب حقیقت کی تادیب سے باطن میں اخلاق کی تبدیلی کی۔ ایسے لوگ انتہا میں احکام ازلیہ اور تقدیرات الہیہ اور ظاہراً و باطناً جریان حکم کی پابندی کرتے ہوئے اپنے آپ کو ظلمات وجود مجازی سے نکال کر نور وجود کی طرف پہنچتے ہیں۔

(۲) اس میں اشارہ یہ بھی ہے کہ آیات تنزیلیہ و تکوینیہ پر ایمان عیانی ہے اور حقیقی اسلام بھی یہی ہے لیکن یہ حقیقت عیان فی الایمان کے بعد ظاہر ہوتا ہے پھر جب ایمان صفاتی حاصل ہوتا ہے اور یہ ایمان بالآیات میں ترقی کرتا ہوا اس ایمان ذاتی کی طرف پہنچتا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

تفسیر عالمانہ ادخلوا الجنۃ وازواجکم بہشت میں داخل ہو جاؤ اور تمہاری وہ عورتیں بھی جو ایمان والی ہیں درانحالیکہ " تحبرون" خوش ہوکر ایسی خوشی سے کہ جس سے اس کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہو یا " تحبرون" بمعنی تزینون الحبرۃ سے مشتق ہے بمعنی حسن الہیئۃ ہے۔

حل لغات ، الحبر بمعنی الاثر المستحسن ہے۔

حدیث شریف مروی ہے کہ دوزخ سے ایک ایسے شخص کو نکالا جائے گا کہ چہرے سے رونق اور جمال اڑ چکا ہوگا۔ " الحبر العالم" اس عالم کو کہا جاتا ہے جس کے علوم کے اثرات لوگوں کے دلوں پر ہوں یعنی اس کے اعمال و افعال کے ایسے آثار لوگوں کے دلوں پر ہوں جن کی اقتدا کی جا سکے القاموس میں ہے الحبر بالکسر بمعنی الاثر یا بمعنی اثر النعمۃ یا بمعنی الحسن والوشی و بالفتح بمعنی سرور اور

جرہ بمعنی سرۃ الجرۃ بالفتح وہ سرور جو بہشت میں داخل ہونے پر حاصل ہوگا ہر خوش نغمہ کو بھی جبر کہا جاتا ہے اس کی مزید تحقیق سماع کی بحث میں "فہم فی روضۃ یحبرون" کے تحت سورہ روم میں گذری ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وصال بہشت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمہارے جیسے وہ حضرات جو طلبِ الٰہی میں زندگی بسر کرتے رہے بہشت میں جا کر ریاض انس میں مزے لوٹو۔

تفسیر عالمانہ یطاف علیہم بہشت میں داخل ہونے کے بعد اہل ایمان بہشتیوں کے سامنے پھرتے ہوں گے یعنی بہشت کے غلمان وولدان الطائف بمعنی خادم اور ہر وہ نگران جو گھر کا پہرا دے اطافۃ بمعنی طوف وطواف یعنی کے گرداگرد پھرنا۔ بصحاف من ذھب سونے کے پیالے صحاف صحیف کی جمع ہے بمعنی عریض وطویل پیالہ مجاہد نے فرمایا وہ برتن جن کے منہ مدور ہوں اور سدی نے فرمایا وہ پیالے جس کے پکڑنے کیلئے کوئی شے نہ ہو اس سے وہ پیالے مراد ہیں جن میں طعام ڈالا جائے "واکواب" اور سونے کے وہ کوزے جن کے دستانے نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی پکڑنے کی کوئی شے کی اور ان میں مختلف قسم کے شراب ہوں گے۔ یہ کوب کی جمع ہے وہ کوزہ جس کی نہ پکڑنے کی کوئی جگہ ہو نہ ٹونٹی تاکہ پینے والا جس سمت سے چاہے پی لے۔

فائدہ: سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ وہاں اکواب تھوڑے ہوں گے لیکن صحاف بکثرت ہوں گے جیسا کہ صیغے اکواب وصحاف سے معلوم ہوتا ہے کیوں کہ سب کو معلوم ہے کہ کھانے کے برتنوں کی بہ نسبت پانی کے برتن تھوڑے ہوتے ہیں۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر بہشتی کے آگے ستر ہزار صحیفے پھیرے جائیں گے جن کے ہر ایک میں ستر ہزار مختلف قسم کے طعام ہوں گے (روح المعانی)

وفیھا ما تشتھیہ الانفس اور بہشت میں وہ لذت بھرے اور خواہشات نفسانی کے مطابق مختلف کھانے پینے اور لباس اور نکاح وسواری کی وہ چیزیں ہوں گی جنہیں انسان کا جی چاہتا ہے۔

سوال: الاسئلۃ المقحمہ میں ہے بہشت میں اللہ تعالیٰ بہشتیوں کو وہی عطا فرمائے گا جو کچھ وہ چاہیں گے یا جو ان کا جی چاہے گا اگرچہ شرع کے بھی خلاف ہو یہ تو نامناسب سی بات ہے۔

جواب ۱: بہشت میں وہ نعمتیں ہوں گی ہی نہیں جو شرع کے خلاف ہیں اور نہ ہی کوئی جی اس قسم کی خواہش کرے گا اور نہ ہی کوئی اس قسم کی کوئی شے کسی کو دی جائے گی۔

جواب ۲: اللہ تعالیٰ بندوں میں ایسی کوئی خواہش پیدا نہیں ہونے دے گا جو محال یا خلاف شرع ہو گی۔

فائدہ: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ بہشت میں لواطۃ نہیں ہو گی کیوں کہ یہ گندا فعل ہر دین اور جملہ مذاہب میں قبیح ہے اگرچہ عورت کی دبر ہو تب بھی یہ فعل برا ہے۔

سوال: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے لواطت کا جائز رکھا۔

جواب: یہ آپ کا پہلا فتویٰ ہے اس کے بعد اس سے رجوع فرمایا لیکن وہ بھی عام اجازت نہیں دیتے بلکہ فرمایا یہ فعل اپنی عورت کے ساتھ جائز بتایا تھا۔

فائدہ: قیامت میں لواطت کی خواہش ہو گی بھی نہیں اس لئے کہ یہ فعل حکمت الٰہیہ کے بالکل خلاف ہے۔

فائدہ: اگرچہ بعض لوگوں نے لواطت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن با اتفاق العلماء یہ فتویٰ مبنی خطا فاحش پر ہے اس کی تفصیل ہم نے لوط علیہ السلام کے قصے میں بیان کر دی ہے۔

ازالۂ وہم: شراب کا قیاس نہ کیا جائے اس لئے کہ شراب بعض امتوں میں حلال تھا۔ خلاصہ یہ کہ لواطت کے علاوہ ہر وہ فعل جو شرعاً قبیح اور حکمت الٰہیہ کے خلاف ہو گا وہ بہشت میں ہرگز نہیں ہو گا یہی وجہ ہے کہ بہشت میں عورتوں سے پردہ ہو گا جو غیر محارم ہو گا حالانکہ وہاں نہ حرمت کا سوال ہو گا نہ حلت کا۔

حل لغات: د تلذ الاعین کہا جاتا ہے لذذت الشئ بالکسر یعنی از باب علم یعلم لذاذا و لذاذۃ بمعنی میں شے کو لذیذ پایا اب معنی یہ ہوا کہ آنکھیں لذت محسوس کریں گی اور جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں گی

فائدہ: حضرت سعدی الفتی مرحوم فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ملائکہ اور روح کے نزول کی وجہ سے ہو گی جب کہ وہ اس کی تعظیم و تکریم کے لئے نازل ہوں گے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے کی دولت نصیب ہو گی اور یہی بہشت کی سب سے بڑی نعمت متصور ہوتی ہے۔

فائدہ: حضرت جعفر نے فرمایا کہ نفس سے لذت پانے اور آنکھ کی ٹھنڈک کی نعمت میں بہت بڑا فرق ہے اس لئے کہ نفس کے لئے جملہ بہشت کی نعمتوں کو آنکھ کی ٹھنڈک کی نعمتوں سے وہی نسبت ہے جو انگلی کے ڈبونے کو دریا کے پانی سے نسبت ہے کیوں کہ بہشت کی جملہ نعمتوں کی انتہا اور وہ مخلوق ہیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک کی نعمت کی انتہا نہیں اور نہ ہی اسے مخلوق کی کسی شے سے نسبت ہو سکتی ہے۔

فائدہ: ان دو جملوں سے بہشت کی جملہ نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ ان نعمتوں کو یا نفس کی خواہشات سے تعلق ہے یا آنکھ کی ٹھنڈک سے (کذا فی الوسیط)

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے قرآن مجید کے جوامع الکلم میں سے ایک یہی ہے اس لئے کہ اگر جملہ مخلوق مل کر ان نعمتوں کو شمار کرے تو بھی اس کی تفصیل نہیں بتا سکیں گے۔

معتزلہ کا رد: معتزلہ اسی طرح شیعہ دیدار الٰہی کے منکر ہیں اسی لئے لذت اعین کا ذوق صرف اہل بصیرت کو نصیب ہے لیکن جن کی بصیرت پر اعتزال کی عینک ہے اور انکھ

ستر ون دیکھو نکے مژدۂ بہار سے بے خبر تو وہ اس کا انکار کر دیں گے مگر ہم تو اس لذت امین کی تصدیق انہی سے کرائیں گے جن کی بصیرت صحیح ہے اور مشاہدہ محبوب کے مشتاق ہیں ؎

پردہ از پیش براند از کہ مشتاقاں را
لذت دیدہ جز از دیدن دیدار نیست

ترجمہ : درمیان سے پردہ ہٹا اس لئے کہ اہلِ اشتیاق کی لذت دیدار کے بغیر نہیں۔

ملفوظ امام قشیری حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیدار کی لذت اسے محسوس ہوتی ہے جسے محبوب کے دیدار کا اشتیاق ہو جسے اشتیاق ہو گا اسی کو لذتِ دیدار کا ذوق نصیب ہو گا۔

ملفوظ ذوالنون مصری بد ملفوظ ذوالنون المصری) سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شوق محبت کا پھل ہے جس کی محبت زیادہ ہو گی اسی کو شوق زیادہ ہو گا۔

زبور کا مضمون داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے داؤد علیہ السلام میرے انس طالبین کا ہے اور میری رحمت میرے محبین کے لئے اور میری مغفرت تائبین کے ہے اور میں صرف مشتاقان غمزدہ کے لئے ہوں ؎

در دلم شوقِ تو ہر روز فزون می گردد
دل شوریدۂ من بین کہ چہ روز افزونست

ترجمہ : میرے دل میں تیرا شوق ہر روز بڑھ رہا ہے میرے شوریدہ دل کو دیکھ کہ کیسے روزانہ شوق میں بڑھتا جا رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ بعض اکابر نے فرمایا کہ ان ارباب مجاہدات و ریاضات کو بہشت میں وہی نصیب ہو گا جو وہ چاہیں گے جنہوں نے دنیا میں بھوک و پیاس برداشت کی اور مختلف مشقت و تکالیف کا نشانہ ہوئے وہ بہشت میں مختلف اجر و ثواب میں ممتاز ہوں گے اور انہیں حکم ہو گا سونے کے برتنوں میں مختلف قسم کے طعام کھاؤ اور سونے کے گلاسوں میں مختلف قسم کی شراب پیو اور خوب کھاؤ پیؤ یہ تمہارے ان اعمال صالحہ کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا میں کیا اور اربابِ قلوب و اہلِ معرفت و محبت کو وہ نصیب ہو گا جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اس لئے کہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور عرصۂ دراز تک اس کے دیدار کے اشتیاق میں ان کے قلوب اور اس کی طلب میں ان کے ارواح نے تکالیف برداشت کیں۔

فائدہ : وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی طمع و لالچ میں کرتے ہیں وہ مردود ہیں اور جو صرف اسی کی

محبت و وفا ارادہ پر عبادت کرتے ہیں وہ عارف ہیں۔

وحی داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے ہاں وحی بھیجی کہ اے داؤد علیہ السلام مجھے تمام محبوبوں سے وہ بندہ محبوب ترین ہے جو کسی عطاو انعام کے بغیر میری عبادت کرتا ہے اور عبادت میں ربوبیت کے مکمل طور حقوق ادا کرتا ہے۔ اور میرے اوپر الٹا ظلم کر رہا ہے جو بہشت کی لالچ میں یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرتا ہے کیا میں اس کا اہل نہیں کہ میری اطاعت کی جائے۔

حکایت • حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں سے گزرے جن کے اجسام عبادت سے کمزور پڑ چکے تھے پوچھنے پر معلوم ہوا وہ بہشت کے طمع پر اور دوزخ کے ڈر سے عبادت کر رہے ہیں آپ نے انہیں فرمایا تم بہشت کے لئے پیدا کئے گئے اور دوزخ سے ڈرتے ہو تو تمہاری آرزو پوری ہو گی اس کے بعد ایک اور قوم پر گزرے وہ عبادت میں مشغول تھے آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں عبادت کر رہے ہیں اور اس کی جلالت شان کی تعظیم ہماری عبادت کا مطمح نظر ہے آپ نے فرمایا تم ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہوں۔

فائدہ • حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آخرت میں لا الہ الا اللہ کی لذت ایسے محسوس ہو گی جیسے دنیا میں ٹھنڈے پانی کی لذت محسوس ہوتی ہے۔

بہشت کے اونٹ گھوڑے ایک اعرابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بہشت میں اونٹ بھی ہوں گے اس لئے کہ مجھے اونٹوں سے محبت ہے آپ نے فرمایا جو تیرا جی چاہے گا وہی ملے گا دوسرے نے عرض کی کیا بہشت میں گھوڑے بھی ہوں گے آپ نے فرمایا اگر تجھے اللہ تعالیٰ نے بہشت عطا فرمائی تو وہاں سرخ یاقوت کے گھوڑے پاؤ گے اور جہاں تم چاہو گے وہاں تمہیں اڑا کر لے جائیں گے۔

بہشت کے انعامات کی تفصیل حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ادنیٰ درجہ کا وہ خوش بخت ہو گا جسے سات درجات حاصل ہوں گے اور اس کے تین سو خدام ہوں گے اس کے سامنے ہر صبح و شام کو تین سو کھانے کے دسترخوان پیش کئے جائیں گے ہر دسترخوان پر ایسا لذیذ کھانا ہو گا جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہو گا ہر ایک کی لذت اپنی اپنی ہو گی جسے کسی دوسرے کے ساتھ مشابہت نہ ہو گی اور ہر صبح و شام اس کے سامنے پینے کے تین سو برتن پیش کئے جائیں گے اس کے ہر ایک میں ایسی لذت ہو گی جو اس کے دوسرے میں نہ ہو گی اور وہ اللہ تعالیٰ کو عرض کرے گا یا اللہ اگر اجازت ہو تو بہشت کے ساتھیوں کو اپنے طعام و شراب سے کچھ دوں۔ میرے طعام و شراب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اسے اس

کی عام اجازت دی جائے گی اور اس بہشتی کی بہشت میں تین سو حوریں ہوں گی علاوہ اس کی ان عورتوں کے جو اسے دنیا میں ملی تھیں۔

حدیث شریف حضرت ابو ظبیہ سلمی نے فرمایا کہ بہشتیوں کو بادل سایہ کرے گا اور کہے گا جو کچھ تمہارا ذوق ہو میں وہی برساؤں گا چنانچہ ان کے حکم سے وہی برسے گا جو وہ کہیں گے یہانتک کہ اگر وہ فرمائیں کہ اٹھتی جوانی کی عورتیں برساؤ تو بھی۔

حدیث شریف حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بہشتی اڑتے ہوئے پرندے کے متعلق خواہش کرے گا کہ یہ بھنا ہوا ہو کر اس کے ہاں آجائے تو وہ فوراً پختہ اور بھنا ہو کر اس کے ہاتھ میں حاضر ہو جائے گا جسے وہ جی بھر کر کھا جائے گا اس کے بعد وہی پرندہ اڑ کر چلا جائے گا ایسے ہی پانی کی خواہش کرے گا تو پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں آجائے گا جسے وہ سیر ہو کر پیئے گا اس کے بعد وہ گلاس اپنی جگہ پر واپس لوٹ جائے گا۔

رویت باری کے مراتب : یہ مراتب دیکھنے والوں کی استعداد کے مطابق ہوں گے جب بہشتی اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھیں گے تو بہشت کی تمام نعمتوں اور لذتوں کو بھول جائیں گے اس لئے کہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور اسی لذت کا اور کوئی لذت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حدیث شریف : میں ہے کہ اسئلك لذة النظر الى وجهك میں تیرے چہرے کو دیکھنے کا سوال کرتا ہوں۔

فائدہ : اس میں ان فقہاء کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہشت میں زیارت کا قائل کافر ہے ہاں اگر کہے کہ بہشت سے اس کی زیارت ہوگی تو کافر نہ ہوگا صاحب روح البیان نے فرمایا کہ آیۃ سے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ فقہاء کرام نے یہ بتائی کہ پہلے قول سے اللہ تعالیٰ کی رویت کا ظرف ماننا پڑے گا لیکن یہ کفر اس وقت لازم آئے گا جب قائل کا عقیدہ ہو کہ بہشت اللہ تعالیٰ کے لئے ظرف ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو کفر نہیں۔

ازالۂ وہم بہشت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں ہے اس لئے کہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے دنیا میں مقید ہونے کا قول کسی کا بھی نہیں۔ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لو (ورنہ معتزلہ کی طرح دیدار الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے)

ظاہر ہے کہ دیدار الٰہی اہل شہود کا نصیب ہے ورنہ اہل قیود دیدار حق سے محروم ہیں اگر دیدار ربانی کا مسئلہ

اسمعہ نہ آئے تو اس میں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ یہ مسئلہ حال کا ہے قال سے اسے کوئی تعلق نہیں۔

؎ ۔ ندانذ لذت این بادہ زاہد

زاہد اس شراب کی لذت کو نہیں جانتا۔

"وانتم فیہا خالدون" یہ التفات تشریفی ہے یعنی تم بہشت میں باقی اور دائمی طور رہوگے یعنی نہ تو تم وہاں سے نکالے جاؤگے اور نہ ہی اس میں موت آئے گی اس لئے کہ وہاں بقا و دوام نہ ہو تو عیش منغص اور سرور و فرحت میں کمی اور اشتہار و لذت کا نقص ہوگا اور تنعم کامل نہ ہوگا اور وہاں بھی خوف اور حسرت ہوگی اور یہ آخرت کی دائمی خوشی کے خلاف ہے بخلاف دنیا کے کہ اس میں فساد و تباہی ہوتی ہے اور دنیا کا عیش مکدّر اور اس کے منافع پُر ضرر ہیں ؎

جز حسرت و ندامت و افسوس روزگار
از زندگی اگر ثمرے یافتی بگو

ترجمہ ، زمانے میں حسرت و ندامت اور افسوس کہ زندگی سے کوئی ثمرہ پایا ہے تو بتا۔

تفسیر عالمانہ، "وتلک" یہ اشارہ جنت مذکورہ کی طرف اور مبتدا ہے۔ "الجنۃ" خبر ہے "التی" اور "ثمرہ" یہ وہ جنت ہے جو تم عطا کئے گئے ہو اور اس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے الامیراث یعنی میراث دنیا "بما" بار سببیہ ہے "کنتم تعملون" بسبب اس کے تم دنیا میں اعمال صالحہ کرتے تھے یعنی اب وہ وقت آگیا ہے جو محض فضل الٰہی سے اور اعمالِ صالحہ کی تقسیم کی وجہ سے تم بہشت میں ہمیشہ رہوگے اس لئے کہ تم نے گناہ نہیں کئے۔

نکتہ جزائے عمل کو میراث سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ عامل عمل کی جزا کا خلیفہ ہوتا ہے کیوں کہ عمل کے چلے جانے کے بعد عا۔۔۔اسمیت باقی رہے گا اس معنی پر عمل بمنزلہ مورث کے ہوگا اور اس کی بمنزلہ میراث کے ہوگی اور جناب کاشفی نے فرمایا کہ جزاء کو میراث اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ خالص اسی کو ملے گی اور صرف اسی کے قبضے میں دی جائے گی۔

میراث کا دوسرا مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن و کافر کے لئے علیحدہ علیحدہ ایک مقام بہشت میں اور ایک دوزخ میں پیدا فرمایا ہے پھر دوزخ میں مسلمان کا مقام کافر کو ملے گا اور بہشت میں مسلمان کو کافر کا مقام حاصل ہوگا۔

صوفیانہ تفسیر بعض مشائخ نے فرمایا کہ بہشت کے ثواب کو اعمال صالحہ کا بدلہ بتایا لیکن معرفت و دیدار و محبت و مشاہدہ کا کوئی عوض نہیں بیان فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اس کا اپنا انتخاب ہے اور ازل سے

ہی جس کو چاہا عطا فرمایا اور یہ دولت عارفین صدیقین کو نصیب ہوتی ہے اور سب کو معلوم ہے کہ بہشت مخلوق ہے اور اعمال صالحہ بھی اسی لئے مخلوق کو مخلوق (اعمالِ صالحہ) کی وجہ سے مخلوق (جنۃ) عطا فرمائی اور چونکہ معرفت و دیدار اور محبت کی کوئی شے عوض نہیں بن سکتی۔ اسی لئے اسے بلاعوض جسے چاہا عطا فرما دی۔

تفسیر عالمانہ لکم فیھا " تمہارے لئے بہشت میں طعام وشراب کے علاوہ " فاکھۃ کثیرۃ " بحسب انواع و اصناف نہ بحسب افراط بکثرت میوہ جات ہوں گے " الفواکہ " ہر وہ شے جسے انسان بہت زیادہ چاہے اور وہ اس کے نزدیک لذیذ ترین اور طبع کے بہت زیادہ موافق اور ابدان کو مناسب تر ہو اسی لئے اسے علیحدہ ذکر کیا منھا تاکلون اس کے بعض کو تم کھاؤ گے۔ ہم نے بعض کی قید اس لئے لگائی ہے کہ جتنا قدر جس وقت کھائیں گے وہ درختوں پر کھڑے ہوئے میوہ جات کا بعض ہوں گے اور وہ میوہ جات ان درختوں پر ہمیشہ لگے رہیں گے لمحہ بھر کے لئے بھی کوئی درخت میوہ سے خالی نہ ہو گا۔ ہمیشہ کے لئے درخت میوہ جات سے مزین اور بھرپور ہوں گے جتنا قدر درخت سے پھل کاٹے جائیں گے اتنا قدر فوراً اور پھل پیدا ہو جائیں گے۔ حدیث شریف میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: من بتعیضیہ ہے اور تقدیم تخصیص کی ہے اور یہ ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے اور حرف جار کا تقدم فاصلہ یا پہلے من کی طرح تخصیص کے لئے ہے اور میوہ جات صرف لذت کے لئے کھائے جائیں گے اس سے غذائیت مطلوب نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں بھوک لگنے پر کھایا جائے گا۔ بلکہ محض لذت کے طور۔

فائدہ: مطاعم ومشارب و ملابس کا تفصیلی طور ذکر اور پھر بار بار اس لئے ہے کہ انسان کو ہمیشہ ان اشیاء کا خطرہ رہتا ہے اس کی تسلی کے لئے ان کا ذکر بار بار ہوا تاکہ وہ اسے سکون و اطمینان حاصل ہو اگرچہ یہ اشیاء بہشت کی حقیر اور ادنیٰ ترین نعمتوں میں شمار ہوتی ہیں۔ نیز انسان کے شوق و فرحت کے اضافہ کے لئے بھی انہیں بار بار ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ انسان فطرتی طور ان اشیاء سے بہت خوش ہوتا ہے۔

فائدہ: فاسق و فاجر اگر مسلمان ہے اور اس نے دل و جان اسلام کو قبول کیا ہے تو وہ بھی اسی وعدہ میں داخل ہے کیوں کہ اہل سنت کے نزدیک بہشت کا داخلہ کے لئے صرف ایمان شرط ہے اعمال اس کی فرع ہیں بخلاف معتزلہ کے کہ وہ اعمال کو بھی ایمان کا جز مانتے ہیں) اگر چہ بظاہر اس وعدہ میں وہ داخل نہیں کیوں کہ قیامت میں فاسق وفاجر اپنے جرائم اور معاصی کی وجہ سے محزون و مغموم ہو گا لیکن اتنا قدر فاسق کا خروج از وعدہ ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں۔

خلاصہ کلام: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت میں بشارۃ صرف کامل مومنین کو ہے کیونکہ حقیقی طور انہوں نے ہی اسلام قبول کیا اور ناقص مومنین نے اگرچہ اسلام قبول کیا لیکن اس کے منافی اعمال کی وجہ

سے ایمان کمال کو نہ پہنچا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کامل مومن کے اوصاف میں یہاں پر تقویٰ کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس تقریر سے اگرچہ فاسق کے لئے دخول فی الجنۃ کی بشارۃ بطریق اتم نہیں لیکن ایمان کی دولت اور اس کی برکت سے کامل مومن کے حکم میں اسے ملحق سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی اس وقت جب ان سے حزن وملال کا انقطاع ہوگا (اور یہ انقطاع بعد شفاعت کبری وصغری کے بعد ہوگا۔)

سبق: عقلمند وہ ہے جو اعمال ظاہرہ وباطنہ کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرے اور اسے بہشت کے مطاعم ومشارب وملابس کی لالچ میں نہیں بلکہ ذات حق کی رضا کے لئے عبادت کرنی چاہیے کیوں کہ جن امور کے طمع میں عبادت کرتا ہے تو وہ مشاہدات کے طعام ومکاشفات کے شراب سے محروم رہے گا اور جس نے دنیا میں اشجار معارف سے میوجات نہیں کھائے تو وہ آخرت میں اذواق حقیقۃ کی لذت سے محرومی پائے گا۔ اور اذواق حقیقیہ صرف اولیاء اللہ اور متقین خاصان خدا کو نصیب ہوں گے۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

عشق می ورزم وامید کہ این فن شریف
چوں ہنرہائے دگر موجب حرمان نشود

ترجمہ: میں نے عشق اس لئے اختیار کیا کہ یہ فن شریف ایسا ہے کہ دوسرے امور کی طرح محرومی کا سبب نہیں۔

تفسیر عالمانہ ان المجرمین وہ لوگ اپنے جرائم میں پختہ اور مضبوط ہیں ان سے کفار ومشرکین مراد ہیں اس لئے کہ یہ ان اہل ایمان کے مقابلہ میں لائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جملہ آیات پر ایمان لاتے ہیں "فی عذاب جہنم" عذاب جہنم میں یہ "خالدون" کے متعلق ہے غیر منقطع عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسے اہل ایمان فاسق لوگوں سے عذاب جہنم منقطع ہو جائے گا جب کہ وہ جہنم میں داخل ہوں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے گنہگاروں کو بخش دے۔ لا یفتر عنھم ان سے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں معاف کیا جائے گا

حل لغات اہل عرب کے قول فترت عنہ الحمی قلیلا سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب بخار سے تھوڑا سا وقفہ مل جائے اور اس کی گرمی سے سکون حاصل ہو یہ ایسے الفاظ ضعف وہن (سستی) پر مستعمل ہوتے ہیں امام راغب نے فرمایا کہ الفتر بمعنی تیزی کے بعد سکون شدۃ کے بعد نرمی قوت کے بعد ضعف یعنی سست کرنا "وھم فیہ مبلسون" اور وہ اس میں نجات وراحت اور عقوبات کی خفت سے ناامید ہوں گے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ دوزخ کو دوزخ کے ایک صندوق میں بند کرکے اوپر سے ڈھک دیا جائے گا اور اسی عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا نہ وہ کسی کو دیکھ سکے گا نہ اُسے کوئی دیکھے گا۔

حل لغات تاج المصادر میں ہے کہ "الابلاس" یعنی ناامید ہونا اور شکستہ اور اندوہگین ہونا۔ المفردات میں ہے کہ الابلاس یعنی وہ حزن جو سخت ناامیدی سے عارض ہواسی سے ابلیس مشتق ہے اہل عرب کہتے ہیں "ابلس فلان" یہ اس وقت بولتے ہیں جب دلائل دے کر اپنے دعویٰ کے ثبوت سے بالکل مایوس ہو جائے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ اہل توحید اگر کسی وجہ سے دوزخ میں چلا بھی جائے تب بھی اسے دوزخ میں ہمیشہ تک نہیں رکھا جائے گا جیسا کہ خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عذاب میں بھی تخفیف ہو گی۔

حدیث شریف میں ہے انہیں اللہ تعالیٰ مٹا کر دوزخ سے نکال لے گا اور میت کو کچھ محسوس نہیں ہوتا اور نہ وہ درد ناک ہوتا ہے۔ وھم مبلسون یعنی خائبون اور یہ کفار کی صفت ہے اور اہل ایمان اگرچہ کسی عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں تب بھی رحمت ایزدی سے ناامید نہیں ہوتے گنتی کے دن گنتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دُکھ درد ٹل جاتے ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مومن کو دوزخ میں اگر جانا ہو گا تو اتنا قدر محسوس کرے گا جیسے دنیا میں کسی غم اور پریشانی میں مبتلا ہوا اس لئے کہ آخرت ہلاکت اور تباہی کا دن ہے اور توحید نجات کے لئے معاونت کرتی ہے۔ شاعر نے کہا ؎

عیب السلامة ان صاحبها ... متوقع القواصم الظہر
وفضیلة البلوی ترقبه
عقبی الرجاء و دورة الدھر

ترجمہ: سلامتی کا عیب یہ ہے کہ سلامت چاہنے والے کو کمر توڑ مصائب آتے ہیں۔
اور مصائب پر صبر کی فضیلت کی آخرت میں امید کرے اور دہر کے دور ایسے ہیں۔

؎
ہست در قرب ہمہ بیم و زوال
نیست در بعد جز امید وصال

ترجمہ، قرب میں بیم و زوال کا خوف ہے بُعد میں وصال کی امید کے سوا اور کیا ہے۔

تفسیر عالمانہ وما ظلمناھم اور دوزخ میں ڈال کر ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ ولکن کانوا ھم الظالمین لیکن وہ خود ظالم تھے معاصی و کفر کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو دوزخ کے دائمی عذاب میں پیش کیا اور "ھم" ضمیر فصل کا ہے یہ بصریوں کا مذہب ہے وہ اس لئے فصل کی ہے کہ وہ اپنے مابعد کے متعلق صفت اور خبر کے درمیان فرق بتاتی ہے اور کوفی اسے ضمیر العماد کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے مابعد کی حفاظت کرتی ہے

کہ کہیں وہ خبریت سے ساقط نہ ہو جائے جیسے گھر کے ستون چھت کو گرنے سے بچاتے ہیں۔ ونادوا یا مالک
اور کفار دوزخ کے مالک نامی فرشتے کو پکار کر کہیں گے کہ اے مالک اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لیقض
علینا ربک تاکہ وہ ہمارے متعلق کوئی فیصلہ فرمائے یعنی وہ ہم پر موت طاری کردے تاکہ ہماری جان چھوٹ جائے۔
تقضی علیہ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی پر موت طاری ہو جائے اب معنی یہ ہوا کہ ہمارے لیئے اللہ تعالیٰ سے ہمارے
فیصلۂ موت کا سوال کیجئے اور یہ ان کی ناامیدی کے منافی نہیں اس لئے کہ یہ چیخنا چلانا اور موت کی آرزو کرنا محض شدۃ
عذاب سے ہوگا۔ ۵ قال مالک فرشتہ علیہ السلام انہیں چالیس سال کے بعد جواب دیں گے۔ ایک روایت میں
سو سال ایک اور روایت میں ایک ہزار سال وارد ہے۔

فائدہ: تبیان میں ہے کہ یہاں چالیس روز مراد ہیں لیکن دن بھی اسی عالم آخرت کا مراد ہے جواب کی تاخیر ان
کے عذاب اور حزن وملال کے اضافہ کے لئے ہوگی۔ انکم ماکثون بے شک تم اسمیں ٹھہرے رہوگے یہ المکث سے
ہے بمعنی الثبات مع انتظار یعنی تم اسی عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہوگے تمہارے لئے نجات کا امکان بھی ختم ہے نہ تم پر موت
ہے اور نہ ہی کوئی اور طریقہ بس اب چیختے اور چلاتے رہو ان کا چیخنا چلانا گدھے کی آواز کے مشابہ ہوگا کہ پہلے
باریک پھر بھاری۔ لقد جئناکم بالحق بے شک ہم تمہارے ہاں دنیا میں رسل کرام علیہم السلام بھیج کر کتب آسمانی
نازل کرکے حق لائے" یہ خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخ وتقریع کے طور ہوگا اور مالک فرشتہ علیہ السلام
کے جواب کی تقریر وتاکید کے لئے ہے اور انہیں دائمی عذاب میں مبتلا رہنے کا سبب بتایا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہم تمہارے ہاں دین قویم لائے تم نے اسے قبول نہ کیا اس لئے کہ
اکثر انسان کی طبائع باطل کی طرف مائل ہوتی ہیں چنانچہ فرمایا۔

تفسیر عالمانہ

ولکن اکثرکم للحق کارھون لیکن تمہارے اکثر حق سے کراہت کرنے والے ہیں اسی لئے حق
کو قبول نہیں کیا بلکہ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ اس سے جوارح ونفس کو بوجھ محسوس ہوتا
ہے بنابریں کفار کے کل افراد حق سے نہ صرف کراہت کرتے بلکہ اس سے دور بھاگتے ہیں یہ عام تفاسیر میں ہے لیکن
اس کی تفسیر حقیقی وہی ہے جو تاویلات نجمیہ میں ہے جسے ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

حل لغات

الکراھتہ، کرہ الشیٔ (بالکسر) سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو کسی شے
کا ارادہ نہ ہو۔

تفسیر صوفیانہ

آیۃ میں اشارہ ہے کہ حق سے نفرت کرنا کفار کی عادت ہے حق کی ہر میٹھی اور کڑوی بات
کا قبول کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیکار نہیں بنایا بلکہ اس کی
ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان کی جانشینی کے لئے اولیاء کرام کو منتخب فرمایا لیکن ان کے
اکثر علاج کو قبول نہیں کرتے اس کے علاج کے لئے توحید نافع تر ہے

بیمار نے ڈاکٹر کو تندرست بنا دیا حضرت شبلی قدس سرہ بیمار ہوئے تو انہیں ہسپتال داخل کرایا گیا علی بن عیسیٰ وزیر نے بادشاہ وقت کو اطلاع دی تو بادشاہ نے چوٹی کا ڈاکٹر بھیجا جو مذہباً نصرانی تھا اس نے حضرت شبلی قدس سرہ کے معالجہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ڈاکٹر نے حضرت شبلی قدس سرہ سے عرض کی کہ حضرت میں نے اپنی طرف سے بڑا زور لگایا اور یقین فرمائیے کہ اگر آپ کی صحت و عافیت کے لئے مجھے اپنے جسم کا ٹکڑا کاٹ کر دوا کے طور پیش کرنا پڑتا تو میں کبھی گریز نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی صحت ہو جائے گی اگر آپ میرے لئے بجائے جسم کے ٹکڑے کاٹنے کے زنار کفر توڑ دیں۔ ڈاکٹر نے سنتے ہی فوراً پڑھا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبدہ و رسولہ" بادشاہ نے کہا کہ ہم نے بیمار کے ہاں ڈاکٹر کو بھیجا تھا کیا خبر تھی کہ الٹا بیمار ڈاکٹر کا علاج کر کے اسے دائمی مرض کفر سے نجات دلادی۔

حکایت دیگر اسی طرح کی ملتی جلتی ایک اور حکایت مشہور ہے کہ حضرت نجم الدین اصفہانی مکہ معظمہ میں ایک نیک بخت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے گھر سے تشریف لائے نماز کی فراغت کے بعد جب اس نیک بخت کو قبر میں دفنایا گیا اور تلقین کنندہ قبر کے سرہانے تلقین کے کلمات پڑھنے بیٹھا تو حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ ہنس پڑے حالانکہ آپ کی ہنسنے کی عادت نہیں تھی آپ سے آپ کے بعض دوستوں نے ماجرا پوچھا تو پہلے تو آپ نے انہیں جھڑ کا لیکن بعد کو فرمایا کہ میں صاحب قبر کی گفتگو سے ہنسا اس لئے کہ تلقین کرنے والا آپ کو تلقین کرنے لگا تو وہ بزرگ فرمارہے تھے کہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔

سبق اس سے (وہابیوں نجدیوں دیوبندیوں) کے غلط عقیدہ کا رد ہوا کہ مردے نہیں سنتے یا وہ کچھ نہیں کر سکتے بلکہ اس سے الٹا ثابت ہوا کہ ہم عوام درحقیقت مردے ہیں اور اللہ والے اگر عالم دنیا سے رخصت ہو جائیں تب بھی زندہ ہیں اس لئے کہ جس کا قلب ذکر الٰہی سے غافل ہو تو اس کی روحانیت مرجاتی ہے اور وہ بندہ زندہ ہو تب بھی حقیقت میں وہ مردہ ہے ایسے لوگ نفس کی دوزخ میں دائمی عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی انہیں ہجر و فراق الٰہی کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اسے نفسانیت کسی قسم کا فائدہ نہ دے گی پھر جب وہ اپنے آپ کو نفع نہیں دے سکتا دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائے گا۔

ہاں جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ اگرچہ دنیا سے رخصت (یعنی مرجاتے ہیں) تب بھی وہ حقیقتہً زندہ ہوتے ہیں۔

رد وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ وغیرہم ہم اہل سنت کہا کرتے ہیں کہ اولیاء کرام مرتے نہیں بلکہ قلب مکانی فرماتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے

کون کہتا ہے کہ ولی مر گیا
وہ دنیا سے چھوٹا اور اپنے گھر گیا

یہی عقیدہ صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ:

لان المومنين الكاملين لا يموتون بل ينقلون من دار الى دار ص ۳۹۴ ج ۸

ترجمہ: اہل ایمان کاملین (اولیاء) مرتے نہیں بلکہ وہ ایک دار (دنیا) سے منتقل ہو کر دوسری دار (آخرت) میں چلے جاتے ہیں۔"

ایسے اولیاء کرام قلب کی جنت میں وصال کی نعمت سے سرشار ہوتے ہیں انہیں ان کے اعمال و احوال کی جزاء نصیب ہوتی ہے اس جزا سے وہ وافر حصہ حاصل کرتے ہیں پھر وہ خود بھی اپنے اعمال و احوال سے نفع پاتا ہے دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے۔

رد وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ اولیاء وصال یعنی مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے اذن و عطا سے اس کی مخلوق کو نفع اور فائدہ پہنچاتے ہیں یہی عقیدہ صاحب روح البیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

وله تاثير في نفع الغير ايضاً بالشفاعة ونحوها ما اشار اليه قوله تعالى فالمدبرات امرا۔

ترجمہ: نفع غیر کو نفع دینے کی تاثیر اسکو حاصل ہے کہ شفاعت وغیرہ سے فائدہ پہنچائیں جیسے فالمدبرات امرا میں اشارہ ہے۔

شیخ سعدی قدس سرہ کا عقیدہ بھی یہی ہے جو مذکور ہوا چنانچہ فرمایا کہ ؎

مشو برگ ز امداد اہل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: اہل دل کی موت کے بعد ان کی امداد سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ مرد خدا آگاہ کی نیند بھی بیداری ہے۔

سبق اسی سے ان ریاکار پیروں فقیروں مولویوں کا حال سمجھنا دشوار نہیں کہ لوگوں کو تلقین اور وعظ کرتے پھرتے ہیں لیکن خود محروم ہیں کیونکہ وہ مردہ ہیں اور مردے کو روح حقیقی کی ضرورت ہے۔ اور جب وہ خود مردہ ہیں تو پھر وہ دوسرے اہل اموات (عوام) کو کیا روح پھونکیں گے اگرچہ بظاہر پھونکیں بھی تو بے سود کیونکہ ان کی پھونک میں اثر نہیں کیونکہ یہ اہل ولادت ثانیہ (ولایت) سے نہیں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں علم و معرفت و شہود سے زندہ فرمائے اور ہمیں جہل و غفلت و قیود سے بچائے۔ آمین۔

تفسیر عالمانہ انہ ابرموا (۴۲،۲۱۷م) بمعنی "احکام الامر" ابرم الحبل سے ہے۔ یعنی

" تردید فصل " یہ نیا جملہ اور ام منقطعہ ہے اس میں بل انتقالیہ کا معنی ہے اہل نار کو توبیخ کی جا رہی ہے ہمزہ انکار کے لئے ہے اگر ابرام سے حقیقی احکام مراد ہو تو انکار الوقوع اور اس سے استبعاد مراد ہوگا اگر اس سے صوری احکام مراد ہو تو انکار سے الواقع اور اس کا استقباح مراد ہوگا یعنی مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کا معاملہ پکا کر لیا " فانا مبرمون " تو ہم اپنی تدابیر کو پختہ اور مضبوط کر چکے ہیں یا یہ معنی ہے کہ اگر وہ ظاہری طور مکر و فریب کر رہے ہیں تو ہم نے حقیقی تدبیر مضبوط کر لی ہے اسی طرح اور مقام پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ام یریدون کیدا فالذین کفروا هم المکیدون " کفار اپنی مجلسوں میں حضور علیہ السلام کے متعلق سرگوشی کرتے اور آپ کی ایذا کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ لیتے تھے ۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ جیسے انہوں نے " دار الندوہ " میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا منصوبہ بنایا وغیرہ وغیرہ ۔

تفسیر صوفیانہ آیۃ میں اشارہ ہے کہ مخلوق کے جملہ امور جتنا ہی یقینی ہوں لیکن ضروری نہیں کہ انہی کی تدبیر کے مطابق سرانجام پائیں بسا اوقات وہ اپنے امور کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے ہوتے ہیں تو اچانک معاملہ برعکس ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ صانع حقیقی کے وجود کی واضح تردیل ہے

تفسیر عالمانہ ام یحسبون کیا کفار گمان کرتے ہیں انا لا نسمع سرھم وہ خیالات جو انہوں نے مکر و فریب کے طور تیار کئے ہم نہیں سنتے ہم جانتے ہیں کیوں کہ ان کی تکذیب حق ان کے ان خیالات کی ترجمانی کرتی ہے ۔ و نجواھم اور ان کے ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو آپس میں فخر و مباہات یا مشورہ کے طور ایک دوسرے کو کہتے ہیں یہ " ناجیۃ " سے ہے بمعنی سارۃ " دراصل زمین کی اس جگہ کو کہتے ہیں جو اپنے سے نیچے والی جگہ سے علیحدہ ہو ۔ " بلیٰ " ہاں ان کی جملہ کارروائیوں کو ہم سنتے اور ان سے مطلع ہیں ۔ " و رسلنا " اور ہمارے وہ فرشتے جو ان کے اعمال کے محافظ وہ جہاں بھی ہوں وہ ان کے ساتھ رہتے ہیں " لدیھم " ان کے نزدیک یکتبون لکھتے ہیں ان کے وہ جملہ افعال و اقوال جو ان سے سرزد ہوتے ہیں منجملہ ان کے ان کی یہی مکر و فریب کی کارروائی بھی ہے پھر ان کی جملہ کارروائیاں قیامت میں ان کے سامنے پیش کی جائیں گی جب ہر پوشیدہ امر فرشتوں سے مخفی نہیں رہتا تو پھر عالم الغیب سے کب پوشیدہ رہ سکتا ہے اس جملہ کا اس جملہ پر عطف ہے جس کی لفظ " بلیٰ " ترجمانی کرتا ہے ۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے کہ وہ ان کے احوال خود بھی سنتا ہے اور فرشتوں کی کتابت اعمال سے بھی جانتا ہے ڈرایا اس لئے ہے کہ عموماً بندے غفلت میں ہوتے ہیں اگر بندہ اپنے پروردگار سے باخبر ہو تو اسے غیر اللہ سے نہ ڈراتا ۔ اور جسے معلوم ہوگا

ع رسی کے تلے کے بار بار لوٹا کر مضبوط کرنا : ۱۲ :

کہ اس کے اعمال لکھے جاتے ہیں اور اس سے حکم الٰہی کے تقاضا پر عمل کرنے نہ کرنے کے متعلق سوال ہوگا اگرچہ گناہ صغیرہ بھی کیوں نہ ہو۔ (تو پھر وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا)

فائدہ: حضرت ابوبکر بن طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو اپنے سے حیا کرنے کا اور بعض کو کراماً کاتبین سے حیا کرنے کا فرمانے سے ڈرایا جو شخص صرف ذات الٰہی کے سے حیا میں مستغرق ہوگا تو وہ کراماً کاتبین کے حیا سے مستغنی ہو جائیں گے اور یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے اپنے گناہوں کو لوگوں سے چھپایا اور اللہ تعالیٰ سے حیا نہ کیا۔ تو اس نے تحقیر کی اور یہ منافقت کی علامت ہے حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے اپنی گلستان میں لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کی بخشش نے ایک گمراہ کو ہدایت کی روشنی سے نوازا کہ وہ اہل دل لوگوں کے زمرہ میں آگیا تو ان قدسی نفوس کے صدقہ سے اس کے مذموم اخلاق و عادات محمود عادات و اخلاق سے تبدیل ہوگئے یہاں تک کہ ہوا و ہوس سے پاک ہو گیا لیکن طعن و تشنیع والوں نے کہا وہ برائیوں میں مبتلا رہا لیکن اب توبہ کی تو کیا فائدہ اس کی یہ نیکی کبھی قبول نہ ہوگی۔ سچ ہے کہ توبہ سے بندہ خدا سے نجات پا سکتا ہے لیکن لوگوں کے طعنوں سے نہیں بچ سکتا جب لوگوں نے اسے طعن و تشنیع سے ستایا تو اپنے مرشد کو عرض کی تو انہوں نے فرمایا بندۂ خدا تو شکر کر اب بیٹے تجھے سمجھتے ہیں تو ویسا نہیں اس سے تو بہتر ہے کہ لوگ تجھے نیک کہتے حالانکہ تو برا ہوتا اس کے برعکس میرا حال دیکھ کہ غایت نقصان میں ہوں لیکن مجھے لوگ اچھا سمجھتے ہیں ؎

انی لمستتر من عین جیرانی

واللہ یعلم اسراری

ترجمہ: بے شک میں ہمسائیگان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوں حالانکہ میرا اللہ تعالیٰ ہی میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔

۱ در بستہ بروئے خود زمردم

تا عیب نگسترند ما را

۲ در بستہ چہ سود عالم الغیب

دانائے نہان و آشکارا

ترجمہ ۱: لوگوں سے دروازہ بند کیا جائے تاکہ وہ ہمارے عیوب سے آگاہ نہ ہوں

۲: ایسے دروازہ بند کرنے کا کیا فائدہ وہ عالم الغیب پوشیدہ اور ظاہر کو سب کو جانتا ہے۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ کراماً کاتبین چھوٹا بڑا اور ظاہر اور مخفی ہر عمل لکھ لیتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ کیا کراماً کاتبین غیب جانتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں سائل نے عرض

کی تو پھر وہ قلب کے عمل کو کیسے لکھتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ قلب کے عمل کی ایک نشانی ہوتی ہے جس کے آثار چہرے پر نمایاں ہوجاتے ہیں تو اس کی خوشبو مشک کی طرح مہکتی ہے اسے کراماً کاتبین لکھتے ہیں اگر برائی ہوتی ہے تو خود تو قلب پر جم کر رہ جاتی ہے لیکن اس کی بدبو باہر نکلتی ہے اس علامت سے کراماً کاتبین ہر نیکی و برائی کو لکھتے ہیں۔

فائدہ: شیخ عزالدین رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالسلام نے فرمایا کہ اندرونی حالت کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔

مسئلہ: شرح الطریقہ میں ہے کہ بیت الخلاء میں گفتگو کرنا مکروہ ہے ایسے ہی قضاحاجت کے وقت بھی اس لئے کہ ملائکہ کو ایسی حالت کی گفتگو لکھنے سے تکلیف ہوتی ہے

مسئلہ: قضا حاجت کے وقت اگر کوئی السلام علیکم کہے تو اس کا جواب دل میں دینا چاہیے زبان سے وعلیکم السلام کہنا مکروہ ہے اس لئے کہ زبان کا عمل فرشتے لکھتے ہیں اور انہیں ایسے وقت کے کلام لکھنے سے ایذا پہنچتا ہے اور قلب کے عمل کے لکھنے پر وہ مامور نہیں اور نہ وہ لکھتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور فرمایا کہ خفی ذکر قلب کی ریحان ہے اور ذکر خفی وہ ہے جو ملائکہ سے مخفی ہے جس سے آواز کو دخل نہ ہو اور یہ صرف حضور علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ ان اولیاء کرام کو بھی ایسا ذکر خفی نصیب ہوتا ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہیں اور پیارے بندوں کی توفیق کو خود جانتا ہے۔

تفسیر عالمانہ "قل" اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو فرمائیے۔ ان کان للرحمٰن ولد اگر بالفرض والتقدیر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی جیسے کفار کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں۔ فانا اول العابدین تو میں سب سے پہلا ہی اس کی اولاد کا عبادت گزار ہوتا اور سب سے پہلے میں ہی اس کی اولاد کی تعظیم اور فرمانبرداری میں سبقت کرتا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام شیئون کو سب سے زیادہ جانتے ہیں کہ کون سے امور ان کے لئے جائز ہیں اور کونسے ناجائز۔ اور کون سے امور اس کے حقوق میں ضروری ہیں اور کسی کی اولاد کی تعظیم پھر اس کے حقوق میں شامل ہے یعنی حضور علیہ السلام نے کافروں کو فرمایا کہ اگر کسی قوی حجت سے اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت ہوجائے جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ تو سب سے پہلے میں ہی اس کی تعظیم اور اس کی اطاعت کروں گا۔ کیوں کہ اس کی اولاد کی تعظیم درحقیقت اس کی تعظیم اور اس کی فرمانبرداری درحقیقت اس کی فرمانبرداری ہے اس لئے کہ داعی الی الفعل کو اس کی طاعت و تعظیم میں سب سے اوّل واسبق ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونا قطعی ہے اس کے لاوقوع کو وقوع میں لاکر ان کی تبکیت واسکات اور الزام میں مبالغہ کیا گیا ہے۔

ازالہ وہم لفظ ان اگرچہ امور ممکنہ پر مستعمل ہوتا ہے لیکن مجازاً محال و ممتنع پر اس کا اطلاق ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی اولاد کا ہونا ممتنع ہے تو پھر اولاد کو اس کی طرف منسوب کرکے اس کی

پرستش بھی ممتنع ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ذکر صرف تمثیل اور مبالغہ کے طور پر ہے تاکہ انہیں یقین ہو کہ جب اس کے لئے اولاد ممتنع ہے تو پھر اس کے غیر کی پرستش بھی ممتنع ہونی چاہیے۔

فائدہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں کفار کے ساتھ استہزاء مطلوب ہے اور ظاہر کرنا ہے کہ وہ ایسے کم عقل اور جاہل ہیں اب معنی یہ ہوا کہ فرمائیے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی جیسے تم کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے تو پھر میں ہی اس کی پرستش کرنے میں تم سے سبقت کر جاتا لیکن نہ وہ اس کا بیٹا ہے نہ میں اس کی پرستش کرتا ہوں۔ فلہٰذا تم بھی نہ اسے اس کا بیٹا سمجھو اور نہ اس کی عبادت کرو۔

اول کائنات کون

ہم اہل سنت عقیدہ رکھتے ہیں کہ کل کائنات سے پہلے نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا بلکہ ہر شے سے پہلے ہی حضور علیہ السلام نے توحید کا اعلان فرمایا

چنانچہ یہی عقیدہ صاحب روح البیان قدس سرہ نے دو صدی پہلے یوں بیان فرمایا کہ

قال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ اول ماخلق اللہ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم قبل کل شے واول من وحد اللہ تعالیٰ ذرۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم واول ماجری بہ القلم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فانا اول العابدین احق بتوحید اللہ وذکر اللہ"

روح البیان صـ ۳۹۶ ج ۸ تحت آیت ہذا

"امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا فرمایا سب سے پہلے توحید کی گواہی دی تو آپ نے اور سب سے پہلے قلم نے لکھا لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ اسی لئے فرمایا میں سب سے پہلا عبادت گزار ہوں اور توحید الٰہی اور ذکر الٰہی کا میں ہی زیادہ حق دار ہوں۔"

تفسیر عالمانہ : سبحان رب السموات والارض رب کی اضافت سب سے قوی اور بڑی مخلوق کی طرف مضاف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ ان بڑی اور قوی مخلوق اور ان کے اندر ہر چھوٹی بڑی شے کا پروردگار اور مالک ہے جب یہ اشیاء اس کی مملوک ہیں تو پھر اس کا جز کیسے ہو سکتی ہیں وہ تو ایسے نقص سے پاک ہے۔ رب العرش وہ عرش کا رب ہے لفظ رب کا تکرار اس لئے ہے تاکہ عرش کی عظمت کا اظہار ہو۔

"عما یصفون" اس صفت سے جو اس کے لئے بیان کرتے ہیں یعنی اولاد سے۔

فائدہ : بحر العلوم میں ہے کہ ان بڑے اور قوی اجسام کے پروردگار کی تسبیح بیان کرو اس لئے کہ ان کی تربیت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے پروردگار کی تسبیح کی جائے اور ان اوصاف سے اس کی تنزیہ بیان کی جائے جن سے کفار اسے موصوف کرتے ہیں مثلاً اس کے لئے اجسام کی صفات بیان کرنا وغیرہ وغیرہ اس لئے کہ جو اجسام کے صفات سے

موصوف ہو وہ اتنا بڑی اور قوی اشیاء نہیں پیدا کرسکتا اور نہ ہی ان کی تربیت کرسکتا ہے اور نہ ہی دیگر جملہ امور کی تدبیر فرما سکتا ہے " فذرھم " جب کفار نے ایسے واضح اور روشن دلائل بھی سنے تب بھی انہیں اعتبار نہیں تو انہیں چھوڑ دیجئے۔ یخوضوا تاکہ وہ اباطیل واکاذیب میں شروع رہیں الخوض بمعنی پانی میں جانا اور گزرنا پھر استعارۃً امور میں شروع ہونے کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں ہر جگہ ان امور کے لئے مستعمل ہوا ہے جن کی شریعت مطہرہ نے مذمت کی ہے۔ (المفردات۔) ویلعبوا " اور اپنے دنیوی امور میں کھیلیں کودیں اس لئے کہ ان کے جملہ افعال واقوال جہل ولعب پر مبنی ہیں۔ فعل کا مجزوم ہونا امر کے جواب کی وجہ سے ہے

حل لغات

اہل عرب " لعب فلان " اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو ایسے فعل میں مصروف دیکھیں کہ جس سے کوئی صحیح مقصد حاصل نہ ہو۔

فائدہ : اہل عرب فرماتے ہیں جس کھیل کود میں لذت نہ ہو اسے عبث کہا جاتا ہے اور جس میں لذت ہو اسے لعب سے تعبیر کیا جاتا ہے " حتی یلاقوا " یہاں تک کہ ملیں گے یعنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ یومھم الذی یوعدون اسی دن کو جس کا آپ کی زبان مبارک سے انہیں وعدہ دیا گیا ہے یعنی وہ دن جس کی حاضری کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے اس لئے کہ انہیں اسی دن کے متعلق شک اور انکار تھا اور موت کا تو انہیں یقین تھا ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ موت کے بعد قیامت کا دن فوراً قائم ہوجاتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو مرجاتا ہے تو اس کے لئے قیامت قائم ہوجاتی ہے اس معنی پر ان کے غور وخوض اور لہو ولعب کا منتہی قیامت کے دن کو کہا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

آیۃ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اب وہ اپنی اس عادت سے باز نہیں آئیں گے نیز اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کئی اقسام پر پیدا فرمایا بعض انہیں وہ ہیں جو بہشت کے لئے پیدا کئے گئے۔ انہیں اسی طرح کی استعداد پیدا کی گئی کہ وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ اور شریعت کی پابندی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے خوگر ہوتے ہیں اور بعض انہیں دوزخ کے لئے پیدا ہوئے تو ان میں دوزخ کی استعداد پیدا کی گئی کہ وہ دعوت اسلام کے انکار وجحود اور اسے رسوا کرنے کے درپے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نفسانیہ حیوانیہ کی طبعیت کی طرف سپرد کردیتا ہے جس سے لہو ولعب اور لایعنی امور میں غور وخوض کی طرف ان کا میلان ہوتا ہے۔ ان کے بعض کو قربت ومعرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہے ان میں قربت ومعرفت کے لئے محبت وصدق وتوکل ویقین اور مشاہدات ومکاشفات ومراقبات اور ترک شہوات پر جد وجہد کرنے اور انواع مجاہدات وتسلیم تصرفات ارباب الموقفات کی مساعی کی عادات پیدا کی جاتی ہیں۔

بہلول دانا کو چھوٹے بچے کی نصیحت

حضرت بہلول رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے چوک پر بچوں کو اخروٹ اور بادام وغیرہما سے کھیلتا دیکھا ان میں ایک علیحدہ ہو کر ان کو دیکھ کر رو رہا تھا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لڑکا خالی ہاتھ اور غریب زادہ ہے اسی لئے بطور حسرت رو رہا ہو گا میں نے جا کر پوچھا بچہ تو کیوں روتا ہے کیا تمہارے پاس اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو میں تیرے لئے اخروٹ و بادام وغیرہما خرید کر لاؤں تاکہ تم بھی ان بچوں کے ساتھ کھیل سکو میری طرف تیز نگاہ دوڑائی اور فرمایا اے بے عقل کیا ہم کھیل وکود کے لئے پیدا کئے گئے ہیں میں نے پوچھا تو کس لئے پیدا کئے گئے ہیں اس نے کہا علم و عبادت کے لئے میں نے پوچھا تم نے کیسے معلوم کر لیا اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کا ارشاد گرامی۔ افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون سے سمجھا ہے

ابراہیم بن ادھم نے شاہی تخت کیوں چھوڑا

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شاہی اور تخت اور اہل وعیال سے اور جاہ و جلال اور دنیا و دولت کو اس لئے چھوڑا (حالانکہ وہ تو بہت بڑے بادشاہ تھے) کہ وہ ایک دن شکار کے لئے نکلے تو آپ کے سامنے لومڑی اور خرگوش بھاگا آپ اسے تلاش کر رہے تھے کہ اچانک ہاتف نے آواز دی کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے یا اس پر مامور ہو۔ پھر اس کی زین سے آواز آئی کہ نہ تم اس کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور اس کے لئے مامور ہو یہ سنکر حضرت ابراہیم بن ادھم گھوڑے سے اترے اور اپنے داعی کے پاس جا کر اس سے اس کا لباس ادنیٰ لے کر پہنا اور گھوڑا اور جملہ سامان شکار اس کے سپرد کر دیا۔ جنگل کی راہ لی پھر جملہ علم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا مرتبہ عطا فرمایا۔

سبق ماسوی اللہ کے ساتھ مشغول ہونا لہو و لعب ہے اس لئے کہ اس میں کوئی مقصد صحیح نہیں کیونکہ انسان کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ والے کل کائنات سے فارغ ہو کر خالق کل کائنات کی طرف راجع ہوتے ہیں ؂

دلا ترک ہوا کن قرب حق گر آرزو داری
کہ دور افتد حباب از بحر در کسب ہوا کردن

ترجمہ :- اے دل اگر تجھے قرب الٰہی کی تمنا ہے تو خواہشاتِ نفسانیہ کو ترک کر دے اس لئے کہ حباب دریا سے اس وقت دور پڑتا ہے جب وہ اپنی کی خواہش پوری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مشغولوں سے بنا لے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ وھو الذی فی السماء الٰہ اور وہ اللہ تعالیٰ جو آسمان میں ہے وہی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے آسمان میں ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ آسمان والے ملائکہ کا معبود ہے اور اس سے آسمان قائم ہے اس کا معنی یہ نہیں کہ آسمان میں حلول کرنے والا یا اس میں مقیم ہے و فی الارض الٰہ اور زمین میں وہی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے یعنی وہی زمین والوں یعنی انس و جن کا معبود ہے بلکہ کافروں کے معبودوں کا بھی معبود ہے اور اہل ارض کا صرف وہی قاضی الحاجات ہے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ زمین میں حلول کرنے والا یا اس میں مقیم ہے۔

فائدہ: دونوں ظرف الٰہ کے متعلق ہیں کیونکہ یہاں پر الٰہ معبود برحق مراد ہے یا یہ معبود برحق کے معنی کو متضمن ہے جیسے کہا جاتا ہے ھو حاتم اس سے سخی مراد ہوتا ہے اور حاتم کا نام لیکر سخی اس لئے مراد لیا گیا ہے کہ وہی سخاوت میں مشہور تھا بعض قرأتوں میں ھو الذی فی السماء اللہ و فی الارض اللہ وارد ہوا ہے اور سورہ انعام میں ہے کہ ھو اللہ فی السموٰت و فی الارض یعنی آسمانوں اور زمینوں میں وہی واجب الوجود اور وہی عبادت کا مستحق ہے اسم موصول کا راجع ضمیر مبتدا محذوف ہے تاکہ عبارت طویل نہ ہو دراصل عبارت یوں تھی وھو الذی ھو فی السماء وھو الحکیم العلیم اور وہی حکیم علیم ہے گویا یہ ماقبل کے طور لایا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو ذات کمال حکمت و علم سے موصوف ہے صرف وہی الوہیت کا مستحق ہو سکتا ہے اس کے غیر کو ایسا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا حکیم وہ ہے جو عالم اور اس کے اہل کی تدبیر کی حکمت والا اور ازل و ابد سے ان کے جمیع احوال کو جانتا ہے۔

"وتبارک" اور اولاد اور شریک سے پاک اور زوال و انتقال سے منزہ اور اس کا ذکر برکت والا ہے اور اس کے شکر سے حصول نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ الذی یہ تبارک کا فاعل ہے لہ ملک السموٰت والارض آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اسی کی ہے "وما بینھما" اور جو ان کے مابین ہے ہمیشہ ہونے والی اشیاء ہوں۔ یا گاہے گاہے جیسے پرندے اور بادل وغیرہا۔

حکایت ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے شکار کے لئے اپنے باز کو چھوڑا اور وہ آسمان کے اوپر اڑتا چلا گیا یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اس کی واپسی سے مایوسی کے بعد لوٹا اور اس کے منہ میں مچھلی تھی ہارون الرشید نے علماء کرام کو بلا کر ماجرا پوچھا تو مقاتل نے فرمایا اے امیر المومنین تیرے دادا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آسمان کے خلاء میں بھی بڑی مخلوق آباد ہے اور اسمیں جانور ہیں جو انڈے بھی دیتے ہیں اور بچے بھی جنتے ہیں اور وہ مچھلی کی شکل میں ہیں ان کے پر ہیں لیکن ان سے اڑ نہیں سکتے یہ مچھلی انہی سے ہے ہارون الرشید نے مقاتل سے یہ روایت سنی اور اسے انعام سے نوازا (کذا فی حیوۃ الحیوان)

وعندہ علم الساعۃ اور اس کے ہاں ساعۃ کا علم ہے یعنی وہ گھڑی جسمیں قیامت ہو گی اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا وہاں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ بتا دے) (والیہ ترجعون) اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

یہ التفات تہدیدی ہے، یعنی جزاء کے لئے لوٹائے جاؤ گے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی حاضری کے لئے مستعد رہو۔

تفسیر صوفیانہ حضرت مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اختیاراً و اضطراراً، لوٹائے جاؤ گے اہل سعادت قدم شوق و محبت و عبودیت کی وجہ سے اختیاراً لوٹائے جائیں گے اور اہل شقاوت اضطراری موت سے لوٹائے جائیں گے یہاں تک کہ انہیں بیڑیاں اور زنجیر ڈال کر جہنم کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

فائدہ : صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ کبھی اضطراری رجوع نافع ممدوح اور مقبول ہوتا ہے وہ اسطرح کہ بندے کو جذبۂ الٰہیہ سے نرمی کے ساتھ کھینچ کر بارگاہ حق میں لایا جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے اکثر بزرگوں کے ساتھ ہوا ہے۔

حکایت حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں ایک مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور دوگانہ پڑھ کر مسجد کے کونہ میں بیٹھ گیا اور مجھے اپنی طرف بلایا جب میں ان کے ہاں پہنچا تو مجھے فرمایا کہ میرے دیدار الٰہی کا وقت قریب آگیا ہے اور ابھی میں نے دوستوں کو ملنا ہے پھر جب تم میرے کفن و دفن سے فراغت پاؤ تو ایک نوجوان گانے بجانے والا تیرے ہاں حاضر ہوگا اسے میری گودڑی اور عصا اور لوٹا دے دینا تو میں نے کہا گانے بجانے والے کو یہ کیسے ہوسکتا ہے انہوں نے فرمایا کہ وہ خدمت الٰہی کرنے سے میرے اس رتبہ ومقام کو پہنچ گیا ہے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ فوت ہوگیا اور ہم ان کی تجہیز وتکفین اور تدفین سے فارغ ہوگئے تو ہمیں مصر کا ایک نوجوان ملا اور ہمیں السلام علیکم کہہ کر فرمایا اے ابو القاسم میری امانت کہاں ہے میں نے کہا کہ اصل بات کیا ہے اس نے کہا کہ میں شراب خانے میں سرمست تھا کہ اچانک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے فلاں تم حضرت جنید کے پاس جاؤ اس سے امانت حاصل کرو اور وہ فلاں جگہ پر جاچکے ہیں اور وہ امانت انہیں فلاں ابدال نے دی ہے۔ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا میں نے وہ امانت اس کے سپرد کر دی ہے اس نے کپڑے اتارے اور غسل کر کے فقیر کی گدڑی پہن کر شام کے ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔

فائدہ اسی حکایت سے معلوم ہوا کہ اس گانے بجانے والے کو ہاتف غیبی کی آواز سے جذبہ الٰہیہ نصیب ہوا اور شام کی طرف اس لئے روانہ ہوا کہ وہ ابدال کا مرکز ہے اور وہجرت بھی سنت انبیاء و اولیاء ہے اور اسی سے وہ ترقیاں نصیب ہوتی ہیں جو گھر بیٹھے نہیں ملتیں جب وقت آتا ہے تو توفیق بھی نصیب ہو جاتی ہے اور اہل اللہ کے ہاں ملنے کا موقعہ مل جاتا ہے ؎

زین جماعت اگر جدا رفتی
در نخستین قدم ز پا رفتی

ترجمہ ، اس جماعت سے اگر تم جدا چل پڑے تو پہلے قدم پر ہی گر پڑو گے۔

تفسیر عالمانہ ولا یملک الذین یدعون اور انہیں قادر ہوتے وہ جن کی عبادت کرتے ہیں۔ من دونہ اللہ تعالیٰ کے ماسوائے "الشفاعۃ" اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کرنے پر جیسا کہ کفار کا عقیدہ تھا الا من شہد بالحق مگر وہ جو حق کی گواہی دے یہاں پر حق سے توحید مراد ہے اور یہ استثناء متصل ہے اور اسم موصول تمام معبودوں کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہیں جیسے عیسٰی وعزیر اور ملائکہ علیہم السلام وغیرہم یا استثناء منفصل ہے تو پھر اس سے صرف اصنام (بت) مراد ہیں۔ "وھم یعلمون" اور وہ اسے بصیرۃ وایقان اور اخلاص سے اسے جانتے ہیں۔ جس کی گواہی دیتے ہیں۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ وہ دل سے مانتے اور زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ یہ شفاعت نہیں کریں گے مگر مومن گنہگاروں کی اور جمع کی ضمیر مَنْ کے معنی کی وجہ سے جیسے اس کا مفرد ہونا اس کے لفظ کی وجہ سے ہے۔ ولئن سالتھم من خلقھم اگر آپ ان بت پرستوں اور بتوں سے سوال کریں کہ انہیں کس نے پیدا فرمایا اور کس نے عدم سے وجود بخشا "لیقولن اللہ" تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے کہ انہیں انکار کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ بہت واضح اور ظاہر معاملہ ہے اس لئے کہ انسان کو معرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی اس کی فطرت ہے اور اسی لئے اسے اللہ تعالیٰ نے مکرم ومعظم بنایا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری اشیاء کی معرفت دوسروں کے کہنے پر اور ان کی اتباع اور ان کے عادات واخلاق سے ہوئی۔ الاسئلۃ المقحمۃ میں ہے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بدیہیات سے ہے اور بدیہیات سمعی دلائل کی محتاج نہیں ہوتیں اور کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ورود دلیل سمعی سے پہلے اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔

جواب ان کا وحدانیت کا اقرار بھی تقلیداً تھا اور وہ کسی دلیل یا بدیہی حیثیت کے ماتحت توحید کا اقرار نہیں تھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صانع حقیقی کا انکار بعض ملحدین کو تھا اور اب بھی ہے جیسے کمیونسٹوں کو۔ اگر یہ بدیہیات سے ہوتا تو پھر نہ انہیں انکار ہوتا نہ انہیں سے

خانہ بے صنع خانہ ساز کہ دید

نقش بے دست خامہ زن کہ شنید

۲ ہر کہ شد زآدمی سوئے تعطیل

نیست درو نے خرد چو قدر فتیل

ترجمہ: ۱۔ گھر تیار کرنے والے کے بغیر کوئی گھر نہیں۔ ایسے ہی کسی کے لکھنے کے بغیر کوئی نقش نہیں سنا گیا

۲۔ جو آدمی کو معطل سمجھتا ہے اس میں تاگے کی مقدار میں بھی عقل نہیں

وقیلہ: القول والقیل والقال سب کے سب مصادر ہیں عاصم وحمزہ نے اسے بالکسر پڑھا ہے اور فرمایا کہ اس کا عطف الساعۃ پر ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ساعۃ اور حضور علیہ السلام کے شکایت کے قول کا

علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو رسول علیہ السلام کے شکایتی قول کا علم ہے جب انہوں نے کہا "یارب" اے میرے پروردگار ان ھٰؤلاء بے شک یہ گروہ یعنی معاندین قریش "قوم" ازروئے عناد و مکابرہ ایسی قوم ہے " لایؤمنون" کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں پر قوم کو اپنی طرف منسوب نہیں فرمایا بوجہ ان کے برے حال کے یا واؤ قسمیہ ہے اور " ان ھٰؤلاء قوم الخ اس کا جواب ہے اس معنی پر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف بہ بنائے اخبار ہوگا یہ رسول علیہ السلام کا کلام نہ ہوگا۔ واؤ قسمیہ بنانے میں حضور علیہ السلام کی رفعت شان کا اظہار اور آپ کی دعا اور التجا الی اللہ کی تفخیم شان مطلوب ہے ان دو قاریوں کے علاوہ باقی تمام قراء نے اسے منصوب پڑھا ہے اس کا الساعۃ کے محل پر عطف ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے کہ وہ ساعۃ اور رسول اللہ کی گفتگو یا ان کی پوشیدہ تدبیروں سرگوشیوں کو جانتا ہے اس کا عطف یکتبون محذوف پر ہے یعنی وہ اسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے یہ مجرور ہو اور منصوب ہو تو بھی حرف قسم محذوف مانا جائے جیسے "اللہ لافعلن" میں ہوتا ہے کہ اللہ کا منصوب ہونا فعل محذوف کی وجہ سے؛ اور اسے جملہ قسمیہ سمجھا جاتا ہے اب اصل عبارت یوں ہوگی " واقسم قیلہ یا بقیلہ۔

فائدہ : اضمار و حذف میں فرق یہ ہے کہ حذف میں کلمہ محذوف کا اثر باقی نہیں رہتا جیسے " واسئل القریۃ" اور اضمار میں اثر باقی رہتا ہے جیسے "انتھوا خیرا لکم" اس لئے کہ یہ اصل افعلو تھا اور وقیلہ کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ قسم مرفوع بالابتدا اور اس کی خبر محذوف ہے جیسے " ایمن اللہ" میں ایمن اللہ مرفوع الخ ہے اور " ان ھٰؤلاء" قسم کا جواب ہے اصل عبارت وقسمی ان ھٰؤلاء الخ ہے اس لئے کہ معطوف و معطوف علیہ کے درمیان ایسی شے فاصل ہوئی ہے جسے بیان جملہ معترضہ کے طور واقع ہونا موزونیت نہیں رکھتا اگر یہی کیا جائے کہ یہ مرفوع ہے اور مضاف محذوف ہے اس کا عطف الساعۃ پر ہے ایسی ترکیب میں نظم و نسق کلام میں تنافر ہوگا

فیصلہ زمخشری نے مجرور بالقسم کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ مجرور میں نہ تو فصل واقع ہوتا ہے نہ نظم کلام میں تنافر۔ لیکن سعدی مفتی نے کہا کہ زمخشری کی ترجیح بجا لیکن قسم ماننے سے اضمار و حذف بلا قرینہ ظاہرہ لازم آتا ہے اور ایسا ہونا قسم کے ابحاث میں کوئی قاعدہ نہیں اور نہ عرب میں اس کی کوئی شہرت ہے فلہٰذا زمخشری کی ترجیح کا قول بھی بلا مرجح ہے (حواشی سعدی مفتی) "فاصفح عنھم" کافروں کی دعوت سے درگزر کریں اور ان کے ایمان سے مایوس ہو جائیں " وقل سلام" اور فرمائیے میرا معاملہ یہ ہے کہ تمہیں سے دور کا سلام اور تمہارے دین سے بیزاری اور دوری اس سے شرعی سلام مراد نہیں بلکہ اس سے برائت و بیزاری مطلوب ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کو فرمایا۔ سلام علیک سا ستغفرلک (فسوف یعلمون) وہ عنقریب اپنا حال معلوم کر لیں گے اگرچہ دیر کے بعد یعنی عنقریب وہ اپنے کفر کا بد انجام معلوم کر لیں گے جب ان پر دنیا میں ہی عذاب نازل ہوگا جیسے بدر میں ہوا اور آخرت میں بھی انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور وہ دوزخ کی

آگ میں دھکیلے جائیں گے۔

فائدہ : اس میں کافروں کو وعید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے۔

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ وقت کو غنیمت جان کر موت سے پہلے اپنے معاملات کی اصلاح کر لے اور داعی کی دعوت کو قبول کرے جب تک کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو ورنہ جب خود ہی شفاعت کنندہ اس کا مدعی بن جائے گا تو پھر بہت بڑی پریشانی ہوگی۔

ملفوظ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ساحل شام پر بعض لوگوں سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت یقین سے حاصل کیا ہے اور اس کے حصول میں بہت بڑی محنت اور مشقت اٹھائی کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ اسی محنت و مشقت سے ہی اُن کی من بھاتی نعمتیں حاصل ہوں گی جب تک دنیا میں رہے دکھ درد سہے اور حزن و ملال سے زندگی بسر کی کبھی دنیا کی نعمتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ اس کے ساز و سامان سے کچھ نفع اٹھایا صرف اتنا قدر کہ سوار رات کو کہیں بسر کرنے تو شب باشی کا سامان ساتھ لے جاتا ہے۔ نجات کی امید رکھتے ہیں وہ ہر وقت اپنے آقا کی رضامندی کے لئے کربستہ رہتے ہیں اور آخرت کی طرف چشم براہ اور ان کی دونوں کان صرف اسی طرف متوجہ رہتے ہیں انہیں اگر تم دیکھو تو کہ ان کے ہونٹ زخمی اور پیٹ بھوک سے کمزور دل غمگین اور جسم نڈھال اور آنکھیں تر افسوس اور پریشان کے ساتھی اور دنیا کا معمولی سامان رکھتے ہیں اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں شہر میں رہنے کے باوجود ان پر بادیہ نشین کے آثار نظر آتے ہیں آبادیوں سے گریزاں، دوستوں ہمنشینوں سے تنہا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ شب بیداری اور رات کی تھکان نے ان کی نیند کو ذبح کر ڈالا ہے اور ان کے اعضاء زہد و عبادت کے حملوں سے نہایت سکڑے ہوئے عبادت داطاعت کی محنت ومشقت سے حد سے زیادہ نقاہت ان پر چھائی ہوتی ہے موت کے لئے بستر باندھ کر ہر وقت پا بر رکاب ہیں ۔

۱: چو از جائیگان دو دیدن گرد ۔ تیزی ہم افتاں وخیزاں برد

۲: گران بادپایاں بر فتند تیز ۔ تو بے دست و پا از نشستن بخیز

ترجمہ : ۱: جب کسی جگہ سے چلا جانا ضروری ہے گرتے پڑتے جلدی سے چلا جا (جیسے بھی ہو)

۲: تیز رفتار تو تیزی سے نکل گئے تو اگر لنگڑا لُنجہ ہے تو کم از کم بیٹھنے والی جگہ سے تو اٹھ کھڑا ہو۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○ اَمْرًا
مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ○ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ○ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ — وقف لازم
مُّوْقِنِيْنَ ○ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَا
ئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ○ فَارْتَقِبْ
يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا
عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا
اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ○ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا — وقف لازم وقف لازم
مُنْتَقِمُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ○ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ○ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○
وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ○ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

فَاعْتَزِلُوْنِ ○ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ○
فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ط
اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ○ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○
وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ كَذٰلِكَ
وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ○ ع

سورۃ الدخان مکی ہے اس میں ۵۹ آیتیں ۳ رکوع ۳۴۶ کلمے اور ۱۴۳۱ حروف ہیں۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ترجمہ۔ قسم اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا۔ بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں تمہارے رب کی طرف سے رحمت بے شک وہی سنتا جانتا ہے وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو اس کے سوائے کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے۔ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب اس دن کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا۔ پھر اس سے روگردان ہوئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے ہم کچھ دنوں کو عذاب کھول دیتے ہیں۔ پھر تم وہی کرو گے جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا۔ کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کر دو۔ بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے پاس ایک روشن سند لایا ہوں اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم میرا یقین نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ تو اس نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں ہم

نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبو دیا جائے گا۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات اور نعمتیں جن میں وہ فارغ البال تھے ہم نے یونہی کیا اور ان کا وارث دوسری قوم کو کر دیا تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

تفسیر عالمانہ

حٰمٓ یعنی بحق حم اور یہ سورۃ ہے یا مجموعہ قرآن، والکتاب" اس کا عطف حٰم پر ہے اگر دوسری قسم ہے تو مقسم علیہ پر دو قسموں کا اجتماع ہے اور عطف کا مدار صحت اسپر ہے کہ حٰم اسم ہو۔ یہ مجموعہ قرآن کے مغایر ہے بوجہ عنوان کے "المبین" ظاہر ہے ان کے لئے جن پر نازل ہوا اس سے اہل عرب مراد ہیں کیوں کہ یہ ان کی لغت میں اور ان کے اسلوب پر نازل ہوا ہے یا ظاہر ہے طرق ہدیٰ میں اور ابواب دیانت میں جس کی ضرورت ہوتی ہے واضح ہے اور بعض نے کہا اس کا معنی ہے بحق الحی القیوم و بحق القرآن یعنی وہ قرآن جو حق و باطل کے درمیان فرق بتانے والا ہے۔ حاء اسم حی کی طرف اور میم اسم قیوم کی طرف اشارہ ہے، یہی دو اسم اعظم ہیں کیوں کہ وہ جملہ معانی و اوصاف وحقائق پر مشتمل ہیں جیسا کہ آیۃ الکرسی کی تفسیر میں گزرا ہے۔

فائدہ: عرائس البیان للبقلی میں ہے کہ حاء سے وحی خاص مراد ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی اور میم سے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد ہیں اور وحی خاص سے وہ وحی مراد ہے جو حضور علیہ السلام پر بلا واسطہ نازل ہوئی یعنی وہ راز جو محبوب و محب کے درمیان ہو اس پر سوائے ان کے دیگر کسی کو آگاہی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ"، بعض نے کہا اس کا معنی ہے "حمیت المحبین" میں نے عشاق کی حمایت کی توجہ ماسوا سے فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے ممکن ہے اس کا معنیٰ یہ ہو کہ حمد الٰہی ہے اس پر کہ اس نے قرآن اتارا جو کہ بزرگ ترین نعمتوں سے ہے اس معنیٰ پر "حم"، "حمد" کا مخفف ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے حق کے اس حق کی کہ وہ انزال القرآن پر حمد کا مستحق ہوا "انا انزلناہ" بے شک ہم نے اسے نازل کیا اور جواب قسم ہے ہٗ کا مرجع کتاب مبین یعنی قرآن ہے فی لیلۃ مبارکۃ برکت والی رات میں اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔

رات کو نزول قرآن کی حکمت

لیلۃ القدر درحقیقت وصال کے افتتاح کی ملانے والی ہے اور ملاپ کے وقت گفتگو و خطاب ضروری ہوتا ہے اور چونکہ رات

مناجات کا زمانہ دنفحات کا مہبط اور تنزلات کا مشہد اور تجلیات کی مظہر اور کرامات کی مورد اور حضرت کبریا کے اسرار کی محل ہے علاوہ ازیں رات میں ذکر محبوب کے لئے قلوب کو فراغت ہوتی ہے اسی لئے بہ نسبت دن کے ابرار و مقربین کے نزدیک نزول وحی کے لئے زیادہ موزوں ہوئی۔

لیلۃ مبارکہ کے فوائد لیلۃ کو مبارکہ سے اسی لئے موصوف کیا گیا کہ نزول قرآن جملہ منافع دینیہ و دنیویہ کا جامع ہے اور اس میں نزول ملائکہ و رحمت ہوتا ہے اور اس میں ہی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ ورنہ جملہ راتیں ذات و صفات ایک دوسرے کی ہمشکل ہیں ایسے ہی مکانات کا قیاس کیجئے کوئی فوائد کسی کی ذات کو ملحق ہوئے تو دوسروں سے افضل و اشرف ہو گیا۔

مسئلہ : حضرت صدرالدین قدس سرہ نے الاربعین حدیثاً کی شرح میں لکھا کہ ازمنہ و امکنہ کو محو سیآت و حسنات کے اضافہ اور زیادتی اور تکفیر الذنوب، وغیرہ میں بہت بڑا دخل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا اور ان کے حقوق کی ذمہ داری اپنے ذمہ کرم فرمائی اور یوم عرفہ میں آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے۔

فائدہ : فضائل رمضان میں بکثرت احادیث وارد ہیں ایسے ہی عشرۂ ذوالحج اور پندرہ شعبان کی شب کے فضائل میں بھی احادیث ہیں۔

مسئلہ : مسجد حرام میں ایک نماز کے عوض لاکھ نماز کا اور مسجد نبوی شریف میں ایک ہزار[ع] کا اور مسجد اقصیٰ میں پانچ سو کا ثواب ملتا ہے یہ تمام دلائل شرف ازمنہ و امکنہ پر دلالت کرتے ہیں۔

افضل الشہور حضرت شیخ مغربی قدس سرہ نے فرمایا ہمارے نزدیک تمام مہینوں سے ماہِ رمضان افضل ہے کیوں کہ اس میں قرآن نازل ہوا اس کے بعد ربیع الاوّل شریف کہ اس میں حبیب رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی پھر رجب اس لئے یہ تمام مہینوں سے شان میں منفرد ہے اور شہر اللہ اس کا لقب ہے پھر شعبان کیونکہ حبیب رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ ہے اور اسی ماہ میں آجال و اعمال کی تقسیم ہوتی ہے اور یہ بڑے دو مہینوں کے درمیان واقع ہے بوجہ ان دو عظیم مہینوں کے قرب کے فضیلت پا گیا جیسے خمیس اور ہفتہ کے دن کو قرب و جوار کی وجہ سے فضیلت ہے کیوں کہ یہ دونوں جمعہ کے قرب میں ہیں

اسی لئے حدیث شریف میں ہے بارک اللہ فی السبت والخمیس اللہ تعالیٰ ہفتہ کو خمیس کو برکت بخشے۔ ماہِ شعبان کے بعد ماہ ذوالحجہ کو فضیلت ہے اس لئے کہ اس میں حج ادا کیا جاتا ہے اور اس میں وہ دس دن ہیں جن کی ہر رات لیلۃ القدر کا حکم رکھتی ہے اور اس میں ایام تشریق ہیں۔ ذوالحج کے بعد شوال کو فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ

[ع] ایک روایت میں پچاس ہزار بلکہ اس سے بھی زائد کہی گئی، تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب محبوب مدینہ میں ملاحظہ ہو (فقیر اویسی)

اسے رمضان المبارک کا قرب ہے اس کے بعد ذیقعد اس لئے کہ اشہر الحرام میں سے ایک ہے اس کے بعد محرم کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا مہینہ ہے اور ہجری سال کا آغاز اسی سے ہوتا ہے اور اشہر الحرام میں سے ایک یہ بھی ہے۔

فضیلت کی وجہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جیسے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بعض کو بعض پر فضیلت ہے ایسے ایام و شہور کو بھی بعض کو بعض پر فضیلت ہے تاکہ نفوس و ارواح و قلوب ان کا احترام کے پیش نظر انہیں عبادت کی طرف راغب ہوں ان کی عبادات میں اضافہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے یہ اس کا اپنا لطف ہے جسے جتنا چاہے عطا فرمائے۔

فائدہ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح التائیہ میں لکھا کہ جیسے ازمنہ کو شرف و فضیلت بوجہ ان احوال واقعہ کی وجہ سے ہے جو بندگان خدا کو انہیں مشاہدہ و حضور نصیب ہوا ایسے ہی اعمال کو شرافت و بزرگی نصیب ہوتی ہے جب ان میں نیات و مقاصد نیک ہوں وہی نیک ارادے اور اچھے مقاصد اعمال کی شرافت کا موجب بن کر عامل کو درگاہِ محبوب میں پہنچاتے ہیں یعنی وہ اعمال کہ جن میں محض طلب رضائے الٰہی ہو انہیں کسی قسم کی دنیوی و اخروی غرض کی ملاوٹ نہ ہو۔

حضرت ابن الفارض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؎

١۔ وعندی عیدی کل یوم اریٰ بہ
جمال محیاہا بعین قریرہ

٢۔ وکل اللیالی لیلۃ القدر ان دنت
کما کل ایام اللقاء یوم الجمعہ

ترجمہ: میرے نزدیک ہر وہ دن عید کا ہے جس میں اپنے محبوب کے جمال سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہر شب قدر ہے جیسے ہر دیدار کا دن یوم جمعہ کی طرح ہے

فائدہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ برکت و قدر والی وہ رات ہے جس میں انسان کا قلب مشاہدۂ ربوبیت سے سرشار ہو کر انوارِ وصال اور نسیم قربت کی خوشبو سے نوازا جائے لیکن اہل اللہ کے حالات اس بارہ میں مختلف ہوتے ہیں جیسے کسی نے فرمایا ؎

ولا اظلم اللیل ولا ادعی
ان نجوم اللیل لیست تزول
لیلی کما شاءت قصیر اذا
جادت وان ضنت فلیلی طویل

ترجمہ : رات تاریک نہیں ہوتی اور نہ ہی اس بات کی دامی ہے کہ اس کے ستارے ڈھل جائیں رات جیسے چاہے ہو لیکن میرے لئے چھوٹی ہے جب وہ خیر سے گزرے اور اگر تنگ ہو تو چھوٹی رات بھی بڑی (طویل) ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب کے اسماء

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر لیلۃ مبارکہ سے شعبان کی پندرہویں شب مراد ہے اور اس کے چار نام ہیں۔

۱: لیلہ مبارکہ اس لئے کہ عالمین پر اس میں خیر و برکت کا کثرت سے نزول ہوتا ہے، لیلۃ القدر کی طرح جمال الٰہی کے برکات از عرش تا تحت الثریٰ اس میں مسلسل نازل ہوتے رہتے ہیں اسی شب (۱۵ شعبان) میں حظیرۃ القدس میں اجتماع ہوتا ہے۔

فائدہ : کشف الاسرار میں ہے کہ اس شب کا نام لیلہ مبارکہ اس لئے ہے کہ یہ شب خیر و برکت سے بھرپور ہے تمام شب کو دعا مستجاب ہوتی ہے جب بھی کوئی دعا مانگے سائلین کو عطا، مجتہدین (جدوجہد کرنے والوں) کو معرفت اور مطیعین کو ثواب اور عاصیین کو معافی اور عشاق کو کرامت نصیب ہوتی ہے۔ تمام رات کو آسمانوں اور جنت عدن و فردوس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنۃ الخلد کے ساکنین بہشت، کنگروں پر آکر بیٹھتے ہیں ارواح انبیاء و شہداء و علیین میں خوشیاں مناتے ہیں اسی شب میں نسیم روح ازلی از جانب قربت دوستوں کے دلوں پر خوشبو مہکاتا ہے اور ہوائے فردانیت عشاق کی ارواح کو مست کرتی ہے اور محبوب حقیقی سے ہر وقت آواز آتی ہے کہ کوئی سائل ہو تو میں اسے عطا کروں کوئی بخشش مانگنے والا ہو تو اسے بخش دوں یعنی حکم ہوتا ہے کہ اے درویش اسی شب میں بیدار رہو کہ تمام رات کو رحمت کا دسترخوان بچھا پڑا رہتا ہے اور وصال جاناں کے باغ کا گل شگفتہ ہو کر تا صبح خوشبو پھیلاتا ہے اور مالک حقیقی کا ایک فرشتہ رازداری سے اعلان کرتا ہے کہ کیا تا حال اہل ایمان کے قلوب نرم نہیں ہوئے یہ کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے خشیت حق سے معمور ہوں ؎

الم یأن للھجران ان یتصرما
وللعود غصن البان ان یتصرما
وللعاشق الصب الذی ذاب وانحنیٰ
الم یأن ان یبکی علیہ ویرحما

ترجمہ : کیا تا ہنوز جدائی کی گھڑیاں ختم نہیں ہوئیں بان کی لکڑی کو جلنا ہی ہے۔ عاشق زار وہ جو گل سڑ گیا اور بالکل مٹ گیا۔ کیا اس کا وقت نہیں آیا کہ اس پر رویا جائے اور رحم کیا جائے

حدیث قدسی

بعض روایات میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بندے پر تعجب ہے کہ وہ ایمان تو

مجھ پر رکھتا ہے لیکن بھروسہ میرے غیر پر کرتا ہے اگر وہ میرے لطف واحسان کو دیکھ
لے تو کبھی غیر کی پرستش نہ کرے یعنی تعجب ہے اس پر کہ میرے عرفان کے مدعی کو میرے غیر سے آرام کیسے ملتا
ہے جو مجھے پالیتا ہے وہ غیر سے ملنا گوارہ ہی نہیں کرتا

ازتعجب ہر زمان گوید بنفشہ کا

عجب ہر کہ زلف یار دارد چنگ در ما چوں زند

ترجمہ : بنفشہ ہر لحظ تعجب سے کہتا ہے کہ اس پر افسوس ہے کہ جس کے ہاتھ میں محبوب کی زلف ہے تو
پھر وہ ہماری طرف کیوں متوجہ ہے۔

(۲) اس شب (پندرہویں شعبان) کا نام لیلۃ الرحمۃ ہے۔

(۳) لیلۃ البرأۃ

(۴) لیلۃ الصک (چیک) کیونکہ محصل جب خراج لے لیتا ہے تو خراج والے کو برأت لکھ
دیتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ شعبان کی پندراں کو اپنے بندوں کو برأت لکھ دیتا ہے۔

حکایت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پندراں شب کو نفل پڑھ رہے تھے سر اٹھایا تو ایک
سبز رقعہ ملا جس کا نور آسمان تک پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

هذا براءة من الملك العزيز لعبده عمر بن عبد العزيز۔

یہ اللہ تعالیٰ مالک غالب کا برأت نامہ ہے جو اپنے بندے عمر بن عبدالعزیز کو عطا ہوا ہے۔

فائدہ : جیسے اس شب میں سعادتمندوں کو غضب سے برأت نصیب ہوتی ہے شوم بختوں کو رحمت
سے بیزاری نصیب ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ) ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔

شعبان کی پندرہویں شب کے فضائل

: مندرجہ فوائد اس شب میں مرتب ہوتے ہیں۔
(۱) ہر اچھے کام کی تفریق (اس کی تفصیل آئیگی انشاءاللہ)

(۲) : فضیلت عبادت حدیث شریف میں ہے جو شخص اس رات میں سو رکعت پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس
کے پاس یکصد فرشتہ بھیجتا ہے تیس تو اسے بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ تیس عذاب جہنم سے محفوظ
مامون رہنے کی نوید سناتے ہیں۔ تیس اس سے دنیا کی آفات سے بچاتے ہیں دس شیطان کے مکر و فریب
سے حفاظت کرتے ہیں۔

سو رکعت پڑھنے کا طریقہ

احیاء العلوم شریف میں ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو سو رکعت
کو دوگانہ دوگانہ ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد یکصد بار سورۂ
اخلاص پڑھے یہ سو رکعت رجب کی نوافل کی طرح ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں۔

اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ اس نماز کو اس رات میں ادا کرتے رہے اس کا نام "صلوٰۃ الخیر" رکھتے تھے اس شب میں بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا کبھی تو جماعت کے ساتھ بھی پڑھتے تھے۔

حدیث شریف حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من صلی ھذہ الصلوٰۃ فی ھذہ اللیلۃ نظر اللہ الیہ سبعین نظرۃ وقضی اللہ لہ بکل نظرۃ سبعین حاجۃ ادناھا المغفرۃ [1]

جس نے یہی نماز اسی شب کو پڑھی اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظر رحمت فرمائے گا اور ہر نظر کے بدلے اس کی ستر حاجات پوری کریگا ان میں سے ادنیٰ حاجت اس کی مغفرت ہے۔

نکتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جمیع صفات کی تجلیات سے نوازا جو اٹھارہ ہزار عالم میں ہیں تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نعمت کے شکرانے کے طور اس شب میں سو رکعت پڑھا کرتے

قضائے حاجات حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یا علی من صلی مأۃ رکعۃ فی لیلۃ النصف من شعبان فقرأ فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب مرۃ وقل ھو اللہ احد عشر مرات

اے علی پندرہویں شعبان کی شب کو جو سو رکعت پڑھے اور ہر رکعت سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے۔

پھر فرمایا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے)

یا علی مامن عبد یصلی ھذہ الصلوٰۃ قضی اللہ لہ کل حاجۃ طلبھا تلک اللیلۃ ویبعث اللہ سبعین الف ملک یکتبون لہ الحسنات ویمحون عنہ السیات ویرفعون لہ الدرجات الی راس السنۃ [1]

علی، جو بندہ بھی یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر وہ حاجت پوری کرے گا جو وہ اس رات کو مانگے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتہ بھیجے گا جو اس کی نیکیاں لکھیں اور برائیاں مٹائیں اور درجات بلند کریں اگلے سال تک اس کے لئے ایسے ہوتا رہے گا

ویبعث اللہ فی جنات عدن سبعین الف ملک وسبعمأۃ الف یبنون لہ المدائن والقصور ویغرسون لہ من الاشجار مالا عین رأت

اور مرنے کے بعد اس کے لئے جنت عدن میں ستر ہزار فرشتہ مقرر فرمائے گا اور سات لاکھ اس کے لئے بہشت میں شہر بنائے گا اس میں محلات اور ایسے باغات ہوں گے

---

[1] احیاء العلوم شریف ۱۲

ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب المخلوقین وان مات من لیلۃ قبل ان یحول الحول مات شهیدا ویعطیه الله بکل حرف من قل هو الله احد فی لیلۃ تلک سبعین حورا ۔ [۲]

جیسے کسی نے نہ سنے اور نہ کسی کے دل پر انکا تصور آسکتا ہے اگر سال گزرنے سے پہلے مرگیا تو وہ شہید ہو کر مرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ اسے اسی رات کو پڑھے ہوئے اخلاص سورۃ کے ایک ایک حرف کے بدلے ستر حوریں عطا فرمائے گا

فائدہ : بعض مشائخ نے فرمایا پندرھویں شب میں کم از کم ایک دوگانہ ہے اوسط درجہ ایک سو رکعت اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار رکعت ہے ۔

نکتہ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ الف اس اسم کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاص ہے اور یہ ہزار اس ایک سو اسم کی تفصیل ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں جو اس کے ہزار اسم سے منتخب ہیں کیوں کہ ننانوے اسماء باعتبار ان کی احدیت کے سو اسم ہیں یہ درحقیقت اسی ایک اسم کی تفصیل ہیں اور وہی اسم اعظم ہے ۔

(دوگانہ کا نکتہ) چونکہ ایک رکعت شرعاً جائز نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری رکعت ملائی جاتی ہے تاکہ ذات وصفات اور لیل ونہار اور جسد وروح اور ملک وملکوت کی طرف اشارہ ہو اسی لئے ان دو رکعت میں چار سو قرآنی آیات پڑھنی چاہییں کیونکہ ہر رکعت میں ایک آیت پڑھنا فرض اور چار آیات پڑھنا مستحب ہے سو رکعت کے ہر رکعت میں چار آیات پڑھی گئیں تو کل چار سو آیات ہوئیں ہر دوگانہ باعتبار قراۃ مستحبہ کے سو رکعت کے برابر ٹھہری لہٰذا اسے اس اچھی طرح سمجھ لو ۔

جنت واجب حدیث شریف میں ہے جو شخص پانچ راتیں بیدار رہے اس کے لئے جنت واجب ہے (۱) ذوالحجہ کی آٹھویں (۲) ذوالحجہ کی نویں (۳) ذوالحجہ کی دسویں (۴) عیدالفطر کی شب (۵) شعبان کی پندرہویں شب ۔

(۳) اس شب میں نزول رحمت ہوتا ہے ۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نزول اجلال فرماتا ہے یعنی اس کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے ۔ [۱]

فائدہ : درحقیقت اس سے تنزلات عالم حقیقت میں سے ایک عظیم اور مخصوص تنزل ہوتا ہے جو صرف اسی شب میں ہوتا ہے

فائدہ : یہ نزول اول لیلہ یعنی غروب شمس سے لیکر طلوع فجر یا طلوع شمس تک ہوتا ہے ۔

(۴) حصول المغفرت

---

[۱] : کشف الاسرار ۱۲ ۔ [۲] : کشف الاسرار ۱۲ :

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے سوائے کاہن اور ساحر اور مشاحن اور دائمی شراب خور اور والدین کے بے فرمان اور زنا پر اصرار کرنے والے کے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ یہاں پر مشاحن سے اہلِ ہوا و اہلِ بدعت (سیئہ) مراد ہے ایسے ہی وہ شخص جو اہلِ اسلام سے بغض و عداوت رکھتا ہے۔

(۵) اسی شب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کی جمیع اقسام عطا ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہویں شعبان کو اپنی امت کی مغفرت کی شفاعت تو آپ کو تہائی عطا ہوئی اس کے بعد آپ نے چودھویں شب کو دعا مانگی تو دوسری تہائی عطا ہوئی پھر آپ نے پندرہویں شب کو دعا مانگی تو مکمل شفاعت عطا ہو گئی سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرتا ہے۔

معمولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پندرہویں شب میں سجدے کی حالت میں دیکھا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تہائی امت بخش دی ہے اس کے باوجود آپ بدستور دعا مانگتے رہے پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی آپ کو اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی آدھی امت بخش دی لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بدستور دعائیں مشغول رہے پھر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ کی تمام امت بخش دی سوائے اس کے کہ اس کا کوئی حقدار حق طلب کرے یہاں تک وہ اسے راضی کرے اس کے باوجود آپ بدستور دعا میں رہے یہاں تک صبح کے وقت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کی امت کے حق داروں کی طرف سے ذمہ کرم لیتا ہوں کہ اس کے حق دار کو اپنے فضل و کرم سے راضی کروں گا یہ مژدہ بہار سن کر حضور علیہ السلام خوش ہوئے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ اسی شب میں زمزم کے پانی میں کھلم کھلا برکت دیتا ہے

فائدہ: اس میں قلوبِ اہلِ حقائق میں مزید علوم الٰہیہ کے عطیہ کی طرف اشارہ ہے۔ **انا کنا منذرین** بے شک ہم ہیں ڈر سنانے والے یہ جملہ مستانفہ ہے اقتضائے انزال کو بیان کرنے کے لئے ہے گویا کسی نے کہا کہ ہم اسے نازل کرتے ہیں تو ہماری شان ہے عذاب و عقاب سے انذار و تخویف (ڈر سنانا اور ڈرانا)

تفسیرِ عالمانہ فیھا یفرق کل امر حکیم اسی شب میں ہر امر محکم و متقن لکھا اور جدا کیا جاتا ہے مثلاً ارزاق العباد اور ان کے آجال اور دیگر جملہ امور اسی رات سے اگلے سال کی رات کے درمیان جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے بعض نے کہا کہ شب پندرہ شعبان میں ان امور کے لئے لوحِ محفوظ سے کام شروع ہو کر

لیلۃ القدر کو ختم کیا جاتا ہے ارزاق کی کتاب میکائیل علیہ السلام کو اور حروب و زلازل و صواعق و خسف کی کتاب جبرائیل علیہ السلام اور اعمال کی کتاب آسمان دنیا کے اسماعیل فرشتہ (علیہ السلام) کو اور یہ بہت بڑا فرشتہ ہے اور مصائب کی کتاب حضرت عزرائیل علیہ السلام کو یہانتک کہ بازار میں چلنے اور نکاح کرنے اور ان سے بچوں کی پیدائش وغیرہ تمام لکھا جاتا ہے اور جو مرنے والے ہیں ان سب کے اسماء عزرائیل علیہ السلام کے سپرد ہوتے ہیں۔

ملائکہ کا تعارف ملائکہ میں حلیم تر و رحیم تر و مہربان تر حضرت میکائیل علیہ السلام اور سب سے زیادہ ہیبت ناک اور امور سیاست میں سب سے بڑھ کر جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

مناظرہ جبرائیل و میکائیل علیہما السلام حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کا مناظرہ ہوا

جبرائیل علیہ السلام مجھے تعجب ہے کہ بندگانِ خدا سے اتنے بڑے جرائم و معاصی سرزد ہوتے ہیں پھر بہشت پیدا کرنے کا کیا فائدہ۔

میکائیل علیہ السلام مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل و کرم اور رحمت کے دوزخ کیوں پیدا کی گئی۔

فیصلہ خداوندی ان دونوں کی گفتگو سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میرے نزدیک محبوب ہو اس لئے کہ تم دونوں میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہو لیکن میں اس سے زیادہ پیار کرتا ہوں جس نے میرے فضل و کرم کو میرے غضب پر ترجیح دی ہے یعنی میکائیل علیہ السلام کو۔

حدیث قدسی شریف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔

صوفیانہ تقریر جیسے اسی شب کو آسمانِ دنیا سے حکمت ایزدی پر سال بھر کے ظاہری امور یعنی حوادث خیر ہوں یا شر طے کئے جاتے ہیں مثلاً محن و منن اور نصرت و ہزیمت اور خصب و قحط ایسے ہی امور باطنی بھی جیسے حجب و جذب اور وصل و فصل اور وفاق و خلاف اور توفیق و خذلان اور قبض و بسط اور ستر و تجلی بہت سے بندے ہیں جن کے لئے شقاوت اور بُعد کا حکم و قضا لکھی جاتی ہے اور دوسرے کے لئے وفا اور انعام بھی لکھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ امرمن عندنا اس کا منصوب ہونا علی الاختصاص ہے اصل عبارت تھی اعنی بھذا الامر امراحاصل من عندنا الخ یعنی بتقضائے حکمت یہ امر حاصل ہے ہماری طرف سے۔

ربط پہلے امر کی فخامت ذاتی کا ذکر تھا اب اس کی اہمیت صفاتی کا بیان ہے " انا کنا مرسلین " یہ انا کنا سابق سے بدل الکل ہے یعنی بے شک ہم ہی بھیجتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: رحمۃ من ربک یہ ارسال کا مفعول لہ ہے یعنی ہم نے قرآن کو اس لئے نازل کیا ہے کہ ہماری عادت کریمہ ہے کہ ہم رسل کرام

علیہم السلام کے ساتھ کتابیں بھی دیتے ہیں تاکہ ان پر ہماری رحمت ہو اس معنی پر رحمت من ربک ارسال کی غایۃ ہوگی جو ارسال رسل علیہم السلام کے بعد بندوں پر نازل ہوتی ہے اور اس سے وہ رحمت مراد ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے نصیب ہوتی ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ ارسال رسل علیہم السلام سے پہلے ہی ہماری رحمت کا تقاضا ہوا کہ ہم اپنے بندوں پر رحمت کریں اس تقریر پر رحمت کا ہونا ارسال رسل علیہم السلام سے پہلے ہوگا یعنی ارسال رسل علیہم السلام کا مبداء رحمت ہی ہے۔

فائدہ : ضمیر کے بجائے لفظ رب کی تصریح اس لئے ہے کہ یہی ربوبیت کے احکام اور اس کے مقتضیات سے ہے کہ وہ رسل کرام علیہم السلام کو بھیجے۔

فائدہ : لفظ رب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف کرنا محض آپ کی شرافت و بزرگی کے اظہار کے لئے ہے

در دو عالم بخشش بخشائش است

خلق را از بخشش آسائش است

خواجہ در مدیح خویش سفت

انما انا رحمۃ مہداۃ گفت

ترجمہ ۱: دونوں عالم میں بخشش ہی بخشش ہے مخلوق کو بخشش میں آسائش ہے۔

۲: خواجہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی مدح کے موتی خود پروتے ہیں کہ میں رحمۃ مہداۃ (ہدیہ کی گئی) ہوں۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ " انا کنا مرسلین" ہم ہی نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے اور رحمت مہداۃ بنا کر بھیجا تیرے رب کی طرف سے تاکہ آپ مشتاقان جمال الٰہی کو ظلمات مفارقت سے نکال کر نور مواصلت تک پہنچائیں نیز یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے رحمت کو بھیجا اپنے اولیاء کے نفوس کے لئے ساتھ توفیق کے اور ان کے قلوب کے لئے ساتھ تحقیق کے۔

تفسیر عالمانہ

انہ ھو السمیع العلیم بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہر شے کو سنتا ہے بالخصوص مشتاقانِ غمزدہ کے گریہ زاری کو اور ہر شے جانتا ہے بالخصوص عشاق مخلصین کی آہ و فغاں کو" اس پر بندوں کے نہ اقوال پوشیدہ ہیں نہ افعال و احوال مخفی ہیں یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تحقیق کے لئے ہے کیونکہ ربوبیت کے لائق وہ ہے جو ان صفات جلیلہ سے موصوف ہو رب السموٰت والارض وما بینھما وہ آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے مابین ہے کا پروردگار ہے) یہ ربک سے بدل ہے۔

تفسیر صوفیانہ از صاحب روح البیان قدس سرہ

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ مجھے نوم و یقظہ کے درمیان میں اس کا معنیٰ الہام ہوا

ہے لیکن وہ تقریر اشارۃ ہو گی اسے عبارت تصور نہ کی جائے وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرا مربی اور مجھے کمال تک پہنچانے والا وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے مابین والی اشیاء کا رب ہے یعنی وہ جمیع موجودات علویہ وسفلیہ کا پروردگار ہے۔ وہ اس لئے کہ وہ جملہ اشیاء اسماء وصفات الٰہیہ کی مظاہر ہیں عالم کے ذرہ ذرہ میں حقیقت مشہودہ ہے اور یہی عارف کی روح کی غذا ہے اسی غذا شہودی کے عارف ربانی تربیت پاکر اپنی استعداد کے لائق بنتا ہے جیسے بدن انسانی ظاہری غذا سے اپنے قوت وطاقت پاتا ہے صاحب مثنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

آن خیالاتِ کہ دام اولیاء ست
عکس مہرویان بستان خدا ست

ترجمہ: وہ خیالات جو اولیائے کرام کے تصور میں ہیں وہ دراصل مستانِ خدا اور محبوبوں کے عکس ہیں۔

انتباہ اسے اچھی طرح سمجھو اور کہہ میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اور صرف وہی میرا مقصود ہے اور بس۔

ان کنتم موقنین اگر تم کسی شے کا یقین رکھتے ہو تو صرف مذکورہ بالا کو یقین کرو کہ وہ بہت زیادہ ظاہر ہے اگر تم کسی شے کے متعلق یقین کا ارادہ رکھتے ہو تو وہی یقین کے لائق ہے اور بس۔

لا الٰہ الا ھو اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیوں کہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں یہ جملہ مستانفہ اور اپنے ماقبل کی تقریر کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ یحیی ویمیت وہی جلاتا مارتا ہے کیوں کہ وہی جمادین حیات ڈالتا ہے اور وہی حیوان پر اپنی قدرت سے موت لاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے یعنی یہ ایسا علم یقینی ہے کہ مشاہد کے مشابہ ہے ظاہر یہ ہے کہ مشاہدہ اثر سے متعلق ہوتا ہے یہاں پر معلوم احیاء واماتت (جلانا مارنا) ہے اور مشہود حی (زندہ) میں اثر حیاۃ اور مردے میں اثر ممات کا ہوتا ہے

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نور محبت اور تجلی صفات جمال سے اپنے اولیاء کے قلوب کو زندہ کرتا ہے اور ان کے نفوس کو تجلی صفات جلال سے مارتا ہے۔

تفسیر عالمانہ ربکم وہی تمہارا پروردگار اور خالق ورازق ہے "رب آبائکم الاولین" اور تمہارے آباء واجداد کا رب ہے۔

تفسیر صوفیانہ وہ آدم اور ان کی اولاد اور آباء علویہ کا رب ہے۔

فائدہ سیدنا امام محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمارے بابا آدم سے پہلے ایک ہزار اور آدم گزرا ہے یا اس سے بھی زائد۔

حدیث شریف سیدنا ابن العربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ کے باب حدوث الدنیا میں ایک حدیث ضعیف لائے ہیں وہ یہ کہ آدم علیہ السلام سے پہلے ایک لاکھ آدم گزرا ہے۔ اور انہیں طواف کعبہ کے درمیان کشف ومکشوف ہوا دیکھا کہ بہت سے لوگ عالم ارواح سے عالم مثال میں آئے ہیں آپ نے ان سے پوچھا آپ کون حضرات ہیں انہوں نے کہا ہم تمہارے وہ آباؤ اجداد ہیں جو اس آدم (علیہ السلام) سے چالیس ہزار سال پہلے ہو گزرے ہیں۔ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان سے ادریس نبی (علیہ السلام) کے متعلق پوچھا تو کشف وخبر کے ذریعے میری تصدیق کی گئی اور ان میں سے ایک نے فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام ہیں اور ہم جملہ عالم کے حدوث پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کے ابتداء کا کوئی علم نہیں اور حق تعالیٰ متفرد ہے (وہ جملہ کائنات کا خالق ہے)

تفسیر عالمانہ بل ھم فی شک بلکہ وہ شک میں ہیں اللہ تعالیٰ کے مذکورشانوں کے بارے میں باوجودیکہ اقرار کرتے ہیں کہ وہی آسمانوں وزمینوں اور ان کے مابین والی اشیاء کا رب ہے لیکن انہیں اس کا پختہ یقین نہیں۔ "یلعبون" لہو ولعب میں ہے جو کہتے ہیں یقین سے نہیں کہتے بلکہ ان کی گفتگو لہو ولعب سے بھرپور ہے

یہ دوسری خبر ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ وہ گمان میں لہو ولعب میں زندگی گزار رہے ہیں یہ ظرف فعل کے متعلق ہے یا یہ کہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ شک میں ہیں جو ان کے قلوب میں قرار پکڑ چکا ہے اسی لئے وہ لہو ولعب میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ "فہم فی ریبھم یترددون" کی طرح ہے۔

تفسیر صوفیانہ اس میں اشارہ ہے کہ جس پر غفلت چھا جاتی ہے وہ اسے شک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے اور جو شک میں ہوتا ہے وہ صواب سے دور جا پڑتا ہے۔

نکتہ بعض علماء نے فرمایا کہ اہل شک ونفاق کو لہو ولعب سے اس لئے موصوف کیا جاتا ہے کہ وہ دینی امور میں ہمیشہ حیران ومتردد اور دنیوی امور میں مشغول رہتے ہیں بلکہ اس کے نقش ونگار سے وہ ہمیشہ فریب خوردہ ہوتا ہے۔

ملفوظ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا افسوس ہے ان قلوب پر جن میں شک کی ملاوٹ ہو گئی۔ اسی لئے ایسے شخص کو وعظ ونصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

حکایت

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا وہ چلتے چلتے لب ہلا رہا تھا میں نے اسے السلام علیکم کہا تو اس نے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا عزیز کہاں کا ارادہ ہے کہا بیت الحرم کی زیارت کو جا رہا ہوں میں نے کہا تو آپ لب کیوں ہلا رہے ہیں فرمایا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ میں نے کہا ابھی تو آپ غیر مکلف (غیر بالغ) ہیں (تو بیت اللہ کو جانا کیسا) فرمایا میں نے بہت سے اپنے سے چھوٹے سن والوں کو موت کا لقمہ ہوتے دیکھا ہے اس کے خوف سے جا رہا ہوں کہ کہیں میں بھی اس کا لقمہ ہو گیا تو بیت اللہ کی زیارت سے محروم جاؤں گا۔ میں نے کہا آپ تو بچے ہیں اور سفر طویل ہے کیسے پہنچو گے فرمایا چلنا میرا کام پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ میں نے کہا زادِ راہ بھی ہے یا نہ اور سواری کہاں؟ جواب دیا کہ زاد راہ میرا یقین اور سواری میرے اپنے پاؤں ہیں ؎

سدرہ توفیق بود گرد علائق
خواہی بمنزل برسی راحلہ بگذار

ترجمہ: علائق کی گرد توفیق کی سدرہ ہے اگر منزل تک پہنچنا ہے تو سواری چھوڑ دے۔

پھر میں نے پوچھا کھانے کے لئے روٹی اور پینے کا پانی ہے۔ کہا اچھا بھلا بتاؤ کوئی آپ کو دعوت دے تو کیا آپ بلانے والے پر بھروسہ نہیں کریں گے کیا کھانے پینے کی چیزیں گھر سے لے جائیں گے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر میرے آقا نے جب اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے اور زیارت کی عام اجازت فرمائی ہے تو پھر کتنا کمزوری ہو گی کہ ہم آقا کے پاس جاتے ہوئے زادِ راہ لے چلیں مجھے تو اسی لئے زادِ راہ ساتھ لانے سے شرم آئی ہے اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ میرا آقا مجھے ضائع نہ فرمائے گا یہ کہہ کر گم ہو گیا پھر میں نے اسے مکہ معظمہ میں دیکھا۔ مجھے دیکھ کر کہا بابا اب یقین ہوا ہے یا نہ ؎

سیراب کن ز بحر یقین جان تشنہ را
زین بیش خشک لب منشین بر سراب ریب

ترجمہ: پیاسی جان کو بحر یقین سے سیراب کر شک کے سراب پر تشنہ لب (پیاسہ) نہ بیٹھ

تفسیر عالمانہ

فارتقب تو اے محبوب محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ کے لئے انتظار کیجئے الارتقاب بمعنی انتظار کرنا بمعنی منتظر ہونا فا، تعلیلیہ ہے یوم تاتی السماء بدخان مبین اس دن کہ آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا جس میں کوئی شک نہیں یوم ارتقب کا مفعول اور با، تعدیہ کی ہے اور با ظرفیہ کی بھی ہو سکتی ہے اور مفعول محذوف ہے یعنی اسی دن میں اللہ کے وعدہ کا انتظار کیجئے۔

دخان: دخان کا اطلاق علی سبیل الکنایہ قحط وغلبۂ بھوک پر کیا گیا ہے یا مجاز مرسل سے۔ اب معنی یہ ہوا کہ

ان کے لئے شدت اور بھوک کا انتظار کیجئے اس لئے کہ بھوکا اس دن اپنے اور آسمان کے درمیان دھواں دیکھے گا بوجہ ضعف بصر کے یا اس لئے کہ قحط سالی میں ہوا تاریک نظر آتی ہے بوجہ بارش کے نقدان اور کثرت غبار کے اسی لئے قحط سالی کو سنۃ الغبار (غبار کا سال) کہا جاتا ہے اسے عام الرماد (خاکستر کا سال) بھی کہتے ہیں ظاہر ہے کہ قحط سالی میں بارش کے فقدان سے انگوریاں پیدا نہیں ہوتیں اور ہوا گرد اڑاتی ہے یا اس لئے کہ اہل عرب سخت شر کو دخان سے تعبیر کرتے ہیں اور ایتان کا اسناد آسمان کی طرف اس لئے ہے کہ وہ بارش کو روکتا ہے یہ اسناد الشی الی السبب کے قبیل سے ہے۔

عرب کے قریش قحط کی زد میں

جب قریش عرب نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اذیت رسانی کی انتہا کر دی تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ مضر پر سختی ڈال یعنی ان پر سختی فرما یعنی ان کی گرفت فرما اور انہیں یوسف علیہ السلام کے زمانہ والی قحط میں مبتلا فرما (جو سات سال مسلسل رہی)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وہ دعا قبول فرمائی تو ان پر قحط آئی یہاں تک کہ قریش مکہ نے مردار اور چمڑے اور ہڈیاں اور گوبر اور خون کھایا یعنی اونٹوں کی گوبر میں خون ملا کر آگ پر پکا کر کھاتے تھے اور لوگ بھوک سے آسمان پر دھواں دیکھتے تھے جب بولتے تو بھوک کی وجہ سے ان کی بات سمجھ نہ آتی اور بینائی میں کمزوری آگئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یغشی الناس لوگوں کو وہ دھواں ڈھانپ لے گا یعنی جمیع جوانب سے گھیرے گا یہ " الدخان " کی صفت ہے " ہذا عذاب الیم " درانحالیکہ وہ کہیں گے یہ دردناک عذاب ہے ھذا کا اشارہ یا الجوع کی طرف یا عذاب دخان کی طرف۔

قریش کی زاری

مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابو سفیان چند قریش کے ساتھ مل کر حاضر ہوا آپ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کی قسم دے کر عرض کی اے محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور رشتہ داری کا وسیلہ پیش کر کے عرض کرتے ہیں کہ آپ ہمارے لئے بارش کی دعا مانگئے آپ نے اس شرط پر دعا مانگنے کا وعدہ فرمایا کہ بارش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔ ربنا اکشف عنا العذاب ہمارے سے عذاب کھول دے یعنی ہٹا دے عذاب سے جوع (بھوک) یا دخان (دھواں) مراد ہو ہر دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ دھواں بھوک سے ہی تو اٹھتا تھا۔ انا مومنون بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں عذاب کے اٹھ جانے کے بعد انی لھم الذکری ان کے لئے نصیحت کہاں یہ ان کی گفتگو مذکور کا رد ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے سے عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لائیں گے غلط کہتے ہیں اور ان کے اس ایمان کی تکذیب ہے جو اس نصیحت پذیری سے انہیں نصیب ہوگا کی تکذیب ہے بوجہ اس خرابی کے جو انہیں ازل سے طاری ہے استفہام سے استبعاد مراد ہے نہ کہ حقیقت اب معنیٰ یہ ہوا یہ لوگ کیسے نصیحت قبول کر سکتے ہیں یا کہاں

سے نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جب کہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ان سے عذاب اٹھ گیا تو وہ ایمان لائیں گے۔
وقد جاءھم رسول مبین حالاں کہ انکے پاس رسول مبین آئے ہیں یعنی ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے نصیحت پذیری کے اسباب دیکھے ہیں اور نصیحت پذیری کے لئے ان کے ہاں ایسے موجبات موجود ہیں جو اس بارش سے آنے اور دکھ درد ٹلنے سے کہیں بہتر ہیں وہ یہ کہ ان کے ہاں ایک عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آیات ظاہرہ اور ایسے معجزات قاہرہ ظاہر کر کے انہیں حق کے راستے واضح کر دکھلائے ہیں۔ ثم یہ کلمہ تاخیر استبعاد کے لئے ہے "تولوا" پھر انہوں نے روگردانی کی "عنہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باوجودیکہ ان سے ایسے بڑے بڑے امور دیکھے جو انہیں ان کی اطاعت گزاری پر مجبور کر دیتے لیکن پھر بھی روگردانی کی اور نہ صرف روگردانی بلکہ "وقالوا" ان کے متعلق کہا "معلم مجنون" سکھلایا ہوا مجنون ہے مثلاً کبھی تو کہتے کہ انہیں ثقیف والوں کا عجمی سکھاتا ہے اس کا عداس یا ابو نکیہہ یا جبر یا یسار یا کوئی اور نام ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ مجنون ہیں یا یہ کہ بعض اکبر سکھلایا ہوا کہتے اور بعض آپ کو مجنون کہتے (معاذ اللہ) تو پھر جس قوم کا یہ حال ہو اس سے کیسے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ پند و نصیحت قبول کر لیں گے ان کی مثال تو اس کتے کی ہے کہ جب بھوکا ہوتا ہے تو عجز دکھاتا ہے اور جب سیر ہو کر کھا لیتا ہے تو سرکشی کرتا ہے۔ انا کاشفوا العذاب بے شک ہم عذاب کھولنے والے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ربنا اکشف عنا الخ کا جواب ہے یعنی ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے یا بارش برسانے سے ان سے عذاب ہٹا دیں۔ قلیلاً۔ تھوڑا سا، یہ ان کے اندرونی کمال خبث کی دلیل ہے کہ جب وہ تھوڑے سے عذاب ہٹانے سے کفر کی طرف عود کر آئے ہیں تو جب ہم ان کو کلی طور چھوڑ دیں تو پھر وہ مکمل طور کفر کی طرف لوٹ جائیں گے یا قلیلاً سے ان کی بقایا عمریں مراد ہیں جو بہ نسبت ان کے ان عمروں کے قلیل ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔ انکم عائدون بے شک ہم بھی لوٹنے والے ہیں یعنی اگر تم سرکشی اور اصرار علی الکفر کی طرف لوٹ آئے اور اسی حالت کو بھول گئے تو ہم اس کے بعد اسی طرح عذاب دینے پر لوٹ آئیں گے۔

فائدہ: دونوں فعلوں میں اسم فاعل کا صیغہ تحقیق پر دلالت کے لئے ہیں کہ وہ لامحالہ واقع ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں سے ان کا عذاب ہٹ گیا لیکن تھوڑے عرصے کے بعد کفار اپنی پہلی حالت سرکشی و عناد پہ لوٹ آئے کہ وہ وعدہ خلافی اور نقض عہد کر کے شرک کرنے کی طرف لوٹ آئے جب ان سے مانع زائل ہوا تو انہوں نے واپس لوٹنا تھا جیسے ان لوگوں کا حال تھا کہ جب دریائی سفروں میں کشتیوں پر سوار ہوتے تو ڈوبنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے جب نجات پاتے تو دریا عبور کرتے ہی کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہے۔

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
نے ز عقل روشن چون گنج بود

۲ چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم
می نیرزد آں خاک آں توبہ ندم

۳ میکند او توبہ و پیر خورد
بانگ لورُدُّوا لعادوا می زند

ترجمہ ۱۔ وہ ندامت رنج کا نتیجہ ہے نہ عقل روشن سے گنج کی طرح ہے

۲۔ جب رنج گئی تو ندامت بھی ختم۔ وہ خاک ندامت توبہ کو قبول نہیں کرتی۔

۳۔ جب وہ توبہ کرتا ہے تو خرد مند پیر کہتا ہے کہ اگر لوٹائے جائیں تو پھر اس طرح کریں گے۔

یوم نبطش البطشۃ الکبری اس دن کہ ہم بہت بڑی گرفت فرمائیں گے۔

حل لغات البطش بمعنی کسی شے کو سختی اور جھٹکے سے پکڑنا یعنی قیامت میں ہم بدلہ لیں گے اور انہیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ انامنتقمون بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں یوم ظرف ہے انا منتقمون کے مدلول کی ظرف ہے نہ کہ منتقمون کی کیونکہ انا کا لفظ مانع ہے کہ یوم منتقمون کی ظرف بنے

فائدہ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دن یاد کیجئے جب کہ ہم کافروں کی بہت بڑی سخت گرفت کریں گے یعنی قیامت میں اس لئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے بھوک و دخان سے گرفت فرمائی پھر انہیں بدر میں قتل و قید کا مزہ چکھایا اور یہ سب کم درجہ کے عذاب تھے جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کی اللہ تعالیٰ ایسی سخت گرفت فرمائے گا کہ جس کا دنیا کے کسی بھی عذاب پر اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے عذاب اور اس کی جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کی اس توفیق کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں اس کی رضا اور اس کی نعمتوں تک پہنچائے۔ (آمین)

فائدہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دخان سے وہ دھواں مراد ہے جو قیامت کی علامات میں سے ایک ہے اور وہ ہے جو قیامت سے پہلے آسمان سے آکر کافروں کے کانوں میں داخل ہوگا یہاں ہر ایک کافر کا سر ایسے معلوم ہوگا کہ گویا وہ آگ میں بھونا گیا ہے اور مومن کے لئے ایسے ہوگا جیسے زکام والے کا حال ہوتا ہے اور زمین ایک گھر جیسی ہوگی کہ جس میں آگ جلائی جائے اور اس سے میں سے کوئی سوراخ نہ ہوگا کہ جس سے دھواں نکل جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت دھواں اور نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور آگ جو عدن ابین (بفتح الہمزہ) یہ اس شخص کا نام ہے جس نے یہ شہر یمن میں بنا کر اسمیں ایک عرصہ مقیم رہا) کے گڑھے سے نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر میں لے جائے گی اور میدان حشر شام و قدس میں ہے۔

فائدہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ دخان کیا ہے آپ نے یہی آیت تلاوت کرکے فرمایا وہ آگ مشرق و مغرب کے مابین کو بھر دے گی اور مسلسل چالیس دن رات رہے گی اور مومن کو ایسے زکام کی طرح پہنچے گی اور کافر تو نشہ میں ہوگا جس کے نتھنوں اور کانوں اور دبر سے آگ خارج ہو گی۔

حدیث شریف حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سرور عالم علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم کچھ باتیں کررہے تھے آپ نے فرمایا تم کیا کہہ رہے تھے ہم نے عرض کی کہ ہم قیامت کی باتیں کررہے ہیں آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے تم یہ علامات نہ دیکھ لو۔ (۱) دخان (۲) دجال (۳) دابہ (۴) طلوع نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (۵) یاجوج و ماجوج (۶) تین خسف = (۱) مشرق میں (۲) مغرب میں (۳) جزیرۂ عرب میں (۷) آخر میں یمن سے ایسی آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر میں دھکیل کرلے جائے گی۔

فائدہ : بعض علماء کرام نے اسکی تاویل یوں کی ہے کہ دخان سے ترک اور دجال سے ان کا شر و فساد اور نزول عیسیٰ سے ان کا دفاع اور ظہور خیر و صلاح مراد ہے۔

صاحب روح البیان کی تحقیق فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ یہ تاویل اگر از روئے اشارہ ہے تو مسلّم ہے کیونکہ دنیا مظاہر جلالیہ و جمالیہ سے خالی نہیں اور یہ سلسلہ خروج دجال و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہے گا اگر یہ تاویل علیٰ طریقۃ الحقیقۃ تو پھر غلط ہے اس لئے کہ حقیقی طور ان کا ظہور لازمی ہے کیونکہ ان کی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

فائدہ : اس معنیٰ پر کہ دخان سے وہی دھواں مراد ہے جو قرب قیامت میں آئے گا تو اس وقت کے لوگ کہیں گے " ربنا اکشف عنا الخ اور اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمائے گا انا کاشفوا العذاب الخ یعنی جب یہ دھواں آئے گا تو کفار و مشرکین عجز و نیاز سے عرض کریں گے ربنا اکشف عنا العذاب انا... چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے عذاب ہٹائے گا جونہی ان سے عذاب اٹھے گا فوراً مرتد ہو جائیں گے ... میں کسی قسم کی مہلت بھی نہیں دیں گے۔

مسئلہ : علامات قیامت کا ظہور انقطاع تکلیف کا موجب نہ بنے گا اور نہ ہی صحت ایمان کو قادح ہے اور نہ ان کا لزوم واجب ہے اور نہ ہی ان کا عدم انکشاف۔

فائدہ : بعض مفسرین نے فرمایا دخان سے وہ دھواں مراد ہے جو قیامت میں ہوگا کہ جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو انہیں دھواں گھیرے گا اس معنیٰ پر یہاں اس کا حقیقی معنیٰ اور اس کے لوازمات مراد لئے گئے ہیں کیونکہ قیامت کے دن شدۃ احوال کی وجہ سے آنکھوں پر اندھیرا چھا جائے گا یہاں تک کہ انسان کو پتہ نہ چلے گا کہ وہ کہاں

جا رہا ہے اس پر ظلمات کا غلبہ ہوگا گویا وہ دھوئیں کے گھیرے میں گھر جانے گا اس معنیٰ پر اسے بالفرض والتقدیر کے معنیٰ میں لیں گے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اس وقت لوگ کہیں گے "ربنا اکشف عنا العذاب" الخ یعنی اے اللہ ہمیں دنیا کی طرف واپس بھیج دے ہم جاکر نیکی کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا "انا کاشفوا العذاب" یعنی اگر ہم عذاب سے نجات دے کر تمہیں دنیا میں لوٹا دیں تب بھی تم اسی طرح کفر و تکذیب کی طرف لوٹ جاؤ گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا "ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ" اگر لوٹائیں جائیں تو جس سے انہیں رد کیا گیا اس طرف عود کر آئیں گے ۔ ان تینوں تفسیروں میں سے پہلی تفسیر قرآن کریم کے نظم و نسق کے مطابق ہے ۔

تفسیر صوفیانہ

عرائس میں البقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کا دخان بھوک سے ظاہر میں اور باطن میں نفس امارہ اور ہوائے مختلفہ کا وہ دھواں مراد ہے جو غبار شہوات اور ظلمۃ الغفلات سے ان کے قلوب کے آسمان کو بدل دیتا ہے مراد ہے ۔

فائدہ : حضرت سہل (تستری) قدس سرہ نے فرمایا کہ دنیا میں دخان سے قسوۃ قلب اور غفلت عن الذکر مراد ہے ۔

دوسری صوفیانہ تقریر

تاویلات میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے اس مراقبہ کی طرف جو آسمان قلب کی طرف اوصاف بشریہ کا دھواں اٹھتا ہے جو شواہد حق سے محروم کر کے عوام پر چھا جاتا ہے اور یہ ارباب مشاہدہ کے نزدیک بہت بڑا عذاب ہے ۔

فائدہ : حضرت سری (سقطی) رحمۃ اللہ تعالیٰ قدس سرہ دعا کہتے کہ اے اللہ تعالیٰ جب تو مجھے عذاب دے تو مجھے ذلت حجاب کا عذاب نہ دینا اے اللہ ہمارے

عذاب حجاب دور فرمادے ہمارا ایمان ہے تو رفع حجاب اور اس کے لٹکانے پر قادر ہے جب یہ لوگ استغاثہ کرتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ انہیں نصیحت کہاں حالاں کہ ان کے ہاں رسول علیہ السلام ان کے تقویٰ و فجور کا الہام لیکر آئے تو انہوں نے ان کی مخالفت کی اور کہا یہ تو شیطانی وسوسے ہیں جب ان کی صورت یہ دنیا میں تھوڑا سا عذاب ہٹایا اس لئے کہ ہمارے نزدیک تمام دنیا قلیل ہے لیکن ہم تو بہت بڑی گرفت کریں گے اور انہیں بہت بڑے غم و حزن میں مبتلا کریں گے پھر اس سے اپنے آرام کے لئے کوئی جگہ نہ پائیں گے

صاحب روح البیان کا فیصلہ

فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ دخان ظاہر کا ہو یا باطن کا آپس میں کسی قسم کی خیر اور بھلائی نہیں مثلاً خواب میں اگر کوئی دھواں دیکھے تو اس سے تعبیر یہ ہے کہ دھواں دیکھنے والا ہولناک منظر اور قتال شدید اور ظلمات اور حج ۔ و کدورت دیکھے گا ۔

سبق

عاقل پر لازم ہے کہ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف جانے کی اور دائرۃ الصفار بحضور میں داخل ہونے کی کوشش کرے کیوں کہ جو بھی دخان وجود میں رہا تو وہ وجہ مقصود سے ہمیشہ اندھیرے میں رہیگا ۔

تفسیر عالمانہ ولقد فتنا قبلھم بے شک ہم نے ان کفار مکہ سے پہلے آزمایا۔ قوم فرعون • فرعون کی قوم یعنی قبطیوں کو۔ اب معنی یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر ہم نے قوم فرعون کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو ممتحن کرتا ہے تاکہ ایمان لے آئیں اور اپنی دل کی چھپی بات ظاہر کریں تو انہوں نے دوکری کو پسند کیا اور ایمان نہ لائے۔ یہاں فعل اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ ہم نے مہلت دے کر اور دنیا و دولت سے مالا مال کر کے انہیں فتنہ میں ڈالا اس معنیٰ پر مجاز عقلی ہے کہ فعل کا اسناد اس کے سبب کی طرف ہے کیوں کہ یہاں فتنہ سے انکار وارتکاب معاصی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دینے اور توسیع رزق و مال کا سبب ہے۔ **وجاءھم رسول کریم** اور ان کے ہاں آیا وہ رسول جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم و محترم ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم بایںمعنی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی طرح سے انعام و اکرام کے مستحق ہوئے یا آپ اہلِ ایمان کے نزدیک مکرم تھے یا وہ فی نفسہٖ مکرم تھے کیوں کہ ہر نبی علیہ السلام اپنے زمانہ کے لوگوں میں حسب و نسب کے لحاظ سے مکرم اور برگزیدہ ہوتا ہے اور کرم بمعنی خصلت محمودہ یا آپ بایںمعنی مکرم تھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور اس کا کلام بلاواسطہ سنا۔

شان حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم بعض مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی باغی قوم قبطیوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کی تاکہ یہ امت ان کے حالات سنکر عبرت کرے اور گناہوں اور انکار پر اصرار نہ کرے جیسے انہوں نے ایسا کیا تو غرق ہوئے اور یہ ان کے حال سے عبرت حاصل کرے راہِ ہدایت کی طرف آئے اور اپنے نبی علیہ السلام کی دعوت قبول کرے اس پر ایمان لائیں جو احکام آپ سے آئے تاکہ انہیں ان مصائب کا شکار نہ ہونا پڑے جیسے فرعون اور فرعونی عذاب میں مبتلا ہوئے۔

ان ادوا الیّ عباد اللہ ان مصدریہ ہے دراصل بان ادوا الخ تھا یہ کہ میرے ہاں بنی اسرائیل کو پہنچا دو اور انہیں میرے سپرد کر دو تاکہ میں انہیں ان کے آباؤ اجداد کے وطن یعنی شام کے ملک میں لے جاؤں اور اور نہ انہیں غلام بناؤ اور نہ ہی انہیں عذاب دو یعنی میں تمہارے ہاں اس لئے آیا ہوں تاکہ تم بندگانِ خدا کو میرے سپرد کر دو۔

فائدہ فرعون قبطی تھا اور بنی اسرائیل اس کے ملک میں مسافر تھے کیونکہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان سے ہجرت کر کے مصر میں تشریف لائے تھے اس وقت ان کے صاحبزادوں سمیت یہ کل بیاسی تھے لیکن فرعون جب بادشاہ بنا اس نے انہیں سخت مصائب و تکالیف میں مبتلا کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر تشریف لائے تو فرعون کے غرق ہونے پر ان کی جان چھوٹی اور موسیٰ علیہ السلام انہیں فلسطین

کی طرف لے گئے تو اس وقت وہ ایک کروڑ اور چھ ہزار افراد تھے انہیں ایک طرف دولت ایمان ملی دوسری طرف فرعون سے نجات پائی۔

فائدہ : فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ "ان ادوا الیّ" کا مطالبہ ان کے ایمان لانے کے بعد تھا جیسا کہ دوسری آیت میں کہا

لنؤمنن لك ولنرسلن معك بني اسرائيل ہم تم پر ایمان لائیں گے اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔

اس کی نظیر نوح علیہ السلام کا قول ہے جو آپ نے اپنے لڑکے کو فرمایا۔

یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین" اے بیٹے ایمان قبول کر اور کشتی پر سوار ہو اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

اس لئے کشتی پر وہی سوار ہوئے تھے جو ایمان دار ہوں کیوں کہ کشتی کی سواری ایمان پر موقوف تھی۔

فائدہ : بعض مفسرین نے فرمایا کہ عباد اللہ منادی منصوب اس کا حرف ندا محذوف ہے اب معنی یہ ہوا کہ اے اللہ کے بندے میرا حق ادا کرو یعنی ایمان لاؤ اور میری دعوت قبول کرو۔

انی لکم رسول امین اس لئے کہ بے شک میں تمہارا رسول اور ادائیگی وحی و رسالت میں امین ہوں اور معجزات دکھا کر اپنے دعویٰ میں سچا ہوں یہ ادوا (امر) کی علت ہے

اعجوبہ : بنی اسرائیل فرعون اور اسکی قوم کے ہاں اللہ تعالیٰ کی امانت تھی انہیں چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امانت موسیٰ علیہ السلام کو واپس کرتے لیکن انہوں نے امانت کی خیانت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا فرمایا۔ وان لا تعلوا علی اللہ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے آگے تکبر نہ کرو اس کی وحی اور اس کے رسول کی اہانت اور اس کے بندوں کی گستاخی اور ان کی تحقیر کر کے انی آتیکم یہ صیغہ اسم فاعل ہے یا صیغہ مضارع ہر دونوں احتمال صحیح ہیں۔

بسلطان مبین یہ نہی کی تعلیل ہے یعنی میں تمہارے پاس ایسی واضح اور روشن دلیل لایا ہوں کہ جس میں انکار کی گنجائش نہیں یعنی معجزات یعنی میں اپنے صدق مدعا کے لئے روشن دلیل لایا ہوں۔

نکتہ ، فعل ادا کے ساتھ امین اور سلطان کے ساتھ مبین لانے میں کلام کو بلیغ ظاہر کرنا ہے۔

وانی عذت بربی وربکم بے شک میں نے پناہ مانگی اور توکل کیا اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار پر "ان ترجمون" اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو وہی مجھے تمہارے شر سے بچانے والا ہے۔ الرجم " یعنی سنگسار کرنا کسی کو (رجام بالکسر) پتھر سے مارنا یا یہ کہ مجھے مارو یا گالی دو مثلاً کہو کہ وہ جادوگر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یا یہ کہ تم مجھے قتل کرو۔

فائدہ : یہ اس لئے فرمایا کہ جب پیغام سنایا کہ ان لا تعلوا علی اللہ تو فرعونیوں نے آپ کو قتل کی دھمکی دی

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ میں نے پناہ مانگی ہے اپنے رب سے اپنے نفس کے شر سے اور تمہارے پروردگار سے تمہارے نفوس کے شر سے کہ مجھے کسی فتنہ میں مبتلا کر دو۔

تفسیر عالمانہ وان لم تومنولی فاعتزلون اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو مجھے علیحدہ کر دو۔

الایمان لام سے متعدی ہو تو بمعنیٰ ایقان و قبول ہوتا ہے اگر با سے متعدی ہو تو بمعنی اعتراف ہوتا ہے۔ مومن کو اسی لئے مومن کہا جاتا ہے کہ وہ مومن بہ کو تکذیب و مخالفت کی ضمانت دیتا ہے۔

فائدہ: ابن الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لام بمعنی اجل (سببیہ) ہے یعنی اس لئے کہ میں تمہارے لئے حجت لایا ہوں۔ اب معنی یہ ہوا کہ اگر تم عقل کے پیش میرے ساتھ مقابلہ کر - میری تصدیق نہ کرو تو مجھ سے دور رہو اس سے نہ میرا نقصان ہے نہ نفع اور نہ ہی تجھے تم کوئی شر پہنچا سکتے ہو نہ ہاتھ سے نہ زبان سے تمہارے داعی کو اس سے کوئی جزا و سزا نہ ہوگی۔ اسی تقریر پر اعتزال بمعنی ترک ہوگا یعنی صرف ایمان کی علیحدگی مراد نہیں۔ بلکہ مذہبی تعلقات مراد ہیں۔

(قاعدہ) متاخرین معتزلہ میں سے قاضی عبدالجبار نے کہا کہ قرآن میں جہاں بھی لفظ اعتزال واقع ہوا ہے وہاں باطل سے علیحدگی مراد ہے اس معنی پر اعتزال مدحیہ کلمہ ہوگا۔

معتزلی کا رد: مذکورہ بالا قاعدہ آیت "فان لم تومنوالی فاعتزلون" سے ٹوٹ گیا۔ اس لئے کہ یہاں ایمان سے علیحدگی مراد ہے نہ کہ بطلان و کفر سے ذلہٰذا اعتزال کلیتہً مدح کے لئے نہ ہوا۔ (کذا فی بعض الکتب الکلامیہ)

حکایت: سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا کسی مسئلہ میں آپ کے کسی شاگرد سے اختلاف ہوا تو اس نے آپ سے مناظرہ کی ٹھانی۔ آپ نے اسے وقت دیا جب وہ موقعہ پر پہنچا تو آپ نے اسے یہی آیت فان لم تومنو لی فاعتزلون پڑھ کر سنائی اس سے ثابت ہوا کہ اعتزال کبھی حق سے اعراض کیلئے بھی آتا ہے۔

حکایت بشر حافی وامام احمد حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت امام حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزانہ تشریف لے جاتے اس لئے کہ آپ کو ان سے ارادت (عقیدت) تھی۔ شاگردوں نے کہا کہ آپ امام وقت ہیں فقہ و حدیث بلکہ جملہ علوم اور اجتہاد میں آپ کی مثال نہیں تو پھر آپ ایسے پریشان حال درویش جو ہر وقت پاؤں ننگے چلتا رہتا ہے) کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں یہ آپ کی شان کے خلاف ہے آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو جو علوم تم نے گن سنائے ہیں واقعی میں ان سے بہتر جانتا ہوں لیکن وہ یادِ خدا میں وقت بسر کرنے میں مجھ سے بہتر ہیں۔

سبق انسان پر لازم ہے کہ وہ باطل سے دور رہے اور حق کا دامن مضبوط تھامے۔

منکرین اولیاء کی تردید بہت بدبخت منکرین اولیاء اللہ کی صحبت سے نہ صرف دور رہتے ہیں بلکہ ہر وقت ان کے گلہ شکوہ اور ان کی غیبت میں لگے رہتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی دشمنی خرید رہے ہیں حالانکہ انہیں اولیاء کرام کی صحبت اور ان کی مجلس سے فوائد حاصل کرنا لازم تھا۔

سبق اہل حق پر لازم ہے کہ وہ اہل شر اور ظالموں اور جابروں سرکشوں سے پناہ مانگیں اور اہل انکار اور گردن کشوں سے دور رہیں جیسے انبیاء علیہم السلام نے ان سے پناہ مانگی اور دور رہے

اے خدا کترین گدائے توام
چشم برخوان کبریائے توام

۲ از بد منکراں امانم دہ
ہرچہ آنم ہست آنم دہ

۳۔ چونکہ تو گفتی فاستعذ باللہ
بتو بردم ز شر دیو پناہ

۴۔ باخصوص از بلائے دیو سفید
کہ نباشد از گریز مفید

ترجمہ: اے اللہ ہم تیرے کمترین بندے ہیں تیری کبریائی کے فضل وکرم سے پر اُمید ہیں

۲: برائیوں سے مجھے امان دے جو کچھ میں ہوں وہ مجھے دے۔

۳: جب کہ تو نے خود فرمایا کہ اللہ سے پناہ مانگو تیری مدد سے دیو کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

۴: بالخصوص دیو سفید کی بلاء سے کہ اس سے بھاگنا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

ان ھٰؤلاء بے شک یہ قبطی "قوم مجرمون" مجرم لوگ ہیں کفر اور خواہشات نفسانیہ پر اصرار کرنے والے ہیں اور تو انہیں خوب جانتا ہے فلہذا انہیں وہی سزا دے جس کے وہ مستحق ہیں۔ فاسر بعبادی فاء عاطفہ ہے۔ اس کے بعد قول محذوف ہے تاکہ انشاء کا خبر پر عطف لازم نہ آئے۔ "الاسراء" رات کو جانا کہا جاتا ہے اسری لیلاً یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے ساتھ رات کو جائے "ایسے ہی سری واسری۔

سوال، جب اسراء رات کو جانے کو کہا جاتا ہے پھر لیلاً لانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب، تاکید کے لئے ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر انہیں فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے رات کے اس وقت لے جائیے جب دشمن غفلت کے نشہ میں ہو۔

میرے بندوں کو رات کے وقت لے جا۔

انکم متبعون یہ امر بالسیر کی علت ہے یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو تمہارے چلے جانے کا علم ہوگا تو وہ تمہارے پیچھے آئیں گے تاکہ تمہیں قتل کر دیں جب تم دریا کے کنارے پہنچو تو تم دریا میں عصا ڈال دینا اس سے تمہیں دریا راستہ دے گا وہاں سے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانا۔ " واترک البحر اور دریائے قلزم کو چھوڑ دینا یہاں دریائے قلزم مراد ہے یہی ظاہر اور مشہور تر ہے یا دریائے نیل مراد ہے " رھوا " حال ہے دریا کو اس سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس وقت اس کا یہی حال تھا۔ " رھوا بمعنی فرجہ واسع (بڑا سوراخ) مصدر بمعنی فاعل یا لفظ ذا محذوف ہے یعنی دریا کو اس کی اسی حالت میں چھوڑ دینا کہ اس کے راستے کھلے ہوں اور اس سے نہ ڈرنا کہ فرعون اور قوم تمہیں پہنچ جائے گی یا یہ معنی ہے کہ دریا کو اس کی ہیئت ساکنہ میں چھوڑ کر چلے جانا اسے دوبارہ عصا نہ مارنا تاکہ وہ راستے بند نہ کر دے بلکہ اسے کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کرنا تاکہ قبطی اس میں داخل ہوں جب وہ اس میں داخل ہوں گے تو ان پر پانی چڑھائی کر دے گا۔ یعنی دریا کے راستے کھلے چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ فرعون اور اس کی قوم کو دریا کے راستے کھلے مل جائیں اب " رھوا " کا معنی ساکن مضطرب ہے اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانی ایک بہت بڑے چٹان کی طرح ٹھہر گیا تھا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو عبور فرما لیا " انھم جند مغرقون " "بے شک فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہوگا۔ یہ ترک البحر کے امر کی علت ہے جند وہ لشکر جو جنگ کے لئے ہر وقت تیار ہو الاغراق بمعنی غرق کرنا۔ الغرق پانی میں ڈوبنا اور اس کی گہرائی میں چلا جانا۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ چونکہ فرعون پانی پر نازاں تھا اور کہتا تھا کہ میرے باغات میں اور میرے محلات کے نیچے نہریں چلتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کے عذاب میں مبتلا فرمایا جس پر وہ ناز کرتا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا کے سفر کا حکم فرمایا ورنہ جنگلات کی طرف حکم فرماتا اور وہ دشمن کو جنگلات میں تباہ و برباد کر سکتا ہے جیسے قبطیوں سے پہلے کے کفار کو دریا کے علاوہ دوسری طرح عذاب میں تباہ و برباد کر دیا۔

تفسیر عالمانہ: کم ترکوا، مصر میں انہوں نے تمہارے لئے بہت کچھ چھوڑا " کم محلاً منصوب ترکوا " کا مفعول ہے " من جنات " من بیانیہ ہے کیونکہ باغات میں ابہام ہے یعنی ایسے باغات چھوڑے جو کثیر الاشجار تھے۔ جو اشید سے اسوان تک پھیلے ہوئے تھے اور ان دونوں مقامات کے درمیان بیس دنوں سے بھی زائد کا فاصلہ تھا اور آیت میں اختصار ہے اب معنی یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح کیا جیسے انہیں حکم تھا کہ دریا کو اسی حالت پہ چھوڑ دیا جس میں فرعون اور اس کا لشکر داخل ہوا تو غرق ہو گئے اور بہت بڑے باغات بنی اسرائیل کے لئے چھوڑ کر مرے " وعیون " بہت سے بہنے والے پانی کے چشمے غالباً اس سے وہ نہریں مراد ہیں جو نیل سے نکل کر باغات و محلات میں پہنچتی تھیں۔ ورنہ اس وقت مصر میں نہ کنوئیں تھے اور نہ چشمے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے مصر کی مذمت میں کہا کہ ڈالیے

رطوبت والے اور بدبودار دریا کے درمیان واقع ہے جس سے بخارات ردیہ اٹھتے ہیں تو اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور غذائیں خراب ہوتی ہیں اور ایسے پہاڑ کے درمیان واقع ہے جو بیکار اور خشک اور سخت ہے کہ اس کی خشکی کی سختی کی وجہ سے وہاں انگور وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہاں پانی کے چشمے جاری ہو سکتے ہیں

"زروع" زرع کی جمع ہے وہ جو زمین سے کھیتی پیدا ہو اسے مصدر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

حل لغات زرع الله الحرث سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کھیتی اگائے اور اسے نشو ونما بخشے اور کشف الاسرار میں ہے کہ یہاں قوت اور طعام کی مختلف قسمیں مراد ہیں یعنی وہ کھاتے پیتے اور خوشحال لوگ تھے اہل عرب کے حال کے برعکس یعنی عرب ہمیشہ دکھ اور بھوک اور قحط کا شکار رہتے بخلاف اہل مصر کے کہ

وہ ہمیشہ سکھ اور خوشحالی میں زندگی بسر کرتے ہیں "ومقام کریم" اور مزین محفلیں اور بہترین کوٹھیاں "ونعمة" اور نعمتیں اور رونقیں اور بہترین معاش یعنی نعمتوں کے ہر قسم کے اسباب وغیرہ۔

حل لغات یہ اس محاورہ سے ہے کہا جاتا ہے کم ذی نعمة لا نعمة بہت سے مالدار ہیں جنہیں تنعم نصیب نہیں نعمة بالکسر بمعنی وہ شے جو تم کو انعام کے طور نصیب ہو اور نعمة (بالفتح) بمعنی تنعم یعنی وہ شے جو بطور نرمی ونعومة کے طور استعمال کی جائے وہ کھانے کی چیزیں ہوں یا پہننے کی یعنی ناز ونعمتوں سے زندگی گزارنا "کانوا فیها فاکهین" وہ تھے اس دنیا میں آسودہ حال یعنی نعمتوں سے بھرپور اور ان سے لذت حاصل کرنے والے اسی سے "الفاکهة" ہے وہ شے کہ جس کے کھانے سے لذت حاصل ہو (کذلك) کاف محلاً منصوب ہے اور ذلك کا اشارہ اس فعل کی طرف ہے جس پر ترکوا دلالت کرتا ہے" یعنی ہم نے یہ نعمتیں ان سے لیے ہی چھین لیں اور "ثناها قوماً آخرین" اور وہ نعمتیں ہم نے دوسروں کو عطا فرما دیں اس کا فعل مقدر پر عطف ہے "الایرات" بمعنی کسی کو دوسرے کے مال کا مالک بنا دینا یا یہ کہ ہم نے انہیں مال کے تصرف کی اسی طرح قدرت دیدی جیسے وارث کو تصرف کی قدرت دی جاتی ہے یعنی ہم نے قبطیوں کا مال ایسے لوگوں کو دیا جو نہ ان کے رشتہ دار تھے نہ ان کے دینی بھائی اور نہ دنیاوی کا تعلق تھا یعنی وہ بنو اسرائیل جو اس سے قبل ان کے تابع تھے بلکہ ان کے بے دام غلام تھے اب اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کو تباہ کر کے ان کے مال کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا اور ان کے گھر اور مکانات ان کے قبضہ میں دیدیئے بعض نے کہا اس سے بنی اسرائیل کے غیر لوگ مراد ہیں کیوں کہ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل مصر کو واپس لوٹ کر نہیں آئے تھے۔ اس لئے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ تواریخ کی مشہور کتابوں میں کہیں نہیں کہ بنی اسرائیل مصر کو واپس آئے یا قبطیوں کے اموال کے مالک ہوئے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ تواریخ کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس میں بہت جھوٹ موٹ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اور کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے اور سورۃ شعراء میں ہے کہ قبطیوں کے وارث بنی اسرائیل وارث ہوئے اور قرآنی نص کے بالمقابل تواریخ کا

کوئی واقعہ قابل اعتبار نہ ہوگا[1]

مختلف آیات کی تطبیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا" عسی ربکم ان یہلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض" یعنی عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرکے تمہیں ان کا جانشین بنائے گا۔ ان کی زمین مصر کا یا ارض مقدسہ کا اور فرمایا" و اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربہا اور ہم نے اس قوم کو جو کمزور تھی مشارق و مغارب کا وارث بنایا اس سے ارضِ شام مراد ہے اور مشارق و مغارب سے اس کی شرقی و غربی جوانب مراد ہیں ان دونوں آیتوں کی کسی وقت مصر مراد لیتے ہیں اور کسی وقت شام۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے شام مراد ہے اس لئے کہ وہ خود ملک مصر میں واپس نہیں لوٹے تھے اس میں ان کی اولاد مراد نہ ہوسکے گی اور اگر مصر مراد ہو تو مستضعفین سے ان کی اولاد مراد ہوگی کیوں کہ مصر کو حضرت داؤد علیہ السلام نے فتح کیا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شام و مصر ہر دونوں مراد ہوں پھر مستضعفین سے وہ اور ان کی اولاد ہر دونوں مراد ہوں گے اس قاعدہ پر کہ جس فعل کی نسبت اولاد کی طرف ہو اس سے آباد بھی شامل ہوتے ہیں (و ایسے ہی برعکس)

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کھلا چھوڑ دو ذکر کے عصا سے بحرِ فضل کو اس لئے کہ نفس فرعون اور اس کی صفات دریائے وحدت میں غرق ہوں گے اور وہ شہوات کے باغات اور مستلذات حیوانیہ کے چشمے اور آمال فاسدہ کی کھیتیاں اور مقامات روحانیہ کو چھوڑنے والے ہیں اور ایسے ہی دنیا کی جملہ نعمتوں سے اعراض کریں گے اور آخرت کی نعمتیں بھی" وکذلک اور ثناھا الخ میں اشارہ ہے کہ اگرچہ صفات نفسانیہ تجلی صفات ربانیہ سے فنا ہوجاتی ہیں لیکن دائمی زندگی پاکر وہ زندہ رہ جاتی ہیں اس لئے کہ تجلی صفات ربانیہ سے یہ صفات نفسانیہ فنا پاکر صفات حمیدہ پیدا ہوجاتی ہیں اگر ان صفات نفسانیہ سے ایسی صفات پیدا نہ ہوتیں تو سالک کو ترقی کب نصیب ہوتی (اسے اچھی طرح سمجھ لے)

یاد رہے کہ سالک انہی صفات سے ملائکہ کی صفات سے آگے بڑھ جاتا ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی ترقی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

وما منا الا لہ مقام معلوم اور نہیں ہے ہماری طرف فرشتے کو مگر ایک مقام معلوم اس معنی پر ملک کی ترقی دفعی ہوتی ہے جب کوئی مقام مل گیا اس کے بعد اسے کوئی ترقی نصیب نہیں بخلاف کمال بشری کے کہ اسے تدریجی ترقی نصیب ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں بھی اس کی ترقی ہوتی رہے گی (واللہ تعالیٰ ہی جود وعطا فرماتا ہے)

---

[1] حواشی سعدی المفتی ۱۲

تفسیر عالمانہ فما بکت علیھم السماءُ والارض مجاز مرسل ہے ان کے ہلاک ہونے پر لاپروا ہی سے کہ ان کا وجود گویا کسی شمار میں نہ تھا کیوں کہ کسی پر رونا اس وقت ہوتا ہے جب وہ شے معتبر ہو یعنی یہ استعارہ تمثیلیہ ہے جبیں گریہ آسمان وزمین کو علی سبیل الکنایہ ان اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے جنہیں معتبر سمجھا جا سکے گریہ کو انکی طرف اسناد علی سبیل التخییل ہے اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی ذی قدر و منزلت انسان مرجاتا تو کہتے کہ اس پر زمین و آسمان رو رہے ہیں یعنی اس کی موت ایک ایسی مصیبت ہے جس سے تمام مخلوق کو تکلیف پہنچی ہے اور اس پر تمام مخلوق رو رہی ہے یہاں تک کہ آسمان و زمین بھی جب کہیں کہ اس پر زمین و آسمان نہیں روئے تو اس میں بتانا چاہتے کہ اس کی موت میں وہ بات نہیں جو ذی قدر و منزلت لوگوں کی موت سے ظاہر ہوگا۔

ف : اس میں کفار کے ساتھ تہکم واستہزاء ہے اور بتانا ہے کہ تمہارا حال ایسا ذلیل وخوار ہے کہ تمہاری قدر و منزلت پر زمین و آسمان نہیں روئے

فائدہ ، بعض نے کہا کہ یہ زمین و آسمان کا رونا مبنی بر حقیقت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

حدیث شریف ۱ ہر مومن کے لئے آسمان پر دو دروازے ہیں ایک سے اس کا رزق اترتا ہے دوسرے سے اس کا عمل داخل ہوتا ہے جب وہ مرتا ہے اور دو دروازے اپنا معمول نہیں پاتے تو مومن کی موت پر روتے ہیں اس کی دلیل میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت " فما بکت علیھم السماءُ " الخ تلاوت فرمائی۔

حدیث شریف ۲ میں ہے نیک بندے کی وفات پر اس کی عبادت گاہ اور (مصلیٰ) روتا ہے اور آسمان میں وہ مقام روتا ہے جہاں سے اس کا عمل اوپر کو چڑھتا ہے۔

حدیث شریف ۳ میں ہے کہ جب کافر مرتا ہے تو اس سے آسمان و زمین اور بلاد و عباد خوشیاں مناتے ہیں اور نہ اس پر زمین روتی ہے نہ آسمان۔

حدیث شریف ۴ زاریاں کرو اور گریہ کرو اس لئے کہ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے ہیں۔

حدیث شریف ۵ معالم (التنزیل) میں ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو اس پر زمین و آسمان انسانوں کی طرح روتے ہیں یعنی ان کا رونا انسان و حیوان کے گریہ کی طرح ہوتا ہے اور یہ قدرت ایزدی کے لئے ممکن ہے[1] (استدلال) آیت قرآنی میں ہے کہ ہر شئے کی حقیقت اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے محققین صوفیہ کا یہی مذہب ہے اسی لئے ان کا رونا اور ہنسنا جو اس کے مناسب ہے، جائز ہے۔

---

[1] الکواشی ۱۲

وحی الی اللہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو وحی بھیجی اور الہام فرمایا کہ میں تیرے سے اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ اسمیں بعض نیک ہوں گے جو میری طاعت کریں گے اور میں انہیں بہشت میں داخل کروں گا اور بعض وہ ہوں گے جو میری نافرمانی کریں گے۔ انہیں جہنم میں داخل کروں گا زمین نے کہا مجھ سے پیدا ہو کر تیری نافرمانی کر کے جہنم میں بھی جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں اس پر زمین رو پڑی اس سے قیامت تک چشمے جاری ہو گئے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پر معراج کرائی گئی تو میری جدائی سے زمین رو پڑی تو اس کی آدھی آنگوری پیدا ہوئی جب میں واپس لوٹا تو میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا جسے میری خوشبو سونگھنی ہو اسے گلاب کا پھول سونگھنا چاہیئے۔[۲]

فائدہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ آسمان کے حزن وغم کی ایک علامت ہے وہ یہی ہے کہ شام کے وقت مشرق ومغرب کی جانب سے سرخ ہو جاتی ہے حضرت سدی وعطاء رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے (آسمان کا رونا) حضرت زید بن ابی زید نے فرمایا کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو آسمان کے کنارے ایک ماہ تک سرخ رہے یہ اس کے رونے کی نشانی ہے۔

فائدہ: حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ غربی جانب کی سرخی پہلے نہ تھی لیکن جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت سے سرخی اٹھی اور بڑھتی رہی جو آج تک موجود ہے۔

ھ ۱ این سرخی شفق کہ برین چرخ بیوفا است
ہر شام عکس خون شہیداں کر بلاست

۲ گر چرخ خون ببارد ازیں درخور ست
در خاک خون بگرید ازیں ماجرار واست

ترجمہ ۱: یہ سرخ شفق چرخ بے وفا کی ہے کہ ہر شام کو شہیدان کربلا کے خون کا عکس ہے۔

۲: آسمان خون برسائے تو لائق ہے اگر زمیں اس ماجرا سے خون برسائے تو جائز ہے۔

فائدہ: شفق سے وہی سرخی مراد ہے جو غربی جانب کو مغرب کے وقت نظر آتی ہے

شفق کی قسمیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ شفق دو قسم ہے۔
(۱) الحمرہ (سرخ) (۲) البیاض (سفیدی)

مسئلہ: جب تک سرخ غائب نہ ہو نماز (مغرب) جائز ہے اور نماز عشاء کا وقت شروع

---

[۲] مقاصد حسنہ ۱۲:

ہو جاتا ہے جب سرخ شفق ختم ہو جائے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ سفیدی کے اختتام کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔

قاعدۂ ہلال حدیث شریف میں ہے جب چاند سرخ شفق کے ساتھ ختم ہو تو پہلی رات کا ہے جب سفیدی میں ختم ہو تو دوسری کا ہے لیکن شرعی رویت ہلال میں اس قاعدہ کو استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

(دستور عرب) عرب کا دستور ہے کہ خسوف (چاند گرہن) اور وہ سرخی جو آسمان پر پھیل جاتی ہے اسے وہ کسی میت پر رونے کی نشانی سمجھتے ہیں

(وفات بنی زادہ ابراہیم علی نبینا علیہ السلام)

جب حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے وصال کے وقت سورج گرہن ہوئی تو لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی موت کی وجہ سے ہوئی تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کی مجلس قائم فرما کر ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی دو آیات ہیں ان کی نہ کسی موت سے گرہن ہوتی ہے نہ کسی کی پیدائش سے جب تم سورج چاند گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو اور نماز (نوافل) پڑھو یہاں تک سورج چاند روشن ہو جائیں

سوال : یہ سابق تقریر کے منافی ہے پہلے فرمایا کہ مومن کی موت پر آسمان اور زمین روتے ہیں

جواب : پہلے مضمون میں اصل حقیقت بیان فرمائی اب غلط اعتقاد کا رد فرمایا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر حادثہ کسی نہ کسی خاص امر پر دلالت کرتا ہے اسی لئے ایسے حوادث کے وقت دعا اور نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

نکتہ ایسے مواقع پر دعا مانگنے کا راز یہ ہے کہ جب لوگ ایسے خوارق عادت دیکھتے ہیں تو فطرتاً دنیا سے روگردانی اور حضور الی الحق یعنی توجہ الی اللہ ہو جاتی ہے ایسے اوقات میں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

رد وہابیہ و دیوبندیہ صاحب روح البیان قدس سرہ مذکورہ بالا تقریر لکھ کر فرماتے ہیں کہ۔

هذا هو السر في استجابة الدعوات	مکانات بزرگ اور مزارات پر دعا کی
في الاماكن الشريفة والمزارات	قبولیت کا یہی راز ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ اس عبارت پڑھنے کے بعد فیصلہ فرمائیے کہ اسلاف صالحین تو مزارات مقدسہ اور مکانات شریفہ کی حاضری پر دعاؤں کی قبولیت کو تریاق بتا رہے اور نہ صرف صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ بلکہ ائمہ اربعہ بالخصوص امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قبر موسى الكاظم ترياق لاستجابة	حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی مزار شریف
الدعوة (حاشیہ مشکوۃ ولمعات واشعۃ اللمعات وغیرہ)	دعا کی قبولیت کا تریاق ہے

لیکن نجدی وہابی دیوبندی شرک کے فتوے کے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ (معاذ اللہ) ؎[1]

درسِ عبرت آسمان و زمین گنہگاروں اور ولایت کے غلط مدعیوں اور انانیت سے بھرے لوگوں کی موت پر نہیں روتے ۔ جب ایسے لوگوں پر ان کا رونا نہیں تو جن کی نیکی و طاعت کبھی زمین سے آسمان پر نہ جائے تو پھر یہ اس کے لئے کیسے روئیں گے اور اس شخص کی موت پر زمین کب روئے گی جو اسے گناہوں سے سیاہ کرتا ہے بلکہ زمین و آسمان تو اس بندہ خدا کے لئے روتے ہیں جو اطاعت گزار ہیں بالخصوص عارفین اولیاء اللہ کے وصال پر ۔ جب ان کی موت سے ان کے نفوس کے انوار آسمان سے نہیں اترتے اور ان کی برکات سے زمین معمور نہیں ہوتی ۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا زمین و آسمان علماء باطل کی موت سے روتے ہیں ۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مومن سفر میں مرتا ہے اور اس پر رونے والی کوئی نہیں ہوتی تو اس کی موت پر زمین و آسمان روتے ہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا کافر پر زمین آسمان نہیں روتے ۔

فائدہ بعض مفسرین نے فرمایا یہاں پر آسمان و زمین کے اہل مراد ہیں یعنی یہاں مضاف محذوف ہے جیسے واسئل القریہ الخ کہ دراصل اہل القریۃ تھا ۔ ذیل کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت میں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو فرشتے خوشیاں مناتے ہیں ۔ گویا ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور جب میرا کوئی امتی چھوٹا یا بڑا مرتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب ماہ رمضان الوداع کرتا ہے تو ملائکہ روتے ہیں ایسے ہی جب موسم سرما ختم ہوتی ہے تو مسکینوں پر شفقت کی وجہ سے سردی کے اختتام پر خوش ہوتے ہیں

تفسیر عالمانہ وَمَا كَانُوا اور جب ان کی تباہی کا وقت آن پہنچا تو نہ تھے منظرین مہلت دیئے ہوؤں سے جو انہیں کوئی دوسرا وقت مل سکتا یا انہیں آخرت تک مہلت دی جاتی بلکہ عذاب نے انہیں دنیا میں گھیر لیا ۔

(۱) وہ اس لئے کہ عمر انسانی چند انفاس پر مشتمل ہے پس جب ختم ہو جاتے ہیں تو تاخیر کی کوئی وجہ نہیں رہتی ۔

(۲) چونکہ دنیا و آخرت میں عذاب کے مستحق تھے دنیا میں تو اس لئے کہ وہ دنیا کے ظاہری نقش و نگار میں مشغول رہ کر داعی حق کو اذیت اور تکلیف پہنچانے کے درپے رہے اور خود کہتے تھے کہ اگر ہم

---

[1] (اضافہ اویسی غفرلہ)

عذاب کے مستحق ہیں تو ہمیں عذاب پہنچ جانا چاہیے چنانچہ ان کی اپنی استدعا پر عذاب پہنچا۔

(٢) آخرت میں عذاب کے مستحق بایں معنی تھے کہ وہ بباطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے دین کا انکار وتکذیب کر کے جنگ کرتے اور دنیا ظاہر کا نام ہے اور آخرت باطن کا اسی لئے جس طرح ظاہری دنیا میں ظاہری عذاب میں مبتلا ہوئے ایسے ہی آخرت میں باطنی عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ بخلاف گنہگار اہل ایمان کے کہ اس کے گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کے لئے سات گھڑیاں انتظار کیا جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور نہ ہی اس کا بعجلت دنیا میں مواخذہ ہوتا ہے بلکہ اللہ بہت سے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف بھی فرما دیتا ہے اور بہت گناہوں کے کفارہ کے لئے مصائب وتکالیف میں مبتلا فرما دیتا ہے اسی لئے (امید ہے) آخرت میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اہل ایمان کے لئے تو رحمت ہی رحمت ہے اور وسیع کہ جس کا کوئی کفارہ نہیں (والحمد للہ علی ذلک)

سبق اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ امم سابقہ کے حالات سے عبرت حاصل کریں ہر حال میں اس کی اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی اور احیائے دین میں سرتوڑ کوشش کریں نہ کہ جسم بنانے اور اسے موٹا کرنے کے درپے رہیں کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

خاک در دستش بود در ہنگام رحیل ٭ ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند

ترجمہ: بوقت روانگی اس کے ہاتھ میں مٹی ہوتی ہے جو اپنی زندگی کے قیمتی لمحات آب و گل میں ضائع کرتا ہے

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝
مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ
عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيهِ بَلٰٓؤٌا
مُّبِينٌ ۝ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولٰى
وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۝ فَأْتُوا بِاٰبَآئِنَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝
أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ
كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
لٰعِبِينَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ
مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○

ترجمہ:۔ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی فرعون سے بیشک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا اور بیشک ہم نے انہیں دانستہ چن لیا زمانہ والوں سے اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح انعام تھا۔ بے شک یہ کہتے ہیں وہ تو نہیں مگر ہمارا ایک دفعہ کا مرنا اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک وہ مجرم لوگ تھے اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن اکثر ان میں جانتے نہیں بیشک فیصلہ کا دن۔ ان سب کی میعاد ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد ہو گی مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بیشک وہی عزت والا مہربان ہے۔

تفسیر عالمانہ

(ولقد نجینا بنی اسرائیل)، التنجیۃ بمعنی نجات دینا اور چھڑانا اور ہم نے بنی اسرائیل یعنی یعقوب کی اولاد کو چھٹکارا دیا۔ قبطیوں کو دریا میں غرق کرنے پر۔ ’’من العذاب المہین‘‘ اس عذاب سے جو خوار و ذلیل کرنے والا تھا یعنی انہیں فرعون کا عبد بنانا اور ان کے بیٹوں کو قتل کرنا اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو خدمت کے لئے رکھنا اور انہیں بڑے مشقت بھرے کاموں میں لگائے رکھنا اور وہ ذلت جو تسلط والے اور دوسرے کو خفیف سمجھنے والے سے بہت مذموم ہوتی ہے ’’من فرعون‘‘ فرعون سے العذاب سے بدل ہے یا تو اسے نفس عذاب قرار دے کر کیونکہ وہ ظالم حد سے بڑھ کر عذاب دیتا تھا یا یہاں مضاف محذوف ہے یعنی من عذاب فرعون یا المہین سے حال ہے بمعنی واقعا من جہتہ الخ یعنی درآنحالیکہ وہ عذاب فرعون سے واقع اور اس کی جانب سے پہنچنے والا تھا ’’انہ کان عالیا من المسرفین‘‘ بے شک تھا وہ متکبر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا من المسرفین کان کی دوسری خبر ہے یعنی فرعون ان لوگوں سے تھا جو ظلم کر کے حد سے بڑھ جاتے ہیں بلکہ کفر کی حد سے متجاوز ہوا۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے لکھا کہ فرعون ان کافروں سے تھا جو حدود ایمان سے متجاوز ہوا۔

فائدہ: یہی اس کی اسراف کی بڑی دلیل ہے کہ باوجود حقیر و خسیس ہونے کے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اس

معنیٰ پر کافروں میں بڑھ کر کافر اور سرکشوں میں سرکش ترین ہوا اگر صرف مسرف کہا جاتا تو اتنا مبالغہ نہ ہوتا جو من المسرفین میں ہے تاکہ دلالت ہو کہ یہ بھی منجملہ ان میں مشہور تر تھا۔ اس میں فرعون اور ان کافروں کی مذمت ہے جو اس جیسے اور جن کے سروں میں علو و تکبر کا خمار تھا جیسے نمرود وغیرہ۔

بے ادب و گستاخ کی سزا اسمیں اشارہ ہے کہ جو مومن کی اہانت کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

فائدہ: دشمنوں وظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے جو اپنے محبوب بندوں پر انعام فرماتا ہے اور یہ بھی دنیا کے تکالیف اور مشقتوں میں سے ہے کہ نیک لوگوں کو دشمنوں سے مغلوب کردے اور دشمن اسے دکھ پہنچائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی دوستی میں سرزدی ہے جس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی ترقی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا کی بلاؤں میں مبتلا کر کے پھر نجات بخشتا ہے ؎

تا مرا کعبۂ مقصود ببالین آمد
سالہا بستر خود خار مغیلان کردم

ترجمہ: تاکہ میرا کعبہ مقصود میرے سرہانے آئے کہ بہت سے سال اس سے قبل اس کیلئے میں نے کانٹے جھیلے ہیں۔

ولقد اخترناھم اور ہم نے بنی اسرائیل کو فضیلت بخشی علیٰ علم اور پر علم کے تلی علم محلاً منصوب علی الحال بمعنی عالمین ہے یعنی بے شک وہی اختیار کے حق دار تھے یعنی ہمارا انتخاب دانشمندی پر مبنی تھا اس میں غلطی کا امکان نہیں کیونکہ میں ہر قسم کے علم کا مالک ہوں فلہذا جب یہ انتخاب بھی میرا ہے تو ان کی لیاقت و اہلیت کو خود سمجھ لو کیوں کہ میرا اختیار علم و ارادہ پر جس میں کوئی نہ کوئی خصوصی سبب اور میرا فضل ان کے شامل حال ہے یا یہ معنی ہے کہ ہمیں علم ہے کہ وہ کسی نہ کسی وقت ٹیڑھے ہوں گے اور ان سے زیادتیاں ہوں گی جیسا کہ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں منتخب کیا اور اس کا مجھے علم تھا کہ ان سے خطائیں سرزد ہوں گی اور طرح طرح کی مخالفات کا ارتکاب کریں گے جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے تاکہ انہیں علم ہو کہ یہ ایسی جنایات ہیں کہ جنہیں رعایات بھی ہو سکیں گی اسی قبیل سے ہے یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا حال جو کچھ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کہ انہیں اندھے کنویں میں ڈالا وغیرہ وغیرہ اس کے باوجود ہم نے انہیں نبوت عطا فرمائی جیسا کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ انبیاء تھے (واللہ تعالیٰ اعلم) ؎

گرد عصیان رحمت حق را نمی آرد بشور
مشرب دریا نگردد تیرہ از سیلاب

ترجمہ : عصیان کی گرد رحمت حق کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ دریا کا گھاٹ سیلاب سے میلا کچیلا نہیں ہوتا۔
یا یہ معنی ہے کہ ان کو ہم نے چنا ان کے علم وفضل کی وجہ سے یہ اس وقت ہے جب لفظ علی تعلیلیہ ہو۔
"علی العالمین" ان کے ہم زمان لوگوں پر یا ہر زمانہ کے تمام لوگوں پر خواہ ان کے ہم زمان ہوں یا بعد کو آنے والے کیوں کہ ان میں انبیاء علیہم السلام بکثرت مبعوث ہوئے یہاں تک کہ ایک وقت ایک ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے اور ان انبیاء میں بنی اسرائیل کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

(سوال) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے فرمایا ہے

کنتم خیر امة اخرجت للناس (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو۔)

اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اپنے سے بعد کو آنے والوں میں سے سب پر فضیلت حاصل نہ تھی۔

(جواب) یہ فضیلت دوسرے طریقہ سے ہے ایک طریقہ کی فضیلت دوسرے طریقہ کی فضیلت میں تغایر نہیں ہوتا۔

صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جملہ امم سے علی الاطلاق افضل ہے اور یہی حق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان کی فضیلت ہے تو کثرت معجزات کی وجہ سے کہ وہ انبیاء علیہم السلام بکثرت تھے اور اور ان سے مجموعی طور معجزات کا اعتبار کیا جائے تو ان گنت معجزات ہوں گے تو پھر ہمارے نبی علیہ السلام کا مقابلہ میں ان کے معجزات بہت کم ہیں اگرچہ وہ کتنا ہی ان گنت ہوں اگر فضیلت کی علت کثرت انبیاء علیہم السلام ہے اگرچہ ایک وقت سہی لیکن ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء کرام خدمات دینیہ میں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں بلکہ شمار کا اعتبار ہو تو علمائے امت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت کا حساب ہی کوئی نہیں کیوں کہ تا قیامت کوئی ایسا وقت نہیں جس میں علماء و اولیائے کرام کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی رہے گی اب خود سوچیے کہ بنی اسرائیل سے امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا معیار کتنا بلند ہے۔ (ہم سب کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔)

(حل لغات) المفردات میں ہے کہ الاختیار یعنی بہتر فعل کی طلب کرنا اس کی مثال "ولقد اخترناھم (الآیۃ)" ہے۔

فائدہ : بحر العلوم میں ہے کہ اس سے اختیار خاص مراد ہے یعنی نبوت یا عام یا صرف وہی لوگ مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے چنا جیسا کہ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اہل ایمان) کو چنا انہیں کتاب و نبوت اور ملک و سلطنت سے نوازا۔ واتیناھم من الآیات اور انہیں عطا فرمائیں قدرت کی نشانیوں میں سے جیسے دریا کا پھٹ جانا اور بادلوں کا سایہ کرنا اور من و سلویٰ کا نازل کرنا اور دیگر وہ بڑی بڑی نشانیاں جو ان سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئیں ما فیہ بلاء مبین وہ کہ جس

میں بہت بڑی اور روشن نعمتیں تھیں یا ان کو ظاہراً اور کھلم کھلا چننا تاکہ ظاہر ہو کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خوشحالی اور تکالیف سے آزمایا تاکہ خوشحالی کے وقت شکر کریں اور تکالیف و مصائب پر صبر کریں۔

قاعدہ انسانی حالات انسان دنیا میں دو حال سے خالی نہیں رہتا کبھی اسے تیر بلا کا شکار بنایا جاتا ہے کبھی اسے لطف و کرم سے نوازا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خوشحالی عطا کرنے پر بندے سے شکر چاہتا ہے اور دکھ اور تکلیف دینے کے بعد بندے سے صبر دیکھنا چاہتا ہے

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصاریوں کو دیکھ کر فرمایا تم مومن ہو عرض کی ہاں آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا نشانی ہے عرض کی نعمت پر شکر کرتے ہیں دکھ تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی پر خوش ہوتے ہیں آپ نے رب کعبہ کی قسم اٹھائی واقعی تم مومن ہو۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کو وہی بندہ پسندیدہ ہے جو دکھ تکلیف پر صبر کرتا ہے اور یہی اختیار کا حقیقی سبب ہے لیکن کبھی نعمت و محنت پر مجازاً اس کا اطلاق آتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں اختیار کا سبب ہیں۔

سوال: جب مذکورہ نعمتیں فی نفسہا نعمتیں ہیں تو پھر اس کے بعد بلاءٍ (بمعنی نعمت کے ذکر کا کیا فائدہ۔

جواب: کلمہ فی تجریدیہ ہے کیوں کہ کبھی نعمت میں ایک اور نعمت ہوتی ہے اور کبھی نعمت سے نعمت دیگر والاقدر ہوتی ہے ایسے ہی دکھ پر اور زیادہ دکھ اور تکلیف ہوتی ہے۔

حکایت عجیب دو بھائی جڑواں بیک وقت پیدا ہوئے اور ان دونوں کی پشتیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں جب دونوں بڑے ہوئے تو ان سے ہمیشہ شکر کے الفاظ سنے جاتے کسی نے ان سے پوچھا کہ اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے کے باوجود شکر کیسا۔ کہا ہمیں معلوم ہے کہ ہم بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں لیکن شکر اس لئے کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے کسی اور بڑی مصیبت میں ہم مبتلا ہوتے تو اسی لئے اسی مصیبت پر شکر کرتے ہیں اچانک ان میں سے ایک فوت ہوا تو دوسرے نے کہا یہی بڑی مصیبت ہے، اگر مجھے اس مردے سے کاٹتے نہیں تو میں بھی مر جاؤں گا اگر نہیں کاٹتے تو مجھے مردہ لپٹا رہے گا یہاں تک کہ اس کا دوسرا جسم گل سڑ جائے تو عظیم تر مصیبت ہے۔

فائدہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ خلاصہ درویشی یہ ہے کہ ہر ایک بوجھ خود کسی پر بوجھ نہ بنے نہ ظاہر میں نہ باطن میں ہر حال ہر بلا پر صبر اور ہر شدت پر حوصلہ ضروری ہے ؎

اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگے

نہ عارفست از راہ سنگ برخیزد

ترجمہ، اگر پہاڑ سے چکی کا پتھر نیچے گرے وہ عارف نہیں جو اس کے راہ سے اٹھ جائے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ان اعمال کی توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اسے پسند ہوں اور جن سے وہ راضی ہو

ان ھؤلاء بے شک کفار قریش

(سوال) تم نے ھؤلاء سے قریش کفار کیوں مراد لی ہے

(جواب) ان کے متعلق گفتگو ہے اور فرعون اور اس کی قوم اس کی تمثیل اسی دلالت کے لئے ہے کہ وہ بھی ضلالت پر اصرار کرتے تھے اور یہ بھی اور جیسے ان پر حلول و نزول عذاب سے ڈرایا گیا ان سے بھی۔

لیقولون ان ھی الا موتتنا الاولیٰ البتہ کہتے ہیں نہیں یہ مگر موت اوّل۔ جب انہیں خبر دی گئی کہ ان کی زندگی کا انجام ہوگا یعنی موت اس کے بعد قیامت میں اٹھنا تو انہوں نے اسے کہا کہ نہایت امر کا حصر صرف موت اوّل پر ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ عاقبت اور نہایت امر مگر موت اول حیوٰۃ دنیویہ کو زائل کرنے والی ہے اس کے بعد اٹھنا نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ اسے اُولیٰ کی صفت سے یہ ثابت کیا جائے کہ خالف کو کوئی دوسری موت بھی واقع ہوگی بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد انکار ہی تھا کیوں کہ اول کا اثبات اسکو مستلزم نہیں کہ اس کا آخر بھی ہو جیسے کوئی کہتا ہے "اول عبد ملکہ" وہ پہلا عبد جس کا وہ پہلے مالک ہوگا وہ آزاد ہے وہ جس عبد کا مالک ہوگا وہ آزاد ہو جائے گا خواہ اس کے بعد کسی عبد کا مالک ہو یا نہ۔

فائدہ : سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس میں بحث ہے کیوں کہ اوّل آخر یا ثانی کا منسوب ہے اسی لئے آخر یا ثانی کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ یہ ایک دوسرے کے متضایف ہے وجوداً بھی عدماً بھی پھر فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں مجازاً اولیت سے اس جیسے اور کی عدم مسبوقیۃ کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ : کشاف میں ہے کہ جب انہیں کہا گیا کہ تم مرجاؤ گے اس کے بعد اٹھو گے پھر اسی طرح زندہ رہو گے اس پر انہوں نے کہا کہ بس یہی ایک موت ہے جس کے بعد کوئی اٹھنا نہیں نہ کوئی اور زندگی ہے یہ حصر صرف اس معنی پر ہے کہ بس یہی زندگی ہے اس کے سوا کوئی اور کوئی زندگی نہیں جن لوگوں نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ اس موت سے وہ وقت مراد ہے جو حیوٰۃ دنیا سے پہلے انسان کو حاصل تھا یہ تکلف محض ہے اگرچہ حیات دنیا سے پہلے وقت کو موت سے تعبیر کرنا قرآن مجید میں واقع ہے فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم تم مردے تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا اس کے بعد تمہیں موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا) لیکن الا الموتۃ میں یہ وقت مراد نہیں۔

فائدہ : بعض نے کہا کہ معنیٰ یہ ہے کہ کوئی موت نہیں سوائے اسی موت کے جو اس دنیا کی زندگی میں آئے گی اور بس اس کے بعد موت نہیں کہ جس کے بعد قبر کی زندگی آئے گی جیسا کہ تم کہتے ہو کہ مرنے کے بعد پھر اٹھنا ہے۔

فائدہ : یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے کہ دراصل عبارت یوں تھی کہ " ان الحیوٰۃ الا حیوٰۃ موتتنا الاولیٰ" نہیں ہے حیوٰۃ مگر یہی حیاۃ اولیٰ جو موت سے پہلے ملی ہے) اس معنی پر الاولیٰ لفظ حیوٰۃ مضاف محذوف کی صفت ہے اس کا قرینہ آیۃ وما نحن بمنشرین " (ہم قیامت میں نہیں اٹھائے جائیں گے) یہ آیت

دوسری آیت "ان ھی الا حیاتنا الدنیا" (نہیں ہے یہ مگر حیات دنیا) "وما نحن بمبعوثین" (اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے) کی طرح ہے ^{سلہ} وما نحن بمنشرین اور مرنے کے بعد قیامت میں ہم نہیں اٹھائے جائیں گے "انشر" لغۃ الموتی اللہ نے مردوں کو قبروں سے اٹھایا۔ موت کے بعد اٹھانے کا تو یہی جملہ کہا جائے گا۔ اس قول سے مرنے کے بعد قبور سے اٹھیں گے انکار میں مبالغہ مراد ہے۔

فاتوا باٰبائنا (تو ہمارے آباؤ اجداد کو یہ خطاب کافروں کا ان لوگوں کو ہے جو مرنے کے بعد اٹھنے کا وعدہ وعید سناتے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھی اہل ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں یعنی کافر انہیں کہتے کہ لاؤ ہمارے آباؤ واجداد کو قبور سے زندہ کرکے" ان کنتم صادقین " اگر تم سچے ہو اس وعدہ میں جو تم کہا کرتے ہو کہ مرنے کے بعد قیامت میں اٹھو گے اگر مرنے کے بعد اٹھنا ممکن ومعقول ہے تو ہمارے آباؤ اجداد کو قبور سے زندہ کرکے لاؤ تاکہ تمہارے وعدہ کی صداقت کا اظہار ہو۔

فائدہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ کافروں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ حضرت قصی بن کلاب کو زندہ کردیں تاکہ اس سے مشورہ کریں اور اس سے موت کے حالات کا سوال کریں وہ اس لئے کہ قصی بن کلاب ان کے سردار اور ان کے ہر مشکل کے ملجا وماویٰ تھے۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کا یہ مطالبہ مبنی بر جہالت تھا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جو امر جائز الوقوع ہو تو ضروری نہیں کہ جب وہ سوال کریں وہ اسی وقت ظاہر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے وقت مقرر تک معین فرمایا ہے تو وہ اسی وقت ہی ظاہر ہو گا اور جو ان کا سوال تھا وہ مبنی بر آخرت تھا اور وہ اسے دنیا میں لانا چاہتے تھے وہ اگرچہ جائز الوقوع ہے لیکن چونکہ اس کا تعین آخرت کے لئے ہو چکا ہے اس لئے اسے دنیا میں مانگنا جہالت ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور چل سکتا ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کو اس لئے پورا نہ فرمایا کہ ان کے مطالبہ کا تعلق دارِ آخرت سے تھا اور وہ اسے دار دنیا میں لانا چاہتے تھے اور یہ عالم تکلیف ہے اور سوالیہ مطالبہ عالم تکلیف کا نہیں اگر اس کے سوال کے مطابق عمل ہوتا تو دار الجزاء کا دار العمل میں لانا پڑتا اور یہ مصلحت وتقاضائے حکمت کے خلاف تھا اور دونوں داروں (دار دنیا وآخرت) کو آپس میں تغایر بھی ہے۔

سام بن نوح علیہ السلام زندہ ہو گئے

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے بالخصوص سام بن نوح علیہ السلام کو زندہ فرمایا حالانکہ اس وقت دنیا سے مرے چار ہزار سال گزر چکے ہیں تھے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کر سکتے تھے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردے زندہ کرنے کی زیادہ طاقت اور اہلیت ولیاقت رکھتے تھے کیونکہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افضل

سلہ حواشی سعدی المفتی ۱۲

واعلیٰ ہیں ۔

سوال وہابی، جب حضور افضل الانبیاء علیہم السلام ہیں تو پھر کافروں کا مطالبہ کیوں پورا نہ کیا۔

جواب سُنّی، کافروں کا سوال اللہ تعالیٰ کی اجازت و اذن اور مصلحت و حکمت کے خلاف تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا تھا کہ اگر ان کا سوال پورا ہو گیا اور پھر بھی ایمان نہ لائے تو ایسا عذاب بھیجوں گا جو ان کی جڑ کاٹ کے رکھ دے گا اور ایسے عذاب نہ للنے کا معاہدہ پہلے ہو چکا تھا اسی لئے ان کا مطالبہ پورا نہ ہوا تاکہ معاہدہ کے خلاف نہ ہو۔

احیاء العم والاب والام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوین کریمین کو زندہ کرکے اسلام کی دعوت سے نوازا اور وہ ایمان کے ساتھ صحابیت سے سرفراز ہوئے[ل] اور اپنے چچا ابو طالب کو بھی زندہ کرکے دولت ایمان سے نوازا[۲] جیسا کہ ہم نے اسے محل و مقام بحث میں تفصیل سے لکھا ہے

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ جس پر مادیات کا غلبہ ہو اس کے قلب کی آنکھ نہیں کھل سکتی تاکہ وہ بصر و بصیرت سے عالم غیب سے مطلع ہو سکے عالم غیب سے دار آخرت مراد ہے ایسا شخص دار آخرت پر ایمان نہیں لا سکتا کیوں کہ اس پر مادیات شک وشبہ میں ڈال دیتا ہے اسی لئے ایسے لوگ بعث ونشور کا انکار کر دیتے ہیں جب ایسے لوگوں کو مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا مادیات کے غلبہ کی وجہ سے کہتے ہیں ہمارے ہاں ہمارے آباؤ اجداد کو لائیے یعنی انہیں زندہ کر دیجئے یہاں تک کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ کر ان سے بعد الموت کے حالات معلوم کریں اگر تم سچے ہو اس دعویٰ میں کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔

حکایت زندہ ولی حضرت الشیخ ابو علی رودباری قدس سرہ کے ہاں ایک جماعت فقراء حاضر ہوئی ان میں ایک سخت بیمار ہو گیا اور ان کی بیماری نے اتنا طول پکڑا کہ حضرت رودباری قدس سرہ کے خدام اس کی خدمت کرنے سے تنگ آ گئے بالآخر حضرت رودباری قدس سرہ خود اس کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے اگرچہ اس سے نفس کو کوفت ہوئی لیکن پھر بھی آپ نے اس کی خدمت میں جان کی بازی لگا دی یہاں تک کہ اس فقیر (درویش) کا وصال ہو گیا حضرت رودباری قدس سرہ نے غسل دیا اور کفنایا اور نماز جنازہ پڑھا کر قبر میں دفنایا حضرت رودباری قدس سرہ کا ارادہ ہوا کہ اسی فقیر کا حال قبر میں دیکھیں اور یاروں کو دکھائیں چنانچہ چہرہ سے اس کا کفن ہٹایا تو وہ درویش آنکھ کھول کر دیکھ رہا ہے اور فرمایا کہ

ل ۔ اس کی تحقیق وتفصیل کیلئے فقیر کی کتاب " ابوین مصطفیٰ " کا مطالعہ کیجئے ۱۲ ۔ ۲ یہ نقل ناقابلِ قبول ہے کیوں کہ یہ تحقیق کے خلاف ہے اگر کشف کی نقل ہے تو قابلِ حجت نہیں ۔ اویسی ۔

اے ابو علی رودبادی قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا جیسے تم نے اپنے نفس کی مخالفت کرکے میری مدد کی۔

حکایت حضرت یعقوب سنوسی حضرت ابو یعقوب سنوسی قدس سرہ نے فرمایا کہ میرے ہاں مکہ معظمہ میں میرا ایک مرید حاضر ہوا اور عرض کی حضرت جی میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا آپ یہ ایک دینار لیجئے آدھے دینار سے حنوط (خوشبوئیں) دوسرے آدھے سے کفن وغیرہ خرید لیجئے جب کل ظہر کا وقت ہوا تو وہ کعبہ معظمہ کا طواف کرکے کہیں دور چلا گیا اور فوت ہوگیا اس کے بعد اسے غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا پھر قبر میں داخل کئے گئے تو قبر میں آنکھ کھول دی میں نے اسے کہا کیا موت کے بعد بھی۔ حیات ہے فرمایا "انا حی فکل محب اللہ حی" میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہوتا ہے۔

فوائد: ان دو حکایات میں چند اشارات ہیں:

(۱) فقراء درویش لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت میں بہت بڑا مرتبہ ہے جو انہیں کپڑے پہناتا ہے طعام کھلاتا ہے یا ایسا کام کرتا ہے جو انہیں راحت و فرحت پہنچائے تو وہ ان کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت قبول ہے اور وہ اپنے خدمت کرنے والوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔ (باذن اللہ)

(۲) حقیقی حیات میں جملہ انبیاء و اولیاء ہیں عارضی موت ان کی حیات کو حائل نہیں صرف اجسام سے ارواح کی مفارقت کا نام موت[1] ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے اجسام مبارکہ کو مٹی نہیں کھاتی کیوں کہ ان کے اجسام بمنزلہ ارواح کے ہوتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو مردوں کا زندہ کرنا آسان تر ہے۔

سبق جیسے روح کے جسم سے پہلے تعلق کو مان لیا تو پھر اسے دوبارہ متعلق ہونے سے کونسا اشکال ہے۔

(۴) حیوٰۃ کا اثر تو نظر آتا ہے لیکن میت میں پوشیدہ ہے۔ جو ظاہر بین لوگوں کو محسوس نہیں ہوتا لیکن ارباب بصیرت کو محسوس ہوتا ہے کیوں کہ وہ میت میں حیوٰۃ اثرات کو دیکھتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ ہمکلام ہوتے ہیں جو بصیرت سے محروم ہے اور صرف مادیات تک محدود ہے وہ اس سے انکار کرتا ہے اگر وہ کسی وقت اسے دیکھ سن بھی لے تو اسے جادو یا خیالی امر یا کسی دوسرے امر محمول کرتا ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کافروں کا حال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اسے جادو پر محمول کرتے ایسے ہی دوسرے لیسے لوگ عالم برزخ کی حیوٰۃ

---

[1] صرف فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ان کے اجسام مبارکہ میں واپس لوٹائی جاتی ہے۔ ۱۲

کے منکر ہیں [۱] کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر

درچشم این سیاہ دلان صبح کاذب است
درروشنی اگر ید بیضا شود کسے۔

ترجمہ: سیاہ دلوں کی نظر میں وہ صبح کاذب ہے اگرچہ کسی کے ہاتھ میں ید بیضا کی روشنی بھی ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اہل حیواۃ حقانیہ و نشاۃ عرفانیہ سے بنائے (آمین)

تفسیر عالمانہ

اھم خیر یہ کافروں کے قول کا رد اور انہیں تہدید ہے یعنی کیا وہ کفار قریش قوت و شوکت میں بہتر ہیں جو انہیں ہلاکت سے بچا سکے۔ یہاں دنیوی خیریت (یعنی اسباب دنیوی) مراد ہے نہ کہ دینی خیریت کیوں کہ ان دونوں (یعنی کفار قریش اور وہ کافر جن کا ذکر آگے آئے گا) میں کسی قسم کی خیریت نہیں تھی "ام قوم تبع" یا تبع کی قوم یہاں پر تبع سے ملوک یمن کا بادشاہ مراد ہے جو قریش کے نزدیک مشہور تھا اس کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اس کی دار قریش کے قریب تھی اس کے متعلق تفصیلی گفتگو آئے گی (ان شاء اللہ)

والذین من قبلھم اور وہ جو ان سے پہلے تھے یعنی تبع سے پہلے اس کا قوم تبع پر عطف ہے ان سے قوم عاد و ثمود اور ان جیسے دیگر کفار مراد ہیں جو سب کے سب جبار سرکش اور بہت سخت قوت و طاقت کے مالک تھے اور یہ استفہام تقریری ہے یعنی بے شک وہ قوم قریش سے قوی تر تھے "اھلکناھم" ہم نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے ان کے انجام کا بیان ہے یعنی قوم تبع اور ان سے پہلے والوں کے انجام کی خبر دی گئی ہے "انھم کانوا مجرمین" بے شک وہ جرائم و آثام و معاصی میں کامل تھے اسی لئے وہ ہلاکت و تباہی کے مستحق تھے یہ ان کی تباہی و بربادی کی علت ہے تاکہ کفار قریش کو معلوم ہو کہ وہ باوجودیکہ طاقت و قوت کے بھاری اسباب کے مالک تھے لیکن جرائم و معاصی کی سزا پا کر تباہ و برباد ہوئے اور پھر یہ کون لگتے ہیں کہ جرائم و معاصی کے بعد بچ سکیں باوجودیکہ ان کے پاس بچنے کے اسباب و ذرائع بھی نہیں ہیں بلکہ یہ ہلاکت و تباہی کے زیادہ قریب ہیں کہ بے سر و سامان ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اولیائے خدا کے لئے اللہ تعالیٰ کا قہر ظاہر اور ان کے لئے اس کا لطف مخفی ہے لطف مخفی یوں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ قہر ظاہری سے اپنے بندے کو لوازم بشریہ کی قیود سے پاک و صاف کرے اور دشمنانِ خدا کے ساتھ لطف ظاہر اور قہر مخفی یوں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ لطف ظاہر سے دشمنانِ خدا کا علاقہ باطنی عالم اجسام سے مضبوط کرے تاکہ اس عالم ظاہری

[۱] جیسے ہمارے دور میں غیر مقلدین اور نجدی اور غلام خانی دیوبندی مودودی پارٹی کہ وہ حیات اولیاء کے منکر ہیں ان کے نزدیک سماع موتیٰ و حیواۃ انبیاء و اولیاء کی جملہ روایات مبنی بر معجزہ یا کرامت ہے عمومی سماع و حیواۃ کا انہیں انکار ہے تفصیل فقیر کی کتاب سماع موتیٰ میں ہے۔ (اویسی غفرلہ)

کے قیود میں گرفتار رہ کر عالم اطلاق و لذات روحانی و معنوی سے محروم رہ جائیں۔

سبق جب قہر و غضب لطف ظاہری میں پوشیدہ ہے تو سالک پر لازم ہے کہ وہ دنیوی آسائش اور اس کے جاہ و مال سے پرحذر ہو اور ان پر مغرور نہ ہو تاکہ صوری و معنوی ہلاکت و تباہی سے نجات پاسکے۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

کمیں گہست و توخوش تیز می روی ہش دار
مکن کہ گرد برآید ز شہرۂ عدمت

ترجمہ، خطرناک راہ ہے تو خوش ہو کر تیز جا رہا ہے ہوش کر اس کے خلاف نہ کر ابھی گرد اڑیگی تیری شہرت کی عدم سے۔ (موت آئے گی تیرا نام تک نہیں رہے گا)

تحقیق لفظ تبّع: تبع بروزن سکر تبابعہ کا واحد ہے یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے اس کا اطلاق اس بادشاہ پر ہوتا جو علاقہ حمیر و حضرموت کا مالک ہوتا۔

فائدہ: حمیر بروزن درہم وہ ایک علاقہ ہے صنعائے یمن کے غربی جانب واقع ہے۔ اور الحمیر یہ بارہ لغات میں سے ایک ہے یا بارہ اقلام میں ایک ہے وہ دراصل ایک قبیلے کے جد اعلیٰ کا نام ہے اور وہ حمیر قحطان کی اولاد سے تھا اس کا نسب نامہ یوں ہے حمیر بن صبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

فائدہ: حضرموت بالضم المیم ایک شہر اور قبیلہ کا نام ہے[1] اور زمانہ جاہلیت میں تبع ایک لقب تھا جیسے اسلام میں خلیفہ کہا جاتا ہے[2]

فائدہ: قبیلہ قحطان میں سے تبع بادشاہ کو کہا جاتا جیسے اسلام میں بادشاہوں کو خلیفہ اور روم میں قیصر اور فارس میں کسریٰ کہا جاتا وہ ملوک عرب کا ایک بہت بڑا شہنشاہ سمجھا جاتا۔

فائدہ: القیل بالفتح والتخفیف حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ لیکن شہنشاہ سے درجہ میں کم وہ دراصل قیّل بالتشدید تھا بروزن فیعل پھر تخفیفاً قیل پڑھا گیا جیسے میّت کو میْت (بروزن فعل) پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ: المفردات میں ہے القیل حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا لقب ہے اسے اس لفظ سے اس لئے موسوم کرتے کہ اس کی بات پر ان کا اعتماد تھا اور وہ اسی وجہ سے ان کا مقتدا سمجھا جاتا تھا اور بایں معنی کہ وہ ان کے آباؤ اجداد متقیل یعنی معتمد علیہ ہے کہا جاتا ہے "تقیّل فلان اباہ" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی پر اعتماد کرے اسی لئے جو ایسے بادشاہ کے اوپر بڑا بادشاہ ہو اسے تبع کہا جاتا اس معنیٰ پر تبع وہ جوان

---

[1] القاموس ۱۲، [2] کشف الاسرار۔

سب سے بڑے لیڈر ہوں یہ اس لئے کہ لوگ ان کی سیاست و ریاست میں تابع تھے اور انسان العیون میں ہے کہ لغت میں تبع وہ بادشاہ ہوتا ہے جس کی تابعداری کی جائے اور القیل دراصل وادی ہے کیوں کہ اس کی جمع اقوال آتی ہے جیسے میت کی جمع اموات ہے اگر اقیال جمع آئے بھی تب بھی جائز ہے کیوں کہ عید کی جمع اعیاد آتی ہے کہ دراصل عود تھا وہ یا بمعنی ہے کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے تقیل یعنی اقتداء کرنا اور تبابعہ اس لئے تبع تھے کہ اہل دنیا ان کی اتباع کرتے یا اقیال (قیل) اس لئے تھے کہ ان کی ہر بات لوگوں میں نافذ ہو جاتی تھی۔

صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے سب سے پہلے بادشاہ کو تبع اس لئے کہا گیا کہ بکثرت لوگ اس کے تابع اور اس کی اپنی قوم بکثرت تھی پھر اس کے بعد آنے والوں کا لقب پڑ گیا خواہ ان کے تابعدار کثیر ہوں یا قلیل۔

رائش تبع عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تبابعہ سے ایک حارث رائش تبع تھا یعنی ابن ہمال ہی صاحب سدد تھا ملوک حمیر میں ہی سب سے پہلا ہے جس نے جنگیں شروع کیں اور بکثرت مال غنیمت حاصل کیا اور لوگوں کو مالا مال کر دیا اور خوش حال بنا دیا۔ رائش ریش (بالکسر) سے مشتق ہے یعنی خوشحالی اور اچھی معاش اسے اس لئے رائش کہا گیا کہ اس نے رعایا کو مالا مال اور خوشحال بنایا یہ حمیر کے درمیان پندرہویں پشت پر ہے اس نے ایک سو پچیس سال بادشاہی کی اس کا ایک شعر مشہور ہے جس میں اس نے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی کی اور آپ کی آمد کا قوم کو مژدۂ بہار سنایا وہ شعر یہ ہے

ویملک بعدھم رجل عظیم
نبی لا یرخص فی الحرام
یسمیٰ احمد ایا لیت انی
اعمر بعد مخرجہ بعام

ترجمہ: ان کے بعد ایک عظیم القدر جوان مالک ہوگا جو حرم میں کسی قسم (برائی) کی اجازت نہ دے گا ان کا اسم گرامی احمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کاش میں طویل العمر ہوتا بعد ان کی ہجرت کے زندہ ہوتا۔

ابرہہ

تبابعہ سے ایک ابرہہ ذوالمنار تھا اسے ذوالمنار اس لئے کہا جاتا ہے کہ جنگوں کے لئے سب سے پہلے اس نے راستوں پر منار بنوائے تاکہ دار الخلافہ کو لوٹنے کے لئے راہ پا سکے یہ الحارث مذکور کا بیٹا تھا۔ اس نے ایک سو تراسی سال بادشاہی کی۔ یہ وہ ابرہہ نہیں جس نے کعبہ معظمہ پر حملہ کیا۔

عمرو

تبابعہ سے ایک عمرو ذوالاذعار تھا یہ ابرہہ کا بیٹا تھا لیکن یہ باپ کا جانشین نہ ہوا بلکہ اپنے بھائی افریقس کے بعد شاہی سنبھالی اور اسے ذوالاذعار اس لئے کہا جاتا کہ اس نے

قتل وخون کا خوب بازار گرم کیا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ بہت گھبرائے (اذعار ذعر کی جمع ہے بمعنی گھبراہٹ) اس نے صرف پچیس سال بادشاہی کی۔

شمر بن مالک تبابعہ سے ایک شمر بن مالک تھا سمرقند اسی کی طرف منسوب ہے تبتی نے کہا یہ شمر بن افریقس بن ابرہہ بن الرائش ہے جس کی طرف سمرقند منسوب ہے اسے مرعش بھی کہا جاتا اس لئے کہ یہ رعشہ کے مرض میں مبتلا تھا اور سمرقند اسی کی طرف منسوب ہے کیوں کہ صغد کا شہر تھا اس نے اسے گرا کر از سر نو تعمیر کیا) اسی لئے اس کی طرف منسوب ہونے لگا

فائدہ: بعض نے کہا کہ سمرقند دراصل شمرکند تھا یعنی اسے شمر نے ویران کیا کیوں کہ ان کی لغت میں قند بمعنی خرب (خراب کیا) پھر عرب نے سمرقند بنا دیا۔ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ سمرسکندر کی ایک کنیز کا نام ہے وہ بیمار ہوئی تو اطبا نے کہا اسے فلاں جگہ لے جاؤ جس کی ہوا خوشگوار ہے اور اس کا محل وقوع بھی بتا دیا سکندر نے اسی جگہ پر ٹھہرایا اس کنیز کو وہ جگہ موافق آئی تو سکندر نے وہاں شہر تیار کر کے اس کے نام سے منسوب کر دیا کیوں کہ کند ترکی زبان میں شہر کو کہا جاتا ہے گویا وہ کہتے بلد سمر (سمر کا شہر) اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اب ترکستان میں ایک ماڈل ٹاؤن (جدید بستی) بسا کر اس کا نام یکی کند رکھا ہے کیوں کہ تاء اور دال متعارب (قرب المجرح) ہیں اس سے اس کا رد ہو گیا جس نے کہا کہ سمرقند تبع حمیری نے تیار کیا تھا ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بنا ثانی ہو لیکن یہ بعید از قیاس ہے۔

فائدہ: ابن السپاہی نے اوضح المسالک میں لکھا کہ سمرقند کی زبان میں شمرکند ہے یعنی بلد الشمس (سورج کا شہر)

افریقس بن ابرہہ یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے بربر کو کنعان سے نکال کر افریقیہ کی طرف بھگایا اسی لیئے اس علاقہ کا نام افریقہ پڑ گیا یہ بڑا جنگجو تھا جنگ کرتے ملک طنجہ تک پہنچ گیا تھا وہاں اس نے ایک سو ساٹھ سے اوپر شہر بنوائے۔

تبع بن الاقرن اسی کے بارے میں ہے کہ تبع اکبر یہی ہے۔

ابوکرب السعد اسعد بن کلیکرا بن تبع ابن الاقرن۔ اختلاف ہے کہ آیت میں کونسا تبع مراد ہے۔ بعض نے کہا یہاں وہ تبع حمیری مراد ہے جو لشکروں کو لے کر مختلف ملکوں پر چڑھائی کرتا تھا وہی جس نے شہر حیرہ (بالکسر) کوفہ میں آباد کیا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ تبابعہ میں سے تین زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) ہمنیہ (۲) یکی میانہ (۳) نیکی کہینہ۔

قرآن میں جس کا ذکر ہے وہ یہی تیسرا ہے اس کا نام سعد حمیری تھا۔

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تبع حمیری کا تعارف

یہ مرد مومن اور بڑا نیک بخت (صالح) تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا لیکن جب اہل کتاب سے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اور آپ کے اوصاف مبارکہ سنے تو آپ پر ایمان لایا۔

کعبہ معظمہ کا پہلا غلاف

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الاوائل میں لکھا کہ کعبہ معظمہ کا پہلا غلاف سب سے پہلے اسعد الحمیری نے ڈالا اور تبع اکبر بھی ہے یہ اسلام سے (کمال) پہلے تھا اس نے یمنی کپڑے کا غلاف ڈالا تھا۔ الحبرۃ بروزن عنبہ ہے یمن میں ایک قسم کا کپڑا ہوتا ہے۔ (بردیمانی اسی سے ہے) بعض نے کہا اس نے "الوصائل" کپڑے کا غلاف پہنایا الوصائل بھی چادروں کی قسم ہے جس میں سرخ سبز دھاریاں ہوتی ہیں یہ چادریں یمن میں تیار ہوتی تھیں بعض نے کہا کعبہ معظمہ کے کمرہ کے گرد مکمل چادر (غلاف) چڑھائی وہ تبع تھا اور کپڑا بردیمانی کا ایک قسم ہے جسے وہ العصب کہتے تھے اور اس نے کعبہ کا ایک دروازہ تیار کرکے اسے تالہ لگا دیا۔

ذیل کے اشعار اسی کے ہیں ؎

(۱) وکسونا البیت الذی حرم اللہ
ملأ معصبا وبرودا

(۲) واقمنابہ من الشہر عشرا
وجعلنا لبابہ اقلیدا

(۳) وخرجنا منہ نؤم سہیلا
قد رفعنا لوائنا معقودا

ترجمہ (۱) ہم نے اس گھر کو جو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے مضبوط اور دھاری دار چادر پہنائی۔

(۲) ہم اس میں مہینے کے دس دن ٹھہر کر اس کا دروازہ تیار کرکے اسے بند کر دیا۔

(۳) ہم اس سے نکلے اور آسانی کا ارادہ کرتے ہیں اور ہم نے اپنا جھنڈا مضبوط کرکے بلند کیا۔

فائدہ یہ تبع بالاتفاق مومن تھا لیکن اس کی قوم کافر تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قوم کی مذمت کی ہے نہ کہ تبع کی ہاں اس کی نبوت میں اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تبع آگ کو پوجتا تھا پھر مسلمان ہوگیا اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو قوم نے اس کی تکذیب کی اور اس کی قوم حمیر تھی۔ وہ دو گروہ تھے (۱) کاہن (۲) اہل کتاب۔ اس نے دونوں کو

حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قربانی دو۔ دونوں اپنی قربانی آگ کے قریب لائے اہل کتاب کی قربانی قبول ہوگئی اس پر وہ مسلمان ہوگیا۔

فائدہ: المبدار لابن اسحاقؒ اور قصص الانبیاء علیہم السلام میں ہے کہ تبع بن حسان الحمیری وہی پہلا تبع ہے جو تمام روئے زمین (مشرق و مغرب) کا بادشاہ بنا اسے دانش بھی کہا جاتا کیوں کہ اس نے رعایا کو خوشحال کیا تھا اور جنگوں سے حاصل شدہ اموال کو بطور غنیمت رعایا پر تقسیم کر دیا اور یہی پہلا بادشاہ جس نے غنیمت کی بنیاد ڈالی۔

تبع کو تخریب کعبہ کی نیت پر سزا: مروری ہے کہ وہ یمن سے کعبہ معظمہ کو ڈھانے کا ارادہ کیا تو ایک گندی بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ جس سے اس کے سر سے پیپ اور گندا پانی بہتا جس کی بدبوئی سے کوئی بھی اس کے قریب نہ آسکتا تھا اور کعبہ کی تخریب کی ارادہ یوں ہوا تھا کہ یمن سے مکہ معظمہ پہنچ کر اہل مکہ کو مطیع بنانا چاہا لیکن کسی نے بھی اس کی پرواہ تک نہ کی تبع نے وزیر سے کہا یہ کیسے لوگ ہیں جو میری پرواہ نہیں کرتے حالاں کہ تمام لوگ میرے تابع ہو چکے ہیں وزیر نے کہا ان کے ہاں ایک گھر ہے جسے وہ خانہ کعبہ کہتے ہیں اس پر انہیں ناز ہے تبع نے دل میں خیال کیا کہ اسی گھر (خانہ کعبہ) کو تباہ کردوں اور ان کے مکین مردوں کو قتل کردوں اور ان کی عورتوں کو قیدی بنالوں ابھی وہ اسی خیال میں تھا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے دردسر میں مبتلا کر دیا اور ایسا بے طاقت ہو گیا کہ اٹھ نہ سکتا تھا بلکہ اس کی آنکھوں کانوں اور ناک سے بدبودار پانی جاری ہوا اور ایسا گندا اور بدبودار پانی تھا کہ کوئی بھی اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ اطباء ڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز آگئے اور کہا کہ یہ کوئی آسمانی بیماری ہے اس کا علاج ہمارے بس سے باہر ہے۔ ایک دانشمند (حکیم) اسے تنہائی میں کہا بادشاہ سلامت اگر آپ مجھے اپنا راز بتا دیں تو میں اس کا علاج سوچ سکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے اس شہر کے ویران کرنے کا ارادہ ہوا تھا دانشمند نے کہا حضور اسی ارادہ بد سے توبہ کیجئے کیوں کہ اس گھر کا ایک مالک ہے جو بہت بڑی قدرت والا ہے اس کی وہ خود حفاظت فرماتا ہے جو بھی اس کے ویران کرنے کا پروگرام بناتا ہے وہ خود تباہ و برباد ہو جاتا ہے تبع نے توبہ کی اور کعبہ اور اہالیان کعبہ کی تعظیم و تکریم کی ٹھانی اور مسلمان ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قبول کر لیا اس کے بعد کعبہ معظمہ کو غلاف چڑھایا اور اپنی قوم کو بھی حکم فرمایا کہ اس کی تعظیم بجا لاؤ اور یہاں کے رہنے والوں کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آؤ۔

تبع مدینہ طیبہ میں: اس کے بعد ہی تبع یثرب (مدینہ طیبہ) پہنچا جہاں اب مدینہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن اس وقت نہ شہر تھا نہ کوئی آبادی۔

مدینہ طیبہ کا تعارف: یثرب میں ایک چشمہ تھا وہاں تبع لشکر سمیت پہنچا اس کے ساتھ تقریباً دو ہزار اہل العلم تھے جنہوں نے سابقہ کتب آسمانی میں پڑھا تھا کہ یثرب

حبیب خدا نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ اور وحی د قرآن) ہے۔ انہیں چار سو علماء جو تمام دانشوروں سے عالم و فاضل تر تھے آپس میں بیعت (معاہدہ) کی کہ یہاں سے ہم واپس نہیں جائینگے خواہ کچھ ہو جائے اس امید پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوگا۔ ورنہ ہماری اولاد تو زیارت سے مشرف ہوگی اور ان کی زیارت ہمارے لئے موجب صد برکات اور روحانی مسرت نصیب ہوگی تبع کو خبر ملی تو اسے بھی یہی تمنا پیدا ہو گئی ایک سال تک مدینہ میں قیام کیا پھر بوقت روانگی حکم دیا کہ ان چار سو علماء کرام کو علیحدہ علیحدہ مکان تعمیر کرا دیا جائے اور علیحدہ علیحدہ مکان کا عطیہ کے ساتھ ہر ایک کو ایک ایک کنیز آزاد کر کے ہر ایک کو نکاح کر دی اور وصیت کی کہ اگر تم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اور میں زندہ ہوں تو مجھے مطلع کرنا ورنہ میرا خط پہنچا دینا یا اولاد کو وصیت کرنا تاکہ وہ میرا خط پہنچا دیں۔

تبع کا سنہری خط بارگاہِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد تبع نے سنہری خط لکھ کر ان چار سو علماء کے سب سے بڑے عالم کے سپرد کر دیا اور کہا اولاد در اولاد وصیت کرتے رہنا۔

خط کا مضمون

اے پیغمبر آخرالزمان اے برگزیدۂ خداوند جہاں اے بروز شمار شفیع بندگان من کہ تبعم بتو ایمان آوردم بآں خداوند کہ تو بندہ و پیغمبر اوئی گواہ باشی کہ بر ملت توام و بر ملت پدر تو ابراہیم خلیل اللہ اگر ترا بینم و اگر نہ بینم تا مرا فراموش نکنی و روز قیامت مرا شفیع باشی۔

ترجمہ: اے نبی آخرالزمان اے برگزیدہ خداوند جہاں اے بروز قیامت شفیع بندگان میں تبع ہوں آپ پر ایمان لایا ہوں اس خدا تعالیٰ پر کہ آپ ان کے پیارے بندے اور پیغمبر ہیں آپ گواہ ہوں کہ آپ کی ملت پر ہوں اور آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں اگر مجھے آپ کی زیارت ہو گئی تو زہے نصیب ورنہ قیامت میں مجھ غریب کو بھول نہ جانا اور وہاں میری شفاعت فرمانا۔

بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں تبع کا خط

تبع نے خط لکھ کر اس پر مہر لگائی اور مہر کا مضمون یہ تھا۔

للہ الامر من قبل ومن بعد یومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ الی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین ورسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم من تبع امانة اللہ فی ید من وقع الی ان یوصل الی صاحبہ۔

اللہ کیلئے حکم ہے کل اور آج اس دن کہ اہل ایمان اللہ کی مدد پر خوش ہونگے یہ خط حضرت محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین اور رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے تبع کی طرف سے یہ اللہ تعالیٰ

کی امانت ہے اس بندۂ خدا کے ہاتھ میں جو یہ خط مکتوب الیہ تک پہنچا دے

انصار مدینہ کا تعارف: منقول ہے کہ مدینہ رسول کے انصار انہی چار سو علماء کی اولاد سے تھے جنہیں تبع نے وصیت کی تھی اور بیماری سے شفا پائی تھی وہ خط ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر اسی تبع کا تیار کردہ تھا آپ کے تشریف لانے پر تبع کا خط پیش کیا گیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تبع کا خط پڑھ کر سنایئے آپ نے تبع کا نام سن کر اسے دعا دی۔

فائدہ: جس نے خط پیش کیا اس کا نام ابو لیعلی تھا آپ نے ابو لیعلی کو خوب نوازا اور تعظیم و تکریم کی۔

تبع کے بیٹے کا قتل بعض نے کہا کہ تبع آتش پرست مجوس کے مذہب کا پیروکار تھا بڑا لشکر لے کر مشرق کی طرف سے آتے ہوئے مدینہ پاک سے گزرا اور اپنا لڑکا وہاں چھوڑ کر آگے چلا گیا اہل مدینہ نے اس کے لڑکے کو مکر و فریب سے قتل کر دیا تبع واپس لوٹا تو بیٹے کا بدلے میں مدینہ پاک کو ویران کرنے اور اہل مدینہ کو قتل بلکہ انہیں تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنایا انصار جو مدینہ میں رہتے تھے جمع ہو کر اس کے مقابلہ کے لئے تل گئے دن کو ان سے لڑتے اور رات کو تبع کو لشکر سمیت مہمانی کرتے تبع کو ان کی یہ ادا پسند آگئی کہا یہ لوگ عجیب ہیں کہ میرے ساتھ جنگ بھی کرتے ہیں مہمان نوازی بھی اور بہت بڑے سخی اور کریم ہیں اور بہادر بھی۔

مدینے کے ایلچی اس وقت مدینہ طیبہ میں بنو قریظہ کے دو عالم تھے ایک کا نام کعب دوسرے کا اسد ہر دونوں چچیرے بھائی تھے دونوں مل کر تبع کے ہاں پہنچے اور کہا کہ یہ مدینہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے ہم اپنی کتابوں میں ان کی نعتیں پڑھتے ہیں اور ہم اسی امید پہ یہاں جی رہے ہیں کہ ان کے فیوض و برکات نصیب ہوں تمہیں ہم نصیحت کرنے آئے ہیں کہ تجھے اس شہر پہ فتح نصیب نہ ہو گی بلکہ تمہیں بلا و عقوبت میں مبتلا ہونا پڑے گا ہماری نصیحت قبول کر لے تیرا اسی میں بھلا ہے اپنی نیت، جنگ سے باز آجا ان کا وعظ و نصیحت تبع کے دل پہ اثر کر گیا اور جنگ کا ارادہ بدل لیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تبع ان کی باتیں قبول کر رہا ہے تو اپنے دین کی دعوت پیش کر دی جسے تبع نے قبول کر لیا اور ان کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کی اس کے بعد تبع یمن کو روانہ ہو گیا اور وہی دو عالم بھی اس کے ساتھ یمن کو گئے ان کے ساتھ اور بھی بنو قریظہ کے کافی لوگ یمن پہنچے۔

ھُذیل کا مشورہ تبع کے پاس ھذیل قبیلہ کے لوگ آئے اور کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسے گھر کا مشورہ دیتے ہیں کہ جس میں موتی اور زبرجد کے خزانے مدفون ہیں اگر تم نہیں اٹھانا ہے تو صرف تمہارے

لئے آسان ہے۔ تبع نے پوچھا کہ گھر کہاں ہے انہوں نے کہا کہ وہ مکہ معظمہ میں ہے اس سے ان کا یہ ارادہ تھا کہ تبع کعبہ پر حملہ کرے گا تو تباہ و برباد ہوگا اور وہ یہی چاہتے تھے کہ تبع تباہ و برباد ہو۔ تبع نے احبار (علماء یہود) سے مشورہ کیا کہ ھذیل مجھے ایسے مشورہ دے رہے ہیں احبار نے کہا خبردار ایسا بد ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے کیونکہ جس گھر کا وہ مشورہ دے رہے ہیں وہ اس زمین پر ایک عظیم الشان گھر ہے وہ اللہ تعالیٰ کا گھر (بیت اللہ) ہے جنہوں نے مشورہ دیا ہے وہ آپ کی تباہی و بربادی چاہتے ہیں خبردار جب بیت اللہ پہنچو اس کی تعظیم و تکریم کرنا تاکہ تمہیں زیادہ سے زیادہ سعادت نصیب ہو۔ تبع نے یہ بات سن کر ھذیل کو بلا کر سزا دی اور خود کعبہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔

تبع کعبہ معظمہ کی چوکھٹ پر

تبع جب کعبہ معظمہ پہنچا تو طواف کیا اس وقت کعبہ معظمہ کا دروازہ بند تھا تبع نے کعبہ معظمہ کا دروازہ کھول کر اس پر تالا لگا دیا اور اس پر غلاف چڑھا دیا اور چھ روز وہاں مقیم رہے ہر روز منیٰ (قربان گاہ) میں ایک ہزار اونٹ ذبح کرتے اس کے بعد یمن کو روانہ ہوئے۔

تبع نے دعوت اسلام دی

تبع جب یمن میں پہنچے تو آپ نے قوم کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ آپ کی قوم حمیر کاہن اور بت پرست تھی لیکن آپ نے انہیں اپنے دین یعنی حکم تورات پر عمل کرنے کا حکم نافذ فرمایا قوم نے ضد کی اور نہ ماننے یہاں تک کہ فیصلہ آگ پر رکھا گیا ان کے ہاں ایک آگ پہاڑ کے دامن میں تھی اور اتنا اونچی تھی کہ پہاڑ سے اوپر جلتی نظر آتی تھی۔ اس کا دستور تھا کہ جب دو مخالف پیش ہوتے تو باطل (اور غلط مدعی) کو جلا کر راکھ کر دیتی اور حق والوں کو چھوڑ دیتی۔ تبع کی قوم نے بتوں کو سر پر اٹھایا اور پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے اور وہ دو عالم جو تبع کے ساتھ مدینہ طیبہ سے آئے تھے وہ تورات اٹھا کر پہاڑ کے دامن میں پہنچے اور آگ کے راستے پر تورات کھول کر پڑھنے بیٹھ گئے حسبِ دستور آگ اٹھی اور آ کر تمام قوم حمیر کو بتوں سمیت جلا دیا اور وہ دو عالم جو مدینہ سے آئے تھے تورات پڑھتے رہے انہیں آگ نے کچھ نہ کہا صرف معمولی سا پسینہ آیا اور آگ ان سے دور ہو کر گزر گئی اور پھر اپنے مخرج میں چلی گئی پھر بقایا حمیر نے ان دونوں یہودیوں کا دین قبول کر لیا اس وقت سے یمن میں یہودیت داخل ہوئی

تبع یمن کی لڑکیوں کے مزارات

مورخین لکھتے ہیں کہ حمیریوں نے دور اسلام میں اپنے علاقہ میں کنواں کھودا تو اس میں دو عورتیں صحیح و سالم ملیں یعنی قبروں میں ان کے جسم صحیح و سالم تھے اور ان کے سرہانے چاندی کی دو تختیاں تھیں جس میں سونے کے ساتھ لکھا ہوا تھا ایک حبا ہے دوسری تیس یا ایک کا نام حبا تھا دوسری کا نام تماضرا تھا۔ یہ دونوں تبع کی لڑکیاں رہیں نام میں اگرچہ مورخین کا اختلاف ہے لیکن حقیقت کے بیان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کے بعد لکھا ہوا تھا

تشهدان لا اله الا الله ولا تشرکان به شیئا وعلی ذلک مات الصالحون قبلها

دونوں گواہی دیتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتی تھیں اور اسی عقیدہ پر ہم سے پہلے نیک لوگ فوت ہوئے ؎

۱ از ہمہ در صفات و ذات ہمہ
لیس شئی کمثلہ ابدا

۲ گر خدا بودے از یکے افزوں
کے بماندے کے جہان بدین قانون

۳ داند آنکس ز عقل باشد بہر
کہ دو شہ را چو جا شود در شہر

۴ جمعیت از نظام افتد
رخنہ در کار خاص و عام افتد

۵ جل من لا الٰہ الا ہو
حسبنا اللہ لا الٰہ سواہ

ترجمہ ۱: ذات وصفات میں اس کا کوئی مثل نہیں
۲: اگر ایک کے سوا اور خدا ہوتے تو یہ جہاں اس قانون پر نہ ہوتا
۳: ہر عقلمند جانتا ہے کہ جہان میں دو بادشاہ کبھی گذار نہیں کر سکتے۔
۴: جمعیت کامل انتظام میں کہاں خاص وعام کے کام میں رخنہ پڑ جاتا ہے
۵: بزرگ ہے وہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں

تفسیر عالمانہ

وما خلقنا السمٰوٰت والارض وما بینھما اور ہم نے نہیں پیدا کئے آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کے درمیان میں ہر شے کو اور "ما بینھن" بھی پڑھا گیا ہے اس میں آسمانوں اور زمینوں کی مجموعی تعداد کو مدنظر رکھا گیا ہے "لاعبین" بیکار کہ ان کی تخلیق سے کوئی صحیح غرض اور مقصد محمود نہ ہو۔

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں لعب فلان یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی ایسا فعل عمل میں لائے جس کا اسے نہ قصد ہو اور نہ ہی اس سے مفید مقصد حاصل ہو۔ التعریفات میں ہے کہ لعب بچوں کا وہ فعل کہ جس سے تھک ہار کر فارغ ہوں تو اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہو جسے کھیل کہا جاتا ہے۔

ماخلقناھما اور ہم نے انہیں اور ان کے مابین کوئی شے بھی ایسی پیدا نہیں کی" الا بالحق"

جس کا تعلق حق سے نہ ہو یہ استثناء اعم الاحوال ہے یا انہیں ہم نے کسی سبب سے پیدا نہیں کیا جس کا تعلق حق سے نہ ہو اور اس سے ایمان و طاعت و بعث اور جزا مراد ہے یہ استثناء اعم الاسباب کے قبیل سے ہے " ولکن اکثرھم " لیکن اکثر ان کے اس سے کفار مکہ مراد ہیں کیوں کہ ان پر غفلت و عدم الفکر چھائی ہوئی ہے " لایعلمون " وہ نہیں جانتے کہ اصلی امر کیا ہے اسی لئے وہ بعث و جزا کا انکار کرتے ہیں۔

مسئلہ : آیت ثبوت حشر پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ بعث و جزا حاصل نہ ہو تو یہ تخلیق عبث ہو گی اس لئے کہ ان کے اور ان کی معاش کا خالق وہی ہے پھر انہیں ایمان و طاعت کا مکلف بنایا تاکہ مطیع و معاصی کے درمیان امتیاز ہو پہلا گروہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے متعلق ہے دوسرا گروہ اس کے عدل و عتاب سے متعلق ہے اور یہ صرف دنیا میں ہو گا کیوں کہ یہ دنیا محدود وقت ہے اور نہ ہی ان کے منافع پر کوئی اعتماد ہے اس لئے کہ یہ ہر طرح کے ضرر سے پُر ہے اسی لئے سزا و جزا کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہر ایک کو اپنے عمل کی مکمل جزا و سزا ملے پس جزا وہ ہے جس کی تخلیق عالم سے حکمت سے سابقہ بنیاد لگائی گئی کیوں کہ اگر جزا و سزا نہ ہو تو کافر کہیں گے اللہ تعالیٰ کے ہاں کافر و مومن کے احوال برابر ہیں حالانکہ یہ محال ہے

تفسیر صوفیانہ تجلیات وجودیہ تجلیات شہودیہ کے لئے ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے مابین موجودات میں ہے صفات حق کے مظاہر ہیں یہ جملہ موجودات اصداف ہیں اور صفات دُر (موتی) ہیں اور مقصود بالذات موتی ہوتے ہیں نہ کہ اصداف جیسا کہ آئینہ سے مقصود بالذات صورۃ مرئیہ ہے جملہ موجودات لباس کی مانند ہیں اور اسرار الٰہی اصل جسم ہے اوضاع شرعیہ کی ہر وضع حقائق میں سے کسی حقیقت کی رمز ہے اس لئے اوضاع شرع کی اقامت ضروری ہے تاکہ حقیقت حاصل ہو اور یہ نسبت آفاق کے ہے اور بہ نسبت الانفس کے تو ارواح آسمانوں کی طرح ہیں اور اشباح زمینیں ہیں اور قلوب و اسرار و نفوس اور جو ان کے مابین ہے سب کے سب مظاہر حق ہیں بالخصوص قلوب دُرر معارف الٰہیہ کی اصداف ہیں انس و جن کی تخلیق صرف انہی کی تحصیل کے لئے ہوئی ہے لیکن افسوس کہ اکثر لوگوں کے قلوب صفات بشریہ کی زنگ سے میلے کچیلے ہو چکے ہیں اسی لئے وہ نہیں جانتے کہ یہی تو مظہر صفات حق کا آئینہ ہیں۔

حدیث شریف اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے جان لیا کہ اس کے نفس میں تجلیات صفات الٰہیہ ہیں تو سمجھ لے گا موجودات سوائے حق کے جلووں کے اور کچھ نہیں یعنی جس نے دل کے آئینے کو زنگ بشریت سے صاف کر لیا وہ رب تعالیٰ کو اسی طرح پہچان لے گا جیسے مذکور ہوا ہاں باطل ایک اضافی امر ہے وہ اسے نقصان دہ نہیں جیسے ابلیس (شیطان) باطل ہے۔ لیکن من حیث وجود ظلی اور خلق خدا کو دعوت الی الباطل والضلالۃ کے لیکن فی نفسہ حقی ہے کیوں کہ وہ موجود ہے اور قاعدہ تصوف ہے کہ جملہ موجود تجلیات الٰہیہ سے ہیں۔

حکایت؛ کسی نے گندگی کے کیڑے کو دیکھ کر کہا کہ اس کی تخلیق کا کیا فائدہ نہ اس کی شکل وصورت اور نہ ہی اس کی کوئی خوشبو اچھی چند دنوں کے بعد وہ زخموں کی بیماری میں مبتلا ہوگیا یہاں تک کہ اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج کردیا ایک دن گلی سے ایک طبیب کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ اس لاعلاج کو میرے پاس لاؤ میں اسے دیکھوں لوگوں نے کہا یہ بازاری حکیم اس کا کیا علاج کرے گا جب اسے بڑے بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں نے لاعلاج کہا ہے اس نے کہا کچھ بھی ہو وہ بیمار دکھاؤ ضرور۔ چنانچہ بیمار اس کے ہاں لایا گیا اس کا زخم دیکھ کر کہا کہ اس کے لئے گندگی کا کیڑا چاہیے تو حاضرین ہنس پڑے بیمار کو اپنی غلطیاں کہی ہوئی یاد آ گئی کہا لاؤ جو وہ کہتا ہے کیوں کہ یہ حکیم میرا علاج سمجھ گیا ہے چنانچہ وہ گندگی کا کیڑا لایا گیا اس نے اسے جلا کر راکھ اس کے زخم پر رکھ دی تو چند دنوں میں زخم اچھا ہوگیا اس پر بیمار نے حاضرین سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ مجھے خسیس ترین مخلوق سے شفا دے۔

حکایت نقشبندی ایک بزرگ نقشبندی فرماتے ہیں کہ جوانی میں مجھے ایک شر کی سوجھی میں اسے پورا کرنے کیلئے گھر سے باہر نکلا ہماری بستی میں ایک کوتوال سخت گیر سخت شرارتی اور فسادی تھا کہ اس کے شر سے تمام لوگ تنگ تھے میں نے جب اس ارادۂ بد سے ایک گھاٹی میں اسی کوتوال کو کھڑا دیکھا اس سے مجھے بہت بڑا خوف وخطرہ ہوا اسی وقت میں نے اپنے ارادۂ بد سے توبہ کر لی اور اس وقت یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر پیدا کردہ شے میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں ؎

۱۔ چون بعض ظہورات حق آمد باطل
پس منکر باطل نشود جز جاہل!

۲۔ در کل وجود ہر کہ جز حق نہ بیند
باشد ز حقیقۃ الحقائق غافل

ترجمہ ۱۔ جب بعض ظہورات حق باطل آئے ہیں ان کا منکر جاہل ہی ہو سکتا ہے
۲۔ جو کل وجود میں سوائے حق سے نہ دیکھے وہ حقیقۃ الحقائق سے غافل ہے۔

تفسیر عالمانہ ان یوم الفصل بے شک فیصلہ کے دن اس سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ وہاں حق وباطل کا فیصلہ ہوگا اور حق وباطل کی مکمل تمیز ہوگی اور خلائق کا فیصلہ ہوگا اور حق دار کو پورا حق ملے گا، باپ بیٹے اور زوج زوجہ سے ایک دوسرے کے حقوق دلائے جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ قیامت فیصلہ کا دن ہے کہ ہر عامل کے عمل کا فیصلہ ہوگا اس سے اس کے اخلاص وصحت کا مطالبہ ہوگا جس کا عمل اپنے مقام پہ صحیح اترا اور خلوص پایا تو قبول کیا جائے گا اور اس پر اسے نیک جزا نصیب ہوگی ورنہ اس کے وہ اعمال منہ پہ مارے جائیں گے جس سے اسے سخت حسرت اور افسوس ہوگا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

۱۔ اے دریغا بود مارا بیرد باد
تا ابد با حسرت شد للعباد

۲۔ بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست
باز ناید رفتہ یاد آن ھباست

ترجمہ: ا۔ کہ انسوس اور ہلاکت وتباہی لیے بندوں کے لئے ہمیشہ کی حسرت مقرر ہے۔

۲: گزشتہ پر حسرت کرنا خطا ہے گئی ہوئی واپس نہیں آتی تو وہ اڑتی ہوئی غبار کی طرح سمجھو۔

میقاتھم مخلوق کے وعدہ کا وقت (اجمعین) تمام کا یعنی تمام اولین وآخرین کے جمع ہونے کا وقت ہے

فائدہ: یوم الفصل اِنّ کا اسم اور میقاتہم اس کی خبر ہے اور اجمعین اس ضمیر کی تاکید ہے جو میقاتہم میں ہے میقات مقرر کردہ فعل کے وقت کا نام ہے یوم القیامۃ کو میقات اسی لئے کہا گیا کہ وہ اوّلین وآخرین کے جمع ہونے اور ان کے حساب کا مقرر کردہ وقت ہے۔

فائدہ: بحرالعلوم میں ہے کہ میقاتہم بمعنی ان کی وہ حد جس کا انہیں یقین ہے اور وہ اس سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے اسی سے ہے "مواقیت الاحرام یعنی جو مکہ معظمہ کو حج وعمرہ کے لئے جانا چاہتا ہے تو وہ ان میقات سے احرام کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا اب میقات کا معنی ہوا کہ وہ شے کہ جس کا وقت یعنی حد مقرر ہو

فائدہ: الشیخ نے فرمایا کہ وقت اور میقات میں فرق یہ ہے کہ میقات وہ وقت مقرر ہے کہ جسمیں کوئی فعل کیا جائے گا اور وقت وہ کہ جس میں کسی فعل کا وقوع ہو مقرر ہو یا غیر مقرر اور اس میں شے کا وقوع ہو یا نہ (اس معنی پر وقت میقات سے عام ہے) یوم لا یغنی یوم الفصل سے بدل ہے اس دن نہ بچائے گا مولیٰ کوئی رشتہ دار قریبی یا بعیدی یعنی نہ رشتہ داری بچا سکے گی نہ دوستی "عن مولیٰ" کسی دوست اور رشتہ دار کو شیئاً کسی قدر نہ بچانے میں نہ جزا دینے میں شیئاً مصدر کی جگہ پر واقع ہے اس کی تقلیل کے لئے ہے اسے مصدر بھی بنایا جا سکتا ہے اس وقت وہ مفعول بہ ہے اب یہ معنی ہوگا کہ قیامت میں کوئی دوست اور رشتہ دار کسی سے عذاب الٰہی دفع نہ کر سکے گا اور نہ ہی عذاب سے دور کر سکے گا۔

فائدہ: اغناء بمعنی دفع اور ناگوار اور مکروہ امر کسی سے دور کرنا اور مولیٰ کی تنکیر ہر دونوں جگہ پر ابہام کی ہے۔

مولیٰ کے معانی

مولیٰ عرب میں چند معانی کے لئے آتا ہے۔

(۱) مالک (۲) عبد (۳) معتق (۴) صاحب (۵) قریب رشتہ دار جیسے ابن العم (چچیرہ بھائی) وغیرہ (۶) ہمسایہ (۷) حلیف (۸) ابن (۹) عم (چچا) (۱۰) نزیل (۱۱) شریک۔ (۱۲)

الاحت رتھاجہ)(۱۳) رب (۱۴) ناصر (۱۵) منعم (۱۶) منعم علیہ (۱۷) المحب (۱۸) تابع (۱۹) سسر[۱]
(۲۰) جو کسی کے معاملہ کا متولی ہو وہ اس کا ولی و مولیٰ ہے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ مذکورہ بالا معانی میں سے کسی ایک معنی دیگر قیامت میں کوئی کسی کو نہ بچا سکے گا جب کوئی مولا کسی دوسرے کو کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچائے اور نہ ہی اسے شفاعت کر کے عذاب سے بچائے تو پھر کوئی اور کون اسے عذاب وغیرہ سے بچا سکتا ہے۔

ازالۂ وہم وہابیہ لیکن یہ آیت صرف کفار کے متعلق ہے اور وہابی لوگ ایسی آیات عام قرار دیکر انبیاء و اولیاء کی شفاعت کا انکار کر دیتے ہیں۔ اضافہ اویسی غفرلہ

حل لغات اہل عرب کہتے ہیں اغنی عنہ بمعنی کفاہ یہ وہ اس وقت بولتے ہیں جو کسی کو کسی بات کی کفایت کرے "الاغناء" بمعنی کسی کو بے نیاز کرنا اور کسی کو کسی سے بچانا " ولاھم ینصرون اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے۔ ضمیر اول مولیٰ کی طرف راجع ہے باعتبار معنیٰ کے کیوں کہ اس سے عام مراد ہے اس لئے کہ وہ سیاق نفی میں واقع ہوا ہے اگرچہ صیغہ مفرد ہے لیکن معنیٰ جمع ہے۔ یعنی جو ان پر عذاب نازل ہوگا نہ خود اپنے سے عذاب روک سکیں گے اور نہ ہی کسی دوسرے کی شفاعت کر سکیں گے۔

الا من رحم اللہ مگر وہ جن پر اللہ تعالیٰ رحم کر کے معاف فرما دے اور شفاعت قبول فرمائے اس سے اہل ایمان مراد ہیں اور یہ محلا مرفوع ہے کہ ینصرون کی ضمیر سے بدل ہے یہی مختار مذہب ہے یا الّا کی وجہ سے منصوب ہے انہ ھو العزیز بے شک وہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے ایسا کہ جس کے لئے وہ عذاب دینا چاہے کوئی بھی اسے نہیں روک سکتا جیسے کافروں کو عذاب دے گا تو کافروں کو اس کے عذاب سے کوئی بھی نہ روک سکے گا " الرحیم" وہ رحیم ہے ایسا کہ جس پر وہ رحم فرمائے جیسے اہل ایمان پر۔

فائدہ : حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے سوابق میں رحم فرمایا تو اسے بالآخر رحمت حاصل ہوگی کہ قیامت میں اہل ایمان ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔[۱] (لیکن شفاعت کے منکر کو شفاعت نصیب نہ ہوگی)

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اس دن دل صاف اور سیاہ دل والوں کے درمیان فیصلہ ہوگا کوئی مولیٰ کسی دوسرے کا اور نہ کوئی دوست کسی دوست کی اور نہ کوئی مددگار کسی دوسرے کی اور نہ کوئی رشتہ دار کسی دوسرے رشتہ دار کی اور نہ کوئی شیخ مرید کی صفائی دے سکے گا جب وہ اس دنیا سے محروم گیا اور نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے دل کو صاف کرنے اور اس کے زنگ اڑانے میں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے دنیا میں دل کو صاف کرنے کی توفیق دے کر جیسا کہ فرمایا " الا من اتی اللہ بقلب سلیم مگر وہ جو اللہ تعالیٰ

---

[۱] : القاموس ۱۲

کے ہاں قلب سلیم لائے

انہ ھو العزیز بے شک وہ عزیز ہے کہ جسے صفائی قلب کی عزت سے نوازے "الرحیم" وہ جس پر چاہے رحم فرمائے اس کے قلب کا آئینہ کے لئے تجلی عطا فرما کر۔

حکایت دو بھائیوں کی دو بھائی تھے ان میں سے ایک فوت ہو گیا دوسرے نے مرنے والے کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا جو اس دنیا میں معرفت سے اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا۔ اس خواب دیکھنے والے کو توبہ کی توفیق بھی اسی خواب سے نصیب ہوئی یہاں تک کہ وہ کاملین میں سے ہو گیا۔

فائدہ علم وعمل سے مقصود تزکیۂ نفس ہے جب یہ تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا نیک عمل کا حال اسے بہترین لباس جیسا ہو جاتا ہے جو حسین وجمیل صورت پر ہو اگر تزکیۂ نفس نہ ہو تو اعمال کا حال اس بہترین لباس سا ہے جو ایک قبیح اور بدشکل انسان کو پہنایا جائے جو شخص دنیا میں اپنے سے قبائح دور کرتا ہے تو وہ قیامت میں حسن ذاتی وعارضی سے حاضر ہوگا ورنہ اعمال صالحہ[۱] سے صرف حسن عارضی تو ہوگا یعنی اعمال صالحہ کا ثواب لیکن حسن ذاتی سے محروم ہوگا (اس تقریر کو خوب ضبط کرے اور کوشش کیجئے کیوں کہ ابھی وقت باقی ہے)

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم لوگوں کی طرح زندگی گزارو کہ اوروں کو خطرہ ہو لیکن وہ خطرے سے پاک ہوں جب لوگ قیامت میں دوزخ سے پناہ مانگیں وہ امن اور چین میں ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ کون ہیں اور ان کی علامات اور نشانیاں کیا ہیں آپ ہمیں بتائیں تاکہ ہم انہیں پہچانیں فرمایا وہ میری امت کے لوگ ہیں جو قرب قیامت میں پیدا ہوں گے جب وہ لوگ میدانِ محشر میں آئیں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ پیغمبر ہیں کیوں کہ ان کا مرتبہ ومنزلت ہی ایسا بلند ہوگا جیسے پیغمبروں کا ہوتا ہے میں انہیں پہچان کر کہوں گا کہ یہ میرے امتی ہیں تب لوگ سمجھیں گے کہ یہ پیغمبر نہیں بلکہ رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی ہیں پھر وہ برق و باد کی طرح تیزی سے گزریں گے تو لوگوں کی آنکھیں ان کے انوار سے چندھیا جائیں گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے ان کے اعمال سے آگاہی بخشیئے تاکہ میں بھی ان سے ملحق ہوں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) وہ دشوار گذار راہ اختیار کرتے ہوں گے تاکہ درجات انبیاء علیہم السلام حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آج انہیں کھانا کھلا کر ان کے پیٹ سیر کرے گا ورنہ وہ زندگی میں اکثر بھوکے رہتے تھے اور آج انہیں اللہ تعالیٰ سیر کر کے پانی پلائے گا ورنہ وہ دنیا میں اکثر پیاسے رہتے آج انہیں اللہ تعالیٰ کپڑے پہنائیگا ورنہ اکثر پھٹے پرانے کپڑوں پر گزارہ کرتے تھے صرف رحمت الٰہی کے امیدوار رہتے ہوں گے اگرچہ رزق حلال

---

[۱] وہابی نجدی شفاعت کا انکار کر بیٹھا محروم جو ہوا۔ اویسی غفرلہٗ

ان کو میسر ہوتا لیکن اس خوف سے اس سے دور رہتے کہ کہیں وہ اس کا حساب نہ دے سکیں اسی لئے وہ اپنے اوقات طاعت الٰہی میں معروف رکھتے یہاں تک کہ ملائکہ ان کی عبادت و طاعت پر رشک کرتے انہیں مبارک ہو دوبار فرمایا انہیں مبارک ہو اور میں تمنا اور آرزو کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے ان کی ملاقات کا موقعہ بخشے اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوقِ ملاقات میں گریہ فرمایا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ چاہیگا کہ زمین والوں کو عذاب میں مبتلا فرمائے تو ان کو دیکھ کر زمین والوں سے عذاب اٹھالیتا ہے۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تم پر لازم ہے کہ تم ان کا طریقہ اختیار کرو۔ جو ان کے طریقہ کی مخالفت کرے گا وہ عذاب آخرت میں سختی اٹھائے گا۔

۱، روشن دلے کہ لذت تجرید یافت است
بیرون رود ز خویش چو پیدا شود کسے

۲، می بایدش بخون جگر خورد غولہا
تا از غبار چشم مصفا شود کسے

ترجمہ ۱، وہ دل روشن ہے جس نے تجرید سے لذت پائی وہ خود سے باہر ہوتا کہ اس سے کوئی ظاہر ہو۔
۲، اپنا خون و جگر پرندوں کو کھلادے تاکہ تیری چشم سے غبار ہٹے اور تو کسی کو صاف طور دیکھ سکے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ○ طَعَامُ الْأَثِيمِ ○ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي
فِي الْبُطُونِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ○ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ
سَوَاءِ الْجَحِيمِ ○ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ
الْحَمِيمِ ○ ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ○ إِنَّ هَٰذَا
مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ○ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ○
فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ○ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ
مُّتَقَابِلِينَ ○ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ○ يَدْعُونَ
فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ○ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ
إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ○ فَضْلًا

مِنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۞ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ
مُّرْتَقِبُوْنَ ۞

ترجمہ: بے شک تھوہڑ کا پیڑ گنہ گاروں کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہے جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارے۔ اسے پکڑو۔ ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو۔ چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شبہ کرتے تھے۔ بے شک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں۔ باغوں اور چشموں میں۔ پہنیں گے کریب اور قنادیز آمنے سامنے یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن وامان سے۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت کا مزہ نہ چکھیں گے اور اللہ نے انھیں آگ کے عذاب سے بچا لیا تمھارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے تو ہم نے اس قرآن کو تمھاری زبان میں آسان کیا کہ وہ سمجھیں تو تم انتظار کرو وہ بھی کسی انتظار میں ہیں۔

تفسیر عالمانہ

ان شجرۃ الزقوم بے شک تھوہڑ کا درخت یعنی اس کا میوہ۔ القاموس میں ہے زقوم جہنم میں ایک بہت بڑا درخت ہے وہ اہل جہنم کا طعام ہے اور عین المعانی میں ہے کہ وہ درخت جہنم کے نچلے طبقے میں ہے جو اوپر والے تمام طبقات میں اس کی ٹہنیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کی نظیر طوبیٰ ہے کہ وہ بہشت کے اعلیٰ حصہ میں ہے اور اس کی شاخیں بہشت کے ہر طبقہ میں ہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ زقوم جہنمی کی شکل وصورت اسی دنیوی تھوہڑ جیسی ہے لیکن اس کی اصل آگ ہے اور زقوم سے مراد اس کا میوہ ہے دوزخی اسے نہایت ہی ناگوار ہو کر کھائیں گے بعض نے کہا سب سے ثقیل طعام زقوم ہے المفردات میں ہے کہ شجرہ الزقوم سے دوزخیوں کا طعام مراد ہے جو دوزخ میں سب سے زیادہ ناگوار ہے اسی سے استعارہ کیا گیا ہے " زقم فلان و تزقم " یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شے نہایت ناگوار ہو کر نگلے۔

فائدہ نیقر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ اسے زقوم بربری زبان کے مطابق کہا گیا ہے وہ مغرب میں ایک قبیلہ ہے اور وہ لوگ حبش اور زنگیوں کے درمیان ہیں " الزقوم " بمعنی مکھن و کھجور اس معنیٰ پر کفار سے تہکم واستہزاء ہوگا جیسے فبشرھم بعذاب الیم میں تبشیر سے تہکم ہے کیوں کہ اسے درخت سے تعبیر کیا ہے تو تہکم ہوگا کیوں کہ وہ جحیم میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ صورۃ صافات میں گزرا۔ تو اس معنیٰ پر اسے مکھن

کھجور کیسے کہا جاسکتا ہے۔

فائدہ: انسان العیون میں ہے کہ شجرۂ زقوم کو جہنم کی آگ نہیں جلاسکتی کیوں کہ جو دوزخ کی پیدائشی شیاء ہیں انہیں آگ نہیں جلاتی جیسے سمندل (آگ کا چوہا) تو ذات سمندل پیدا کر کے آگ سے بچا تی ہے تو ہی ذات شجرۂ زقوم کو بھی آگ سے بچا سکتی ہے۔ بلکہ ایسی اشیاء دوزخ میں لذت پاتی ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شجرۂ زقوم آگ سے ایسے ہی زندہ رہتا ہے جیسے دنیا کے درخت بارش کے پانی سے اس درخت میں کڑواپن کے علاوہ گلے گھونٹنا بھی ہے (معاذ اللہ)

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ اس کے بیان کی کیا ضرورت ہے کیوں کہ وہ آخرت کے درخت ہیں انہیں دنیوی درختوں سے صرف لفظی تشابہ ہے جیسے بہشت کے درختوں کے میوہ جات کیلئے کہا گیا ہے کہ ان کی شکل وصورت تو دنیوی میوہ جات سے ہوگی لیکن ان کی لذت وحقیقت کچھ اور ہوگی اس معنی پر زقوم کو درخت کہنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس کے ناریہ کی نفی کا تصور ہوسکتا ہے اور نہ ہی جلنے کا کیونکہ جو شے اصل میں ناری ہے وہ ناری ہی ہے اور ناری نار سے نہیں جلتا اسی لئے کہا گیا ہے کہ ابلیس کو زمہریر (برف) وغیرہ سے عذاب کیا جائے گا اور اگرچہ بحسب ترکیب اسے جلانا بھی ممکن تھا میں نے جزیرۂ قبرس میں ایک ایسا پتھر دیکھا ہے جسے حجر القطن (روئی کا پتھر) کہا جاتا ہے یعنی جب اسے کوٹ کر پیسا جاتا ہے تو وہ روئی کی طرح ہوتا ہے اس سے رومال تیار ہوتے ہیں تو جیسے یہ پتھر روئی کے منافی نہیں ایسے شجر ہونا اس کے آگ ہونے کے منافی نہیں اور سورۃ یٰس میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شجرۂ اخضر آگ سے پیدا فرمایا ہے وغیرہ۔

طعام الاثیم وہ زیادہ گناہ کرنے والوں کا طعام ہوگا اس سے کافر مراد ہے جیسا کہ اس کا ماقبل و مابعد دلالت کرتا ہے یعنی جیسے اجماع المفسرین ہے کہ یعنی مولی عن مولیٰ میں کافر مراد ہیں اور الا من رحم اللہ میں اہل ایمان کا استثنا ہے ایسے ہی یہاں اثیم سے صرف کافر مراد ہے جس پر آنے والی آیت " ان ھذا ما کنتم بہ تمترون بے شک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے ہو۔

اعجوبۂ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زبان نہیں چلتی تھی وہ طعام الاثیم کے بجائے طعام الیتیم پڑھتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں طعام الفاجر پڑھنے کی اجازت بخشی۔[1]

حکایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کسی کو پڑھایا طعام الاثیم تو وہ طعام اللہ پڑھتا اسے الاثیم کا لفظ زبان پر آتا تو آپ نے اسے فرمایا تو پڑھ طعام الفاجر۔

مسئلہ: اس سے اس گروہ نے استدلال کیا ہے کہ ایک کلمۂ قرآن کو دوسرے کلمہ سے تبدیل کرنا جائز ہے جب وہ دوسرا کلمہ قرآن کے کلمہ کا ہم معنیٰ ہو۔

مسئلہ: اسی لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فارسی میں قراۃ جائز کہتے ہیں جب وہ قراۃ عربی مفہوم کو مکمل

[1] عین المعانی۔

کرتی ہو (فقہاء کرام نے کہا یہ اجازت عدم اجازت کے برابر ہے (کیونکہ کہاں عربی کہاں فارسی تو پھر مکمل ادائیگی کہاں) علاوہ ازیں کلام عربی بالخصوص قرآن فصاحت و غرابت میں ایک معجزہ ہے اس کے نظم و اسلوب میں لطیف معانی ہیں جو کسی دوسری لغت کو نصیب نہیں۔

ردِ زمخشری زمخشری نے غلط کہا کہ چونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عربی عبارت صحیح طریق سے نہیں ادا کر سکتے تھے اسی لئے فارسی میں قرأۃ قرآن کی تجویز فرمائی (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا صحیح موقف حضرت ابوالجعد حضرت امام ابویوسف سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صاحبین رضی اللہ عنہ کا قول کے مطابق ہے کہ ان کے نزدیک فارسی میں قرأۃ قرآن ناجائز ہے[1]۔

مسئلہ: فتح الرحمان میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ فارسی میں قرأۃ اس وقت جائز ہے جب عربی کا مفہوم ایسا مکمل ادا ہو کہ بال برابر بھی فرق نہ ہو (پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ اجازت عدم اجازت کے برابر ہے کہ نہ اس سے عربی مفہوم ادا ہوگا نہ پڑھنا جائز ہوگا۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ فارسی میں قرأۃ قرآن ناجائز ہے سوائے اس شخص کے جو عربیت کی ادائیگی سے عاجز ہے یہی صاحبین کا موقف ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔

مسئلہ: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سوائے عربیۃ کے قرأۃ قرآن کسی وجہ سے بھی جائز نہیں۔ کوئی عاجز ہو یا نہ

رجوع امام اعظم رضی اللہ عنہ صحیح تر یہ ہے کہ تجویز قرأۃ الفارسی کے قول سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا تمام فقہ و فتاویٰ کی معتبر و مستند کتب میں یہی ہے[1]۔

فائدہ: جسے عربیت پر قدرت ہے تو وہ فارسی لیسے دیگر زبان میں قرآن پڑھنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ منافقت پیدا کرتی ہے (جو لوگ ضاد کو ظاد کے مخرج (عجمی) میں ادا کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں[2]۔

صاحب روح البیان قدس سرہٗ کی تحقیق: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ فارسی میں قرأۃ کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ ہم سب متفق ہیں کہ قرآن کا نظم و معنیٰ ہر دونوں قرآن کا رکن ہیں یہی جمہور کا مذہب ہے ہاں عجز کے وقت صرف نماز ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے قرأۃ عربیت کو رکن نہیں مانا تو اسی لئے فارسیت کی اجازت بخشی ہوگی اس کی مثال "اقرار باللسان" ایمان کے لئے ہے کہ اقرار باللسان بوقت عجز نہ ہو تو ایمان میں خلل نہیں آتا کیونکہ اقرار باللسان

---

[1] عیون الحقائق ۱۲ ۔ [1] الکواشی ۔

[2] ضاد کو ظاد کے مخرج میں وہابی غیر مقلد (ہند و پاک میں) اور شیعہ عموماً پڑھتے ہیں ان کے سوا کسی ملک اور علاقہ اور فرقہ نے ضاد کو ظاد نہیں پڑھا تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "رفع الفساد عن مخرج الظاد والضاد ۱۲" اویسی غفرلہٗ

اجرائے احکام المسلین کے لئے۔

سوال: قرآن کا ہر کلمہ ایسا ہے کہ کوئی دوسرا کلمہ اس کے معانی کو مکمل نہیں کر سکتا تو پھر کیسے دوسری لغت عربیت کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

جواب: یہ جائز ہے اس لئے کہ علماء کرام نے حدیث کا اختصار عالم کے لئے جائز رکھا ہے نہ کہ جاہل کے لئے حالانکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جوامع الکلم کے مالک تھے تو عالم کہاں اور آپ کا بتایا ہوا کلام کس طرح عالم ادا کر سکتا ہے جب کہ حضور علیہ السلام کے ہر لفظ میں ہزاروں اسرار و رموز مضمر ہیں لیکن اس کے باوجود عالم کو اس کا اختصار جائز رکھا گیا ہے تو یہاں بھی بوقت ضرورت جائز رکھا گیا ہے (لیکن تحقیق وہی ہے جو مذکور ہوئی) اسے اچھی طرح سمجھ لے

کالمہل گلے ہوئے تانبے کی طرح خبر کے بعد خبر ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے کہ دراصل ھو کالمھل (وہ مہل کی طرح ہے) تھا۔

حدیث شریف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مہل کی تفسیر منقول ہے کہ "کعکر الزیت" نہایت کالے سیاہ تیل کی طرح کہ جب چہرے کے قریب ہو تو جلا کر اس کے ٹکڑے گرادے اسے مہل سے اس کی غلاظت اور سیاہی سے تشبیہ دی گئی ہے بعض نے کہا مہل وہ ہے جسے آگ میں ڈالا جائے یہاں تک کہ وہ پگھل جائے جیسے لوہا قلعی تانبہ وغیرہ اور اس طعام کو اس قلعی اور تانبے سے تشبیہ دی جاتی ہے جو آگ سے پگھل جاتا ہو اور نہایت درجہ کا گرم ہو اس کے جوش سے تشبیہ نہیں اس لئے کہ جوش والی شے مشبہ بہ ہے (یغلی فی البطون) جو پیٹوں میں جوش مارتا ہے یعنی درانحالیکہ وہ طعام کافروں کے پیٹوں میں جوش مارے گا "کغلی الحمیم" گرم پانی کے جوش کی طرح اسکا جوش شدت حرارت اور معدہ کی اس سے کراہت کی وجہ سے ہو گا۔ بعض نے کہا کہ وہ طعام پیٹوں اور ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

حدیث شریف میں ہے اے لوگو اللہ تعالیٰ سے مکمل طور ڈرو اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین پر ڈالا جائے تو اہل ارض کی معیشت کڑوی ہو جائے تو پھر اس کا کیا حال ہو گا جس کا طعام یہی ہو گا کہ اس کے سوا اس کا اور کوئی طعام نہ ہو گا۔

حل لغات الغلی والغلیان بمعنی تحرک وارتفاع یعنی جوش مارنا المفردات میں ہے کہ الغلیان ہنڈیو کے لئے بولتے ہیں جب وہ پُر ہو کر اوپر کو ابھریں آیت میں اسی سے استعارہ ہے اسی کے ساتھ غضب اور جنگ کے جوش کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اثیم وہ ہے جو خواہشات کے بت کا پجاری ہو اور وہ حرص کے درخت بوئے تو اس دنیا میں نفس کے مذاق کے مطابق ہی خواہشات نفسانیہ لذیذہ کے ثمرات پیدا ہوں گے اسی لئے آخرت میں بھی اس کا طعام وہی زقوم ہو گا جس کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں سہ

نفس را بدخو بناز ونعمت دنیا مکن
آب نان سیر کاہل می کند مزدور را

ترجمہ : نفس بدخو کو دنیا کی ناز ونعمت کا عادی نہ بنا اس لئے مزدور پانی اور روٹی سے سست ہو جاتا ہے

تفسیر عالمانہ خذوہ (اسے پکڑو) یہاں قول محذوف ہے اور یہ خطاب زبانیہ فرشتوں کو ہوگا یعنی قیامت میں زبانیہ (فرشتوں) کو کہا جائے گا کہ اس مجرم کو پکڑو اور وہ بھی اس کے پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے " فاعتلوہ " اور اسے بزور گھسیٹتے جاؤ۔

حل لغات العتل بمعنی کپڑوں وغیرہ کے ساتھ جکڑ کر خوب پکڑنا قہر اور سختی سے گھسیٹنا۔ تاج المصادر میں ہے العتل بمعنی سختی سے کھینچنا۔ القاموس میں ہے کہ عتلہ یعتلہ فانعتل جرہ عنیفا یعنی سختی سے کھینچا گھسیٹا ہو معتل منبر کی طرح بمعنی قوت کے ساتھ الی سواء الجحیم جہنم کے درمیان میں اور ایسی جگہ پر جہاں ہر طرف سے برابر مسافت ہو یعنی دوزخ کے درمیان میں " ثم صبوا فوق راسہ من عذاب الحمیم " پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔

حل لغات صب الماء پانی کو اوپر سے نیچے گرانا۔

سوال : عذاب تو گرائی ہوئی شے نہیں کیوں کہ ذوجسد شے کو اوپر سے نیچے گرایا جاتا ہے اور عذاب ذوجسد نہیں

جواب : ڈالا تو جائے گا گرم پانی اور وہ ذوجسد ہے اور عذاب کا لفظ مبالغہ کے لئے ہے دراصل صرف حمیم تھا لیکن اس پر پھر عذاب کا اضافہ مبالغہ کے طور ہے تاکہ اشارہ ہو کہ یہ گرم پانی عذاب کے ایک قسم سے ہوگا۔ اب معنی یہ ہوا کہ ان کے سروں پر گرم پانی ڈالو تاکہ ان کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور عذاب کا ذائقہ چکھیں یہ عذاب باہر سے ہو اور زقوم کا عذاب اندر سے۔

عذاب کا نمونہ مروی ہے کہ کافر کو دوزخ میں داخل کرکے زقوم کھلایا جائے گا پھر فرشتہ اس پر چابک مارے گا تو اس سے دماغ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کے جسم پر بہ جائے گا۔ پھر اس کے جسم پر گرم پانی ڈالا جائے گا جو اس کے پیٹ تک اتر کرے گا تو اس کی آنتیں کٹ جائیں گی اور بہ کر اس کے پاؤں تک آجائیں گی۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ ایسے لوگوں کو حسرت وحرماں اور فراق کے ساتھ جہنم کے گڑھے میں عذاب کیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہا)

تفسیر عالمانہ ذق چکھ عذاب ذلیل ذلیل کرنے والے کو انک انت العزیز بے شک تو تھا اپنی نظروں میں عزت والا الکریم مکرم اپنی قوم کے ہاں یعنی فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے کہو استہزاء اور اس کے اپنے گمان سے آگاہ کرکے کہ تو خود کو عزت والا اور کرم والا سمجھتا تھا لیکن

رو دنیا و خوار انسان ہے۔

شانِ نزول ابوجہل نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ مکہ معظمہ کے دو پہاڑوں کے درمیان میرے جیسا کوئی معزز و مکرم نہیں بخدا تو اور تیرا خدا میرا بال نہیں بیکا کر سکتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس جیسے اوروں کے لئے بھی وعید ہے جو عجب و کبر میں مبتلا ہو۔

ابوجہل کی جہالت بے وقوف ابوجہل کا حال دیکھو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں اس کی قسم کھائی پھر اسے بے طاقت بنا کر رکھ دیا کہ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی خدا کی پرستش و عبادت کرتے تھے جس کی ابوجہل قسمیں کھا رہا تھا۔

فائدہ: کلام مذکور حیرت کفریں سے ایک ہے اور جہالت اسی کو کہتے ہیں اور تعصب النفس اسی سے ظاہر ہے ان کی دوسری بے وقوفی ملاحظہ ہو ابوجہل وغیرہ نے حضور علیہ السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کو کہو کہ امطر علینا حجارۃ من السماء (ہم پر آسمان سے پتھر برسائے)

فائدہ: آیت کے لفظ ذوق میں اشارہ ہے کہ کافر دنیا میں بھی معذب رہتا ہے لیکن دنیا میں غفلت کی نیند کی وجہ سے عذاب کے درد کو محسوس نہیں کرتا جب مرے گا بیدار ہوگا تو محسوس کرے گا اس ظلم کو جو اس نے اپنے نفس پر کیا (یعنی کفر و شرک و دیگر جرائم) ان ھذا (بے شک یہ عذاب) ما کنتم بہ تمترون (وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے یعنی دنیا میں تمہیں شک تھا کہ نہ معلوم ایسا عذاب ہوگا یا نہ یا تم باطل عقیدہ کی بناء پر اس بارہ میں جھگڑتے تھے یعنی پہلے تم میں تھے اب تم دیکھ لو اور یقین کر لو کہ تمہیں عذاب کا مزہ چکھایا جا رہا ہے یا نہ۔ جمع کا صیغہ باعتبار معنیٰ کے ہے کیونکہ اس سے اثیم کی جنس مراد ہے یعنی ہر طرح کا گنہگار اور مجرم۔

فائدہ: یہ شک انہیں شیاطین کے وساوس اور نفوس کے ہواجس سے تھا تو ضروری ہے کہ انہیں دفع کیا جائے اور قلب کی صفت یعنی یقین سے موصوف ہونا چاہیے۔

حدیث شریف حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان شک کرنے والوں کے لئے خرابی ہے جو اللہ کی ذات میں شک کرتے ہیں۔

فائدہ: ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقینی نہیں رسمی ایمان رکھتے ہیں جیسے منافقین۔

مسئلہ: جو اعمال و احکام اور اوامر (بعض پر) شک و شبہ کرتا ہے یا معاصی پر ایسے اصرار کرتا ہے کہ اسے پرواہ تک نہیں کہ یہ بھی کوئی برا عمل ہے مثلاً نماز ترک کر کے اسکی قضا کا خیال تک نہ لائے اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی خوفِ خداوندی ہو یہ بھی منجملہ کفر کے ہے کہ عتاب و عذاب الٰہی سے امن (بے خوف ہونا) بھی کفر ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) بود گبری در زمان بایزید
گفت او را یک مسلمان سعید

(۲) کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری
تا بیابی صد نجات و سروری

(۳) گفت این ایمان اگر ہست ای مرید
آنکہ دارد شیخ عالم بایزید

(۴) من ندارم طاقت آن تاب آن
کان فزون آمد ز کوشش‌ہای جان

(۵) گرچہ در ایمان و دین ناموقنم
لیک در ایمان او بس مؤمنم

(۶) مؤمن ایمان اویم در نہان
گرچہ مہرم ہست محکم در دہان

(۷) باز ایمان گر خود ایمان شماست
نی بدان میلستم و نی مشتہاست

(۸) آنکہ صد میلش سوی ایمان بود
چون شما را دید زان فاتر شود

(۹) زانکہ نامی بیند و معنیش نی
چون بیابانرا مفازہ گفتنی

ترجمہ ۱۔ ایک کافر بایزید رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تھا اسے کسی مسلمان نیک بخت نے کہا
۲ ۔ کیا اچھا ہوتا کہ تو مسلمان ہو جاتا تاکہ تو سو نجات اور سرداری پاتا
۳ ۔ کہا اگر یہی ایمان ہے (اے مرید صاحب) جیسا شیخ علامہ ابو یزید کا ہے
۴ ۔ میں اس کی تاب و طاقت رکھتا نہیں کہ وہ جان کی طاقت سے زیادہ ہے ۔
۵ ۔ اگرچہ دین و ایمان میں یقین نہیں لیکن میں ان کے ایمان کے مطابق ایمان رکھتا ہوں ۔
۶ ۔ پوشیدگی میں میں ایمان رکھتا ہوں اگرچہ میرے منہ پر مہر لگی ہوئی ہے ۔
۷ ۔ ہاں اگر ایمان اسی کا نام ہے جو تمہارا ہے تو اس کی طرف میرا میلان نہیں اور نہ میں اس کا خواہشمند ہوں
۸ ۔ جسے ایمان کی طرف میلان ہوگا بھی جب تمہیں دیکھے گا تو سست ہو جائے گا ۔

۹ - کیوں کہ وہ ایمان کا نام دیکھے گا لیکن اسے معنیً نظر نہیں آئے گا یہ ایسے ہے جیسے بیابان کو نجات کہا جائے۔

انتباہ: اسمیں اشارہ ہے کہ مرید کا جتنا ایمان وعلم ومعرفت قوی ہوگا اتنا قدر ظاہری اعمال میں جدوجہد کریگا اسی طرح قیاس کیجئے ضعیف اور شک کرنے والے اور متردد کے بارے میں۔

ہم اللہ تعالیٰ سبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں یقین کے پیالے پلائے وہ فیض پہنچانے والا معین ومددگار ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان المتقین بے شک وہ لوگ جو کفر ومعاصی سے بچتے ہیں یعنی اہل ایمان اور اطاعت گزار فی مقام ایک قیامگاہ میں ہوں گے، اس سے مطلقاً کوئی جگہ مراد ہے، کیوں کہ یہ اس خاص سے ہے جس کا استعمال معنیً عموم میں شائع ہوگیا ہے یعنی یہ ایک ایسا عام ہے جو جمیع الامکنہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے یہاں تک کہ بیٹھنے کی جگہ کو بھی مقام کہا جاتا ہے اگرچہ وہاں قیام کا دتوع نہ بھی ہو۔

امین امن والی یعنی وہ جگہ جو اپنے صاحب کو آفات سے امن دے یہاں اصلی معنیٰ سے ہٹ کر امن کو مقام کی طرف اسناد کرنا مجاز ہے جیسے جری النہار میں مجاز ہے ایسے یہاں۔

حل لغات امن خوف کی ضد ہے یعنی امین بمعنی صاحب الامن (امن والا) یہاں پر زمخشری نے ایک وجہ اور بتائی ہے وہ یہ کہ الامین از امانت ہے جو خیانت کی نقیض ہے یہ دراصل صاحب مکان کی صفت ہے پھر مجازاً مکان کی صفت بنائی گئی ہے۔ یہ استعارہ تخیلیہ ہے گویا وہ ایسا مکان ہے جو اپنے مقیم کو مغموم ومحزون کرے یا اس میں ناگوار امور ہیں جو اپنے مقیم کو تکلیف اور دکھ میں ڈالے کیوں کہ جو صفات مکان کے لئے ثابت کئے جائیں گویا وہ صاحب مکان کے لئے ثابت کئے گئے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے الجد بین ثوبیہ والکرم بین بردیہ بزرگی اس کے دونوں کپڑوں میں ہے اور سخاوت اس کی چادر میں ہے (بحر العلوم)

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ جو ماسوی اللہ سے کسی سے نہیں ڈرتا تو وہ مقام وحدۃ میں امن کے ساتھ ہوگا کسی دوئی کا کوئی خطرہ نہ ہوگا نیز اس میں اشارہ ہے کہ متقین دنیا میں خوف عذاب سے اور آخرت سے فراق کے خطرہ سے محفوظ ہونگے

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ مقام امین انبیاء واولیاء کی صدیقین وشہدا کی صحبت مراد ہے نیز (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ یوم محشر ان کی رفاقت تو لازماً امن کا مقام ہے۔ کیوں کہ وہ دتوع عذاب سے محفوظ ہوں گے کیوں کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ہاں شفعاء[ع] ہیں دنیا میں بھی ان کی صحبت سے انسان شقاوت

ع: سفارش کرنے والے

یں وقورع سے امن میں رہتا ہے کیوں کہ ان کا ہمنشین شقی نہیں ہوتا نیز اس میں اور اشارہ ہے جو حال کے لحاظ سے روشن تر ہے وہ یہ کہ مقام امین سے مقام قلب مراد ہے کیوں کہ یہی جنۃ الوصال ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے وہ وسواس خناس کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے کیوں کہ شیطان کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتا جو کہ ذات کی طرف اشارہ ہے جیسے وہ حالت سجدہ میں وسوسہ نہیں ڈال سکتا کیوں کہ اس میں اشارہ ہے کہ بندہ اس وقت فانی الذات الاحدیہ ہوتا ہے

مسئلہ :- جو شرک سے بچ گیا وہ بھی متقی ہے اس قاعدہ پر اس وعدہ میں فاسق بھی داخل ہیں لیکن فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور یہاں چونکہ منت واحسان کا اظہار ہے اسی لئے یہاں صرف مومن مطیع مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم نے آیت کے عنوان میں اشارہ کیا ہے ہاں فاسق و فاجر انجام کے لحاظ سے داخل ہیں اور یوں کہا جائے کہ یہ تبعاً داخل ہو سکتے ہیں اور ابتداء اور اصالۃً نہیں داخل ہو سکتے جیسا وہ وعیدات جو ان کے حق میں وارد ہیں دلالت کرتی ہیں ورنہ مطیع و عاصی میں کیا فرق رہے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ام نجعل المتقین کالفجار کیا ہم متقین کو فجار کی طرح کریں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے (آمین)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؎

۱۔ کسے را باخواجۂ تست جنگ
بدستش چرا می دہی چوب سنگ
سگ آخر کہ باشد کہ خوانش نہند
۲۔ بفرما تا استخوانش نہند

ترجمہ : جسے ترے آقا سے جھگڑا ہے تو اس کے ہاتھ میں ڈنڈا اور پتھر کیوں دیتا ہے ہاں جب دسترخوان بچھے تو تم کہو اسے ہڈیاں دو ۔

تفسیر عالمانہ

فی جنات وعیون باغات اور چشموں میں ہوں گے یہ مقام سے بدل ہے اسے اس لئے لایا گیا تاکہ اس مقام کی بھی نزہت پر دلالت کرے اور معلوم ہے کہ بہترین کھانوں اور اعلیٰ اپنے کی چیزوں پر مشتمل ہے اور عیون سے وہ نہریں مراد ہیں جو بہشت میں جاری ہیں اور اس کی تنکیر تعظیم کی ہے

یلبسون من سندس واستبرق سندس و استبرق پہنیں گے ۔ یہ دوسری خبر ہے اور استبرق کا ہمزہ قطعی ہے اور خلیل نے کہا ہے کہ یہ ہمزہ وصلی ہے۔

فائدہ : کشف الاسرار میں ہے کہ ریشم کا ایک خاص قسم ہے جو علامتی طور لباس کے اوپر پہنا جائے گا جو سندس وہ ایک نرم کپڑا لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے استبرق ریشم کا گاڑھا کپڑا جسے بن کر تیار کیا جاتا ہے اسے بھی

شعار (علامتی) پہنتے ہیں اور یہ عام ریشم سے اعلیٰ قسم ہے کہ لئے کہ ریشم دو قسم ہے (۱) جتنا باریک ہو نفیس تر ہوتا ہے (۲) ابریشم کی کثرت کی وجہ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اسی لئے وہ اور نفیس تر ہوتا ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ میرے نزدیک احتمال یہ ہے کہ سندس متقدون کا لباس ہوگا اور استبرق ابرار کا اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شراب متقیوں کا پینا ہو گا یہ ایک تسنیم خاص ہے اور رحیق ابرار کا پینا ہے یہ وہ شراب ہے جسمیں رحیق ملا ہو گا۔

اس لئے کہ مقربین اہل ذات سے ہیں اور ابرار اہل صفات سے تو جیسے ذات صفات سے نفیس تر ہے ایسے ہی اہل ذات کا لباس بھی نفیس تر ہوگا ایسے ہی ان کا شراب نفیس اور صاف تر ہو گا بہ نسبت اہلِ صفات کے لباس و شراب کے۔

حل لغات: استبرق عجمی لفظ ہے دراصل استبرگ ہے جسے اہلِ عرب نے حسب عادت اسے قاف کے ساتھ استبرق پڑھا ہے۔ القاموس میں ہے کہ استبرق کا شمار استرو کا معرب ہے اس کی تصغیر ابیرق آتی ہے اور استبر (تار وطار سے) بمعنی غلیظ فارسی لغات سے الجوالیقی میں ہے استبرق عجمیت سے عربیت کی طرف منتقل ہوا ہے اسی لئے اس کی تصغیر ابیرق اور اس کی جمع تکسیر ابارق آتی ہے یعنی تصغیر و تکسیر کے وقت سین و تاء دونوں گر جائیں گے۔

فائدہ: تعریب بمعنی عجمی لفظ کو عربی میں ایسا ڈھالنا کہ وہ تبدیلی کے وقت عجمیت کے رنگ ڈھنگ سے بدل جائے اور وہ وجوہ اعراب کو قبول کر سکے۔

مسئلہ: عجمی لفظ کا قرآن میں مذکور ہونا جائز ہے کیوں کہ جب وہ عجمیت سے نکل کر عربیت میں آ جائے گا تو وہ عجمی نہ رہے گا اس پر وہ تصرف ہوگا جو بلاتفریق عربی لفظ پر تصرف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: جو شخص کہے کہ قرآن عجمی الفاظ سے مرکب ہے وہ کافر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "قرآناً عربیاً" کے مخالف ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی یوں کہے کہ اس میں بعض الفاظ عجمی ہیں تو اس کے کفر میں نظر ہے اگر وہ یہ جواب دے کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ عجمی لفظ عربیت کے رنگ میں آیا ہے اس لئے کہ یہ لفظ اس طریقہ سے فصیح ہو گیا اگر وہ اسی طرح اسے بلا تعریب عجمی لفظ سمجھ کر کہتا ہے تو وہ غلط ہے "متقابلین" وہ ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھے ہوں گے، یہ حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھیں گے تاکہ ایک دوسرے سے مانوس ہوں۔ متقابلین بمعنی متواجہین کہ وہ ایک دوسرے کی پیٹھ گدی وغیرہ نہ دیکھ سکیں کیوں کہ انس میں یہی طریقہ زیادہ مکمل ہے۔

فائدہ: سورآبادی کی تفسیر میں ہے کہ یہ بالمقابل بیٹھنا مہمانی کے دن ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارالجلال میں اہل ایمان کو مہمانی سے نوازے گا اور تمام اہل ایمان ایک دسترخوان پر بیٹھیں گے تو سب کا ایک دوسرے کی طرف منہ کرکے بیٹھیں گے بعض نے کہا یہاں پر متقابل سے محبت مراد ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے بغض وحسد نہیں کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں سے بغض وحسد کو اس وقت سے ختم کرڈالے گا جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے اور ایسا تقابل اولیاء اللہ کے اوصاف میں سے ہے جو انہیں دونوں جہانوں (دنیا و آخرت) میں زیب ہوگا ایسے لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ بغض وحسد سے پاک ہو کر جیتے جی دنیا میں بہشت میں ہیں۔

کذلک لیئے امر کی طرح یا مذکورہ بالا ثواب کی طرح ایک اور ثواب بخشونگا یہ کہ **وذوجناھم بحورعین** حورعین سے ہم ان کا بیاہ کریں گے یعنی ان کے ساتھ حورعین ہوں گی یعنی متقین کے ساتھ سفید رنگ اور کشادہ عورتیں ہوں گی۔ بہشتی کبھی تو دوستوں سے ملاقات سے متمتع ہوں گے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر خوشیاں منائیں گے کبھی حورعین سے ہنسی مذاق میں وقت بسر کریں گے۔

نکتہ: حورعین کی تزویج سے یہی عرفی معنیٰ مراد نہیں کیوں کہ عرفی تزویج با کے ساتھ متعدی نہیں آتا بلکہ وہ بلا با متعدی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ **فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا** جب زید نے اپنا مطلب پورا کرلیا تو ہم نے بی بی زینب کا آپ سے عقد (نکاح) کردیا۔

قاعدہ: جب عقد نکاح مراد نہ ہو تو وہاں تزویج سے صرف ایک دوسرے سے ملانا مراد ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "زوجناک بہا" میں نے تیرے ساتھ اسی عورت کو ملا دیا یعنی تو اکیلا تھا تو تیرے ساتھ عورت کردی یعنی وہ تیری دوسری ہوگئی اب معنی یہ ہوا کہ حورعین سے ان کا جوڑا بنائے گا۔ المفردات میں ہے کہ قرآن مجید میں یوں کہیں نہیں **ذوجناھم حورا** (ہم نے ان کا حورعین سے عقد نکاح کیا) بلکہ "زوجناھم بحورعین" آیا ہے ہاں عام عورتوں کے لیے زوجنٰہا مرۃ کہہ کر عرفی معنی مراد لیا جاسکتا ہے لیکن حورعین کے لئے بلا واسطہ با قرآن مجید میں تزویج کا لفظ مستعمل نہیں ہوا تاکہ تنبیہ ہو کہ حوروں کے ساتھ عقد سے یہی عقد عرفی مراد نہیں جیسا کہ عوام بلکہ خواص نا قل از مسائل کا خیال ہے۔

فائدہ: حضرت مفتی سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر تو بہشت میں عقد معروف نہ ہوگا کیوں کہ اس کا ایک فائدہ تو یہی ہے کہ حورعین انسانوں کے لئے حلال ہوں لیکن حلت وحرمت کی علت تو دارکلفت کے لیے ہوتی دارالجنۃ تو دار التکلف نہیں بلکہ دار الراحۃ ہے۔

صاحب روح البیان کی تحقیق اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر (یعنی صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مفتی سعدی اور مذکورہ بالا تقریر

پر سوال وارد ہوتا ہے کہ اگر عقد معروف مراد نہیں تو پھر کیوں وارد ہے کہ حورعین کے عقد میں دس بار درود بر مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مہر میں مقرر ہوتا ہے اور مہر کا تعلق عقد عرفی سے ہوتا ہے۔

ازالۂ وہم مذکور درود بر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے مہر عقد نکاح عرفی کی حیثیت سے نہیں بلکہ وہاں تو صرف تعظیم وتکریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار مطلوب ہے اور بس اس مہر سے ضروری نہیں کہ وہ عقد عرفی مقصود ہو اور اس مہر سے بھی حقیقی مہر مراد نہیں بلکہ صوری اور لفظی مہر ہے اور یہ صرف حوروں سے موانست کے لئے ہوگا نہ کہ جماع کیلئے۔ یہ ایسے ہے جیسے آدم علیہ السلام نے بہشت میں بی بی حوا کا مہر درود شریف) ادا کیا تو بھی موانست بہ حوا کے لئے نہ کہ وہاں جماع مطلوب تھا کیوں کہ بہشت میں جماع کہاں اور دنیا میں مہر کی ادائیگی تحلیل ازواج کے لئے ہوتی ہے تاکہ اولاد پیدا ہو۔

فائدہ بعض حضرات بہشت میں جماع کے قائل ہیں ان کی دلیل قابیل کا قول انا من اولاد الجنۃ میں بہشتی اولاد ہوں) ہے لیکن یہ روایت قابل قبول نہیں۔

تحقیق عجیب حضرت شیخ الشہیر بافتادہ برسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شرعی احکام ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہوتے بلکہ ایسے احکام بھی ہیں جن کا اجراء آخرت میں بھی ہوگا حالانکہ وہ دارالکلفۃ نہیں مثلاً اہل الجنۃ ایک دوسرے پر متعینہ امور میں تصرف کریں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

حور مقصورات فی الخیام حورین خیموں میں پردہ نشین ہیں ایسے ہی اہل جنۃ کے لئے ایسے مکانات ہوں گے جو صرف احباب کی ضیافت کے لئے استعمال کریں گے اسی لئے حوروں سے ایک خصوصی قسم کا تنعم حاصل ہوگا جو صرف انہیں ہوگا جن کے لئے وہ مقرر ہیں ان کے غیر محارم سے ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا

تحقیق حور عین حور حوراء کی جمع ہے بمعنی سفید رنگ والی عورت العین عیناء کی جمع ہے بڑی آنکھوں والی عورت اب معنی یہ ہوا کہ وہ ایسی عورتیں جن کے حسن وجمال کی صفائی کو دیکھ کر حیرانی ہوگی جن کی آنکھوں کی عظمت خیرہ کن ہوگی یا معنی یہ ہے کہ ان کی آنکھوں کی سفیدی بھی تیز ہوگی اور سیاہی بھی۔

حل لغات القاموس میں ہے الحور (بالتحریک) وہ جس کی آنکھ میں سفیدی سخت ہو اور سیاہی بھی اور اس کا حصہ تہ گول ہو اور جس کی پلکیں اونچی اور ان کی گرد ونواح کا حصہ خوب سفید ہو یا ان کی سیاہی وسفیدی ہر دونوں سخت تر ہو اور سفیدی میں سیاہی بھلی لگتی ہے ایسے ہی ان کی آنکھوں کا یا یہ کہ ان کی آنکھیں ہرن جیسی ہوں گی، وہ بنی آدم سے نہیں بلکہ بنو آدم کو یہ مستعار طور عطا ہوں گی۔ المفردات میں ہے کہ الحور بمعنی قلیل ظہور والی یعنی آنکھ کی سفیدی میں سیاہی کا ظہور بہت قلیل ہوگا کیوں کہ سفیدی میں ایسی قلیل سیاہی کا ظہور حسن وجمال کو نکھارتا ہے۔

۵!. الواقعات البدائی قدس سرہ ۱۲۔ اویسی غفرلہ،

۱ **فائدہ** : اسمیں اختلاف ہے کہ وہ حوریں یہی دنیوی عورتیں ہوں گی یا کوئی اور حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نے تو فرمایا یہی دنیوی عورتیں ہوں گی جنہیں آخرت میں اللہ تعالیٰ اور طرح کا حسن عطا فرمائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ان دنیوی عورتوں سے نہیں بلکہ وہ اور مخلوق ہوگی یدعون فیھا بکل فاکھۃ وہ ہر طرح کا میوہ طلب کریں گے اور حکم دیں گے کہ انہیں فلاں میوہ حاضر کیا جائے۔ اس وقت میوہ کے لئے نہ مکان کی تخصیص ہوگی نہ زمان کی جیسے یہاں دنیا میں ہوتا ہے کہ بے موسم میوہ بروقت نہیں ملتا کیونکہ دنیا کے میوہ جات کے لئے موسم اور علاقوں کی تخصیص ضروری ہے کہ ایک ملک کا میوہ دوسرے ملک میں نہیں ہوتا ایسے ہی ایک موسم کا میوہ دوسرے موسم میں نہیں پایا جاتا۔ اسی لئے نہ وہ وقت سے پہلے ملتے ہیں اور نہ ہی موسم گزر جانے کے بعد۔

آمنین) درانحالیکہ وہ امن میں ہوں گے کہ کسی قسم کی ناگوار بات کا ان پر گزر نہ ہوگا یہاں تک کہ تصور نہ ہوگا کہ اب یہ میوہ نہ ملے گا کہ اس کا موسم نہیں یا یہ خطرہ ہو کہ یہ میوہ جات کی بہتات ہے لہٰذا وقت گزرنے پر گل سڑ جائیں گے اور نہ ہی ان کے قلب کو حجاب ہوگا۔ جیسے دنیا میں دیدار الٰہی اور انوار الٰہی سے حجاب میں تھا۔ بظاہر وہ حور عین اور نعمتوں میں مشغول ہوں گے اور بہ باطن حضرت حق میں متوجہ ہو کر مشاہدۂ حق سے سرشار ہوں گے۔[۱]

تفسیر عالمانہ : لا یذوقون فیھا اور جنت میں نہیں چکھیں گے۔ الموت الا الموتۃ الاولیٰ ۔موت مگر پہلی موت

حل لغات : الموت اور الموتۃ دونوں مصدر ہیں ایک ہی فعل کے نفخ و نفخۃ کی طرح ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ الموتۃ الموت سے اخص ہے کیونکہ الموتۃ وحدۃ کے لئے اور الموت جنس کے لئے ہے اس معنی پر الموتۃ الموت کا ایک حصہ ہوگی یعنی فرد واحد اور الموتۃ کی نفی الموت سے بلیغ تر ہے اسی معنیٰ پر یہ عبارت اقوی اور زیادہ نفی والی ہوگی بہ نسبت موت کی نفی کے لئے گویا فرمایا ہے کہ اس میں موت کی کوئی شے بہشت میں نہیں چکھیں گے یعنی وہاں موت کا نام و نشان تک نہ ہوگا اس تقریر پر یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی بہشت میں موت نہ چکھیں گے صرف وہی پہلی موت جس کا ذائقہ وہ بہشت کے دخول کے پہلے سے چکھ چکے یعنی وہی پہلی موت جس کا ذائقہ دنیا میں مومنوں نے چکھا پھر جب قبر سے اٹھ کر بہشت میں داخل ہوں گے پھر انہیں دائمی زندگی نصیب ہوگی لیکن چونکہ قاعدہ ہے جینے کے بعد مرنا ہے اسی لئے وہاں بہشت میں یہ وہم گزرتا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی خبر دیدی ہے کہ بس وہی موت تھی جس کا مزہ تم چکھ چکے اب مرا ٹھنے کے بعد کوئی موت نہیں اس پر ان کی زندگی عیش و آرام سے گزرے گی جب وہ سمجھیں گے اب کے بعد ہم نے مرنا نہیں بخلاف اہل نار کہ انہیں چین کہاں اسی لئے وہ جہنم میں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔

---

[۱] بحر العلوم ۱۲

اعجوبہ بہشت میں دس چیزیں نہیں ہوں گی۔ (۱) بڑھاپا (۲) نیند (۳) موت (۴) خوف (۵) رات (۶) دن (۷) اندھیرا (۸) گرمی (۹) سردی (۱۰) بہشت سے نہ نکلنا۔

فائدہ: ممکن ہے یہ مستثنیٰ متصل ہو اس میں اشارہ ہوگا کہ یہاں موت کا مطلقاً ذائقہ نہ چکھا جائے گا گویا کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی موت نہیں چکھیں گے سوائے اس کے کہ آگے کوئی ذائقہ چکھنے کا امکان ہو لیکن ماضی میں کسی قسم کا ذائقہ موت نہیں سوائے موت اوّل کے بالخصوص بہشت میں کہ وہ دارالحیاۃ ہے یہ تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف میں ہے یعنی جو گزر گیا وہ معاف ہے لیکن اب کے بعد آباء کی ازواج سے نکاح نہ کرنا خلاصہ یہ کہ جنت میں موت کا کوئی ذائقہ نہ چکھیں گے جیسے اس حکم کے بعد اب آباء کی ازواج سے نکاح نہ کریں گے بعض نے کہا یہاں الا بمعنی بعد یا بمعنی سوٰی کے ہے۔

سوال: اسمیں قبر میں موت و حیات کی نفی ہے۔

جواب: آیت میں موت سے معہود موت مراد ہے جو متعارف ہے کیونکہ موت متعارف میں دُکھ درد ہوتا ہے اور قبر میں احیاء کے بعد موت اس میں موت سے آسان تر ہے[۱]

تردید معتزلہ و وہابیہ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے آیت میں دلیل ہے کہ موت وجودی ہے کیونکہ ذوق کا تعلق وجودی شے سے ہوتا ہے اور ذوق وہ ایک احساس ہے جو مطعوم (کھائی ہوئی شے) سے کھانے والے (ذائق) کو محسوس ہوتا ہے اگر وہ وجودی نہیں تو اس کا احساس کیسا۔

فائدہ: اکثر (معتزلہ) اس طرف گئے ہیں کہ موت عدمی ہے اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں وہ میت سے غیر قائم ہے کیونکہ معدوم محل کا محتاج نہیں اس کی عنقریب تحقیق آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ مجاہدہ کی تلوار، شہوات کا قلع قمع اور ترک شہوات سے نفس کی موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے سوائے اسی موت پہلی کے کہ دنیا میں جہاد اکبر میں صدق وصفا کی تلوار سے نفس کو قتل کیا تھا جیسے معدوم پر تلوار جاری نہیں ہوتی ایسے ہی نفس فانی پر بھی تلوار نہیں چلتی اس لئے کہ انسان دو دفعہ نہیں مرتا معلوم ہوا کہ موت اولیٰ سے وہ عدم ہے جو وجود سے پہلے تھا وجود کے بعد عدم محض اور موت کا ذائقہ نہیں چکھا جائے گا۔ کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے وجود ہبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ عطا کردہ شے سے رجوع نہیں کرتا کیونکہ وہ غنی محض ہے۔

---

[۱] (الاسئلۃ المقحمہ ۱۲)

سوال : حیوانات کو وجود نصیب ہو گا لیکن احادیث میں وارد ہے کہ انہیں قیامت میں مٹی کر دیا جائے گا اس سے وجود کا عطیہ واپس کرنا ثابت ہوا۔

جواب ۱ : انہیں اسی عام مٹی میں نہیں بلکہ بہشت کی مٹی میں جو ان کے لئے اور نعمت کا اضافہ نصیب ہو گا۔

جواب ۲ : ہم نے وجود اعلیٰ کے واپسی کی بات کی ہے نہ وجودات خسیسہ کی اور حیوانات کے وجودات اعلیٰ نہیں بلکہ خسیسہ ہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ (واللہ سبحانہ واللہ اعلم)

تفسیر عالمانہ

ووقاھم عذاب الجحیم اور ہم انہیں دوزخ کے عذاب سے بچائیں گے۔

حل لغات : الوقایہ بمعنی شے کو اس سے بچانا جو اسے ایذا وضرر دے یعنی ہم ان کی دوزخ کی آگ سے حفاظت فرمائیں گے اور آگ کو ان سے پھیر دیں گے یعنی اللہ اہل بہشت کی نگہداشت فرمائے گا اور ان سے دوزخ کا عذاب دفع فرمائے گا۔

تفسیر صوفیانہ

اس میں بعد کے عذاب اور ہجران کی دوزخ کی طرف اشارہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

فضلا من ربک یہ محض تیرے رب کا فضل ہے اس کا منصوب ہونا فعل مقدر کی وجہ سے علی المصدریہ (مفعول مطلق) ہے یا حال ہے یعنی متقیوں کو مذکورہ بالا نعمتیں عطا فرمائے گا اور دوزخ سے بچائے گا یہ محض اس کا فضل اور عطا ہے نہ کہ اعمال کی جزاء۔

مسئلہ : بندوں کو جتنا بزرگیاں نصیب ہوتی ہیں وہ اس کا محض فضل ہے کہ اس نے ازل میں اپنے ان بندوں کو ایسے امور کے لئے منتخب فرمایا اور ایسے امور کے عمل کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا اگر اس کی ان کے لئے یہ تخلیق نہ ہوتی یعنی کسب کمالات وتحصیل الکرامات ان کے لئے پیدا نہ فرماتا تو بندے کو کیا مجال کہ وہ انہیں حاصل کر سکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے بہشت میں داخل نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی عمل دوزخ سے بچائے گا۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود میں بھی جب تک مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں بھی اعمال کے سہارے پر بہشت میں داخل نہ ہونگا جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہو۔

سوال : پھر اعمال صالحہ کا فائدہ بلکہ اس سے تو اعمال صالحہ کی توہین ہوتی ہے۔

جواب : توہین نہیں بلکہ اشارہ ہے کہ کسی کو بھی اعمال صالحہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ اعمال صالحہ

جب ہیں تو پھر بہشت ہی بہشت ہے اور بس یہ تصور غلط ہے بلکہ یہ عقیدہ ہو کہ وہی اپنے فضل و کرم سے بخشے گا

ردِ معتزلہ و وہابیہ

بن مالک نے فرمایا کہ اس میں معتزلہ کا رد ہے کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ بہشت کا داخلہ اعمالِ صالحہ پر موقوف ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ ایک نیک طریقہ ہے لیکن اعتقاد یہ ہو کہ بخشش ہو گی تو صرف اور صرف اس کے فضل اور کرم سے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون بہشت میں داخل ہو جاؤ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نیک کام کرتے تھے اسی آیت کے علاوہ اور آیات و احادیث مبارکہ ہیں مذکورہ بالا تہاری بیان کردہ روایت اس کے خلاف ہے۔

جواب: آیت مذکورہ اور اس جیسی دوسری آیات و احادیث کا مقصد یہ ہے کہ اعمال صالحہ بہشت کے داخلہ کا صرف سبب ہیں باقی اس کی علت و ایجاب وہ محض فضلِ ربانی پر ہے جیسے ہم نے مذکورہ بالا آیت میں عرض کیا ہے۔

شیخ اکبر قدس سرہٗ کی تحقیق

حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر نے مواقع النجوم میں فرمایا کہ بہشت کا داخلہ محض فضلِ ربانی پر ہے لیکن اس کے درجات کی تقسیم اعمال صالحہ پر ہے اور اس کا دوام نیات پر ہے یہ تین مقام ہیں۔

(۱) فضلِ رب (۲) اعمال صالحہ (۳) نیات

ایسے ہی دار شقاوۃ میں داخل ہونا محض اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس کے عذاب کے طبقات اعمال کے مطابق ہوں گے اور اس کا دوام نیات پر ہے انہیں یہ دائمی عذاب اس وجہ سے ملا جو اس کے اہل تھے کیوں کہ انہوں نے اپنے مالک کی مخالفت کی جیسے اہلِ سعادت کو درجات عالیہ محض اسی لئے نصیب ہوئے کہ انہوں نے اپنے آقا کی موافقت کی جیسے عاصی گنہگار ایک عرصہ کے لئے بھی دوزخ میں جلائے گا تو محض اس بنا پر کہ اس نے شرع کی مخالفت کی جس کی اسے سزا ملی ہے۔ ہم تمام اہلِ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اعمال صالحہ پر لگائے اور اپنے سے حیاء کی توفیق بخشے۔

تفسیر عالمانہ

ذلک وہ عذاب ہٹانا در بہشت میں حیات ابدی ھو الفوز العظیم بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس جیسی اور کوئی کامیابی نہیں کیوں کہ اس طرح جمیع تکلیف دہ امور سے بچاؤ اور جملہ مطالب کا حصول نصیب ہو گا الفوز بمعنی حصول سلامت کے ساتھ کامیاب ہونا۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ چونکہ موت اس کامیابی کا وسیلہ ہے بلکہ اس کا دروازہ موت ہی ہے اسی لئے وارد ہے "الموت تحفۃ المؤمن" موت مومن کا تحفہ ہے اگرچہ وہ ایک وجہ سے ہلاکت ہے

لیکن درحقیقت وہ بہت بڑی کامیابی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ موت ہر ایک کے لئے بھلائی ہے اہل ایمان کے لئے تو یوں کہ وہ دنیا کی قید سے چھوٹ گیا اور دائمی نعمتوں اور جنات کے باغ میں پہنچ گیا اور عاصی کو اس لئے کہ دنیا میں رہکر گناہوں میں اضافہ کر رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے کہا ہے۔

" نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا " ہم انہیں مہلت دیتے ہیں تاکہ گناہوں میں بڑھیں اور گناہوں کا اضافہ عذاب کا سبب ہے۔ اس سے وہ بچ گیا۔

شیخ سعدی نے فرمایا ؎

۱: نکو گفت لقمان کہ نازیستن
بہ از سالہا بر خطا زیستن

۲: ہم از بامدادان در کلبہ بست
بہ از سود و سرمایہ دادن ز دست

(۱) خوب فرمایا لقمان نے کہ اس زندگی سے موت بھلی کہ جس جینے (زندگی) کے سالوں بھر گناہوں میں گزرے
(۲) صبح سے ہی اس دوکان کو بند رکھنا چاہیے جس میں سود اور اصل سرمایہ بھی ہاتھ سے جانے کا خطرہ ہو

تفسیر عالمانہ:

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ ،، پس بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے آپ کی زبان سے یہ سورۃ کا خلاصہ ہے بلکہ اس کا نتیجہ ہے اور زبان دراصل بولنے کے آلہ کو کہتے ہیں لیکن یہاں پہ استعارۃً بمعنی لغت ہے جیسے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی " لسان اھل الجنۃ العربیہ اہل جنۃ کی بولی عربی ہوگی۔

اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے کتاب مبین کو آسان بنایا ہے کہ اسے تمہاری بولی میں اتارا ہے۔
لعلھم یتذکرون تاکہ وہ نصیحت پائیں تاکہ اسے تمہاری قوم سمجھ سکے اور اس کے موجب پر عمل کرے اس کے باوجود اگر وہ ایسا نہیں کرتے " فارتقب " تو اس کا انتظار کیجئے جو تقدیر کے مقدر کردہ امور میں سے ان پر نازل ہونے والے ہیں اس لئے کہ ان کے دیکھنے سے عارفین کو عبرت اور متقین کو نصیحت حاصل ہوتی۔
" انھم مرتقبون " بے شک وہ بھی اس کا انتظار کرنے والے ہیں جو آپ کو حاصل ہوگا یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ بھی حوادث کا شکار ہوں گے اسی لئے وہ اس کے انتظار میں ہیں کہ معاذ اللہ آپ ان حوادث میں کب مبتلا ہوں حالانکہ آپ کا تو کچھ نہ بگڑے گا ہاں وہ حوادث کا شکار ضرور ہوں گے بلکہ عنقریب آپ تو اپنی مراد پائیں گے لیکن وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے کیوں کہ آپ کو تو نصرت یزدان نصیب ہوگی اور وہ قبر حق کا نشانہ ہو کر غیر متناہی عذاب میں مبتلا ہوں گے ظاہر ہے کہ دوستوں کو لحظہ بہ لحظہ فتح از دوستان نصیب ہوتی ہے اور دشمنوں کو ہر دم رنج والم پہنچتی رہتی ہے ؎

تابعاں نوں وعدہ حسن المآب
منکراں ہیبت ذوقوا العذاب

ترجمہ: تابعداروں کو بہتر انجام کا وعدہ ہوتا ہے ذوقوا العذاب (عذاب چکھو) کی ہیبت منکروں کو ہوتی ہے

فائدہ : عین المعانی میں ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے آپ ثواب کا انتظار کیجئے جیسے وہ عذاب کا انتظار کرتے ہیں۔ کیوں کہ بُرے کو بُرائی کی وجہ بُرے انجام کا انتظار ہوتا ہے بہر حال ہر دونوں تقریروں پر ارتقاب کا مفعول محذوف ہے۔

فوائد الآیۃ (۱) آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ قرآن میں آسانی ہے کیوں کہ تیسیر تعسیر کی ضد ہے لیکن دوسری آیت میں ہے " انا سنلقی علیک قولا ثقیلا عنقریب ہم تجھ پر ایک ثقیل قول نازل کریں گے۔ بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زبانی پڑھنے کے لحاظ سے آسان ہے لیکن اس کے اندر وہ امور جو عمل کے لئے درج ہیں وہ مکلفین کے لئے ثقیل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل بہ نسبت پڑھنے کے سخت ہوتا ہے۔ حکایت ذیل اسی وجہ سے لطیفہ بن گئی۔

حکایت کسی بخیل مولوی کا لڑکا بیمار ہوگیا اسے کہا گیا کہ کوئی قربانی کرو تاکہ تیرے بچہ کو شفاء ہو اس نے کہا میں اس کے لئے قرآن پڑھوں گا ایک ولی اللہ نے جب اس بخیل مولوی کی بات سنی تو فرمایا اس نے قرآن پڑھنا اس لئے اختیار کیا کہ وہ قربانی کرنے کے بہ نسبت آسان ہے کیوں کہ قرآن پڑھنے کا تعلق زبان سے ہے اور مال خرچ کرنے کا دل سے بلکہ مال کی محبت دل میں مرکوز ہے [ف] اسی لئے مال کا اس سے نکالنا سخت تر محسوس ہوتا ہے

(۲) بلسانک (تیری زبان سے) میں اشارہ ہے کہ اگر وہ کریم اپنا کلام اپنی مخلوق کو بلا وسیلہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سناتا تو وہ مرجاتی کیوں کہ کلام الٰہی کا بلا واسطہ سننے کی ان میں برداشت کا مادہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عام بشروں جیسے نہیں بلکہ وہی ثابت ہوتا ہے کہ شکلی بشری لیکن ان کی حقیقت نور ہے۔

ف ، واقعہ خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اسی کے مطابق ہے وہ یہ کہ آپ کی خدمت میں دو مرید حاضر ہوئے ایک نے مسواک دوسرے نے دو روپیہ نذر گزارے۔ کھانا بھی مختلف آیا۔ مسواک والے کو دال، دو روپے والے کو گوشت۔ دال والا بگڑ کر پیر صاحب کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے دال بھجوائی اسے گوشت یہ تفریق کیوں آپ نے فرمایا کہ تو نے جال کی جڑ کاٹی لیکن اس نے دل کی جڑ کاٹی اس کے قلب کی مرہم پٹی ضروری تھی اور تجھے نہ زخم ہوا نہ مرہم پٹی کی ضرورت محسوس ہوئی

احسان عظیم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کو آسان کرکے ہمیں پڑھنے کی توفیق نہ بخشتا تو ہم میں کوئی بھی اسے نہ پڑھ سکتا (یہ اس کا عظیم احسان ہے) ورنہ ہم میں کسی کو بھی قرآن مجید کے ایک حرف پڑھنے کی بھی طاقت نہ ہوتی۔ بات حق بھی ہے کیوں کہ وہ لم یزل ولایزال ذات کا کلام ہے پھر کہاں ہم فانی کہاں اس کا کلام باقی۔

فائدہ حضرت ابن عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا اس پر آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اگر کسی کے لئے نہ چاہے تو وہ اس کا ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (حافظ قرآن اور اس کی تلاوت سے مشرف ہونے والے حضرات بڑے خوش بخت ہیں جو اس مقدس کلام کی تلاوت سے سرشار ہوتے ہیں۔) یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ بعض حضرات قرآن مجید کو پڑھتے پڑھتے تھکتے ہی نہیں یہاں تک کہ ہم نے بعض حفاظ کیلئے سنا بلکہ آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سوتے میں بھی کلام الٰہی سے ان کی زبان جاری ہے یہاں تک کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت ان کو زبان کو پکڑنا پڑتا اور بعض وہ بدبخت کہ جن کو اس کا حرف پڑھنا بھی نصیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ چاہتا بھی نہیں کہ اس کا کلام اس کی زبان پر جاری ہو

(۳) لعلھم یتذکرون سے ثابت ہوتا ہے کہ معتزلہ کا مذہب حق ہے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کے لئے ایمان کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اس کے ارادہ کے خلاف کافر ہو جاتے ہیں، اہلسنت نے اس کا یہ جواب دیا کہ ھم کا مرجع ایک مخصوص قوم ہے یعنی وہ اہل ایمان جن کے لئے ازل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا ارادہ کر لیا تھا۔ فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ اس جواب میں اعتراض ہے آیت کا مابعد جواب مذکور کے منافی ہے کیوں کہ وہ اگر علم الٰہی میں مومن ہوتے تو ایمان لاتے لیکن پھر بھی نہیں لائے ایسے ہی ان کے لئے عذاب کے انتظار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم نہ ہوتا ہاں اس کی تقریر یوں ہو کہ لعلھم یتذکرون علت ہے بایں معنی کہ ہو سکے قوم سمجھے اور پھر اس پر عمل کرے یا یہ معنی ہے تاکہ وہ یاد کرکے اس سے نصیحت پاکر عذاب کو دور ہوتے دیکھ کر حسب وعدہ ایمان لائیں۔

معتزلہ کی طرح اس کا ارادہ سے تفسیر کرنا خطا ہے کیوں کہ ارادہ تو مراد کو مستلزم ہے اور یہاں مراد نہیں اسی لئے اس کی ارادہ سے تفسیر کرنا غلط ہوا۔

(۴) دکھ تکلیف میں سکھ اور کشادگی کا انتظار عبادت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کشادگی کا انتظار ایمان سے ہے۔

سورۃ دخان کے فضائل وخواص

اس سورۃ کریمہ کے فضائل میں آثار صحیحہ وارد ہیں۔

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شب

جمعہ کو سورۃ دخان پڑھی تو وہ صبح سے پہلے مغفور لہ ہو گیا یعنی صبح ہوتے ہی وہ بخشا گیا اس معنیٰ پر یہاں اصبح تامہ ہے بمعنی دَخَلَ فی الصباح کیونکہ اگر اسے ناقصہ بنایا جائے تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اسے صبح کے وقت بخشش حاصل ہوگی یہ مطلب صحیح کے خلاف ہے اور اصبح یعنی صاد کے معنیٰ میں ہو تو اس کی ممانعت بھی نہیں۔

(۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے رات کو سورۃ دخان پڑھی تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے بخشش مانگتے رہیں گے ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ پہلی حدیث امام ترمذی نے تخریج فرمائی۔

(۳) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا کہ جس نے سورۃ دخان شب جمعہ یا دن جمعہ کو پڑھی تو بہشت میں اس کے لئے مکان تیار کیا جائے گا۔[1]

فائدہ : بہشت میں مکان کی تیاری کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے یعنی ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ قرأۃ دخان کے صلہ میں بہشت میں اس شخص کے لئے بہت بڑا گھر تیار کرو جو بہت اونچا ہو اور اسے دُر و یاقوت سے مرصع کیا جائے ایسا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی نے سُنا ہو بلکہ کسی دل میں اس کا تصور بھی نہ آسکے۔

فائدہ : فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے چونکہ عموماً انسان رات گھر میں بسر کرتا ہے لیکن اس شخص کو سورۃ دخان کی تلاوت نے گھر کی شب باشی سے روک لیا اسی لئے اس کی جزا میں اسے بہشت میں بہترین گھر عطا ہوگا تاکہ اسے عمل جیسی جزاء نصیب ہو اسی معنیٰ پر نہار (دن) کو محمول کیا جائے گا یعنی جس روایت میں اس کے دن کو پڑھنے کا ثواب مذکور ہے اس کی بھی یہی تقریر ہوگی۔ اسے اچھی طرح سمجھ لے وہی اپنی رضا اور اپنی آیات کی تلاوت اور اپنی آیات بینات کے حقائق پر عمل کی توفیق بخشنے والا اور اہل عنایت کو وہی مدد دینے والا ہے۔

صاحب روح البیان، قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے سورۃ دخان کی تفسیر سے ۵ شعبان ۱۲۱۳ھ میں فراغت نصیب ہوئی۔

للہ الحمد علی ذلک وصلے اللہ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
بہاولپور - پاکستان ۱۶/۳/۸۷

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○
اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ط وَفِىْ
خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَيْلٌ لِّكُلِّ
اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ج فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○
وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَانِ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ج وَلَا يُغْنِىْ
عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَوْلِيَآءَ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ○ ع

سورۃ جاثیہ مکی ہے اس میں چار رکوع، ۳۷ آیات ۴۸۸ کلمے ۲۱۹۱ حروف ہیں سوا ایک آیت قل للذین الخ کے

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ترجمہ: کتاب کا اُتارنا ہے اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور تمھاری پیدائش میں اور جو جو جانور وہ پھیلاتا ہے ان میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے روزی کا سبب مینہ اُتارا تو اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ خرابی ہے ہر بڑے بہتان والے گنہگار کے لیے۔ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ہٹ پر جمتا ہے۔ غرور کرتا گویا کہ انہیں سنا ہی نہیں تو اسے خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے اس کی ہنسی بناتا ہے ان کے لیے خواری کا عذاب۔ ان کے پیچھے جہنم ہے اور انھیں کچھ کام نہ دے گا ان کا کمایا ہوا اور نہ وہ جو اللہ کے سوا حمایتی ٹھہرا رکھے تھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ راہ دکھانا ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے دردناک عذاب میں سے سخت تر عذاب ہے۔

تفسیر عالمانہ حٰمٓ یعنی یہ وہ سورۃ ہے جس کا نام حٰمٓ ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے حاء میں اس کی حیات اور میم میں اس کی مؤدت کی طرف اشارہ ہے " گویا اس نے فرمایا مجھے اپنی اس محبت و مؤدت کی قسم ہے جو مجھے اولیاء کرام سے ہے مجھے اولیاء کرام کی ملاقات کی محبت سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں اور ان سے معزز تر اور کوئی شئے نہیں اور ایسے ہی میرے محبوبوں کا طریقہ ہے کہ ان کے ہاں میری ملاقات سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔

فائدہ: عرائس بقلی میں ہے حاء اس کے بحر حیات پر دلالت کرتی ہے جس میں جملہ ارواح حیران ہیں اور میم اس کی محبت کے میدان پر دلالت کرتا ہے جس میں اسرار و رموز سرگرداں ہیں۔

صاحب روح البیان کی تحقیق فقیر (صاحب روح قدس سرہ) کہتا ہے کہ حاء حب قدیمی ازلی کی طرف اشارہ ہے اس لئے وہ پہلے ہے اور میم میں متاخر ابدیہ معرفت کی طرف اشارہ ہے اسی لئے اسے بعد کو لایا گیا ہے۔ اس پر داؤد علیہ السلام کیلئے

فرمانِ الٰہی دلالت کرتا ہے چنانچہ فرمایا۔

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف۔

میں مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس کے بعد میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں۔

فائدہ: حدیث شریف میں محبت معرفت سے مقدم ہے یہ نزولاً مقدم ہے لیکن عروجاً موخر ہے جیسا کہ اہل ذوق سے مخفی نہیں۔ تنزیل الکتاب، کتاب کو نازل کرنا ہے کتاب سے قرآن مراد ہے جو سورتوں پر مشتمل ہے اور کتاب مطلق جب مستعمل ہو تو اسی سے قرآن مراد ہوتا ہے بالخصوص یہاں اس سورۃ میں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے یہ مبتدا ہے "من اللہ" خبر ہے اس سے ثابت ہوا کہ قرآن حق اور صدق پر مبنی ہے "العزیز" اللہ غالب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ غالب معجزہ ہے کسی سے مغلوب ہونے والا نہیں۔ "الحکیم" حکیم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن بہت بڑی بلند قدر حکمتوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ اور ان کا ناسخ ہے اسے کوئی شے منسوخ نہیں کر سکتی یہ ایسے نہیں جیسے باطل لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شعر ہے یا کہانت ہے یا یہ اس کی طرف سے ہے جس کا معارضہ ممکن ہے اور یہ کہا جائے کہ یہ ان کلاموں سے ہے جو پہلے لوگوں کی بناوٹی باتیں ہوتی تھیں۔ جیسے رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصے اس لئے اس کی قدر و منزلت پہچاننی لازم ہے۔ نیز ضروری ہے کہ اس سے انسان کا سینہ پُر ہو۔

حکایت حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے بازار سے گزر رہے تھے کہ بازار میں اس کے دوست کا نام ایک کاغذ پر لکھا ہوا قدموں کے نیچے روندا جا رہا تھا یہ دیکھ کر پریشان ہوئے اس کاغذ کو اٹھا کر اسے چوما اور آنکھوں پر لگایا پھر اسے خوشبو سے معطر کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا پھر کبھی اسے سینے سے لگاتے اور کبھی آنکھوں سے لگاتے یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک شخص ملا جو زمین پر پڑا ہے سرہانہ اینٹ آنکھوں سے آنسو جاری اور وہ زادِ راہ کے بغیر تھا۔ یہ حالت گویا اس کی حالت سکرات کی تھی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سرہانے بیٹھ کر پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون شاید اس سے اس کی حالت میں تغیر آجائے اس نوجوان نے آنکھ کھولی اور کہا کہ اے شبلی! جس دوست کا نام تو کاغذ پر لکھ کر پڑھتا رہتا ہے اس کا نام مبارک میرے دل پر کندہ اور منقوش ہے میں اسی کو دیکھتا رہتا ہوں اور اسی کو پڑھتا رہتا ہوں۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ؎

سرِ عشقِ یارِ من مخفی بود در جانِ من
کس نداند سرِ جانم بجز جانانِ من

ترجمہ: میرے محبوب کے عشق کا راز میری جان میں ایسا پنہاں ہے کہ سوائے میرے محبوب کے اور کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر عالمانہ ان فی السمٰوٰت والارض بے شک زمین وآسمان اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے پیدا کرنا آثار قدرت ہے مثلاً ستارے پہاڑ، دریا اور ان جیسی اور اشیاء۔ لآیات للمومنین ایمان والوں کے لئے آیات ہیں یعنی اہل تصدیق کے لئے ربوبیت کے شواہد اور اہل توفیق کے لئے الہیتہ کی دلیلیں ہیں۔

فائدہ: صرف اہل ایمان کی تخصیص ان کے آیات سے انتفاع کی وجہ سے ہے اور چونکہ یہی مخلوق سے خالق اور مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کر کے اس کی توحید بیان کرتے ہیں اور مسلمان کا یہی پہلا باب ہے اسی لئے ایمان کو ایقان پر مقدم کیا ہے پہلی آیت میں لفظ خلق کا محذوف کرنا اور دوسری میں ظاہر کرنا دلالت کرتا ہے کہ آسمان و زمین کا مشاہدہ مخلوق کے بس سے باہر ہے اگرچہ وہ بھی ان کی طرح مخلوق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ما اشھدتھم خلق السمٰوٰت والارض میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں انہیں شاہد نہیں بنایا بخلاف انسان اور اس جیسی دیگر مخلوق کے جیسے حیوانات تو جیسے ان سے خالق پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تخلیق کا مشاہدہ بھی ہوسکتا ہے جب کہ ہم اس کی پیدائش اور توالد (ایک دوسرے سے پیدا ہونا) کو دیکھ رہے ہیں اس معنیٰ پر اس میں مخلوقیہ بہ نسبت پہلی آیت کے مضمون کی مخلوق یعنی آسمان و زمین) کے اظہر ہے۔ مجھے اسی طرح سمجھ آیا ہے۔ ویسے حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کے متعلق مزید تحقیق آئے گی۔ (انشاء اللہ)

وفی خلقکم اور تمہارے پیدا کرنے میں نطفہ سے پھر علقہ سے ایسے پھر مختلف طور اطوار سے (جس کی تفصیل اٹھارویں پارے کی آیات میں گزری ہے) وما یبث من دابۃ اس کا عطف مضاف پر ہے نہ کہ مضاف الیہ پر کیوں کہ اگر مضاف الیہ پر عطف مانا جائے تو کلمہ کے بعض جز کا عطف ڈالنا لازم آتا ہے کیوں کہ مضاف مضاف الیہ اضافت کے وقت جار مجرور کی طرح ایک کلمہ سمجھے جاتے ہیں۔

فائدہ نحویہ سعدی مفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجرور پر عطف بلا اعادہ حرف جارہ کے منع ہے۔ سیبویہ اور جمہور بصریوں کا یہی مذہب ہے اسے کوفیوں اور یونس واخفش نے جائز رکھا ہے اور ابوحیان نے کہا کہ یہی شلوبین کا مختار ہے اور یہی صحیح ہے بعض نحویوں نے فرق کیا ہے وہ یہ کہ مجرور پر عطف جائز ہے۔ جب وہ مجرور بالاضافہ ہو اگر مجرور بحرف الجر ہو تو پھر ناجائز ہے۔

آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جس دابہ کو بھی اللہ زمین پر پھیلاتا اور چلاتا ہے اس کے پیدا کرنے میں "دابۃ" ہر وہ شے جو حیوان کی قسم سے زمین پر چلے یعنی وہ حیوان جو صورتوں و شکلوں اور کثرت انواع کے لحاظ سے مختلف ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہ ہونا اس سے قرب عہد کی وجہ سے ہے بخلاف "وما انزل اللہ" الخ کے جیسا کہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آیات مرفوع مبتدا ہے خبر مقدم ہے اور اس جملہ کا عطف ماقبل کے اس جملہ سے جو ان سے شروع

کیا گیا ہے۔ لقوم یوقنون اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے یعنی ان کی شان یہ ہے کہ اشیاء پر
اسی طرح یقین رکھتے ہیں جیسا کہ وہ ہیں۔ یقین معرفت و درست و عزمہا سے اوپر کے غیر علم کا نام ہے۔
ایمان و ایقان کے درمیان بہت بڑے فرق ہیں اور ایمان کی حقیقت وہی یقین ہے جب ایمان کو لمعۃ انوار سے
اسرار نصیب ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے کیا کہا۔ اللھم انی اسألك ایمانا یباشر قلبی ویقینا لیس
بعدہ کفر" اے اللہ میں اس ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب پر اثر کرے اور ایسے یقین کا سوال ہے
جس کے بعد کفر نہیں ہو سکتا۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ للموقنین کو للمؤمنین کی طرح
نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایقان والے بہ نسبت ایمان والوں کے قلیل ہیں ایقان کو خلق انفس سے مخصوص
فرمایا کیوں کہ اس کے ماقبل ایمان کو آفاق سے تعلق ہے آفاق وہ ہے جو انسان کے خارج ہو اور انفس وہ ہے
جو انسان کے داخل سے متعلق ہو اور یہ درجات ایمان میں اخص ہے کیوں کہ انسان کا ایمان مرتبۂ آفاق میں مکمل ہو جاتا
ہے تو پھر مرتبۂ انفس کے مشاہدہ میں ترقی کرتا ہے اور یقین کا کمال اسی مرتبہ میں ہے نہ کہ پہلے مرتبہ میں کیوں کہ
انسان داخل میں خارج کے علم سے زیادہ قوی ہے۔ کیوں کہ داخل کے علم کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا یہی وجہ ہے کہ علم
ضروری استدلالی سے قوی تر ہے۔ خلق الدواب کو خلق انسان میں ملا کر بیان کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ جنس میں مشترک
ہیں (اسے اچھی سمجھ کر ضبط کرلے)

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب انسان اپنی حق استعداد ظاہری و باطنی پر گہری نظر ڈالے
اور سمجھے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور فکر کرے کہ اللہ
تعالیٰ نے اس کی قد و قامت کیسی اچھی اور اس کی صورت کتنا بہترین بنائی ہے اور اسے اعلیٰ سیرت سے نوازا ہے
اور عقل کامل بخشی ہے اور اسے دوسری مخلوق سے ممتاز رکھا ہے اس کے جوارح (اعضاء) اور جسم کا ہر ہر جوڑ
کتنا اعلیٰ تیار فرمایا ہے حالاں کہ دوسرے جانور بھی اس کی مخلوق ہے لیکن ان کے اعضاء و اجزاء و اوصاف اور
طبائع انسان سے گھٹیا درجہ کے ہیں اس سے سمجھ جائے گا کہ انسان جمیع مخلوق سے ممتاز ہے وہ جن ہوں یا حیوانات
اسے فہم و عقل و تمیز وافر بخشی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے ایمان کی دولت سے نوازا ہے اگر غور کیا
جائے ملائکہ سے بڑھ کر ہے کہ اس نے امانت کا بوجھ اٹھایا اسے اسماء کے علم سے نوازا گیا اور پھر اہل صفوۃ
(بزرگوں) کو مکاشفات و مشاہدات و معاینات و انواع تجلیات اور وہ امور بخشے جس سے وہ خلافت کا
مستحق ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کیسے مناقب و کمالات سے مخصوص کیا گیا ہے اور کیسے فضائل سے
اسے منفرد بنایا گیا ہے تب اسے یقین ہوگا کہ ہاں انسان کو اللہ تعالیٰ نے بکرم اور اپنی بہت سی مخلوق سے
افضل بنایا یہی ملک کے جنگلوں اور ملکوت کے دریاؤں میں محمول العنایۃ ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

۱۔ اے راز نہ فلک ز وجودت عیاں ہمہ
در دامن تو حاصل دریا دکان ہمہ

۲۔ اسرار چار دفتر و مضمون نہ کتاب
در نقطۂ تو ساختہ ایزد نہان ہمہ

۳۔ قدوسیان بحکم خداوند امر و نہی
پیش تو سر گزاشتہ بر آستاں ہمہ

۴۔ برائے روحانیاں تماشائے جلوہ ات
چوں کودکان بر آمدہ بر آسماں ہمہ

ترجمہ ۔ ۱، نو آسمانوں کا راز تیرے وجود سے عیاں ہے ۔ تیرے دامن میں ہیں دریا بلکہ جملہ اشیاء
۲، نو کتابوں (صحیفوں) اور چار دفتر (مشہور کتب توراۃ انجیل، زبور، قرآن) تیرے ایک نقطہ میں چھپا رکھے ہیں ۔
۳، بحکم خداوند تعالیٰ قدوسی تیرے آستانے پر سر جھکائے ہوئے ہیں ۔
۴، روحانی فرشتے تیرے جلوے کے تماشائی ہیں ایسے جیسے بچے تماشہ دیکھتے ہیں وہ آسمان میں تیرا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہیں ۔

تفسیر عالمانہ واختلاف اللیل والنہار اور رات دن کے خلاف میں یعنی ان کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے میں اور لمبے اور چھوٹے ہونے میں اور رات کے سیاہ ہونے اور دن کے سپید ہونے میں وما انزل اللہ من السماء (اور وہ جو نازل کیا ہے آسمان سے) اس کا عطف اختلاف پر ہے ۔ "من رزق" رزق سے اس سے بارش مراد ہے ۔ کیوں کہ وہی رزق کا سبب ہے اور اسے مطر اس لئے تعبیر کیا ہے کہ تنبیہ ہو کہ وہ ازجہت قدر و رحمت آیت ہے فاحیا بہ الارض تو اسی سے زمین کو زندہ کیا) بایں طور کہ اس سے کسی قسم کی کھیتیاں اور ثمرات و نباتات نکالے ۔ بعد موتہا اس کی موت (ویرانی) کے بعد یعنی اس کے خشک ہو جانے اور آثار حیات اور بڑھنے کی قوت سے اور اس کے درختوں کے میوہ جات دینے سے خالی ہو جانے کے بعد زمین کی رطوبت کو روح حیوانی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے وہ مدار التولید ہے ایسے زمین کی تر و تازگی کے لئے پانی مر اس کے خشک ہونے کو زوال روح تشبیہ سے دی گئی ہے کہ جیسے روح جسم سے نکل جانے کے بعد جسم بیکار ہو جاتا ہے ایسے ہی زمین سے رطوبت آبی ختم ہو جانے پر وہ بیکار ہو جاتی ہے

تفسیر صوفیانہ اسمیں قلوب کی زمین کی طرف اشارہ ہے کہ انسان (وقت ولادت سے لے کر سن بلوغ تک۔) پر استیلاء بشیرت ہے۔ اکلئے وہ اس عذر سے محروم ہے جس سے اسے حقیقی زندگی نصیب ہوتی ہے یعنی اور امر و نواہی شرع کر ان میں نور ایمان رکھا ہوا ہے جو اسی سے ہی قلوب کی زندگی ہے بعد بلوغت ان قلوب پر رحمت کی بارش برستی ہے جس سے وہ رزق پاکر حیاۃ معنویہ حاصل کر لیتا ہے۔

تفسیر عالمانہ و تصریف الریاح اور ہواؤں کا پھیرنا یعنی ان کا ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف۔ تبدیل ہونا کیوں کہ بعض ہوائیں شرقیہ ہیں بعض مغربیہ بعض جنوبیہ ہیں بعض شمالیہ بعض گرم ہیں اور بعض سرد بعض نافعہ ہیں بعض ضارہ (مضر رساں)

سوال ، ہواؤں کا ذکر بعد کو کیوں حالانکہ عموماً ہوائیں بارش سے پہلے ہوتی ہیں۔

جواب ۱ ، تاکہ ثابت ہو کہ یہ مستقل آیت (دلیل بر وجود باری تعالیٰ) ہے اگر اسے پہلے اور بارش کا ذکر بعد کو ہوتا تو اسے علیحدہ دلیل نہ سمجھا جاتا بلکہ ثابت ہوتا کہ بارش اور ہوا دونوں ایک آیت (دلیل) ہیں۔

جواب ۲ ، ہواؤں کا پھیرنا اور تبدیل ہونا آیت (دلیل) صرف اس لئے نہیں کہ وہ بارش کے ابھارنے کا مبداء ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی اس میں بہت سے منافع ہیں مثلاً دریاؤں میں کشتیوں کا چلانا وغیرہ آیات لقوم یعقلون عقلمند قوم کے لئے آیات ہیں یہ مبتدا ہے اس کی خبر جار مجرور مقدم ہے اس کا عطف ماقبل پر ہے آیات کا تینوں مقامات پر نکرہ ہونا تفخیم کے لئے ہے کماً بھی کیفاً بھی۔

العقل وہ قوۃ جو علم کو قبول کرنے کے لئے تیار کی گئی ہے اور اس علم کو بھی عقل کہا جاتا ہے جس سے انسان فائدہ پائے۔

فائدہ : سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا۔

عقل دو قسم ہے (۱) مطبوع (۲) مسموع

عقل کا کوئی فائدہ نہیں جب تک عقل مسموع نہ ہو جیسے سورج کی روشنی تب فائدہ دے گی جب آنکھ کی روشنی ہو

حدیث شریف حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقل سے مکرم تر اللہ تعالیٰ نے کوئی شے پیدا نہیں فرمائی اور عقل سے کوئی شے بڑھ کر نہیں جو اسے صحیح راستہ بتائے اور برے امور سے روکے۔ آیت۔ (وما یعقلھا الا العالمون) انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے) میں یہی عقل مراد ہے۔

قاعدہ : جہاں کفار کے عقل کی مذمت ہے وہ عقل مراد ہے جس سے نفع نہ ہو نہ کہ دوسرا جو اوپر

مذکور ہوا اور جہاں بندے سے بے عقلی کی وجہ سے تکلیف شرعی مرفوع ہے وہاں وہ عقل مطبوع مراد ہے
اب معنی یہ آیات ایسی قوم کے لئے ہیں جو چشم عقول سے دیکھتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں کیوں کہ یہ اپنے صانع کے وجود اور اس کی عظیم قدرت اور بلیغ حکمت کے واضح دلائل ہیں۔

فائدہ : عقلاء اس لئے مخصوص ہیں کہ دلائل پر واقفیت حاصل کرنا انہی کے لئے ممکن ہے۔

نکتہ : فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ عقل کو ایمان والیقان سے موخر لانے میں نکتہ یہ ہے کہ یہ دلیل علوی سفلی اور ان کے درمیان والے امور کے لئے دائر ہے اور عقل کو ان میں دخل ہے کہ ان سب کو عقل سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایمان والیقان کے درمیان بھی مشترک ہے (اسے اچھی طرح سمجھ لے)۔

فائدہ اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کو کسبیہ بنایا ہے تاکہ اس سے دلائل قدرت معلوم ہو سکیں اور علوم موہبیہ سے شواہد حاصل محقق ہوتے ہیں جو ان دونوں کو عمل میں نہیں لاتا وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے اور نار جحیم میں جا گرتا ہے دنیا میں حیرت اور اندھی تقلید میں گزرے گا۔ آخرت میں دائمی عذاب کی وعید میں مبتلا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل دلائل وشواہد سے بنائے اور ہر منکر اور باغی کے اندھے پن کی تقلید سے بچائے۔ وہی آخر و واحد ہے۔

تفسیر عالمانہ تلک۔ وہ آیات قرآنیہ جو اول سورت میں بیان ہوئیں یہ مبتداء اور اس کی خبر "آیات اللہ" ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جو آیاتِ تکوینیہ پر متنبہ کرتی ہیں نتلوھا علیک ہم آپ کے سامنے پڑھتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے درانحالیکہ" بالحق"، وہ حق کے ساتھ متلبس ہیں یعنی وہ ان سے حق پاتے ہیں یا یہ کہ وہ آیات صدق اور حق سے متلبس ہیں اور باطل وکذب سے بعید ہیں۔

فائدہ : بحر العلوم نے فرمایا کہ نتلوھا علیک حال اور اس کا عامل اسم اشارہ ہے گویا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں آپ پر تلاوت کی ہوئی آیات وہ ہیں جو حق سے متلبس ومقترن اور باطل ولعب وہزل سے بعید ہیں جیسے خود فرمایا " وما ھو بالھزل (وہ ہزل نہیں) نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اشارہ دلائل مذکورہ کی طرف ہو یعنی وہ واضح دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدۃ اور قدرت وعلم وحکمت ولالت کرتے ہیں ہم آپ پر یہ عبارت پڑھتے ہیں جو انہی دلائل پر دلالت کرتی ہیں۔
فبای حدیث تو کونسی باتوں اور خبروں میں سے بعد اللہ وآیاتہ (اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد) اللہ تعالیٰ کا اسم پاک محض تعظیم کے لئے لایا گیا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں۔ اعجبنی زید وکرمہ۔ (مجھے زید اور اس کے کرم نے تعجب میں ڈالا ہے۔) اس سے مراد صرف کرم ہے زید محض تعظیماً لایا گیا

سلہ : المفردات ۱۲۔

ہے اس کی نظیر قرآن مجید میں دوسرے مقام پہ ہے فرمایا۔ "واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ" جان لو وہ جو تم غنیمت حاصل کرتے ہو اسمیں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے یہاں بھی اسم اپنی محض تزئین کے لئے ہے اس کی بحث ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ازالہ وہم ابن حیان کا کہنا ہے کہ یہ اسم لیسے موقعہ پر زائد ہے غلط ہے یا اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ کی بات کے بعد جیسے دوسری آیت میں فرمایا۔ "اللہ نزل احسن الحدیث" اللہ تعالیٰ نے اچھی بات نازل کی ہے تو اسر حدیث سے مراد قرآن ہو گا اور عطف محض تغایر عنوان کی وجہ سے "یؤمنون" کونسی خبر پہ ایمان لائیں گے یعنی جب قرآن جملہ کتب آسمانی میں سے اعلیٰ معجزہ ہے اور وہ ان کے ہاں پڑھا جا رہا ہے اس پر بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو پھر کونسی بات سن کر ایمان لائیں گے۔

بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو جب یہ لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس پر ایمان لائیں گے جب کہ ان کے بعد نہ کوئی کتاب نازل ہو گی اور نہ ہی کوئی اور نیا نبی آئے گا۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ قلب میں ایمان کا حصول اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ناممکن ہے جب تک کسی کے دل میں ایمان وہ خود نہ لکھے اور آیات نہ دکھلائے دولت ایمان نصیب نہیں ہوتی نہ تو یہ دلائل منطقیہ سے حاصل ہوتا ہے نہ براہین عقلیہ سے۔

سوال رازی جواب نجم الدین کبریٰ حضرت امام فخر الدین رازی نے حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ سے پوچھا کہ آپ کو عرفان ربانی کیسے نصیب ہوتا ہے آپ نے فرمایا ایسے واردات سے کہ جب وہ قلوب پر وارد ہوتے ہیں تو ان کی تکذیب سے نفوس عاجز ہو جاتے ہیں۔

سوال نبی علیہ السلام اور جواب صحابہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ مخلوق میں عجیب ترین ایمان کس کا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ملائکہ آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ ایمان لائیں جبکہ وہ امور کا معائنہ کر رہے ہیں۔ پھر صحابہ نے کہا انبیاء علیہم السلام ہونے چاہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے ایمان نہ لاتے جب کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فرشتہ رب تعالیٰ کے پیغام لاتا ہے پھر صحابہ نے کہا تو آپ کے صحابہ کرام آپ نے فرمایا۔ میرے صحابہ کیسے ایمان نہ لاتے جب کہ وہ مجھ سے بڑے بڑے معجزات دیکھ رہے ہیں پھر خود فرمایا کہ بہترین ایمان والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں وہی میرے خون (عزیز ترین) ہیں۔

فائدہ : حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان جو شواہد قلبیہ پر مبنی ہو وہ اس ایمان سے افضل ہے جو دلائل خارجیہ پر مبنی ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور بہر حال اہل ایمان اور اہلِ توحید مطلقاً بخشے جائیں گے۔

فضائل کلمۂ توحید

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر صبح و شام ایمان کی تجدید کر لیا کرو دل سے سب سے جلد تر مٹنے والی شے اسلام ہے یہاں تک کہ انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ نماز کیا ہے اور روزہ کیا ہے۔ ہمارے سے پہلے کے لوگ مساجد میں داخل ہوتے تو صرف اتنا کہہ دیتے " لا الٰہ الا اللہ تو بخشش ہو جاتی۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ نماز بھی نہیں پڑھتے اور روزہ بھی نہیں رکھتے تو پھر بخشش کیسی آپ نے فرمایا یہ کلمہ ایسا ہے کہ اس سے بندے کو نارِ جہنم سے نجات مل جاتی ہے۔

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک اسرائیلی مر گیا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا۔ میرے اس بندے کے لئے دیکھو کوئی اس کی نیکی ہے جس سے آج وہ نجات پا جائے فرشتے عرض کریں گے یا الٰہ العالمین ہم صرف اس کی انگشتری میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ اس کے سوا اسکی کوئی اور نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کو بہشت میں لے جاؤ میں نے اسے بخش دیا

تفسیر عالمانہ

ویل یہ عذاب کا کلمہ ہے فارسی میں بمعنی سختی عذاب (عذاب کی سختی) لکل افاک ہر جھوٹے کے لئے۔

حل لغات

افک بمعنی حق سے ہٹ کر اس کے خلاف کی طرف پھرا ہوا ہونا۔ (اثیم) مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی کثیر الاثم (بڑا گنہگار) علیم کی طرح بمعنی کثیر العلم (بڑا عالم)

" یسمع آیات اللہ " (اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے) یہ آفاق کی دوسری صفت ہے آیات اللہ سے قرآن مراد ہے کیونکہ سننے کا تعلق اسی سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی تلاوت کا تعلق بھی قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا تتلیٰ علیہ (اس پر تلاوت کی جاتی ہیں) یہ آیات اللہ سے حال ہے " ثم یصر " پھر وہ کفر پر اصرار کرتا ہے اور عمداً کفر کرنے پر مداومت کا عزم رکھتا ہے۔

حل لغات

المفردات میں ہے کہ الاصرار بمعنی گناہ پہ ڈٹ جانا اور اس کے ارتکاب میں مضبوط ہونا اور اس گناہ سے ہٹنے کا نام تک نہ لینا یہ الصر سے ہے بمعنی مضبوط باندھنا اور الصرۃ وہ شے جس میں دراہم باندھے جائیں (تھیلی وغیرہ) " مستکبرا " درانحالیکہ وہ تکبر کرتا ہے یعنی آیات الٰہی سنکر تکبر کرتا ہے اور اس گمان میں ہے کہ حق کے مقابل میں جو کچھ اسکے پاس باطل

باتیں ہیں (معاذ اللہ) وہی صحیح ہیں۔

شانِ نزول نضر بن حارث بن عبدالدار کے حق میں نازل ہوئی وہ باہر سے یعنی عجم سے قصے کہانیاں خرید کر لاتا جیسے اسفندیار ورستم کے قصے تو وہ لوگوں کو سناتا تاکہ وہ قرآن مجید سننے سے باز آجائیں اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے یہی آیت نازل فرمائی۔

مسئلہ ، جو شخص قصے کہانیوں کے ذریعے قرآن مجید پڑھنے سننے سے باز رکھتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے جو نضر بن حارث کے لئے فرمایا گیا ہے۔

سوال : تم نے یہ حکم عام کیوں کر دیا۔

جواب : لفظ کل احاطہ و شمول کے لئے آتا ہے اور وہ اس آیت میں موجود ہے۔

فائدہ : ثم میں تاخیر مقصود ہوتی ہے۔ یہاں معنوی بعد مراد ہے۔ وہ اس لئے کہ قرآنی آیات سننے کے بعد حق تو یہ تھا کہ اس کا اثر فوراً قلوب پر پڑ جاتا۔ لیکن ایسے بد بخت کے قلب پر اثر پڑنے کے بجائے اس پر تکبر اور ضد و عناد چھا گیا تو گویا وہ حقیقت اور حق سے دور جا پڑا اس لحاظ سے یہ بعد امر دوری معنوی ہے اسی لئے ثم کو استعارۃً بعد اور دوری معنوی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ہاں اصرار کے منتہیٰ کے اعتبار سے ثمّ کو حقیقی معنیٰ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

کان لم یسمعہا گویا اس نے اسے سنا ہی نہیں یعنی ایسے شخص کا حال اس جیسا ہے جس نے کوئی بات کسی سے نہ سنی ہو

(کان) کو مخفف کر کے اسکی ضمیر شان حذف کر دی گئی ہے اسمیں اسے غیر سامع سے اس معنیٰ میں تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ اسے نہ قبول کرتا ہے نہ اس سے نفع پاتا ہے۔

فبشرہ بعذاب الیم ۔ تو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو یعنی گناہوں کے اصرار واستکبار پر اسے دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ عذاب کا لفظ قرینہ ہے اس بات کا کہ تبشیر اپنے معنیٰ میں نہیں بلکہ مجازاً انذار کے معنیٰ میں ہے کیونکہ بشارۃ ہر اس خبر کو کہا جاتا ہے جس کے مخبر بہ سے اظہار سرور مطلوب ہو۔ اور انذار اس کی نقیض ہے اس کے بجائے تبشیر لانے سے تہکم واستہزاء مطلوب ہے یہ اس وقت ہے جب تبشیر میں عرفی معنیٰ مراد ہو اگر اس کا اصلی اور حقیقی معنیٰ لیا جائے تو پھر استعارہ کی ضرورت نہیں کیونکہ بشارۃ کا اصلی اور لغوی معنیٰ یہ ہے کہ کسی کو ایسی خبر دینا جس سے اس کا چہرہ تبدیل ہو جائے۔ خوشی سے یا غمی سے کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ اسے ایسی خبر دے جو اس کے چہرے سے غم اور ملال ظاہر ہو۔

واذا علم من آیاتنا شیئا اور جب وہ ہماری کسی آیت کو معلوم کرتا ہے یعنی جب ہماری آیات
میں سے کوئی آیت اسے پہنچتی ہے اور معلوم کر لیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے نہ کہ مطلقاً
کہ یہ بھی ایک آیت من الآیات ہے کیوں کہ اس کا ایسا علم ہمارے موضوع میں شامل نہیں۔
اتخذھا ہزوا انہیں ھزوا ٹھٹھہ مخول اور وہ تمام آیات سے ٹھٹھہ مخول کرتا ہے نہ یہ
کہ صرف وہ جو سنتا ہے یا ضمیر شئی کی طرف لوٹتی ہے اور شئے بمعنی آیۃ کے مؤول ہے یعنی وہ آیات سے ٹھٹھا
کرتا ہے اور ایسی صورت اختیار کرتا ہے جس میں حق و باطل کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ وہ حق سے دور کرنے کی
کوشش کرتا ہے۔ جیسے نضر نے کہ اس نے آیات سے استہزاء کیا اور آیات کا عجمی قصوں سے معارضہ کرتا
جو صرف عوام کو لبھاتا ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہ تھی اسی لئے ابوجہل انہیں مکھن اور کھجور کھلاتا اور کہتا کہ یہی
وہ باتیں ہیں جن سے حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لبھاتے ہیں اور جنت کی لالچ دلاتے ہیں
حالانکہ وہ اس مکھن اور کھجور سے انہیں زقوم (جہنم کا درخت) کھلا رہا تھا۔ اولئک یہ کل افاک کی
طرف اشارہ ہے اس جنت سے جو اس میں قبائح مذکور ہوئے ہیں اور جمع کا اشارہ لفظ کل کے معنیٰ کی وجہ سے
ہے اگرچہ وہ لفظاً مفرد ہے اسی لئے اس سے پہلے جملہ ضمائر واحد کے لائے گئے ہیں لھم ' بوجہ ان
کی جنایات مذکورہ کے ان کے لئے عذاب مھین۔ رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ انہیں ذلیل کرے گا
اور ان کی عزت ختم کر ڈالے گا۔ عذاب کو مہین سے موصوف کرنے میں اشارہ ہے کہ انہیں یہ سزا ان
کے استکبار و آیات اللہ سے استہزاء کی وجہ سے ہے۔ من ورائھم جھنم ان کے آگے جہنم
ہے کیوں کہ وہ اس کی طرف جا رہے ہیں جو ان کے لئے تیار ہے یا ان کے پیچھے ہے بایں معنی کہ وہ عذاب
سے روگرداں اور دنیا کی طرف متوجہ تھے کیوں کہ دراصل وراء وہ جہت ہے جو انسان کو بالمقابل ہو آگے ہو
یا پیچھے یعنی اسے آگے یا پیچھے کی طرف سے چھپا لے بعض نے کہا وراء مصدر ہے لیکن ظرف میں مستعمل ہو کر فاعل
کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے مراد وہ شے ہوتی ہے جو اسے پیچھے کی طرف سے چھپا لے اگر مفعول
کی مضاف ہو تو پھر وہ شے جو سے آگے سے چھپا لے اسی لئے یہ اضداد میں شمار ہوتا ہے اور قاموس
میں ہے کہ الوراء پیچھے اور آگے ہر دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے اضداد سے ہونا ضروری نہیں کیونکہ
یہ آگے پیچھے ہر دونوں کے لئے برابر طور مستعمل ہوتا ہے کیوں کہ دراصل اس شے کو کہا جاتا ہے جو کسی
شے کو چھپا دے۔ ولا یغنی عنھم اور ان سے دفع نہ کرے گا "کسبوا" وہ جو انہوں نے کمایا
اموال و اولاد سے شیئا تھوڑا سا یعنی عذاب اس معنی پر شیئا ولا یغنی کا مفعول بہ ہے یا یہ معنیٰ
نہ ان کے عذاب سے دفع کرنے میں کوئی کام نہ دے گی۔
یغنی سے ہے یعنی معمولی بچاؤ بھی ان کو نصیب نہ ہو گا۔ اس معنی پر اغناء مصدر ہے "مناعۃ"

سے ہے اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شے کسی کو کفایت کر جائے۔
ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء اور نہ ہی انہوں نے ماسوی اللہ کو حقیقی کارساز بنایا
نہ انہیں نفع دے سکتے ہیں جن کی انہوں نے عبادت کی یعنی بت۔[1]

سوال: حرف عطف اور معطوف کے درمیان معطوف علیہ کے درمیان حرف نفی کی تصریح کی کیا ضرورت ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ اموال و اولاد سے تو پھر بھی کوئی فائدہ ہے لیکن بتوں سے کسی قسم کا فائدہ ہے ہی نہیں اور یہ بات اظہر اور روشن تر ہے۔

جواب: یہ ان کے ظن فاسد پر مبنی ہے کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے اس میں تہکم ہے "ولہم" اور ان کے لیے اس کے بعد جہنم کا ایسا بڑا عذاب ہے جس کی گہرائی کو کوئی نہیں جانتا یعنی اس کی شدت متجاوز از حد ہے۔

"ھذا" یہ قرآن "ھدًی" غایت کمال میں ہے ہدایت سے گویا وہ عین ہدایت ہے یہ زید عدل کی طرح (مبالغہ ہے) والذین کفروا بآیات ربھم اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے کفر کیا "لہم عذاب" ان کے لئے ہے عذاب "من رجز" سخت میں سے "الیم" دردناک الیم مرفوع ہے۔ عذاب کی صفت ہے اب معنی یہ ہوا کہ ان کے لئے وہ سخت ترین عذاب ہوگا جو انہیں درد پہنچانے والا ہوگا۔

فوائد الآیات (۱) بعض لوگ قرآنی آیات بظاہر تو سنتے ہیں لیکن بہ باطن نہیں سنتے ازلی بدبختی سے ان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں اور ان پر غفلت چھا جاتی ہے بوجہ ان کے تکبر کے از قبول حق کے اور اس پر عمل نہ کرنے کے ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ ایسے شخص کا حال ہے جو آیاتِ قرآنیہ کو بغیر حضور قلب کے پڑھے یا سنے ؎

۱۔ تعتیت این کہ بر لہجہ و صوت
شود از تو حضور خاطر فوت

۲۔ نکر حسن غنا برد ہوشت
متکلم شود فراموشت

۳۔ نشود بر دل تو تابندہ
کین کلام خداست یا بندہ

ترجمہ ۱۔ افسوس ہے کہ لہجہ و صوت سے تیرے دل سے حضور قلبی فوت ہو جاتی ہے۔
۲۔ اچھی آواز اور لہجہ نے تیرا ہوش لوٹا۔ تجھ سے متکلم (خدا) بھول جاتا ہے۔

---

[1] روح البیان ص ۴۳۹ ج ۲۰

۳۔ تیرے دل پر یہ خیال نہیں گزرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا بندے کا۔

فائدہ ۱۔ جو کلام الٰہی کو حق کی سمع سے سنتا اور نور توحید سے دیکھتا ہے تو وہ دارین میں ذخیرہ جمع کر گیا اور دونوں منزلوں میں کامیاب ہوا۔

۲۔ کسی عالم ربانی کو علم سے کچھ فائدہ حاصل ہو تو چاہیے کہ وہ اسے قبول کرے اس کے ساتھ عناد اور اپنی من مانی مراد کی تاویل کے درپے نہ ہو کیوں کہ اس کی اپنی من مانی بات بلا سند ہے یاد رہے کہ بعض بندگانِ خدا کو غیبی مکاشفات حاصل ہوتے ہیں ان میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں جو ان کی بے ادبی اور گستاخی کرتا ہے وہ حجاب کی ذلت میں پڑتا ہے اور بُعد کی جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔ جیسے ہر زمانہ میں اہل انکار رہے ہیں بعض لوگ امام غزالی و امام مکی کے افکار کو قبول نہیں کرتے۔ ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو اپنی خواہشات نفسانی و اغراض شہوانی کے تحت قرآن کے بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ
وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا
یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ
عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ
وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى
شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝
هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ
مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ ع

ترجمہ:۔ اللہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ حق مانو اور تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں۔ اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ ایمان والوں سے فرماؤ درگزریں ان سے جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ جو بھلا کام کرے تو اپنے لیے۔ اور بُرا کرے تو اپنے بُرے کو۔ پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں۔ اور انہیں ان کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی اور ہم نے انہیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں تو انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم ان کے پاس آچکا آپس کے حسد سے بیشک تمہارا رب قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا جس بات میں اختلاف کرتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راستہ پر چلو اور نادانوں کی خواہش کا ساتھ نہ دو۔ بیشک وہ اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔ یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت۔ کیا جنہوں نے

برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے دریا مسخر کئے بایں طور کہ اسے ایسا املس السطح بنایا کہ جو شے پانی میں ڈوبنے کے قابل ہے وہ اس کے اوپر تیرے جیسے لکڑیاں لیکن اس میں غوطہ لگانے سے وہ روکتا بھی نہیں اور نہ اسے چیرنے کی ممانعت ہے اگر اس کی چھت سخت ہوتی یا بلندی اور نیچی ہوتی تو اس پر کشتیاں ہرگز نہ تیر سکتیں اور نہ ہی اس پر لکڑیاں وغیرہ اوپر کو چلتی نظر آتیں بلکہ وہ پانی میں ڈوب جاتیں اگر اس کی سطح سخت اور مصمت (جس کے اندر کے حصے میں جانا مشکل ہو) ہوتی تو اسمیں غوطہ لگانا مشکل ہو جاتا اور نہ ہی غوطہ لگانے کے بعد جو دریائے منافع حاصل ہوتے ہیں حاصل کئے جا سکتے۔ " لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ " (تاکہ اس میں کشتیاں جاری ہوں اس کے حکم سے) یعنی اس کے حکم اور اس کے آسان کرنے سے جن پر تم سوار ہو کر جاتے ہو۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو مثلاً تجارت اور اس لؤلؤ و مرجان اور دیگر وہ فوائد جو دریا سے حاصل ہوتے ہیں۔

وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم ان نعمتوں کا شکر کرو جو اس سے فوائد مرتب ہوتے ہیں۔ بایں طور کہ اس کے انعام کرنے والے کی توحید کا اقرار کرو۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بحر علوم کو مسخر فرمایا تاکہ اس کے حکم سے وجود کی کشتی جاری ہو اور حکم سے امر کُن مراد ہے اور یہ تسخیر صرف انسان سے مخصوص ہے اس کی حکمت ہے ورنہ یہ ہوتا کہ یہ تسخیر کشتی سے مخصوص ہوتی لیکن یوں ہوا کہ دریا کو انسان کا مسخر کیا اور کشتی کا دریا کا اور انسان کو اپنی ذات کا تاکہ وہ اس کا خلیفہ اور اس کی ذات و صفات مظہر ہو یہ اس کی بہت بڑی نعمت اور بڑا فضل ہے جو انسان کو نصیب ہوا کہ صرف اس پر کنز مخفی ظاہر فرمایا اسی لئے انسان پر لازم ہے کہ اسے ہر جزئیات و کلیات کی تسخیر پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے حکم پر اس کی طلب میں خود کو لگائے نہ کہ خواہشاتی کا تابعدار بنا پھرے اسے چاہیے کہ اسی ظاہری دریا کی کارکردگی سے عبرت حاصل کرے اور ان لوگوں سے جو اس میں سفر کرتے ہیں کہ کبھی کشتیاں ڈوبنے سے بچکر صحیح و سالم کنارے لگتی ہیں اور کبھی ڈوب جاتی ہیں۔ ایسے ہی بندے کا حال ہے کہ تقدیر کے دریا میں اعتصام کی کشتی لے کر ریاح مشیت چلتا ہے اس کے ہاتھ میں توکل کی رسی ہوتی ہے۔ بحر یقین میں لنگر ڈال دیتا ہے اگر عنایت الٰہی کی ہوا چل پڑی تو نجات پا کر سعادت کے ساحل پر پہنچ جاتا ہے اگر فتنہ و آزمائش کی آندھی چل پڑتی ہے تو ملاح کے ہاتھ سے کشتی نکل جاتی ہے اور شقاوت کے گہرے پانی میں ڈوب جاتا ہے۔

سبق : بندے پر لازم ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرے اور نعمتوں کا شکر بجالا کر اس کی طلب میں سعی کرے (التاویلات النجمیہ)

تفسیرِ عالمانہ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض (اور تمہارے لئے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) موجودات میں بایں طور سب کو کہ تمہارے منافع کا دارو مدار ان پر رکھا۔

مسئلہ : آیت سے معلوم ہوا کہ زمین کے حوادث کو اتصالات فلکیہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔

جمیعا : ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے حال یا اس کی تاکید ہے۔

منہ : جمیعاً کی صفت ہے یعنی درانحالیکہ وہ اللہ سے ہے یا ما سے حال ہے اب معنیٰ یہ ہوا ہے کہ ان اشیار کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخر فرمایا درانحالیکہ وہ اسی سے اور اسی کی پیدا کردہ ہیں یا اس کی خبر محذوف ہے کہ دراصل ھی جمیعاً منہ تھا اور فتح الرحمٰن) میں ہے کہ جمیعا منہ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر انعام اسی کا فضل ہے کہ اس کا اس کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور اس نے ازراہ کرم اپنے بندوں پر انعام کرنے کی ذمہ داری کی ہوئی ہے" ان فی ذلک ان بڑے امور میں جو مذکور ہوئے ۔لآیات۔ عظیم الشان اور کبیر القدر آیات ہیں۔ وجود صانع اور اس کی صفات پر دلالت کرتی ہیں۔

لقوم یتفکرون اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے۔ صنع الٰہی کے عجائبات میں اس سے ہی وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی اور دقیق نعمتوں پر واقف ہوتے اور اس کے شکر کی ادائیگی پر توفیق پاتے ہیں ؎

ز حملہ جہاں ز مغز تا پوست

ہر ذرہ گواہ قدرت اوست

ترجمہ : جہان میں مغز سے پوست تک کا ہر ذرہ اسکی قدرت کا گواہ ہے۔

حدیث شریف ۱ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قوم پر گزر ہوا جو غور و فکر میں لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کی مخلوق میں تو بے شک غور و فکر کرو لیکن خالق میں غور و فکر مت کرنا۔

حدیث شریف ۲ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے کسی ایک کے پاس شیطان آکر کہتا ہے کہ آسمان کس نے پیدا کئے تو وہ جواب میں کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھتا ہے زمین کس نے پیدا کی وہ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھتا ہے

اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا جب تمہارا کوئی اس میں مبتلا ہو تو چاہیے کہے آمنت باللہ ورسولہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لایا۔

مسئلہ : تفکر اعلیٰ وافضل عبادات سے ہے کیونکہ نفس کے عمل سے قلب کا عمل اعلیٰ و اجل (بزرگتر) ہے۔

حدیث ۳ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک لمحہ کا تفکر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں ستر سال بھی آیا ہے۔

صدیق اکبر کی قربانی برائے امت حبیب یزدانی

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ ایک لمحہ کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ایک لمحہ کا تفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ایک لمحہ کا تفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزشتہ اقوال صحابہ عرض کئے تو آپ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کہا مجھے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ میں ان کو بلا لایا آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیسے تفکر کرتے ہو اور کس شے میں عرض کی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ (ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض (الآیۃ) میں آپ نے فرمایا کہ تیرا اس میں ایک لمحہ تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمہارا تفکر کیسا عرض کی موت اور سکرات کے ہول میں آپ نے فرمایا تیرا ایک لمحہ کا تفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو عرض کی جہنم اور اس کی ہولناکیوں میں اور کہتا ہوں اے اللہ قیامت میں مجھا تنا موٹی بڑی بنا دے کہ صرف میں ہی جہنم کو بھر دوں تاکہ تیرا وعدہ پورا ہو جائے لیکن براہ کرم میرے محبوب کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو جہنم کا عذاب نہ دینا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا ایک لمحہ کا تفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ میری امت میں میری امت کے لئے بہت زیادہ رؤف ورحیم ابو بکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ)

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کے فضائل کے مراتب کا دار ومدار نیات پر ہے۔

نکتہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تفکر میں اختلاف السموٰت و الارض کے سال کے پھیرے کی وجہ سے ہے اسی لئے اس کا ثواب مقدار یہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تفکر کا تعلق خوف وموت اور مابعدہ سے ہے جو جنت یا نار تک منتہی ہوتے ہیں اور جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں آسمانوں کے نیچے ہے اسی لئے اس کا تفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ٹھہرا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تفکر کا تعلق جہنم کے پُر کرنے کا ہے اور جہنم کی گہرائی ستر سال کی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تفکر ان دو صحابیوں سے گہرا ہے اسی لئے انہیں ثواب بھی بہت زیادہ نصیب ہوا۔ جیسا کہ مذکور ہوا (یہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اپنی تقریر ہے)

نکتہ: آیت سے ثابت ہوا کہ ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے انسان کے لئے ہے کیوں کہ ان کا وجود انسان کے وجود کے تابع ہے اگر کسی کو سمجھ نہیں آرہا تو وہ آدم علیہ السلام کو دیکھے کہ انہیں مسجود ملائکہ کیوں بنایا گیا یہی تسخیر تو ہے اور وہی آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب سے مکرم ترین ہیں اس کی مثال درخت کی ہے کہ درخت کو پھل کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ پھل نہ ہوتا تو درخت بھی نہ ہوتا ایسے ہی یوں سمجھئے جملہ عالم درخت اور انسان اس کا ثمر ہے اسی عظیم الشان معنی کی طرف اشارہ فرمایا۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون یعنی ان میں بہت سی دلیلیں ہیں۔ حضرت انسان کی شرافت وکمال پر لیکن اس قوم کے لئے جن کے قلوب نور ایمان و عرفان سے منور ہیں کیوں کہ یہی لوگ فکر تسلیم سے فکر کرتے ہیں۔ (التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ

قل للذین آمنوا اہل ایمان کو فرمایئے کہ بخش دو یعنی درگزر اور معاف کردو یہ قول محذوف کا مقولہ ہے چوں کہ اس کا جواب اس پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اسے حذف کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یغفروا للذین لایرجون ایام اللہ" ہے درگزر کریں ان لوگوں سے جو ایام اللہ کی اُمید نہیں رکھتے۔" یہ حذف "قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ کی طرح ہے۔ کہ دراصل اقیموا الصلوٰۃ یقیموا الصلوٰۃ تھا اور صاحب کشاف نے فرمایا مفسرین نے یقیموا الصلوٰۃ کو بمعنی لیقیموا الصلوٰۃ جائز رکھا ہے اس تقریر پر یہ قال کا مقولہ ہوگا اور لام اس لئے محذوف ہوئی کہ اس کا عوض لفظ قل موجود ہے۔ اگر ابتداءً لیقیموا بحذف اللام پڑھا جاتا تو باقاعدہ نحو ناجائز ہوتا۔

تحقیق رجاء

رجاء کا حقیقی معنی محبوب امور میں ہوتا ہے لیکن یہاں پر مجاز پر محمول کیا گیا ہے بمعنی توقع وخوف۔ اب معنی یہ ہوا کہ عفو اور درگزر کریں۔ ان لوگوں سے جو اللہ کی ان سختیوں کی توقع نہیں رکھتے جو وہ اپنے دشمنوں پر کرتا ہے جیسا کہ امم ماضیہ میں گزرا۔

ایام العرب ان ایام کو کہا جاتا ہے جن میں جنگیں ہوئیں جیسے یوم بعاث بروزن غراب اور

ثاء مثلثہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور وہ جنگ مشہور ہے[1] بعض نے اس کا معنی یہ کیا کہ وہ لوگ ان اوقات کی اُمید نہیں رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے ثواب کیلئے مقرر فرمائے ہیں۔ اور ان سے کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی اضافت اللہ کی طرف بیت اللہ کی طرح اضافت تشریفی ہے۔

آیت منسوخ یہ آیت قتال سے پہلے کی ہے اسی لئے آیت قتال سے منسوخ ہو گئی اس لئے کہ بالاتفاق یہ سورۃ مکیہ ہے لیکن الماوردی نے اس آیت کو مدنیہ ثابت کرکے سورۃ سے مستثنیٰ فرمایا اور اس کا شانِ نزول مندرج ذیل بیان فرمایا۔

شانِ نزول[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ حضرت قتادہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منسوب ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک غفاری نے گالی دی آپ نے اس کی گرفت کا ارادہ فرمایا تو یہ آیت نازل ہو گئی۔

فائدہ : غفاری سے بنو غفار کا ایک فرد مراد ہے اور غفار[2] بروزن کتاب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی برادری کا نام ہے

شانِ نزول[2] یہ آیت رئیس المنافقین کی بکواس پہ نازل ہوئی جب صحابہ کرام غزوہ بنی المصطلق میں ایک کنویں پر اترے اسے مریسیع بھی (مرسوع کی تصغیر) کہا جاتا ہے بن ابی نے اپنا نوکر بھیجا تاکہ کنویں سے پانی لے آئے جب واپس دیر سے آیا تو ابن ابی نے اپنے غلام سے دیر کی وجہ پوچھی تو کہا کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کا غلام کنویں پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا وہ کسی کو بھی کنویں سے پانی نہیں لینے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر کی مشک پُر کی تو ابن ابی نے کہا ہماری اور ان کی وہی مثال ہے جو مشہور ہے کہ "سمن کلبک یاکلک" کتا تجھ سے موٹا ہوگا تو پھر تجھے ہی کھائے گا یہ بکواس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو تلوار نیام سے نکال کر چل پڑے تاکہ ابن ابی کو جہاں پائیں قتل کر دیں اس پہ یہ آیت نازل ہوئی

شانِ نزول[3]: تفسیر ثعلبی میں ہے کہ آیت من یقرض اللہ قرضاً حسناً الخ کے نزول پہ یہودیوں کے شخص فنحاص عازوراء یہودی نے ازراہِ طنز کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ محتاج ہے کہ وہ قرضہ مانگتا ہے جب فاروق اعظم کو معلوم ہوا تو تلوار میان سے نکال کر چل پڑے اور ہر گلی کوچے میں اسے تلاش کرتے رہے کہ جہاں مل جائے گا اس خبیث کی گردن اڑا دوں گا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ تلوار کو میان میں ڈال لیجئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کرنے کا حکم نازل فرمایا ہے پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی

---

[1] القاموس ۱۲ [2] قاموس

یہ سن کر حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو اپنی مخلوق کی طرف حق دے کر بھیجا کہ اب کے بعد مجھ میں غضب وغصہ کا اثر نہ دیکھیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھ سے غضب وغصہ کے بجائے عفو و درگزر کے اثرات پائیں گے ؎

۱۔ اگرچہ دامنت رامی درد خار
تو گل باشی و دہان پر خندہ میدار

۲۔ چوں بدبینی زخلق و در گزاری
ترا زیبد طریق بردباری

ترجمہ : ۱۔ اگرچہ تیرا دامن کانٹا چیر ڈالے لیکن تو گلاب کی طرح ہو اور چہرہ ہنستا رکھ۔
۲۔ جب مخلوق سے برائی دیکھو تو درگزر کرو۔ کیونکہ تمہیں طریقہ بردباری سجتا ہے۔

• لیجزی قوماً بما کانوا یکسبون تاکہ اس کی جزا دے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ یہ مغفرت کے امر کی تعلیل ہے قوم سے اہل ایمان مراد ہیں اور اسکی تنکیر ان کی مدح وثنا کے لئے ہے اب معنی یہ ہوا کہ تاکہ قیامت میں اس قوم کو جزاء دے یعنی اس سے کوئی مخصوص لوگ مراد نہیں بلکہ ہر وہ لوگ جو دنیا میں کوئی نیکی کا کام کرتے رہے منجملہ ان کے اہل ایمان کا کفار ومنافقین کی اذیتوں پر صبر اور اُن سے چشم پوشی کر کے غصہ پینا اور ان کی ناگوار باتوں پر حوصلہ کرنا اور جو انہیں اجر و ثواب ملے گا اس کی حدود وحساب نہیں ۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس قوم سے کافر اور " بما یکسبون " سے ان کی وہ برائیاں مراد ہیں منجملہ ان کے وہ جو ان کے کلمۂ خبیثہ کا ذکر ہوا اور تنکیر تحقیر کی ہے۔

سوال : مطلق جزا، مغفرت کے امر کی تعلیل نہیں بن سکتی جب کہ اس کا تحقق ہے اور کفار کے لئے مغفرت تو ہے نہیں اور ان کے لئے امر بھی تقدیری ماننا پڑے گا۔

جواب : دراصل معنی یوں ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اہل ایمان کو فرمائیں کہ وہ کفار ومشرکین اور منافقین کی برائیوں سے درگزر کریں اور ان سے بدلہ لینے کی تدابیر نہ بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان کی برائیوں کی کامل سزا دے اسی معنی پر آنے والی آیت بھی دلالت کرتی ہے علاوہ ازیں قرآن میں کسب کا لفظ اکثر کفار کے لئے مستعمل ہوا ہے نیز یہ مطلب بھی ہے کہ انہیں وقت مقرر پر سزا دے جیسے بدر وغیرہ میں۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ جب مومن جو مجرموں کو بخش دیتا ہے اگرچہ وہ مغفرت کے اہل نہیں کیوں کہ وہ کفر اور اہل ایمان کو اذیت پہنچانے پر اصرار کرنے والے ہیں تو ایمان والوں کا انہیں بخش دینا اخلاق حق کے مطابق متخلق ہونا ہے (اور یہی عین مراد ہے) پھر اللہ تعالیٰ ہر اہل عمل کو جزا دے گا اگر عمل اچھے تو جزا اچھی ورنہ سزا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی " من عمل صالحاً " جو بھی عمل صالح کرتا ہے

صالح عمل سے وہ عمل مراد ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ فلنفسہ تو وہ اسکی اپنی ذات کے لئے ہے یعنی اس صالح عمل کا نفع اسی کی طرف لوٹے گا۔ ومن اساء فعلیھا اور جو برا عمل کرے گا تو وہ اس پر ہوگا یعنی اس کی برائی کا ضرر اور عذاب صرف اسی کو ہوگا اس سے متجاوز ہوکر کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاے گا ثم الی ربکم پھر تم اپنے پروردگار کی طرف وہ جو تمہارے امور کا مالک ہے۔ ترجعون لوٹلئے جاؤگے یعنی تم پر موت وارد ہوگی پھر تم اپنے اعمال کی جزاء دیئے جاوگے۔ اگر اچھے عمل ہوں گے تو تمہیں نیک جزا ملے گی اگر برے عمل ہیں تو بری سزا اسی لئے ابھی سے تم اپنے مالک کے ملاقات کی تیاری کرلو۔

فائدہ آیت میں اعمال صالحہ کی ترغیب اور برے اعمال سے ڈرایا گیا ہے۔ ترغیب یہ ہے کہ انسان مجرم سے درگزر اور اسے معاف کردے اس کا عامل متصف بصفات اللہ ہے اور ڈرانا یہ ہے کہ انسان معصیت وظلم سے بچے اس کا عامل شیطان کے صفات سے موصوف ہے جو ابرار سے ہوگا تو ابرار نعیم جنت میں ہیں اور جو فجار سے ہے تو فجار جہنم میں ہوں گے۔

فائدہ فجور دو قسم ہے (۱) صوری
(۲) معنوی۔

صوری تو ظاہر ہے معنوی اہل اللہ (اولیاء اللہ) کا انکار اور ان کی برائیوں کے پیچھے لگا رہنا کوئی سہارا ڈھونڈ کر جس سے بظاہر تو اصلاح مقصود ہے لیکن دل ان کے متعلق فساد سے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ تسلیم و رضا و قبول پر رحم فرمائے اور اسپر بھی جو حرام و شبہ و فضول کو ترک کرتا ہے۔

حکایت بعض دوستوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک فقیر کو دیکھا جس کا جوتا نہ تھا اور سر سے بھی ننگا تھا صرف دو چیتھڑوں میں لپٹا ہوا تھا نہ اس کے پاس زادِ راہ تھا اور نہ ہی ساز و سامان یہاں تک کہ لوٹا بھی نہ تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ کم از کم اس کے پاس لوٹا اور رسی تو ضرور ہوتا کہ جب وضو کرنا چاہے تو کنویں وغیرہ سے پانی نکال سکے اس طرح نماز کی ادائیگی میں اسے آسانی ہوتی اور یہی اس کے لئے بہتر تھا میں نے اس کے ساتھ ہو لیا تاکہ دیکھوں کہ یہ ضروریات کس طرح پوری کرتا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اور گرمی سخت تھی میں نے کہا برادر کپڑے کا کچھ حصہ سر پہ رکھ دیجئے تاکہ گرمی سے بچاؤ ہو میری بات سن کر خاموشی سے چلتا رہا۔ گھڑی بھر کے بعد میں نے کہا آپ کا جوتا بھی نہیں تو میرا جوتا ہے چند لمحات آپ پہنیں پھر میں پہنوں گا۔ مجھے کہا کہ بتونی آدمی ہے مجھ سے ایک حدیث لکھ لے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا بہترِ اسلام یہ ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے جو لایعنی (فضول) ہے میں خاموش ہو گیا اور چل پڑے۔ راستہ میں مجھے پیاس نے تنگ کیا یہاں تک کہ پیاس سے میں جان بلب ہو گیا مجھے دیکھ کر فرمایا کیا تجھے پیاس نے تنگ کیا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا میرے ساتھ آپ کیسے گزار سکتے ہیں مجھ سے

میرا لوٹا لے کر دریا میں گھس گیا اور لوٹا بھر کر لایا اور مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اسے پی لیں میں نے پیا تو اس سے دریائے نیل کے پانی کا ذائقہ تھا اور نہایت لذیذ پانی تھا اور صاف ترین۔ اس کے بعد ہم چل پڑے

میں نے جاتے جاتے عرض کی کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول کریں کیوں کہ میرا یقین ہو گیا کہ آپ ولی اللہ ہیں جب میں نے صحبت کا سوال کیا تو فرمایا کہ میرے پیچھے چلو گے یا آگے میں نے سوچا کہ کہوں کہ میں آگے چلوں گا تاکہ جب تھک جاؤں تو دم نکال لوں گا اس طرح سے یہ بھی میرے لئے ٹھہر جائیں گے۔ فرمایا اے ابوبکر تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے اب چاہو تو چلو یا بیٹھو یہ کہہ کر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں ایک گھر میں چلا گیا جو میرے دوست کا تھا ان کے ہاں ایک بیمار پایا میں نے کہا یہ پانی اس پہ چھڑکو۔ اس سے وہ بیمار تندرست ہو گیا میں نے پوچھا اس شکل وصورت کا آدمی یہاں تم نے دیکھا کہا ہمیں ان کا کوئی علم نہیں نہ ہم نے اسے کبھی دیکھا

فائدہ: اس حکایت سے مندرج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ سمجھ دار انسان خود بھی اولیاء کو معلوم کر سکتا ہے

سبق: اس مرتبہ کو وہی پہنچ سکتا ہے جس کا ایمان کامل ہو اور علم نافع اور عمل صالح رکھتا ہو جو ان تینوں میں سے کسی سے محروم ہے تو وہ ایسا مرتبہ نہیں پا سکتا۔ (نعوذ باللہ)

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱۔ پئے نیک مردان بباید شتافت
کہ ہر کس گرفت ایں سعادت بیافت

۲۔ ولیکن تو دنبال دیو خسی
ندانم پئے صالحان کے رسی

۳۔ پیمبر کسے راشفاعت گر ست
کہ بر جادۂ شرع پیغمبر است

ترجمہ: ۱۔ نیک لوگوں کی پیروی میں کوشش کرنی چاہیے جس نے ان کے قدم پکڑے وہ کامیاب ہو گیا۔

۲۔ لیکن تو شیطان ونفس کے پیچھے ہے۔ مجھے معلوم نہیں تو اس مرتبہ کو کب پا سکو گے۔

۳۔ نبی علیہ السلام بھی اس کی شفاعت کریں گے جو پیغمبر کے طریقہ پر چلتا ہے۔

تفسیر عالمانہ

ولقد آتینا بنی اسرائیل الکتاب اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی الکتاب سے تورات مراد ہے لیکن سعدی المفتی (مرحوم) نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس سے جنس کتاب مراد ہو تاکہ انجیل وزبور کو بھی شامل ہو۔ اس لئے کہ موسیٰ اور عیسیٰ اور داؤد علیہم السلام بنی

اسرائیل نبی تھے۔ والحکم اور حکمت دی یعنی حکمت نظریہ وعقلیہ اور دین کی سمجھ یا لوگوں کے درمیان جھگڑوں کے فیصلہ کی استعداد اس لئے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے ساتھ ایک بادشاہ بھی ہوتا۔

والنبوۃ اور نبوت بخشی یہی وجہ ہے کہ ان میں انبیاء علیہم السلام بکثرت پیدا ہوئے اور یہ شرافت کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوئی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو انبیاء علیہم السلام کے شجرہ (بنیاد) ہیں ورزقناھم من الطیبات اور ہم نے انہیں طیبات عطا کئے یعنی لذیذ کھانے اس سے من وسلویٰ مراد ہے وفضلناھم علی العالمین اور عالمین پر ہم نے انہیں فضیلت دی کہ ہم نے جو کمالات انہیں دیئے دوسروں کو نہیں دیئے جیسے دریا کا چیرنا اور بادلوں کا سایہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ازالۂ وہم اس سے ان کا جملہ عالمین سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین وثواب کے لحاظ سے اس وقت افضل تھے یا یہ کہ وہ اپنے ہم زمان لوگوں سے افضل تھے کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے بڑھ کر کوئی مکرم تر نہ تھا۔ گزشتہ سورتوں میں اس مسئلہ کی تحقیق گزر چکی ہے۔

وآتیناھم بینات من الامر اور ہم نے انہیں امر دین میں بینات دیئے یعنی امر دین میں دلائل ظاہرہ اور معجزات قاہرہ عطا فرمائے اس معنیٰ پر یہاں پر من بمعنی فی ہے۔ جیسے اذا نودی للصلوٰۃ من الجمعۃ میں۔ من بمعنی فی ہے یعنی جو نماز کے لئے جمعہ میں ندا دی جائے۔

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ کا علم اور ہر وہ امور جو آپ کے لئے انہیں بتائے گئے ہیں مراد ہیں۔ مثلاً کہہ دے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تہامہ سے یثرب کو ہجرت فرمائیں گے اور آپ کے انصار بھی یثربی ہوں گے۔

فما اختلفوا تو انہوں نے اختلاف نہ کیا۔ اس امر میں یعنی جو ان سے اختلاف واقع ہوا وہ نہ تھا۔ الا من بعد ما جاءھم العلم مگر بعد اس کے کہ انہیں علم تھا اس کی حقیقت وحقیقت کا تو پھر ایسے امور کے مرتکب ہوئے جو اس امر کے خلاف کو پختہ کرنے والے تھے۔ بغیا بینھم آپس میں بغاوت کی وجہ سے یہ تعلیل ہے یعنی یہ حسد و عداوت سے جو کیا جو ان میں پیدا ہوا نہ باینمعنیٰ کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں شک تھا۔ ان ربک یقضی بینھم یوم القیٰمۃ بے شک تیرا رب قیامت میں ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا یعنی ان کا مواخذہ کرے گا اور ان کے اعمال کی انہیں سزا دے گا فیما کانوا فیہ یختلفون اس میں جو امر دین میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر عالمانہ ثم جعلناک پھر بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تمہیں بنایا یعنی تمہارا راستہ مقرر کیا۔ علی شریعۃ اور سنت اور عظیم الشان طریقے کے من الامر امر دین سے "فاتبعہا" تو اس کی اتباع کیجئے اس کے احکام جاری کر کے اپنے میں اور اپنے غیر میں بغیر کمی و بیشی کے

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہم نے آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے منفرد بنایا۔ خصوصی لطائف کے ساتھ آپ انہیں پہچان لیں اور آپ کو مخصوص حقائق کے ساتھ ہم نے مخصوص کیا۔ فلہذا آپ انہیں حاصل کیجئے اور آپ کو مخصوص طریقے دیئے ان پر چلیئے اور ہم نے آپ کو مخصوص شرائع بخشے آپ ان کی اتباع کیجئے۔ ان سے تجاوز نہ کیجئے اور نہ ہی اپنے غیر کی اتباع کی طرف رجوع کیجئے بلکہ اب اگر عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام زندہ ہو کر آئیں تو بھی آپ کی اتباع کریں گے۔ اس کے سوا انہیں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فائدہ ، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شریعت کا مطلب یہ ہے کہ امور شرعیہ کی حدود کی محافظت کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہوتا ہے۔

تفسیر عالمانہ ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون اور لاعلم لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کیجئے یعنی جہاں کی آراء کی تابعداری نہ کیجئے اور نہ ہی ان کے ٹیڑھے عقائد کی اتباع کرو کیوں کہ وہ تو سراسر شہوات پر ہیں۔ ان سے قریش کے رؤسا (لیڈر) مراد ہیں لیکن وہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے کہ آپ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آیئے۔ کیوں کہ وہ آپ سے افضل اور برتر تھے۔

انہم لن یغنوا عنک بے شک وہ آپ کو نہیں بچا سکتے۔ من اللہ شیئاً اس میں سے کہ جس کا اللہ ارادہ کرے عذاب کا اگر تم ان کی اتباع کرو بعض نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نعمت کا ارادہ کرے تو وہ ایسی قدرت نہیں رکھتے کہ وہ اسے روک دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کا ارادہ کرے تو انہیں طاقت نہیں کہ وہ اسے رفع کر سکیں اسی لئے آپ اپنے فکر کا تعلق مخلوق سے نہ جوڑیئے اور نہ ہی اپنے ضمیر کی توجہ کو ہمارے غیر کی طرف لگایئے صرف ہمارا بھروسہ کیجئے اور ہم پر توکل کیجئے۔

وان الظالمین بعضہم اولیاء بعض اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اسی لئے ان کی اتباع اور ان کی دوستی وہی کرتا ہے جو ان جیسا ظالم ہے کیوں کہ جنسیت ہی ایک دوسرے سے ملنے کی علت ہے۔ واللہ ولی المتقین اور اللہ تعالیٰ متقین کا کارساز ہے۔ اور ان متقیوں کے آپ مقتدا ہیں تو آپ حسب حال یہ ہیں اس پر ڈٹ جایئے اور تقویٰ اور شریعت اور اعراض ماسوا اللہ

پر منطبق کیجیے۔

فائدہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کافروں کو ظالم اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے شے کو غیر محل میں رکھا اور اہل ایمان کو متقی اس لئے کہا کہ وہ اس کام سے بچ گئے اور اپنے جملہ امور کا کفیل کار اللہ تعالیٰ کو بنایا۔ ھذا یعنی قرآن بصائر للناس لوگوں کے لئے راہ دکھانے والا ہے کیوں کہ اس میں دین و شرائع ایسے ہیں جیسے قلوب میں بصائر گویا وہ قرآن بمنزلہ روح وحیات کے ہے جو قرآن کی تعلیمات سے خالی ہے وہ گویا آنکھیں نہیں رکھتا اور نہ ہی بصیرت سے معمور ہے۔ وہ گویا میت اور اس ڈھیلے کی طرح ہو گیا جس میں حس وحیات نہ ہو قرآن کو بصائر اس کے اجزاء کے اعتبار سے کہا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔

فقد جاء کم بصائر من ربکم تو بے شک تمہارے پاس اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصائر آئے ہیں۔ یہاں پر بصائر سے قرآن مجید اور اس کی آیات مراد ہیں اور ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی آیات تسع کو بصائر فرمایا۔

کما قال اللہ

لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموٰت والارض بصائر۔

تمہیں معلوم ہے کہ انہیں نہیں نازل کیا بصائر کر کے مگر سموٰت وارض کے پروردگار نے۔

البصائر بصیرت کی جمع ہے وہ نور کہ جس سے نفس معقولات کو ایسے دیکھتا ہے جیسے بصر سے وہ نور مراد ہے جس سے آنکھ محسوسات کو دیکھتی ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ شریعت کی اتباع ضروری ہے اور بصائر سے بھی شریعت مراد ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جب مصدر مضاف ہو تو اس سے عموم مراد ہوتا ہے اور یہ صیغہ عموم سے ہے گویا کہا گیا ہے۔ جمیع اتباعاتہا ھدی ورحمۃ۔

ھدی اور ورطہ ضلالت سے ہدایت دینے والا ہے۔ اور بہت بڑی رحمت اور عظیم نعمت ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئی ہے کیوں کہ تمام دنیوی و اخروی سعادات اسی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ لقوم یوقنون اس قوم کے لئے جو یقین والے ہیں یعنی ان کی شان ہے امور پر یقین کرنا یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کو گمان ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ بادیہ گمان سے گزر کر منزل یقین کے راز و اسرار کے طالب رہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ انوار بصیرت کی وجہ سے مقام یقین تک پہنچنے کی استعداد رکھتے ہیں کہ جس وقت انوار بصیرت چمکتے ہیں تو ان پر حق و باطل منکشف ہو جاتا ہے۔

فائدہ : عوام کی نظر کئی طرح ہے :۔

۱ : نورِ عقل سے دیکھنے والے ۲ : نورِ فراست سے دیکھنے والے ۳ نورِ ایمان سے دیکھنے والے

۴ : نورِ ایقان سے دیکھنے والے ۵ نورِ احسان سے دیکھنے والے ۶ نورِ عرفان سے دیکھنے والے

۷ : نورِ عیان سے دیکھنے والے ۸ نورِ عین سے دیکھنے والے۔

ان میں سے جو بھی اپنی نظر کے مطابق دیکھتا ہے تو اس کی بصیرت پر سورج طلوع کرتا ہے اور اس کے دل سے بادل ہٹ جاتے ہیں۔

حدیث شریف : میں ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن تمہیں بیماری اور اس کا علاج بتاتا ہے تمہاری بیماریاں گناہ ہیں ان کا دوا استغفار ہے سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ اس کا علاج توحید ہے اور یہ بھی کئی مراتب رکھتی ہے (۱) افعال (۲) صفات (۳) فنا پہلے مرتبہ کا آیت۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون میں اشارہ ہے کہ توکل توحید کا نتیجہ ہے اور توکل کا معنی ہے جمیع امور اپنے مالک کی طرف کرنا اور اس کی وکالت (کفالت) پر بھروسہ کرنا۔ اور دوسرے مرتبہ کی طرف آیت یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ میں اشارہ ہے کیوں کہ رضا اس کے ارادہ ازلیہ کا نام ہے اسمیں اعتراض کا ترک اور جو قضاء کا حکم ہے اس سے سرورِ قلبی کا ہونا ہے اور یہی توحید صفات کا ثمرہ ہے اسی مقام کے لئے حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ قدرت اپنے احکام جاری کرنے کے لئے مقراض سے تجھے ٹکڑے کرے اور تو خاموشی سے اسے قبول کرتا جائے تیسرے مرتبہ کی طرف کل شئی ھالک الا وجھہ میں اشارہ ہے۔

حکایت : حضرت ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مرید حج کو گیا تو اس کی حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے فرمایا تمہارے پیر صاحب کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا سبحان اللہ بہت خوب ہیں ہمیں فرمایا کرتے ہیں اگر آسمان وزمین لوہا ہو جائیں (یعنی بیکار ہو جائیں اور ان سے رزق کے حصول کی امید ختم ہو جائے) تب بھی مجھے رزق کی کوئی فکر نہیں (کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ کریمہ ہے تو پھر شک کاہے کا۔) اس بات کو حضرت بایزید قدس سرہ نے غیر مستحسن دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے پیر صاحب کی توحید میں خامی ہے اس لئے کہ وہ اس قول سے فنائے افعال تو کر رہے ہیں لیکن اس سے صفات وذات کی فنا نہ ہوئی اور فرمایا جس زمین پر وہ ہے۔ وہ زمین کیسے قائم ہے جس میں ایسا مزور عقیدہ والا انسان موجود ہے۔ حضرت ابوتراب بخشی کا مرید واپس لوٹا اور حضرت بایزید کا

ملاقات کا حال سنایا تو ابوتراب نے فرمایا ان کی خدمت میں واپس جاکر پوچھو کہ آپ کس حال میں ہیں مرید نے واپس لوٹ کر مذکورہ بالا سوال کیا تو آپ نے ایک رقعہ لکھا اس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بایزید نیست (بایزید نہیں ہے) جب یہ رقعہ حضرت ابوتراب کو پہنچا تو اس وقت آپ پر نزع طاری تھی یہ رقعہ پڑھ کرکہ أمنت باللہ میں اللہ پر ایمان لایا یہ کہہ کر فوت ہوگئے حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا ؎

ہیچ بغضے نیست درجانم ز تو
زانکہ این را من نمی دانم ز تو
آلت حقی تو فاعل دست حق
چوں زنم بر آلت حق طعن و دق

ترجمہ (۱): تجھ سے میری جان میں کوئی بغض نہیں بلکہ میں تو تیرے لئے یہ تصور تک بھی نہیں کرسکتا۔
(۲): تو آلۂ حق اور فاعل دست حق ہے پھر میں آلۂ حق پہ کیسے طعن وتشنیع کروں۔

نیز فرمایا ؎

آدمی را کہ رسد اثبات تو
بخود معروف وعارف ذات تو

ترجمہ: آدمی سے تیرا اثبات کیسے ہو تو خود معروف اور اپنی ذات کا تو خود عارف ہے۔

سبق: آیاتِ قرآنیہ اور بصائر نورانیہ سے انتفاع پر التزام کرو تاکہ علمائے ربانین سے ہو جاؤ۔

فائدہ: بعض اکابر علمائے کرام نے فرمایا کہ علماء چار قسم ہے۔

(۱) جسے اللہ تعالیٰ سے جو حظ نصیب ہو وہ اللہ کی ذات ہو یہ مقام سرّ وحقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو

(۲) اللہ تعالیٰ سے جو اسے حظ نصیب ہو وہ علم اور معرفت باللہ ہو، یہ مقام روح ومعرفت ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے اُسے جو حظ نصیب ہو وہ علم سیر الی اللہ ہو یہ مقام نفس وطریقت ہے

(۴) اللہ تعالیٰ سے جو اسے حظ نصیب ہو وہ علم سیر الی الآخرۃ ہو یہ مقام طبیعت وشریعت ہے کیوں کہ اعمال صالحہ سے ہی سیر اخروی نصیب ہوتی ہے۔ ان چاروں سے اعلیٰ وافضل پہلا ہے۔

حکایت بعض اکابر نے فرمایا کہ میں نے بایزید بسطامی قدس سرہ کو نماز عشاء کے بعد صبح تک مسجد میں بیٹھا دیکھا میں نے اس سے پوچھا بتاؤ آپ نے کیا دیکھا۔ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے

تمام عجائبات دکھائے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا سب سے کونسی شے عجیب تر چاہیے میں نے کہا تیرے سوا مجھے اور کوئی شے عجیب نہیں چاہیئے کیوں کہ تجھ سے کوئی پانی پر چلنا مانگتا ہے۔ کوئی اور کرامت لیکن میں تجھی سے تجھے مانگتا ہوں میں نے کہا آپ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اسکی معرفت مانگیئے فرمایا یہ بالکل غلط ہے کہ اس سے اس کی معرفت کا سوال کیا جائے لیکن وہ ایسی ذات منزہ ہے کہ اسے وہ خود ہی پہنچائے اور بس۔

فائدہ : بعض مشائخ نے فرمایا کہ مقام معرفت سے مقام توحید بلند تر ہے۔

حکایت دو فقراء آپس میں ملے اور چند لمحات کلمات عرفانیہ پر گفتگو کرتے رہے۔ فراغت کے بعد ایک نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔ آج کی صحبت میں مجھے معارف کے وہ موتی نصیب ہوئے جو پہلے کبھی نصیب نہ ہوئے تھے دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی نہ ہو کیوں کہ تیرے سے مشغولی کیوجہ سے عین مقام توحید سے مقام معرفت میں لوٹ آیا۔

فائدہ : یاد رہے کہ جب معرفت کی تکمیل ہوجاتی ہے تو پھر شہود و فنا و سکون نصیب ہوتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱۔ اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز
کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد

۲۔ این مدعیان در طلبش بے خبر انند
کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ترجمہ
۱۔ اے مرغ سحر عشق پروانہ سے سیکھ جس کی جان چلی گئی لیکن اس کی آواز نہ آئی۔
۲۔ یہ مدعی اس کی طلب میں بے خبر ہیں جسے اس کی خبر ہوئی اس کی خبر پھر نہیں آئی۔

نیز فرمایا ؎

گر کسے وصفت روز من پرسد
بے دل از بے نشان چہ گوید باز
عاشقاں کشتگان معشوقند
بر نیاید ز کشتگان آواز۔

ترجمہ : ۱۔ اگر اس کی وصف مجھ سے کوئی پوچھے تو بے دل بے نشان سے کیا کہہ سکتا ہے۔
۲۔ عشاق معشوق کے ذبح کئے ہوئے ہیں۔ ذبح کئے ہوئے سے آواز نہیں آتی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں مراتب کے جامعین اور اعلیٰ مطالب کے اصلین سے بنائے وہی ملک الوجود ہے اسی کا کرم وفیض وجود ہے اور وہی حقیقتہً فنا وسجود کی رہبری کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ ام حسب الذین اجترحوا السیات (کیا وہ لوگ کہ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا) ام منقطعہ اور اس میں بل کا معنیٰ ہے اور یہ ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیلئے ہے اور ہمزہ انکار کے لئے ہے کہ اس سے حسبان کا انکار بطریق انکار واقع کے اور اس سے استقباح و توبیخ مراد ہے یہ انکار الوقوع کے طریق سے نہیں اور نہ ہی اس کی نفی مطلوب ہے،

حل لغات اجتراح بمعنی اکتساب ہے اسی سے جوارح ہے بمعنی اعضاء کیوں کہ وہ کام کرتے ہیں المفردات میں فرمایا گیا ہے کہ شکاری کتے اور شیر اور پرندوں کو جارحہ کہا جاتا ہے اس کی جمع جوارح ہے اس لئے کہ وہ شکار کو زخمی کرتے ہیں یا اس لئے کہ وہ شکار کا کام کرتے ہیں اور اعضاء کاسبہ کو جوارح ان دو معنوں میں تشبیہ کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئے یہاں پر سیأت سے کفر و معاصی مراد ہیں۔

ان نجعلھم ہم انہیں بنا دیں حکم و اعتبار میں یہاں بُرا حال مراد ہے اجترحوا السیات اپنے معمول وغیرہ سے مل کر محلاً حسب کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ کالذین آمنوا وعملوا الصالحات ان کی طرح جو مومن اور اچھے عمل کرتے ہیں یعنی انہیں اچھے عمل والوں کی طرح بنائیں یعنی ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو نیک اعمال والوں کو بزرگی اور رفع درجات ہوگی اور کاف جعل کا (محلاً) مفعول ثانی ہے۔ سواء محیاھم ومماتھم سواء کی ضمیر اور الذین سے بیک وقت دونوں سے حال ہے۔ لیکن سواء بمعنی المستوی ہے اور محیاھم ومماتہم بر فاعلیت مرفوع ہیں۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا انہیں گمان ہے کہ ہم انہیں ان کی طرح بنا دیں گے ہرگز نہیں۔ درانحالیکہ یہ دونوں موت وحیات میں برابر ہوں یہ نہیں ہو سکا ان دونوں کو آپس میں کسی معاملہ میں بھی برابری نہیں کیوں کہ مسلمان ایمان و طاعت سے مشرف ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد رحمت الٰہی اور اسکی رضا و خوشنودی میں ہوگا۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اصحاب صفہ کو مسجد میں دیکھا تو فرمایا تمہاری زندگی زندگی ہی ہے اور موت بھی موت ہے۔

اور دوسرے یعنی کفار نے زندگی گزاری تو کفر و معاصی کی ذلت میں اور مرنے کے بعد دائمی عذاب اور لعنت خداوندی میں۔ ع

گل و خار و گِل و گوہر نہ برابر باشد

گل اور خار اور مٹی اور گوہر برابر نہیں۔

فائدہ: کفارِ قریش کہا کرتے کہ ہم آخرت میں اہلِ ایمان سے اچھے حال میں ہوں گے۔ بالفرض اگر ہم وقوعِ قیامت کو تسلیم کریں یہ ایسے ہے جیسے کہا کرتے "ہم تمہارے مال و اولاد کے لحاظ سے زیادہ ہیں اسی لئے ہمیں آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔ کیوں کہ جو دنیا میں معزز ہے وہ آخرت میں بھی معزز ہوگا۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اس کا انکار ہے کہ (ایمان والے اور کافر) موت میں برابر نہیں جیسے حیات میں برابر تھے اس لئے کہ حیات میں نیک اور بُرا رزق وصحت کے قانون میں برابر تھے لیکن مرنے میں مختلف ہوں گے۔ ساء ما یحکمون بُرا ہے وہ جو فیصلہ کر رہے ہیں یعنی ان کا فیصلہ بُرا ہے یہ اسوقت ہے جب ما مصدریہ ہو اور فعل میں ان کے حکم کے تبع کی خبر ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بُری شے ہے جس کا وہ فیصلہ کر رہے ہیں یہ اس وقت ہے جب ساء بمعنی بئس اور ما نکرہ موصوفہ ہو بمعنی شئ اور فعل انشاء ذم کے لئے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ حکم جس کا یہ لوگ فیصلہ کر رہے ہیں بُرا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ توحید وشرک کا نتیجہ (انجام) برابر ہوگا۔ ؎

نیست یکساں مائے زہر آمیز باآب حیات

وہ پانی جس میں زہر ہو وہ آبِ حیات کے برابر نہیں۔

حکایت حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (صحابی) ایک رات مقام (ابراہیم شریف) کے نزدیک نوافل پڑھ رہے تھے تو آپ کے کان میں اسی آیت کی آواز آئی تو رونے شروع ہوئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حکایت حضرت فضیل رحمہ اللہ (ولی اللہ) کو یہ آیت سنائی گئی تو اسے بار بار پڑھ کر روتے اور کہتے اے فضیل نامعلوم تو ان دونوں میں سے کس گروہ میں ہے بطال اس امید پر نہ ہو کہ اسے عملِ صالح کرنے والا مقام نصیب ہوگا۔ ایسے ہی بزدل کو بہادر کا مقام نہیں ملتا؛ ورنہ ہی جاہل عالم کا ہم مرتبہ ہو سکتا ہے، اور نیند والے کو عبادت گزار قائم کا ثواب مل سکتا ہے۔

فائدہ: ہر ان کو اپنی محنت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا جتنا محنت زیادہ اتنا ثواب زیادہ جتنا محنت کم اتنا اجر و ثواب کم۔

بوڑھوں کو اعلانِ خداوندی سابقہ کتب میں لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا منادی روزانہ اعلان کرتا ہے کہ اے پچاس سال والو تمہاری کھیتی پک گئی ہے اب اس کے کاٹنے کا وقت

آ گیا ہے اے ساٹھ والو حساب کی طرف آؤ۔ اے اسّی سال والو اب تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

سبق۔ کاش انسانی مخلوق پیدا نہ ہوتی اگر ہوتی تو اسے معلوم ہوتا کہ وہ کس لئے پیدا ہوئی انہیں بیٹھ کر انہیں اعمال صالحہ کی نصیحت کرو اور بتاؤ کہ قیامت آئے گی اس کے لئے ڈرتے رہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو جس سال میں اس نے فوت ہونا ہے اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو سیدھے راستے کی رہبری کرتا ہے اور اس کے لئے نیکی کا راستہ آسان فرماتا ہے۔ جب اس پر موت آتی ہے اور ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ نفس مطمئنہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضامندی و خوشنودی کی طرف چل ایسا بندہ اپنے رب تعالیٰ کے لقاء کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لقاء کو پسند فرماتا ہے اور جب کسی بندے کے لئے شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت والے سال اس کے ہاں شیطان کو بھیجتا ہے تو وہ اسے گمراہ کرتا ہے جب اس کو موت آتی ہے اور ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے نفس خبیثہ اللہ تعالیٰ کے غصہ و غضب کی طرف چل۔ اس کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے لقاء کو مبغوض رکھتا ہے اور بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے لقاء سے بغض محسوس کرتا ہے۔

رُوحانی نسخے صوفیہ کرام نے فرمایا کہ جس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ وہ گناہ کی ذلت و خواری سے بچ جائے اور اطاعت کی عزت میں آجائے تو اسے تنہائی محبوب بنا دیتا ہے اور قناعت کے ساتھ غنی کر دیتا ہے اور اپنے نفس کے عیوب کی طرف دیکھنے کی توفیق بخشتا ہے جسے ایسی دولت نصیب ہوا سے دنیا و آخرت نصیب ہو گئی یاد رہے کہ جیسے مطیع و فاسق میں فرق ہے ایسے ہی مطیع و عطیع میں بھی فرق ہے اور یہ فرق نیات اور اطاعت کی کمی و بیشی کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ نیات و اطاعت سے ہی مقامات و درجات بلند ہوتے ہیں اسی لئے بعض اہل جنت ایک دوسرے کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے ہمیں دنیا میں چمکدار ستارے نظر آتے ہیں۔

اعمال صالحہ کی برکات

حدیث ۱ ؛ حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) فرمائی ان میں ایک راہ خدا میں شہید ہو گیا دوسرا بھی ایک جمعہ کے بعد یا اس سے کم و بیش دنوں میں فوت ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ ہوئی فراغت کے بعد آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم نے اس کے لئے کیا کہا عرض کی ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کی مغفرت فرمادے اور اس پر رحم فرمائے

اور اسے اپنے ساتھی سے ملائے آپ نے فرمایا کہ تو اس کا وہ عمل اور نماز کہاں جائیں گے جو اس نے اس کے فوت ہونے کے بعد کئے یا فرمایا وہ روزے جو اس نے اس کے بعد رکھے اس لئے کہ ان کے ان اعمال کی وجہ سے آپس میں اتنا فاصلہ ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان۔

حدیث ۲: بعض اخبار میں وارد ہے کہ مردے اعمال صالحہ کے انقطاع سے حسرت کرتے ہیں یہاں تک کہ السلام علیکم کے جواب نہ دینے کے ثواب کی محرومی پر بھی افسوس کرتے ہیں۔

سبق: سمجھ دار کو چاہیے کہ وہ عمل صالح کے فوت ہونے سے اور فراق جدائی کے درد سے ڈرے (۱) فوت ہوئے اعمال کا ڈر یہ کہ کل قبروں سے جب بندے اٹھیں گے تو بعض بندگان خدا کیلئے بہترین سواریاں اور اعلیٰ انوار ہوں گے۔ ان کا مقربین لوگ استقبال کریں گے۔ نیکی سے محروم لوگ ایسی حالت کو دیکھ کر افسوس کے ہاتھ ملیں گے اور فراق و جدائی کا درد یہ کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایک جگہ پر جمع کرے گا تو ایک فرشتے کو حکم ہوگا کہ وہ ندا دے کہ اے لوگو۔ آج ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ کہ آج متقیوں کو کامیابی ہے یہ ایسے ہے جیسے فرمایا وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ اے مجرمو آج علیحدہ ہو جاؤ اس وقت بیٹا ماں باپ سے زوج سے زوجہ محبوب محبوب سے جدا کیا جائے گا ان میں متقی کو سنگار کر کے نعمتوں کے باغات میں لایا جائے گا اور فاسق کو زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ کے عذاب میں کھینچا جائے گا۔

حکایت: ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے ابو اسحاق شیخ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی قدس سرہٗ کو خواب میں ان کے وصال کے بعد دیکھا کہ ان پر سفید لباس ہے اور سر پہ تاج ہے۔ میں نے پوچھا یہ سفید لباس کیوں فرمایا طاعات کی شرافت ہے۔ میں نے پوچھا تاج فرمایا یہ علمی اعزاز ہے

نسخہ روحانی: حضرت ابوبکر وراق قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے چار چیزیں طلب کیں تو وہ چار چیزوں میں ملیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا طاعت میں

(۲) معاش کی وسعت نماز نوافل اشراق میں

(۳) دین کی سلامتی حفظ لسان میں

(۴) نور قلبی رات کی نماز میں۔

سبق: فوت وقت سے پہلے چیز کو حاصل کرلے کیوں کہ وقت تلوار قاطع ہے۔

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔

۱: سر از جیب غفلت بر آور کنون
که فردا نماند بخجلت نگون

۲: قیامت که نیکان باعلیٰ رسند
ز قعر ثری بر ثریا رسند

۳: ترا خود بماند سر از ننگ پیش
که گردت بر آید عملہائے خویش

۴: برادر ز کار بدان شرم دار
کہ در روئے نیکاں شوی شرمسار

ترجمہ: ۱: ابھی غفلت کے گریبان سے سر باہر لا۔ تاکہ کل رسوائی سے سر نیچے نہ ہو
۲: قیامت میں کہ نیکوں کو اونچا لے جائیں گے ثری کے گڑھے سے ثریا تک پہنچائیں گے۔
۳: تیرا رسوائی سے سر اونچا نہ ہوگا اس لئے کہ تیرے اعمال کئے ہوئے ہیں یہ ان کی جزا ہے۔
۴: اے برادر برے کاموں سے شرم کر۔ تاکہ نیکوں کے سامنے تجھے شرمساری نہ ہو۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ
هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ
عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ○ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ
وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ
عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

يَجْمَعُكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور اس لیے کہ ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اُسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں تو وہ نرے گمان دوڑاتے ہیں۔ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو بس ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ تم اگر سچے ہو۔ تم فرماؤ اللہ تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کرے گا۔ قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

تفسیر عالمانہ

وخلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین حق کی وجہ سے پیدا فرمائے تاکہ حق اور اس کی حقیقت کا ظہور ہو ساتھ امر ایجادی اور تجلی الہی الاحدی کے ذرات عالم میں سے کوئی ذرہ نہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا جلوہ نہ ہو لیکن اس کا صرف اہل شہود ہی مشاہدہ کرتے ہیں اسی حق و وجود کے ظہور کے وقت باطل عدم مٹ جاتا ہے اس راز پر گھومتا ہے باری تعالیٰ کا قول ثم استوىٰ على العرش اللہ تعالیٰ کی ذات استواء سے بلند و بالا ہے جیسے ظالم[1] لوگ کہتے ہیں۔

ولتجزیٰ کل نفس بما کسبت اور تاکہ ہر نفس جزا دیا جائے اس کا جو اس نے کمایا خیر و شر سے "اس کا" "بالحق" پر عطف ہے کیوں کہ اس میں تعلیل کا معنیٰ ہے اس لئے کہ باء سببیہ کی ہے۔ یاد رہے کہ خلق عالم کی ایک حکمت اعمال کی جزاء ہے کیوں کہ اگر جزا و سزا نہ ہو جیسے کافروں کا عقیدہ ہے تو پھر مطیع و عاصی برابر ہوں گے اور جزاء طاعت و معصیت پر مرتب ہوتی ہے

[1] جنہیں صاحب روح البیان قدس سرہ اپنے دور میں ظالم کہہ رہے ہیں ان ظالموں کا نام ہمارے دور میں وہابی غیر مقلد ہے کیونکہ انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اویسی غفرلہ

اور وہ وجود عالم پر موقوف ہے اس لئے کہ تکلیف (مکلف ہونا) اسی دار دنیا میں ہی حاصل ہو سکتی ہے اس کی تحقیق و تفصیل وماخلقنا السموٰت (الآیۃ) کے تحت سورۂ دخان میں گزر چکی ہے۔ (وَھُم) اور وہ نفوس (اس پر کل نفس دلالت کرتا ہے) "لایظلمون" ظلم نہیں کئے جائیں گے یعنی محسنین (نیکی والوں) کی نیکی میں کمی نہیں کی جائے گی اور بُرے کی بُرائی میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ ہر ایک کو اپنے عمل کے مطابق جزا دی جائیگی۔

(سوال) اللہ تعالیٰ پر ظلم کا اطلاق نہیں ہوتا جیسا کہ اہل سنت کا قاعدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسے نقائص سے منزہ اور پاک ہے تو پھر یہاں اس کا اطلاق کیوں؟

(جواب) اللہ تعالیٰ سے اسکی نفی مطلوب ہے تو بحیثیت نفی کے یونہی اطلاق ہوا ہے اگرچہ اس سے ظلم محال ہے لیکن یہاں بھی نفی ظلم صرف اطلاق تک محدود ہے۔ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جزاء میں تسویہ سفہ ہے

(جواب) اللہ تعالیٰ نے عالم کو حق کی وجہ سے پیدا فرمایا تاکہ مطیع و عاصی کے درمیان امتیاز ہو اور یہ بیوقوفی کیوں کہ اعمال کی جزاء اعمال کے موافق ضروری ہے یہ اس کا عدل و فضل ہے نہ کہ جہل وغیرہ۔

سبق سالک پر لازم ہے کہ وہ اعمال صالحہ کے لئے عجلت کرے بالخصوص توحید و ذکر الٰہی میں کیوں کہ خلق ثقلین سے اسی طرح معرفت مقصود حاصل ہوتی ہے۔

حدیث شریف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفت کی فضیلت کے اظہار کے لئے فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا "ای الاعمال افضل" کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا "العلم باللہ" معرفت الٰہی۔ لیکن معرفت معرفت میں فرق ہے۔

حکایت سلطان محمود غزنوی قدس سرہ کو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے مزار کے محافظ نے فرمایا کہ ابوجہل نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیم ابی طالب و عبدالمطلب کی حیثیت سے دیکھا اگر وہ رسول اللہ وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے دیکھتا تو آپ کو پہچان لیتا اور آپ پر ایمان لاتا۔

سبق عبادت میں خلوص ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں عبادت کرتا ہے وہ بلند مرتبہ پاتا ہے اس میں اور جو صرف عذاب کے خوف سے عبادت کرتا ہے میں فرق ہے۔

حکایت محمدی یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار نے چالیس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اسرائیلی نے چارسو سال عبادت کی لیکن چالیس سال والے محمدی کو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ اسرائیلی عرض کرے گا یا الٰہ العالمین تو عادل ہے اور یہاں عدل و انصاف کہاں گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسرائیلی عذاب سے ڈر کر عبادت کرتے تھے لیکن امتی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف میری

رضا کے لئے عبادت کرتے تھے۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱۔ چیست اخلاص آنکہ کسب وعمل
پاک سازی زشوب نفس و دغل

۲۔ نہ درآں صاحب غرض باشی
نہ ازاں طالب عوض باشی

۳۔ کیسہ خود از وبپرداز ی!
سایۂ خود بر و نیند ازی

ترجمہ: ۱: اخلاص کیا ہے وہ یہ کہ عمل اور نیکی کو نفس اور مکر سے صاف کر
۲: نہ اس میں صاحب غرض ہو نہ اس سے عوض کا طالب ہو۔
۳: اس کے لئے کیسہ خالی کردے پھر اس پر اپنے سایہ کو بھی نہ آنے دے۔

تفسیر عالمانہ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنایا ہے اس سے وہ مراد ہے جسے نفس خبیث خواہشات کا دلوانہ بنادے۔

نکتہ: شعبی نے فرمایا کہ ھوٰی (خواہش) کو اس لئے ہوئی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے چاہنے والے کو جہنم میں دھکیلتی ہے

سبق اس میں اس سے تعجب کا اظہار ہے جو اتباع ھدیٰ کا ترک کر کے اتباع ھوٰی (خواہش) کرتا ہے یہاں تک کہ گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔

فائدہ: اس میں استعارۃ تمثیلیہ ہے یا حرف تشبیہ کا محذوف ہے گویا اس کا اصل کالہٰہ تھا یعنی کیا تم نے اسے بغور دیکھا ہے ایسا جملہ تعجب کا مقتضی ہے اس آیت کی تحقیق سورہ فرقان میں گزرچکی ہے۔

تفسیر صوفیانہ اس میں اشارہ ہے کہ جو بھی مشاہدہ کے مراتب کے علاوہ کسی گھٹیا مرتبہ کی اتباع کرتا ہے وہ ہی خواہش کا متبع ہے گویا اس نے مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی عبادت کی ہے۔

حدیث شریف: آسمان کے سایہ تلے سب سے مبغوض ترین وہ شے ہے جو غیر اللہ کے سوا عبادت

کی جاتی ہے وہ خواہش نفسانی ہے کسی شاعر نے اس کی ترجمانی کی ہے ؎

نون الهوان من الهوى مسروقة

فاسير كل هوى اسير هوان

ترجمہ: ہوان (ذلت) کا نون ہویٰ (خواہش نفسانی) سے چرایا ہوا ہے جو خواہش کا قیدی ہے اسے ذلت کا قیدی سمجھو۔

کسی دوسرے شاعر نے فرمایا ؎

فاعص هوى النفس ولا ترضها

انك ان اسخطتها زانكا

حتى من تطلب مرضاتها

وانما تطلب عداً وبكا

ترجمہ: خواہش نفسانی کی نافرمانی کر اور اسے خوش نہ کر اسی لئے اگر تو اسے ناراض کرے گا تو وہ تجھے زینت دے گی تو جو اسکی خوشنودی طلب کرتا ہے تو سمجھ لے کہ تو اپنی دشمنی خود طلب کر رہا ہے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

ہیچ اذی بر راہ خلق

نیست بدتر ز نفس بدفرما

ترجمہ: مخلوق کی کوئی ایذا اچھی نہیں نفس سے بدتر۔ اسے بد سمجھ۔

تفسیر عالمانہ

واضلہ اللہ (اور اسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا)۔ یعنی اسے رسوا کیا یہ اس کا عدل ہے۔ "علی علم" یہ فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ اس کی گمراہی اور فطرۃ اصلیہ سے اس کی تبدیلی کو جانتا ہے اور اسے معقول سے حاصل بنانا بھی ممکن ہے اب معنی یہ ہوا کہ گمراہ کا ہدایت کو جاننے کے باوجود عناداً گمراہ ہوا کیوں کہ جب اس کے پاس حق آیا تو جانے پہچاننے کے باوجود اسلس نے کفر کیا۔ اب یہ آیت فما اختلفوا الا من بعد ما جاءهم العلم (انہوں نے نہیں اختلاف کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے ہاں علم آیا) کی طرح ہے۔ وختم على سمعه اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کانوں پر مہر لگائی ہے۔ اسی لیے اب نہ اس پر مواعظ اثر انداز ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ حق کو سنتا ہے۔ "وقلبه" اور اس کی قلب پر یہی وجہ ہے کہ

وہ اب نہ آیات میں تفکر کرتا ہے اور نہ ہی ڈرانے والے کی باتوں سے سوچ بچار کرتا ہے اور نہ ہی حق کو سمجھتا ہے ۔ وجعل علی بصرہ غشاوۃ اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہے ایسا پردہ جو دیکھنے اور عبرت پکڑنے سے مانع ہے ۔ الغشاوۃ وہ شے جو آنکھ کو دیکھنے اور ادراک سے ڈھانپے اور چھپائے اس کا نکرہ ہونا تنویع وتعظیم کے لئے ہے ۔

فائدہ : بعض مشائخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے کانوں پر مہر لگائی تو وہ اس کے خطاب کے سماع سے محروم ہوگیا اور اس کے قلب پر مہر لگائی تو اس کے خطاب کے فہم سے محروم ہو گیا اور اس کی آنکھوں پر مہر لگائی تو آثار قدرت کے مشاہدہ سے محروم ہو گیا یہاں تک کہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی صفت میں کیا ہے اسی لئے وہ حق کو نہیں دیکھ سکتا ۔ فمن یھدیہ تو پھر اسے کون ہدایت دے ۔ من بعد اللہ اللہ تعالیٰ کے بعد یعنی اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد جب کہ اسے اندھے ہونے یعنی گمراہ ہونے کے موجبات پائے گئے اور وہ گمراہی کے انتہاء کو پہنچ چکا یعنی ایسے آدمی کو ہدایت دینے کی کسی کو قدرت نہیں ۔ افلا تذکرون تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ۔ یعنی اے لوگو کیا تم ایسی باتوں کو ملاحظہ کرکے نصیحت نہیں پاتے اور غور وفکر نہیں کرتے تو پھر جانو کہ ہدایت کا مالک صرف وہی ہے یا معنی یہ ہے کہ تو کیا تم نصیحت نہیں پاتے اور متنبہ نہیں ہوتے ۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں فلاسفہ ۔ دہریہ (کیمونسٹ) وطبائعیہ کی طرف اشارہ ہے اور ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اتباع حق کے راستہ پر نہیں چلتے اور قانون شریعت پر ارباب طریقت کے آداب پر احکام ریاضت پورے نہیں کرتے اور نہ ہی خواہشات سے کلی طور فارغ رہتے ہیں اور نہ ہی حق کا اتباع کرتے ہیں اور نہ امام مقتدا کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ امام مقتدی جو راہ ہدایت میں مشہور ہیں اور وہی اہل وصال وصول ہیں ایسے لوگ ائمہ کفر وضلال کی اقتداء کرتے اور شبہات عقلیہ سے اور براہین قطعیہ میں گمان کرکے ان کے نشانات کے پیچھے چلتے ہیں ایسے لوگ شیطان کے جنگل میں پھنستے ہیں پھر شیطان اسے خواہشات کی باگ سے پکڑ لیتا ہے اور اسے خواہشات کے جنگل میں لے جاکر ہلاک وتباہ کر دیتا ہے بہت سے بدبخت ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں شیطان ریاضت کی طرف بلاتا ہے اور اس سے ترک شہوات بھی کرتا ہے اور یہ اس کی صفائی عقل کی وجہ سے ہوتا ہے اور کفر سے سلامتی سے بھی لیکن پھر اسے آرزو ڈالتا ہے کہ اپنے عقل کے زور سے حقائق کو حاصل کرے اس طرح سے ایسے عقل کے بندے کو شیطان تباہ وبرباد کرتا ہے کہ اسے شبہات کی تاریکیوں میں لے جاتا ہے پھر اسے مکمل طور گمراہ کر لیتا ہے بلکہ گمراہی کے

انتہائی گڑھے میں اسے پھینک دیتا ہے ایسا شخص نفع کے بجائے خسران پاتا اور رجحان کے بجائے نقصان میں ہوتا ہے ایسے لوگ دور کی گمراہی میں ہوتے ہیں وہ عمل تو کرتے ہیں لیکن نفوس کی خوشی میں اور ان کی باگ ان کی خواہش نفسانی کے ہاتھ میں ہوتی ہے یہی لوگ اہلِ مکر ہیں انہیں مہلت ملتی ہے لیکن وہ اپنی گمراہی سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا
کیں ہوا شد صرصرے مرعاد را

(۲) خلق در زندان نشستہ از ہواست
روح مرادر غیب خود اشکنجہاست

(۳) لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست

(۴) چوں رسیدی بینی اشکنج و دمار
زانکہ ضد از ضد گردد آشکارا

(۵) چوں رہا کردی ہوی از بیم حق
در رسد سفراق از تسنیم حق

ترجمہ: ۱: اللہ کی رسی کیا ہے خواہشات سے نجات پانا خواہشات ہی عاد کے لئے آندھی بن گئی تھی۔
۲: قیدی قید میں خواہشات سے ہیں روح کے غیب میں بہت شکنجے ہیں۔
۳: لیکن جب تک نجات نہ پائے گا شکنجہ چھپا رہے گا
۴: جب شکنجے سے نجات پائے گا تب شکنجہ اور ہلاکت نظر آئے گی اس لئے کہ ضد سے اس کی ضد ظاہر ہوتی ہے۔
۵: جب خواہشات سے خوف حق سے نجات پائے گا۔ تو خوش نصیب ہوگی تسنیم حق سے۔

تفسیر عالمانہ وقالوا منکرین بعث و نشر نہایت گمراہی سے کہتے ہیں ان سے کفار قریش اور کفار عرب مراد ہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ یہ ان زندیقوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ لوگ تو گھاس کی طرح ہیں۔ ماھی نہیں ہے حیاۃ "الاحیاتنا الدنیا"، مگر ہماری حیاۃ دنیوی کہ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں "نموت ونحیا" ہم مرتے اور جیتے ہیں یعنی اس میں ہماری حیاۃ و موت ہے

اور بس اس کے سوا اور کوئی حیات نہیں۔

فائدہ نحیا کی نموت سے تاخیر رعایت فاصلہ کی وجہ سے ہے اور اس لئے کہ واو مطلق جمع کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے تناسخ مراد لیتے کیوں کہ بت پرستوں کے اکثر کا تناسخ کا عقیدہ تھا۔ تناسخ یہ ہے کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہوتی ہے وہ دنیا میں ظاہر ہو تاکہ دوسرے جسم میں کام کرے۔

فائدہ : شاکونی جو اس کے گمان میں ایک پیغمبر تھا اس سے نقل کرتے وہ کہتا کہ میں دنیا میں ایک ہزار سات سو اجسام میں منتقل ہو چکا ہوں۔

فائدہ : امام راغب رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تناسخ کی ایک قوم قائل تھی جن کا عقیدہ بعث و نشر سے انکار تھا اسی لئے وہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا السلام کے منکر ہو کر کہتے کہ ارواح اجسام سے ہمیشہ منتقل ہوتی رہتی ہیں یعنی کبھی اس جسم میں تو کبھی دوسرے جسم میں۔

فائدہ : التعریفات میں ہے کہ تناسخ یہ ہے کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں منتقل ہو بغیر خلل زمانہ کے درمیان دو تعلقوں کے اس لئے کہ روح کو جسم سے ایک دوسرے کے ساتھ تعشق ذاتی ہے۔ وما یهلکنا الا الدهر اور ہمیں دہر ہی ہلاک کرتا ہے یعنی زمانہ کا گزرنا اور یہ مدار عالم سے اس کے ختم ہونے تک ہوتا رہے گا۔ اس سے ان کی مراد بڑی مدت ہے ورنہ زمانہ کا اطلاق مدت قلیلہ و کثیرہ پر ہوتا ہے"۔

تحقیق دہر

القاموس میں ہے کہ دہر زمانہ طویل اور دراز مدت کا نام ہے اور ایک ہزار سال کو بھی دہر کہتے ہیں اور بعض صوفیہ کے نزدیک دائمی آن یعنی حضرت الٰہیہ کا امتداد یعنی زمانہ کا باطن اسی سے ہی ازل و ابد متجدد ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ موثر نفوس کے کرنے میں ہی رات اور دن کا آنا جانا ہے یہ ملک الموت کے قائل نہیں اولاً نہ امر الٰہی سے اس کے روح قبض کرنے کے قائل ہیں اور یہ حوادث کو دہر اور زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اسی لئے اسے گالی دیتے اور اس کی مذمت اور شکایت کرتے ہیں جیسا کہ ان کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دہر کو گالی دینے سے روکا ہے۔ چنانچہ فرمایا: لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر دہر کو گالی مت دو اس لئے کہ دہر تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیوں کہ حوادث اللہ تعالیٰ لاتا ہے نہ کہ دہر۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دہور کا متقلب و معرف اللہ تعالیٰ ہے دہور کو کسی کام اور امر کا اختیار اور دخل نہیں ؎

دہر ترا دہر پناہ ہے ترا
حکم ترا زیبد و شاہی ترا

۲ ۔ دور زمان کار ساز د بخود
چرخ فلک بر نفراز د بخود

۳ ۔ این ہمہ فرمان ترا بندہ
در رہ امر تو شتابندہ

ترجمہ ۱ ۔ سارا دہر تیری پناہ میں ہے حکم تجھے زیب دیتا ہے اور شاہی بھی تیری ہے ۔
۲ ۔ دور زمانہ از خود کوئی کام نہیں کرتا نہ ہی چرخ فلک از خود اونچا ہوتا ہے
۳ ۔ یہ سب تیرے فرمان کے بندے ہیں تیرے حکم پر دوڑ رہے ہیں ۔

کسی اور نے فرمایا ؂

۱ ۔ لاتلم الدھر علی غدرہ
فانہ مامور امر قد ینتھی الدھر الی امرہ

۲ ۔ کم کافر اموالہ جمۃ
یزداد افعاما علی کفرہ

۳ ۔ و مومن لیس لہ درھم
یزداد ایمانا علی فقرہ

ترجمہ : ۱ : دہر کو اسکی ضرر رسانی پر ملامت کر کیونکہ وہ دہر اپنی قدرت کلیہ نہیں کر رہا وہ تو کسی آمر کا مامور ہے اور دہر بھی اس کے حکم سے کام سرانجام دیتا ہے ۔
۲ ۔ کتنا کافر ہیں کہ ان کا تمام مال ان کا منہ کالا کر رہا ہے اور مومن کے پاس درم نہیں لیکن وہ اپنے فقر سے ایمان میں بڑھ رہا ہے

شرح الحدیث المفردات میں ہے کہ لاتسبوا الدھر الخ کا معنی یہ ہے جو کچھ خروش اور خوش وغمی کی نسبت دہر کی طرف کی جاتی ہے اس کا فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے جب تم اسے گالی دیتے ہو جو ان امور کا فاعل ہے تو گویا تم اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہو ۔ بعض نے کہا کہ لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ میں دوسرا دہر اول کا غیر ہے وہ مصدر بمعنی فاعل ہے اب فان الدھر ھو اللہ کا معنی یہ ہے کہ وہ جملہ حوادث کا متصرف و مدبر ہے لیکن پہلا مطلب زیادہ ظاہر ہے ۔

حدیث شریف قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم یوں نہ کہے ۔ یا خیبۃ الدھر

(دہر کو خرابی ہو) کیوں کہ دہر میں ہوں میں ہی رات اور دن بھیجتا ہوں چاہوں تو ان دونوں کو سمیٹ لوں۔

فائدہ: یہ اور پہلی حدیث ان بعض صوفیہ کے رد میں کافی ہے۔ جیسا کہ گزرا اسے سمجھنے کامیاب ہوگا۔

ومالھم بذلک اور انہیں اس کا یعنی وہ جو ان کا عقیدہ مذکور ہوا کہ حیات صرف یہی دنیا ہے اور جو کچھ کرتا ہے زمانہ کرتا ہے۔ من علم کوئی علم کہ اسے عقل قبول کرے یا کوئی ان کے پاس نقل ہو اور نفی کی تاکید کے لئے مانافیہ ہے۔ ان ھم الا یظنون نہیں وہ لوگ مگر یہ کہ وہ اپنے امور کا دار ومدار گمان پر رکھتے ہیں اور پچھلے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں کہ جس سے وہ استدلال کر سکیں یہ انکا اعتقاد فاسد اپنا بنایا ہوا ہے بہر حال اہل ایمان کا ہر عقیدہ نصوص سے ثابت ہے اسی لئے انہیں اپنے عقیدہ پر یقین ہے انہیں گمان نہیں اور نہ ہی تخمینہ کرتے ہیں وہ حشر حسی و معنوی ہر دونوں کے قائل ہیں یعنی حشر محسوس اور صراط محسوس اور جنت و نار محسوس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے ہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نفوس جزئیہ کو نفس کلیہ کی طرف جمع کرتا ہے اور معقول ومحسوس کا جمع کرنا بہت بڑی قدرت ہے کہ یہ نعمتیں اور عذاب محسوس بھی ہیں اور معقول بھی مثلاً کھانا پینا، نکاح لباس محسوس بھی ہیں اور معقول بھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کی دلیل ہے اور یہ مظاہرۂ قدرت ممکنات کے ہر صنف میں جاری ہے یہ عالم غیب وشہادۃ کا کمال ہے کہ ہر صنف میں اسم ظاہر و باطن ہر دونوں کا حکم ثابت ہوتا ہے یہی جملہ انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کا عقیدہ ہے اور یہی اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے جو ان کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ رکھے گا وہ کامیاب ہوگا ورنہ ہلاک اور تباہ ہوگا

اس عقیدہ کے لوازمات میں سے توحید کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ ہر حادثہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کیوں کہ وہی ہر شے کا مؤثر حقیقی ہے اسی لئے ہوا کو گالی دینے سے رد کا گیا ہے اس لئے کہ وہ ایک فرشتے کے قبضے میں ہے اور فرشتہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اسی لئے جملہ تصرفات اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

حکایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو عبداللہ ثقفی کے ذریعے حجاج (ظالم) نے بلوایا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے کیوں کہ عزیز وہ ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اور ذلیل وہ ہے جو اس کی معصیت کا مرتکب ہے یہ کہہ کر چل پڑے جب حجاج کے ہاں تشریف لائے تو اس نے کہا آپ ہیں جو ہمارے لئے بددعا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں: اس نے کہا کیوں۔ فرمایا تو اپنے رب کا بے فرمان ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی عزت اور اولیاء اللہ کی تذلیل کرتا ہے اس نے کہا میں آپ کو بری طرح قتل کر دوں گا آپ نے فرمایا اگر اس کا مجھے علم ہوتا کہ میرا قتل تیرے ہاتھ میں ہے تو میں تیری ہی عبادت کرتا اس نے کہا وہ کیسے آپ نے فرمایا۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک ایسی دعا سکھائی ہے کہ جو اسے ہر صبح کو پڑھ لیا کرے تو اس پر کسی کا بس نہ چلے گا یعنی کوئی اسے نقصان نہ دے سکے گا یہاں تک کہ نہ اس پر زہر اثر کرے گی نہ جادو نہ ظالم بادشاہ کا ظلم اور آج میں اسے صبح سے پڑھ چکا ہوں۔ حجاج نے کہا وہی مجھے بھی سکھا دیں آپ نے فرمایا (معاذ اللہ) پناہ بخدا میں تجھے وہ دعا زندگی بھر نہ سکھاؤں گا حجاج نے کہا انہیں چھوڑ دو، آپ سے کہا گیا یہ آپ نے کیسے جرأت کی فرمایا میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں کاندھوں پر دو شیر بیٹھے تھے اگر وہ مجھ پہ حملہ کرتا تو وہ دونوں شیر منہ کھولے ہوئے تھے اسے کھا جاتے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ جملہ تاثرات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں نہ کسی بادشاہ کے ہاتھ میں ہیں نہ کسی وزیر کے قبضہ میں کیوں کہ یہ لوگ صرف اسباب کو دیکھتے ہیں اور بس۔

دعاء کامل التاثیر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو جب موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ تو نے میری خوب خدمت کی ہے تجھے وہی دعا سکھاتا ہوں وہ دعا یہ ہے۔

بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء

تعارف سیدنا انس رضی اللہ عنہ حضرت انس نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ میں منتقل ہو گئے تھے اور صحابہ کرام میں بصرہ میں آخری صحابی تھے جو ۹۱ھ میں یہاں فوت ہوئے آپ کی ایک سو تین سال عمر تھی اور سب سے بڑے راویان احادیث صحابہؓ میں سے آپ کا چھٹا نمبر ہے۔

تفسیر عالمانہ واذا تتلی علیھم اور جب بعث و نشر کے منکرین کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں ما آیتنا دی ناطق آیات منجملہ ان کے ایک بعث و نشر بھی ہے۔

بنیات، وہ واضح الدلالۃ دلائل جن پہ آیات ناطق ہیں یا وہ آیات جن کیلئے بنیات ہیں جیسے قل یحیھا الذی انشاھا اول مرۃ فرمایئے وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور ان الذی احیاھا لمحی الموتیٰ بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں موتیٰ کو زندہ کرنا ہے۔

ماکان حجتھم (ان کی حجت نہ تھی) اذا کا جواب ہے ابو حیان طوسی سے استدلال کیا ہے کہ اذا کے عامل کا جواب نہیں کیوں کہ ما نافیہ کو صدر کلام ضروری ہے اور اس کے جواب میں فار کا ہونا اسی لئے ہے کہ اذا دوسرے ادوات شرط کی طرح نہیں اور حجتھم کا منصوب ہونا ماکان کی خبر کی وجہ سے ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کا مستدل کوئی شے نہ تھی جو اس کی معارض ہوتی الا ان قالوا مگر یہ کہ عناد و اقتراحاً (مطالبہ کرتے ہوئے) کہا۔ "ائتوا بآبائنا" ہمارے آباؤ کو لاؤ یعنی انہیں زندہ کر کے قبور سے اٹھاؤ۔

ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو اس دعویٰ میں کہ ہم مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھیں گے یہ مضمون سورۃ دخان میں گزرا ہے کہ ان کا یہ محال قول باطل ہے اسے حجت نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ حجت دلیل قطعی کو کہا جاتا ہے اور ان کی بات کو حجۃ تہکم کے طور کہا گیا ہے یا تقابل کو بمنزلہ تناسب کے لایا گیا ہے بطور مبالغہ کے یعنی وہ شے کہ حجت نہیں اسے حجت کہنا اسی طرح ہے جیسے تہکمات انہیں کہا گیا۔ تحیۃ بینھم الخ ضرب وجیع ان کا تحیۃ ہے سخت مارنا وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ اسے حجۃ کہہ کر بتانا ہے کہ وہ حجت نہیں ہے یعنی ایسے لوگوں کی ایسی حجت کیا ہے کچھ بھی نہیں جیسے اس ذلیل شخص کی ملاقات کہ جوتے مارے جائیں وہ ملاقات نہ ہوئی بلکہ اسے ذلیل کرنا ہوا۔ ایسے طریقے اختیار کرنا یعنی ان کی بات کو حجۃ کہنا انہیں ذلیل وخوار کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی حجت یہ ہے حالانکہ وہ حجت ہے نہیں قل اللّٰہ یحییکم فرمائیے اللہ تعالیٰ تمہیں ابتداءً پیدا کرتا ہے ثم یمیتکم پھر تمہیں مارے گا جب تمہارے اجل ختم ہوں گے نہ کہ جیسے تم سمجھتے ہو کہ تمہیں دہر زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ ثم یجمعکم پھر تمہیں قبور سے اٹھانے کے بعد جمع کرے گا درانحالیکہ تم پہنچو گے۔

الی یوم القیمۃ قیامت کے دن تک جزاء وسزا کے لئے لاریب فیہ اس میں کوئی شک نہیں یعنی تمہارے جمع کرنے میں کیوں کہ جو ذات تمہیں ابتداً پیدا کرنے پہ قادر ہے وہ تمہارے لوٹانے پر بھی قدرت رکھتی ہے اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ جزاء وسزا کے لئے مخلوق کو ایک میدان میں جمع کیا ہے اور وہ وعدہ سچا ہے معجزات سے مصدق ہے دلالت کرتا ہے کہ اس کا وقوع یقیناً ہے اور اب ان کے آباء کو زندہ کرنا حکمت تشریعیہ کے مخالف ہے اسی لئے اس کا ایقاع ممتنع تھا۔

فائدہ : کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احیاء موتیٰ ایک خاص وقت پر موقوف اور ایک خاص حکمت کا مقتضیٰ تھا اسی لئے کہ اگر ان کے مطالبہ پر نہ ہوا تو یہ اس کے عجز کی دلیل نہیں[1] اس تعلیل کے علاوہ دوسری وجہ سورہ دخان میں ہم نے تفصیل کے ساتھ لکھدی ہے۔

ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یہ لاریب فیہ سے استدراک ہے کہ لاعلم لوگ اس میں شک میں ہیں۔

فائدہ : اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حیات انسانیہ سے زندہ کرے گا پھر تمہیں صفت انسانیہ حیوانیہ کی موت دے گا پھر تمہیں قیامت تک حیات ربانیہ کے ساتھ جمع کرے گا یہ نشاۃ اُخریٰ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں اہل نظر کے نزدیک لیکن اسے اکثر لوگ نہیں جانتے کیوں کہ وہ اہل نسیان وغفلت ہیں۔

---

[1] یہ جواب وہابیہ کے لئے ہوگا وہ کہتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کو اختیار ہوتا تو کفار اور یہود ونصاریٰ کے سوالات کے مطابق عمل کر کے کیوں نہ دکھلایا۔ اویسی غفرلہ

دفی الجھل قبل الموت موت لاھلہ
واجسامھم قبل القبور قبور

وان امراء لم یحی بالعلم میت
ولیس لہ حین النشور نشور

ترجمہ ۱: جہل میں موت سے پہلے ہی جاہل کی موت ہے اور ان کے اجسام قبور میں جانے سے پہلے ہی قبور میں ہیں
۲: جو مرد علم سے زندہ نہ ہوا وہ مردہ ہے اور مرنے کے بعد اٹھنے پر بھی اس کا اٹھنا نہ ہوگا۔

حدیث: تم اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو جب کہ تم سے دو سکرات ظاہر نہ ہوں۔
۱: سکرۃ الجہل ۲: سکرۃ حب الدنیا

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ متنبہ رہے اور اپنے رب سے یقین پہ رہے اور جو کتاب (قرآن) نے فرمایا اس کی تصدیق کرے۔ ایمان بالغیب چونکہ ایک مشکل امر ہے اسی لئے اکثر لوگ تکذیب کے گڑھے میں گر پڑے اور ایسے ہی برزخ و معاد کے دروازے بند ہیں۔ اسی لئے اس کا اکثر لوگوں نے انکار کر کے رد کر دیا۔

حکایت: شیخ امام مفتی الانام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے موت کے بعد خواب میں سوال کیا گیا کہ آپ تو ایصالِ ثواب یعنی قراءۃ القرآن کے ثواب کے موتیٰ کو پہنچنے کے منکر تھے اب کیا حال ہے فرمایا۔ افسوس ہے کہ میں غلطی پہ تھا اب میں نے یقین کیا اور ماننا پڑا وہ ہر شے پر قادر ہے[۱]

بہرام گبر کی حکایت پیر خراسان احمد حربی قدس سرہ کا ہمسایہ کافر (گبر) بہرام تھا۔ کاروبار کے لئے تجارتی مال باہر بھیجا تو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ حضرت حربی قدس سرہ نے مریدین سے فرمایا کہ اگرچہ وہ کافر ہے لیکن پھر بھی ہمسایہ ہے چلو اس سے غمخواری کے طور ہو آئیں جب آپ مع مریدین اس کے ہاں پہنچے تو وہ آتش پرستی میں مصروف تھا آپ کو دیکھتے ہی نوکروں کو کھانے کا کہا اس نے سمجھا کہ آج کل قحط سالی ہے شاید یہ لوگ کھانے کیلئے آئے ہیں آپ نے فرمایا بہرام ہم کھانے کیلئے نہیں آئے بلکہ تیرے مال لوٹے جانے کی خبر سنکر تجھ سے غمخواری کرنے آئے ہیں۔ بہرام نے حضرت کی بات سنکر ہاتھوں کو چوما اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا بہرام نے کہا حضرت مجھے مال کے لٹنے جانے کی کوئی فکر نہیں بلکہ اس سے مجھے تین وجہ سے شکر کرنا ضروری ہے

---

[۱] دورہ حاضرہ میں جتنا فرقے ایصالِ ثواب کے مختلف طریقوں کے منکر ہیں کل قیامت میں پچھتائیں گے (اویسی غفرلہ)

۱۔ دوسرے لوگ مجھ سے مال لوٹ گئے ہیں نے تو کسی سے کچھ نہیں چھینا۔
۲۔ اگر وہ میرا آدھا مال لوٹ گئے آدھا تو میرے پاس موجود ہے۔
۳۔ دنیا گئی لیکن میرا دین تو محفوظ ہے اور دنیا آنی جانی شے ہے ے

ہنر باید وفضل و دین و کمال
کہ گاہ آید وگہ رود جاہ و مال

ترجمہ: ہنر وفضل و دین و کمال چاہیے ورنہ جاہ و مال تو کبھی آتے ہیں اور کبھی جاتے ہیں۔

حضرت احمد قدس سرہ نے فرمایا تیری ان باتوں سے محبت کی خوشبو آتی ہے لیکن یہ بتا کہ تم آگ کو کیوں پوج رہے تھے کہا تاکہ کل قیامت میں مجھے نہ جلائے اور میرے ساتھ بے وفائی نہ کرے اور مجھے خدا تعالیٰ تک پہنچا دے۔ احمد حربی نے فرمایا یہ تمہارا خیال غلط ہے کیوں کہ آگ ایک ضعیف اور جاہل اور بے وفا شے ہے جس طرح کہ تم نے اس سے امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں تمام بیکار ہیں کیوں کہ یہ ضعیف اس لئے ہے کہ اگر کوئی بچہ اس پر پانی یا مٹی ڈال دے تو فوراً بجھ جائے گی جب وہ اپنے سے اپنا نقصان دفع نہیں کر سکتی تجھے اسی قدرت والے رب تک کیسے پہنچا سکتی اور جاہل اس لئے ہے کہ اس میں مشک ڈالو یا نجاست ہر دونوں کو جلا دے گی اسے یہ نہیں معلوم کہ ان میں بہتر کونسی شے ہے اور بے وفا اس لئے ہے کہ تو نے اس کی ستر سال پرستش کی ہے لیکن میں نے اس کی کبھی پرستش نہیں کی لیکن ہم دونوں اس میں چھلانگ لگائیں تو دونوں کو جلا دے گی اپنے پرائے کی پہچان نہیں کرے گی فلہذا ایسی بے وفا کی پرستش کا کیا فائدہ؟۔

بہرام (کافر) کو حضرت احمد حربی قدس سرہ کی باتیں پسند آئیں۔ عرض کی چار سوال عرض کرتا ہوں اگر آپ حل کردیں گے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا بتلایئے

(۱) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کیوں پیدا فرمایا ؟
(۲) پیدا کر کے رزق کی ذمہ داری کیوں اٹھائی ؟
(۳) جب رزق بخشا تو پھر مارتا کیوں ہے ؟
(۴) مارتا ہے تو پھر اٹھائے گا کیوں ؟

حضرت احمد حربی قدس سرہ نے جوابات دیئے۔

(۱) مخلوق کو پیدا کیا تاکہ اسے پہچانیں۔
(۲) رزق بخشا تاکہ اس کی رزاقی پر ایمان لائیں
(۳) مارتا ہے تاکہ اس کی قہاری کا پتہ چلے۔ (۴) زندہ کرے گا تاکہ اس کی قدرت کا علم ہو۔

بہرام نے سن کر انگشت شہادت اٹھائی اور کلمہ شہادت پڑھا حضرت احمد حربی نے سنتے ہی نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے بہرام نے پوچھا نعرہ مارنے اور بیہوشی کی وجہ فرمایا جب تونے شہادت کی انگلی اٹھائی تو مجھے کہنے والے نے کہا کہ بہرام ستر سال آتش پرستی کے بعد ایمان لایا تونے ستر سال مسلمانی میں گزارا بتا تونے کیا کیا۔ کیا تجھے اپنے خاتمہ کا کچھ علم ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت اور اس کی رضا اور آیات بینات کے استحصار کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ
يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى
اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا
يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ
فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟
اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا
مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ
فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِىْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ
مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ
نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ

مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ
وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جس دن قیامت قائم ہو گی باطل والوں کی اس دن ہار ہے اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا ہمارا یہ نوشتہ تم پر حق بولتا ہے ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں لے گا۔ یہی کھلی کامیابی ہے۔ اور جو کافر ہوئے ان سے فرمایا جائے گا کیا نہ تھا کہ میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی ہیں تو تم تکبر کرتے تھے اور تم مجرم لوگ تھے اور جب کہا جاتا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہمیں یونہی گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں اور ان پر کھل گئیں ان کے کاموں کی برائیاں اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی ہنسی بناتے تھے اور فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے تم اپنے اس دن کے ملنے کو بھولے ہوئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے تو اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہان کا رب اور اُسی کے لیے بڑائی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

تفسیر عالمانہ

(وللہ ملک السمٰوٰت والارض) اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے ملک یعنی ملک مطلق اور تصرف کلی ان دونوں (آسمانوں اور زمینوں) میں اور جو ان کے اندر ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

(ربط) قدرت کی تخصیص کے بعد تعمیم کا ذکر ہے۔

(ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یخسر المبطلون) اور اس وقت کہ قیامت ہو گی تو باطل والے خسارہ پائیں گے یوم کا عامل یخسر ہے اور یومئذ یوم سے بدل ہے حضرت علامہ تفتازانی قدس سرہ نے فرمایا ایسے ہونا تاکید کے زیادہ مشابہ ہے لیکن یہاں مقصود بالنسبۃ دوسرا ہے نہ کہ پہلا اور تاکید میں مغلوب ہوتا ہے نہ کہ دوسرا (اسی لئے یہ تاکید کے مشابہ کہا نہ کہ تاکید) میری تحقیق یہ ہے کہ یہاں یوم بمعنی وقت ہے اب معنی

یہ ہوا کہ اس وقت جب قیامت قائم ہوگی اور مردے اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ وقت قیامت کے اوقات کا ایک جز ہوگا کیوں کہ وہ یوم ایک وسیع الاوقات ہے جس کا مبدا نفخہ اولیٰ ہے اس معنی پر یومئذ پہلے یوم سے بدل البعض ہے اور عائد مقدر ہے لیکن چونکہ ان کے خسران کا ظہور مُردگان کے قبور سے اٹھنے کے وقت ہوگا اسی لئے وہی مقصود بالنسبۃ ہے [1]

حل لغات

اہل عرب کہتے ہیں ابطل بمعنی باطل لایا اور وہ بات کہی جس کی کوئی حقیقت نہیں یہاں پر وہ لوگ مراد ہیں جو حق کا ابطلات اور بعث و نشر کا انکار کرتے ہیں۔ اب معنی یہ ہوا کہ ابطلان والوں کا وہاں خسران ظاہر ہوگا اور ان کا نقصان و خسران یہ ہوگا کہ وہ دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔

فائدہ : تفسیر کبیر میں ہے کہ حیات وعقل وصحت انسان کے راس المال ہیں اور ان میں تصرف سعادۃ آخرۃ کی طلب ہے جیسے تاجر کو مال کے تصرف سے نفع حاصل ہوتا ہے ایسے ہی انسان کو اپنی حیات وعقل و صحت کے تصرف سے اُخروی سعادتمندی کا نفع نصیب ہوگا لیکن چونکہ کفار نے اپنا مال یعنی نفوس کو طلب دنیا میں ضائع کر دیا اسی لئے وہ آخرت کے نفع سے خائب وخاسر ہوں گے اس میں استعداد فطری کو باطل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ علی نفسہ فلیبك من ضاع عمرہ وہ اپنا ماتم کرے جس نے اپنی عمر ضائع کی وَتَرىٰ كُلَّ أُمَّةٍ اور ہر امت دیکھے گی یہاں پر روایت عینی مراد ہے اور امت سے مطلق امم یعنی تمام امتوں کے جملہ افراد کافر و مومن دیکھیں گے درانحالیکہ جَاثِيَةً وہ گھٹنوں بل پڑے ہوں گے اسی دن کی ہولناکی کی وجہ سے یعنی غیر مطمئنہ ہوں گے کیوں کہ وہ اس وقت خوفزدہ ہوں گے اور سوال وحساب کے وقت اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں گے

حل لغات

جثا، یجثو اور جثی یجثی جثوا وجثیا، جیم وثاء (کو مضموم پڑھا جائے) اسے کہا جاتا ہے جو گھٹنوں پر بیٹھے اور کھڑا ہو تو انگلیوں پر۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جاثیہ بمعنی مجتمعہ یعنی ایک امت دوسری امت سے مخلوط نہ ہوگی یہ جثوت الابل و جثیتہا سے ہے بمعنی جمعتہا " میں نے اونٹ کو جمع کیا۔ الجثوۃ (بالضم) بمعنی شے مجتمع۔

سوال، یہ تو کافروں کے حق میں ہو سکتا ہے کیا اہلِ ایمان کا حال بھی اسی طرح ہوگا حالانکہ انہیں تو قیامت میں کوئی خوف نہ ہوگا۔

جواب : کبھی امن والے کے لئے اشتراکاً ایسے ہوتا ہے جب تک ظاہر نہ ہو کہ یہ اس کا مستحق نہیں حضرت کعب نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ قیامت میں دوزخ شور کرے گی اس کے خوف سے ہر ملک مقرب اور ہر

---

[1] حواشی سعدی المفتی مرحوم ۱۲

بنی مرسل گھٹنوں کے بل گرا ہوگا یہاں تک حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کہیں گے یارب آج تو میں اپنی ذات کا سوال کرتا ہوں حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

در اں روز کزہ فعل پرسند و قول
اولوالعزم راتن بلرزد ز ہول
بجائیکہ دہشت خورد انبیاء
تو عذر گنہ راچہ داری بیا

ترجمہ ! اس دن جب کہ فعل وقول کا سوال ہوگا تو اولوالعزم پیغمبر کے جسم پر لرزہ ہوگا خوفِ خدا سے جہاں انبیاء علیہم السلام بھی دہشت کھائیں تو گناہوں کا عذر رکھتا ہے تو آجا۔

کل امۃ امت کا تکرار اس کے دن کی سختی اور وعید کی وجہ سے ہے تدعی الی کتابہا ہر امت اپنے اعمالنامہ کی طرف بلائی جائے گی یہ اضافت مجازی ہے بوجہ ملابست کے کیوں کہ ہر ایک کے اعمال اسی کتاب میں ہیں۔

فائدہ : اس میں بندوں کے عجز کی طرف اشارہ ہے کسی قوت و طاقت کا کام نہیں اسمیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ازل سے لکھ دیا ہے دنیا و آخرت میں جو کچھ کسی کو پہنچتا ہے وہ اس کے لئے لکھا ہوا ہے ان کے اعیان ثابتہ کے مقتضی پر پس ہر ایک کو وہی جزا ملے گی جو اس کی تقاضا میں ہے۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

دریں چمن نکنم سرزنش بخود روی
چنانکہ پرورشم می دہند میرویم

ترجمہ ، اس چمن میں خود روی پر میں ملامت اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے جیسے چلاتے ہیں ویسے چلتا ہوں۔
اَلْیَوْمَ یہ قول مقولہ تجزون ما کنتم تعملون انہیں کہا جائے گا یہ وہ دن ہے جس میں تمہیں وہی جزا ملیگی جو تم عمل کرتے تھے جس کا عمل ایمان (مقبول) ہوگا۔ اسکی جزاء جنت ہے اور جس کا عمل شرک و کفر ہوگا اس کی سزا جہنم ہوگی

حدیث شریف میں ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت میں ایمان و شرک اللہ تعالیٰ کے حضور میں گھٹنوں بل گر پڑیں گے اللہ تعالیٰ ایمان سے فرمائے گا تو انہوں کو جنت میں لے جا اور شرک کو فرمائے گا تو دوزخ میں لے جا۔ ھذا کتابنا یہ ہماری کتاب یہ سالم جملہ پچھلے قول کا تکملہ ہے اور بندوں کے تمام اعمال اسی میں لکھے ہوئے ہوں گے نون عظمت کی طرف کتاب کی اضافت اس لئے ہے کہ وہ تمام لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگا اس کی تفخیم شان اور اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اپنی طرف مضاف فرمایا ورنہ بظاہر اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اضافت امت کی طرف ہو جیسے پہلے ہوا۔ "ینطق علیکم" تمہارے اوپر بولیگی گواہی دے گی۔ "بالحق" حق کے ساتھ بغیر کمی و بیشی کے یہ ھذا کی دوسری خبر اور بالحق ینطق کے فاعل سے حال ہے۔ "انا کنا نستنسخ" یہ کتاب کے حق کی گواہی دینے کی تعلیل ہے یعنی اس کی گواہی حق کی اس لئے کہ ہم فرشتوں کے ذریعے اسمیں لکھواتے رہے فلہذا اسمیں کسی قسم کا خلل نہیں۔ ما کنتم تعملون وہ جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے اعمال صالح یا برے چھوٹے یا بڑے یعنی ہم فرشتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ تمہارے اعمال لکھ کر اس میں ثبت کریں یہ ترجمہ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ سین طلب کے لئے ہوتا ہے۔

حل لغات نسخ دراصل اصل سے نقل کرنے کو کہا جاتا ہے جیسے ایک کتاب دوسری کتاب سے نقل کی جاتی ہے، لیکن کبھی ابتدائی لکھائی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اعجوبہ بعض نے کہا ہر صبح و شام کو ایک فرشتہ اترتا ہے جو اسرافیل علیہ السلام سے ہر انسان کے کراماً کاتبین کو وہ لکھا ہوا مضمون دیتا ہے جو انسان اسی دن و رات میں کریں گے کیوں کہ دن و رات میں جو عمل بھی کرتا ہے وہ لکھا ہوا تھا جسے اس نے کرنا ہے جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس نے وہ سب کچھ لکھا جو دنیا میں ہر عامل نے عمل کرنا ہے نیکی یا برائی اور اسے ذکر میں محفوظ کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ازل میں ہی وہ ہر قسم کی لکھائی سے فارغ ہو گیا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرشتے بھی ہیں جو لکھی ہوئی کتاب سے ہر سال رمضان میں وہ لکھتے ہیں جو آنے والے سال میں زمین پر ہوگا وہ لکھ کر ہر بندے کے کراماً کاتبین فرشتوں کو ہر خمیس کے دن سپرد کرتے ہیں اسی لئے کراماً کاتبین وہی لکھتے ہیں جو ان کو وہاں سے ملتا ہے جسمیں کسی قسم کی کمی و بیشی نہیں ہوتی جب بندے کی کتاب ختم ہو جاتی ہے اور اس پر موت واقع ہوتی ہے تو وہ کراماً کاتبین ان مقرر فرشتوں سے بندے کی کتاب مانگتے ہیں تو وہ فرشتے فرماتے ہیں کہ تمہارے حساب کے عمل کی اب کوئی کتاب ہمارے پاس نہیں جب کراماً کاتبین واپس لوٹتے ہیں تو وہ بندہ فوت ہو چکا ہوتا ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اے لوگو تم وہ ہو جن کے اعمال لوح محفوظ پہلے سے لکھے جا چکے ہیں جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور کمی و بیشی نہیں ہوتی جو کچھ قلم اعلیٰ نے لکھا وہی تمہیں ملے گا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بندہ جو دن بھر کام کرے گا کراماً کاتبین کو اس کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔

سوال: جب کراماً کاتبین کو پہلے سے علم ہوتا ہے تو پھر ان کا بندوں کے ساتھ ہر وقت رہنے اور اعمال

لکھنے کا کیا فائدہ - ؟

جواب : الزام حجۃ کے لئے کہ کسی پر کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی جب تک گواہ نہ ہوں کہ اس نے فلاں وقت میں یہ کام کیا اور اس وقت کراماً کاتبین لکھ دیتے ہیں تاکہ بندے پر حجت قائم ہو ، بعض نے کہا کہ وہ اعمال لکھ کر اس لکھے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے پھر جس عمل پر ثواب و عتاب مرتب ہوتا ہے وہ باقی رکھتے ہیں اس کے سوا باقی کو مٹا دیتے ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

یمحوا اللہ ما یشآء و یثبت : اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے

سبق بندے پر لازم ہے کہ موت سے پہلے اپنے احوال کی اصلاح کرے عنقریب عمر ختم ہوگی اور معاملہ الٹ جائے گا ۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱ : دریغست فرمودۂ دیو زشت
کہ دست ملک بر تو خواہد نوشت

۲ : روا داری از جہل ناپاکیت
کہ پاکاں نویسند ناپاکیت

۳ : طریقے بدست آرو صلح
شفیعی بر انگیز و عذرے بگو

۴ : کہ یک لحظہ صورت نہ بندد داماں
چو پیمانہ پرشد بدور زماں

ترجمہ ۱ : تیرا افسوس ہے کہ تو شیطان پلید کے کہنے پر چلتا ہے ۔ تیرا اعمالنامہ پاک لوگ لکھیں گے لہٰذا تو پاک ہو کر رہ ۔

۲ : ناپاکی اور جہالت سے کیا تو جائز سمجھتا ہے کہ پاک لوگ تیری ناپاکی لکھیں ۔ یعنی فرشتے تیری برائی لکھیں

۳ : کوئی طریقہ ہاتھ میں لے کر صلح تلاش کر ۔ سفارشی کھڑا کر اور عذر کہہ ۔

۴ : اس وقت ایک آن بھی امان کی صورت نہ ہوگی جب دور زمانہ کا پیمانہ پر ہوگیا ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے اسباب کی طرف جلدی کرنے والوں اور اپنے امر و ہدایت کے قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والوں سے بنائے ۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ فاما الذین آمنوا و عملوا الصالحات (پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک

عمل کیے۔) امتوں میں سے یہ عمومی معنیٰ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ یہ ما قبل کی تفصیل ہے اور ما قبل میں امتوں کا ذکر ہے۔

فیدخلھم ربھم تو ان کا رب انہیں داخل کرے گا فی رحمتہ، اپنی رحمت یعنی جنت میں اس لئے کہ بہشت میں داخل ہونا نہ کسی جگہ بننے میں اقسام ورخت سے ہے یہ تسمیہ شے باسم حالہ کے قبیل سے ہے چونکہ بہشت رحمت کی جگہ ہے۔ اسی لئے بطریق مجاز مرسل اس پر رحمت کا اطلاق کیا گیا۔

ذلک وہ جو مذکور ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ادخال " ھو الفوز المبین" کھلی کامیابی ہے ایسی کامیابی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہ ہو گی۔

تفسیر صوفیانہ فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ نور عظیم (بڑی کامیابی) جنت القلب کے دخول کا اور دنیا و آخرت میں لقائے خداوندی کا نام ہے لیکن چونکہ ایسی کامیابی عوام کے سامنے ظاہر نہیں بلکہ ان کو صرف بہشت کامیابی نظر آتی ہے اسی لئے اسے فوز مبین کہا گیا اگرچہ فوز مبین فوز عظیم کو بھی شامل ہے کیوں کہ جنت انواع رحمت کی جگہ ہے۔

تفسیر عالمانہ واما الذین کفروا افلم تکن آیاتی تتلی علیکم اور بہر حال وہ لوگ جو کافر ہیں تو کیا وہ میری آیات تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی انہیں بطریق توبیخ و تقریع کہا جائے گا کہ کیا تمہارے ہاں ہمارے رسل کرام علیہم السلام تشریف نہیں لائے تو کیا انہوں نے ہماری آیات تمہیں پڑھ کر نہیں سنائیں یہاں معطوف علیہ محذوف ہے محض قرینہ کی دلالت کے سہارا پر اسے حذف کیا گیا ہے۔ فاستکبرتم تو تم نے ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔

وکنتم قوما مجرمین اور تھے تم مجرم لوگ یعنی تم جرائم پیشہ قوم تھے۔

فائدہ: شیخ سمرقندی قدس سرہ نے بحر العلوم میں لکھا کہ اگر تم سوال کرو کہ کیا یہ آیت ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو روم۔ ترک، ہند کے دور کے علاقوں میں رہتے ہیں جنہیں دعوت اسلام نہ پہنچی اور نہ ہی ان کے سامنے آیات الٰہیہ تلاوت ہوئیں حالانکہ وہ توریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں۔

جواب: یہ حکم ان پر لاگو نہ ہو گا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ میرے نزدیک بحکم اسی آیت کے وہ لوگ معذور بلکہ مغفور ہوں گے انہیں رحمت الٰہی کی وسعت گھیرے گی بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ رحمت حق ان لوگوں کو بھی نصیب ہو گی جو دور فترت میں فوت ہوئے ایسے ہی ہر احمق اور ہر بوڑھا اور ہر بہرہ گونگا رحمت بے پایاں سے حصہ پائے گا۔

حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار اشخاص ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں حجت و عذر سے بخشے جائیں گے۔

(۱) وہ جو دورِ فترت میں فوت ہوا۔

(۲) جس نے بڑھاپے کے زمانہ میں اسلام پایا

(۳) بہرہ، گونگا مجنون۔

(۴) احمق (پاگل)

اے معترض اللہ تعالیٰ کی رحمت کو وسیع سمجھ کیوں کہ صاحب شرع نے وسعت رحمت کی باتیں کی ہیں ہم سے پہلے لوگوں پر بھی وسعت رحمت محیط تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو بندوں پر تنگ نہیں رکھا اسی لئے اے معترض (وہابیوں، دیوبندیوں کی طرح) لوگوں کو کافر بنانے اور گمراہ کہنے سے زبان و قلب کو روک اُن کی طرح نہ ہو جا جن کی پونجی صرف چند کتابیں ہیں جن سے وہ لوگوں کے کافر (مشرک اور بدعتی) کہنے میں لگے رہتے ہیں۔ نیز متکلمین کا ایک گروہ ایسا ہے جن کا (وہابیوں دیوبندیوں کی طرح) عوام اہل اسلام کو کافر مشرک اور بدعتی) کہنے میں مشغول رہتے ہیں وہ بدگمانی سے بھرپور ہیں اور پہلے درجے کے کذاب ہیں اور دین سے بے بہرہ ہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ جو ہماری کتابوں سے عقائد شرعیہ ثابت ہیں جو ان کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، پھٹکار اور لعنت ہو ایسے لوگوں پر زندگی بھر اور مرنے کے بعد بھی کہ انہوں نے رحمتِ الٰہی کی وسعت کے باوجود اسے تنگ کر دیا ہے بلکہ بہشت ایک محدود اور مخصوص گروہ کی جاگیر سمجھ رکھی ہے اور سوچ رکھا ہے کہ ان کی فقہ کے عالم اور ان کے عقائد کے متکلم ہی بہشت میں جا سکیں گے باقی جہنم میں جائیں گے کیوں کہ وہ مشرک و بدعتی ہیں۔ (معاذ اللہ) ان بے وقوفوں نے ایسے لوگوں کو کافر (مشرک) اور گمراہ (بدعتی) سمجھ رکھا ہے جو کفر و شرک و بدعت اور گمراہی سے کوسوں دور ہیں ان پاگلوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بھلا دیا کہ آپ نے فرمایا، امتی کلھا فی الجنۃ الا الزنادقۃ، (زندیقوں کے سوا میرے تمام امتی بہشت میں ہوں گے نیز یہ بھی فرمایا کہ میرے تمام امتی بہشت میں ہوں گے سوائے ایک گروہ ہلاک ہونے والے کے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ دوزخ پر ایک ایسا وقت آئے گا جب ایک بندہ بھی اس میں نہ ہوگا سزا کے طور چند سال ایسے گزار کر پھر انہیں اس سے نکالا جائے گا بھلا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اہل ہوا کی اہوا بخش دے گا اور لوگوں کے اعمال کا محاسبہ ہوگا لیکن زنادقہ

کو ہرگز نہ بخشا جائے گا (انتہی کلام السمرقندی)

فائدہ : الزندیق وہ ہے جو دہر کے کفار کا عقیدہ رکھے یعنی اسے آخرت پر ایمان نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتا ہے یعنی وہ خدا کو نہیں مانتا اور نہ ہی مرنے کے بعد زندہ ہونے کا قائل ہے اور نہ ہی کسی شے کو حرام سمجھتا ہے بلکہ وہ کہتا جملہ اشیاء اور حرام شدہ امور ہم سب میں مشترک ہیں۔

مسئلہ : ایسے لوگوں کی توبہ کی قبولیت میں دو روایتیں ہیں راجح یہ ہے کہ ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی [1]

مسئلہ : اصول (فقہ) میں ہے کہ جسے دعوت اسلام نہ پہنچے وہ غیر مکلف ہے اسے محض عقل کے زور سے ایمان ضروری نہیں ہر ایسا شخص جو ایمان کو سمجھتا ہو نہ کفر کو تو وہ معذور ہوگا بشرطیکہ اسے ایسا وقت نہ ملا ہو جس میں وہ تامل واستدلال کو کام لاسکے مثلاً وہ پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہرا رہا اور وہیں پر اس کی موت آئی جسے اللہ تعالیٰ کی طرف تجربہ کی توفیق ملی بلکہ اسے انجام کے سمجھنے کا موقعہ ملا تب بھی ایمان نہ لایا تو ایسا شخص معذور نہ ہوگا کیوں کہ اسے مہلت کا ملنا اور تامل کی مدت کا حصول بمنزلہ دعوت رسل کے ہے۔ جو غافل قلوب کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں جب اس نے نظر وفکر میں کوتاہی کی تو معذور متصور نہ ہوگا۔

فائدہ : تامل (غور وفکر) کی مدت کی کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جاسکے بعض نے مرتد پر قیاس کر کے تین دن حد مقرر فرمائی ہے کیوں کہ مرتد کو تین دن سوچنے کا وقت دیا جاتا ہے لیکن یہ قیاس قوی نہیں کیوں کہ ایسے شخص کی مہلت کا دار و مدار تجربہ پر ہے اور تجربات مختلف ہوتے ہیں کیوں کہ عقول میں اختلاف ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے سمجھ دار تھوڑی سی مدت میں وہ باتیں سمجھ جاتے ہیں جو دوسروں کو مدت طویل کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتیں فلہٰذا اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کیا جائے کیوں کہ وہی ایسے اندازے جانتا ہے اور اسے ہر شخص کا معیار معلوم ہے وہ معاف کردیتا ہے ہر اس شخص کو جو ابھی مقدار معلوم تک نہیں پہنچا اور اسکی گرفت کرتا ہے جو مقدار معلوم مکمل کرتا ہے۔

مسئلہ : اشعریہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر وہ شخص جو اعتقادیات سے غافل رہا یہاں تک کہ فوت ہوگیا یا شرکیہ اعتقاد رکھتا تھا اور اسے دعوت اسلام نہیں پہنچی اور مرگیا تو یہ شخص بھی معذور ہے کیوں کہ ان کے نزدیک دلائل سمعیہ معتبر ہیں نہ کہ دلائل عقلیہ۔

مسئلہ : جسے دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور قتل کیا گیا تو اس کی ضمانت ادا کی جائے گی کیوں کہ

---

[1] فتاوی قاری الہدایہ ۱۲ :

اس کا کفر معاف ہے اس لئے کہ معذور تھا یہ ضمانت میں مسلمانوں کی طرح ہے۔ یہ اشاعرہ کا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اس کی کوئی ضمانت نہیں اگر قبل دعوت اسے بلاوجہ قتل کر دیا تو اس کی ضمانت دی جائے گی کیوں کہ ان کی یہ غفلت (باوجودیکہ انہیں تامل کا موقعہ ملا اور ایمان نہ لایا) ناقابل قبول ہے ان کا قتل اہل حرب کی عورتوں کی طرح ہوگا اسی لئے ضمانت ہوگی۔

مسئلہ: دارالحرب میں وہ مسلمان دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کرے تو اس کا عذر قابل قبول ہے اگرچہ اس نے مدت تک نہ نماز پڑھی اور نہ روزہ رکھا تو اس پر ان کی قضا بھی نہیں کیونکہ دارالحرب احکام شرعیہ کی شہرت کی جگہ نہیں بخلاف ذمی کے کہ جب وہ جو دارالاسلام میں اسلام قبول کرے تو اس پر نماز کی قضا ہے اگرچہ اسے اس کے وجوب کا علم نہ ہو کیوں کہ دارالاسلام میں قدرت حاصل ہے کہ وہ احکام شرعیہ پوچھ سکے۔ اگر اس نے سوال نہیں کیا تو وہ اس کی اپنی کوتاہی ہے اس کا عذر قابل قبول نہیں (تحقیق صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) مذکورہ بالا جتنا تقریرات مذکور ہوئیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے دعوت اسلام نہیں پہنچی وہ دو قسم ہے۔

(۱) اسے اتنا مہلت ملے کہ وہ شرائط سے غور و فکر کر سکے اور توحید کو جان سکے۔

(۲) یا مہلت نہ ملے۔

دوسرا معذور ہے نہ پہلا۔

مسئلہ: ایمان کے لئے عرفانی مطلق کافی ہے اگرچہ وہ ایمان شرعی کو نہ جانے۔

حدیث شریف میں وارد ہے جو مر گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا تھا اگرچہ یہ بھی نہ کہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ شرک بھی نہیں کیا تو وہ دوزخ سے نجات پا جائے گا۔

ایمان شرعی کی تعریف کسی نبی علیہ السلام کی متابعت کا حصول لیکن یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد صرف ہمارے نبی علیہ السلام کی متابعت ضروری ہے۔

مسئلہ: اہل فترت اسی قانون پر مومن متصور ہوں گے اگرچہ انہیں توحید اور اصول کا علم نہ بھی ہو تو وہ معذور ہوں گے۔

فائدہ: جس نے یہ کہا کہ جہنم پر ایک وقت آئے گا جب وہ خالی ہوگی یہ حق ہے اس سے مراد طبقہ عاصی ہے کہ جسمیں عاصی مسلمان ٹھہریں گے جو سزا پا کر بہشت میں جائیں گے تو وہ طبقہ خالی ہو جائے گا لیکن اس سے وہ شخص مراد ہے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوگا خواہ اسے شرعی ایمان کا لفظاً موقعہ ملا یا نہ وہ دوزخ سے ضرور نکالا جائے گا۔

فائدہ: جب معرفت مجردہ والے کا یہ حال ہے تو اہل قبلہ تو اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے کیوں کہ ایمان شرعی حاصل تھا بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی جلی یا خفی دلیل نہ ہو حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا[1]

۱: ہر کہ شد از اہل قبلہ بر تو پدید
که بہ آوردہ نبی گروید

۲: گرچہ صد بلاغت و خطا و خلل
بینی اور از روی علم و عمل

۳: کمن اور اسرزنش تکفیر
مشمارش ز اہل نار سعیر

۴: ور بینی ز اہل اصلاح
که رود راہ دین صباح و رواح

۵: بیقین ز اہل جنتش شمار
ایمن از روز آخرش مگذار

۶: مگر آنکس که از رسول خدا
شد مبشر بجنۃ الماوی[2]

ترجمہ ۱: جو اہل قبلہ تیرے سامنے آئے کہ وہ نبی علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے
۲: اگرچہ بے شمار بدعات (سیئہ) اس میں دیکھتے ہو اور خطا و خلل از روئے علم و عمل کے
۳: اسے ملامت کرتے ہوئے کافر نہ کہو نہ ہی اسے نار جہنم کا مستحق سمجھو۔
۴: اگر کسی کو اہلِ صلاح دیکھو کہ وہ دین کے راہ پر صبح و شام چل رہا ہے۔
۵: اسے بھی یقینی بہشتی مت سمجھو اس کے خاتمہ سے بے خوف نہ ہو۔
۶: ہاں جسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خوشخبری سنائی ہے (اسے بے شک ناجی سمجھو)

فائدہ: حضرت شیخ علاؤ الدولہ نے فرمایا جمیع اہل فرق اسلامیہ ناجی ہیں۔ اس حدیث شریف کے

---

[1]: سلسلۃ الذہب ۱۲، [2]: سلسلۃ الذہب ۱۲۔

حکم میں ہے مستفترق امتی الخ یعنی یہ ناجی ہیں بلا شفاعت[1]

تفسیر عالمانہ واذا قیل ان وعد اللہ اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یعنی آنے والے امور کا کیا ہوا وعدہ یہاں پر وعدہ بمعنی موعود ہے حق ؛ حق ہے لامحالہ واقع ہونے والا ہے۔ والساعۃ اور قیامت جو کہ اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے وعدوں میں سے مشہور وعدہ ہے لاریب فیہ اسمیں شک نہیں یعنی اس کے وقوع میں کیونکہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے اور اس کے وجود پر شواہد بھی قائم ہیں۔ "قلتم" تم نے کہا اے منکرین بعث و نشر یہ تمہاری سرکشی کی غایۃ ہے کہ کہا کرتے ہو (پہلے گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنے کے منکر عرب کے کفار اور زنادقہ تھے) ماندری ماالساعۃ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے یہ کونسی شے ہے یہ لوگ اسے ایک عجیب وغریب شے سمجھتے تھے۔ ان نظن الاظنا ——— ہم کوئی فعل نہیں کرتے مگر گمان کا۔ بظاہر تو یہ عبارت استثنار الشیٔ عن نفسہ ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں کیوں کہ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان شی ہمارا اعتقاد مگر شک اور گمان کا، شک دونوں طرفوں میں گمان ہو لیکن انمیں ایک کو ترجیح ہو کبھی یقین کے معنیٰ میں بھی آتا ہے[2]

فائدہ : ظن مطلق کا بالمقابل یقین ہے اسی لئے کہا گیا وما نحن بمستیقنین اور ہم نہیں یقین کرنے والے کہ قیامت قائم ہو۔

فائدہ : جنہوں نے ماھی الاحیا تنا الدنیا الخ کہا تھا شاید وہ اور تھے اور اس کے قائل کوئی اور کیوں کہ قیامت کے بارے میں کافروں کے کئی گروہ تھے

(۱) بعث ونشر کا یقینی طور انکار کرنے والے یہ وہی ہیں جو آیت اُولیٰ میں مذکور ہیں۔

(۲) جنہیں شک تھا بوجہ اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقوع کے متعلق بکثرت شواہد سن چکے تھے اور اسی آیت الہٰی کا ذکر ہے۔

فائدہ : التعریفات میں ہے کہ ظن وہ عقیدہ راجحہ ہے جسمیں نقیض کا احتمال ہے اور یقین وشک ہر دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور یقین بمعنی شک کو زائل کرکے علم کو مضبوط کرنا اور شک کی نفی نظر

---

[1] العروۃ ۱۲ [2] فتح الرحمٰن ۱۲

مجھے یقین ہے کہ آسمان میرے اوپر ہے۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ ان امور پر یقین رکھے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان پر یقین کامل کے ساتھ عقیدہ رکھے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) وعدہا باشد حقیق و دلپذیر
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر

(۲) وعدہا اہل کرم گنج روان
وعدۂ نا اہل شد رنج روان

ترجمہ: (۱) وعدائے حق لائق اور دل پذیر ہیں مجازی وعدے دو تین دن کے ہوتے ہیں

(۲) اہل کرم (انبیا و اولیا) کے وعدے جاری خزانے کی طرح ہیں نااہل کے وعدے شطرنج کا کھیل یا کھی

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ کی سچائی میں اور کون ہوگا اس نے اہلِ ایمان یقین والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں فرح وسرور کا وارث بنائے گا وہ اگرچہ قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے خوف میں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے بھی پر امید ہیں اور ایسی رحمت واسعہ کو نہیں پا سکتے جب تک قیامت کا وقوع نہ ہو کیوں کہ دخول جنت اور اس کے درجات اور اس کی نعمتوں کا حصول اسی پر موقوف ہے

یقین کے مراتب (۱) علم الیقین اور یہ علم ادراک باطنی جو فکر صائب اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے یہ مرتبہ ان علماء کیلئے ہے جو غیب کے ساتھ یقین رکھتے ہیں اور وہ اس مرتبہ میں نہیں بڑھ سکتے ہیں جب تک انہیں ارواح قدسیہ سے مناسبت نہ ہو اسے ہی عین الیقین کہا جاتا ہے اور عین یقین کا مرتبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب معلوم کا مشاہدہ ہو جو نہی یہ مرتبہ بڑھتا ہے دوئی کے پردے ہٹ جاتے ہیں اس وقت حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے یہی مرتبہ ثالثہ ہے اس مرتبہ کے اضافے کے بعد حجابات نہیں ہوتے عین الیقین کا مرتبہ اولیاء کرام کو نصیب ہوتا ہے اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کو

فائدہ: حق الیقین کا ایک باطن ہے اسے حقیقۃ الیقین کہا جاتا ہے یہ صرف اور صرف ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

مراتب یقین کے حصول کے اسباب یہ مراتب یقین مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتے

(۱) ہمیشہ باوضو رہنا

(۲) تھوڑا کھانا کثرت ذکر ملکوت السموات والارض میں خاموشی سے غور و فکر کرنا

(۳) سنن و نوافل کی ادائیگی،

(۴) ماسوی الحق کا ترک

(۵) نیند کم کرنا (۶) اکل حلال (۷) صدق مقال

اللہ تعالیٰ کی طرف قلب کے ساتھ مراقبہ، یہ معاینہ ومشاہدہ کی چابیاں ہیں اور یہ سب کی سب شریعت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے نصیب ہوتی ہیں۔ سالک پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر قول وفعل کی متابعت ضروری اور لازمی ہے۔

کمالِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں میری روح تمام ملکوت سے گزری یہاں تک کہ بہشت و دوزخ دیکھی لیکن کسی کی طرف التفات نہ کیا اور ہر نبی علیہ السلام کی روح اقدس کو سلام عرض کیا جب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس کے ہاں پہنچی تو کیا دیکھا کہ بے انتہا ہزاروں آتشیں دریا ہیں اور ہزاروں حجاب نوری دیکھے اگر میں ان کے ایک میں قدم رکھتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔ اس کی ہیبت سے میں مدہوش ہو گیا یہاں تک کہ مجھے کوئی خبر نہ رہی اس کے بعد مجھے بارگاہ حق تعالیٰ میں پیش کیا گیا لیکن میں بارگاہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہ پہنچ سکا یعنی انسان بقدرِ خویش خدا تعالیٰ تک تو پہنچ سکتا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے لیکن حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ وہ ایک صدر خاص میں ہیں ہاں جب تک لا الٰہ الا اللہ کی وادی طے نہ کر و گے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو طے نہیں کیا جا سکتا یاد رہے کہ ان ہر دونوں وادیوں کی حقیقت ایک ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ یہاں (بارگاہ حق میں) بایزید بسطامی قدس سرہ نے عرض کی الٰہی جو کچھ میں نے دیکھا خودی سے دیکھا جب تک یہ خودی موجود ہے تجھ تک نہیں پہنچا جا سکتا براہِ کرم مجھے خودی سے آزاد فرما اور اس سے مجھے چارہ کار نہیں اب میں کیا کروں۔ فرمان ہوا کہ اے بایزید اگر تم خودی سے نجات چاہتے ہو تو میرے دوست حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں خود کو وابستہ کرو اور ان کی قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤ اور ان کی متابعت میں راسخ قدم رہو۔

سبق: اس سے ثابت ہوا کہ تصدیق قوی تر ہتھیار اور متابعت سے قربت کا وافر اور اکثر حصہ نصیب ہوتا ہے اس سے منکروں اور کافروں کا حال معلوم ہوا کہ وہ کتنا بعد وفراق میں ہیں ہم اللہ تعالیٰ خلاق سے پناہ مانگتے ہیں۔

اختتام پارہ ۲۵ حضرت صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا یہاں پچیسواں پارہ ختم ہوا اور اس کے بعد چھبیسواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ چوں کہ پاروں کی تقسیم زمانہ خیر القرون کے بعد کی تقسیم ہے اسی لئے یہ بدعت حسنہ ہے یہی وجہ ہے کہ ممالک اسلامیہ میں پارہ کے اختتام و

ابتداء میں اختلاف ہے چنانچہ سعودیوں نے ابھی قرآن مجید شائع کیا ہے اس میں اس اختلاف کو صاف دیکھا جا سکتا ہے اور میں نے حرم نبوی علیٰ صاحبہا السلام میں سلطان عبدالحمید کے دور کا مطبوعہ قرآن مجید دیکھا ہے اس میں بھی پاروں کے اختتام وابتدا کا اختلاف ہے۔[1]

سعودی و ترکی قرآن مجید پاروں کے اختتام وآغاز کی فہرست

نقشہ

نام پارہ	آغاز	اختتام
۶		ما تخذوهم اولياء ولكن كثيرا منهم فاسقون
۷	تجدن عداوة للذين الخ	
۱۳		وليذكر اولو الالباب
۱۴	الر تلك آيات الكتاب	
۱۹		بل انتم قوم تجهلون
۲۰	فما كان جواب قومه	والله يعلم ما تصنعون
۲۱	ولا تجادلوا اهل الكتاب	
۲۲[1]		بما غفرلى
۲۳	وما انزلنا على قومه	[2]

تفسیر عالمانہ (بدالھم) اور ان کے لئے ظاہر ہوں گی، یعنی کافروں کو آخرت میں ظاہر ہونگی سیأت ما عملوا ان کے اعمال کی برائیاں وہ یہ اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کے قبیل سے ہے یعنی ان کے برے اعمال جیسے بھی ہیں قیامت میں ڈراونی اور قبیح صورتوں میں ظاہر ہوں گے تو ان کے برے انجام کا معائنہ کریں گے۔

فائدہ: اس سے شرک اور وہ معاصی مراد ہیں جن کی طرف طبائع ونفوس مائل ہیں اور دل سے چاہتے اور انہیں اچھا سمجھتے ہیں لیکن قیامت میں وہ بری اور قبیح شکلوں میں ظاہر ہوں گے۔ مثلاً حرام خنزیر کی صورت میں اور حرص چوہے اور چیونٹی کی صورت میں اور شہوت گدھے اور چڑیا کی صورت میں اور غضب

---

[1] پرانے نسخے اسی طرح ہیں جیسے ہمارے (پاکستان) کے (اویسی غفرلہ)

[2] اضافہ اویسی غفرلہ۔

فہد شیر (چیتا) کی صورت میں اور بخل کتے کی صورت میں اور کینہ اونٹ کی صورت میں اور زبان سے کوئی ایذا دینا سانپ کی صورت میں طعام اور پینے اور نیند کی خواہش بھینس اور گلنیے کی صورت میں اور عجب بندر کی صورت میں اور لوالطت ہاتھی کی صورت میں اور حیلہ لومڑی کی صورت میں اور رات کو چوری کرنا دلق (عے) و ابن عرس کی صورت میں اور رُبا (سود خواری) اور جھوٹا دعویٰ کوے اور عقعق اور بوم کی صورت میں اور لہو و لعب کی چیزوں سے کھیل تماشا مرغ کی صورت میں اور بے فائدہ فکر جوئیں اور چیچڑوں کی صورت میں اور بنیٹر (عورتوں کا موتی پرونا) گیدڑ کی صورت میں اور علم بے عمل سوکھے درخت کی صورت میں اور حق راہ چھوڑنا ٹیڑھا چہرہ یعنی چہرے کو گدی کی طرف پھیر دینے کی صورت میں غرضیکہ برے اعمال مختلف بری صورتوں میں ظاہر ہوں گے اسی لئے دنیا کو کھیتی کہا گیا ہے کہ جو کچھ بوؤگے وہی اٹھاؤگے برے اعمال کی بری سزا ہوگی یہ بھی ہے کہ سیأت سے ان کی سزا مراد ہو جیسا کہ کہا گیا ہے جزاء سیئۃ السیئۃ برائی کی اس کی مثل بری سزا ہوگی اپنے سبب کی وجہ سے اس طرح موسوم ہوئی۔

وحاق بہم اور انہیں محیط ہوگا اور ان پر نازل ہوگا۔

حل لغات

ابوحیان نے فرمایا "حیق" کا اطلاق مکروہ امر پر ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے "حاق به یحیق حیقاً وحیوقاً یعنی اسے گھیرا "حاق" کی طرح "الحیق" فعل مکروہ کی وجہ سے انسان کو گھیرنا "ما کانوا به یستهزؤن" وہ جو اس کے ساتھ استہزا کرتے تھے یعنی جزا و عقاب سے انکار کرتے ہوئے مذاق اڑاتے" وقیل" اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں کہا جائے گا "الیوم" آج یعنی قیامت کے دن ننسٰکم ہم تمہیں بھلادیں گے یعنی عذاب میں تمہیں بھولے ہوئے کی طرح چھوڑ دیں گے ضمیر خطاب میں استعارہ بالکنایہ ہے ان کی بھلائے ہوئے سے تشبیہ دے کر عذاب میں چھوڑ کر اور ان سے لاپرواہی کرتے ہوئے جیسا کہ نسیان کا قرینہ بتاتا ہے۔ کما نسیتم لقاء یومکم هذا جیسا کہ تم نے اسی دن کی ملاقات کو بھلایا تھا یعنی جیسے تم نے اس کو متروک کر رکھا تھا اور اس کی تمہارے ہاں کوئی وقعت نہ تھی یعنی نہ اس پر ایمان لائے اور نہ اس کے لئے کوئی نیک عمل کیا۔

فائدہ: لقاء کی اضافت یوم کی طرف اضافۃ المصدر الی ظرفہ کے قبیل سے ہے" دراصل عبارت یوں تھی نسیتم لقاء اللہ وجزاءہ فی یومکم هذا اللہ تعالیٰ کے ملنے اور اسی دن جزا ملنے کو تم بھول گئے۔ الیوم مفعول بہ کے قائم مقام ہے یعنی "ملقیا" کے ہم معنی ہوگیا ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں نسیان بویا اسی لئے آخرت میں ثمرہ نسیان کا پائیں گے۔

عے دونوں جانور ہیں۔

۱۱ اگر بد کنی چشم نیکی مدار
که ہرگز نیارد گز انگور بار

۱۲ درخت زقوم ار بجاں پروری
مپندار ہرگز کز و برخوری

۱۳ رطب ناورد چوب زہرہ بار
چہ تخم افگنی برہماں چشم دار

ترجمہ ۱: اگر برائی کرتے ہو تو نیکی کی امید نہ رکھو اس لئے کہ جھاؤ انگور کا پھل نہ دے گی۔
۲: زقوم کے درخت جتنا ہی محبت سے پالو اس سے پھل کی امید نہ رکھو۔
۳: زہرہ بار کی لکڑی کھجور تر نہ لائے گی جیسا بیج بوؤ گے اسی کی امید رکھو۔

ومادٰکم النار اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے کیوں کہ وہ اس کا ٹھکانہ ہے جو ہمیں بھول گیا جیسے بہشت اس کا ٹھکانا ہے جس نے ہمیں یاد کیا۔ وما لکم من ناصرین۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہیں یعنی تمہارے کسی ایک کے لائق نہیں کہ تمہارا کوئی ایسا مددگار ہو جو تمہیں دوزخ سے چھٹکارا دلا سکے۔ ذٰلکم وہ عذاب بانکم اس سبب سے ہے کہ اتخذتم آیات اللہ ھزوا تم نے آیات الٰہی کو ٹھٹھہ مخول بنایا اور نہ ان میں غور و فکر اور قبول کرنے کے لئے سر اٹھا کر دیکھا وغرتکم الحیوٰۃ الدنیا اور تمہیں دھوکہ میں ڈالا حیوٰۃ دنیا نے کہ تم نے گمان کیا کہ حیوٰۃ دنیا کے سوا اور کوئی حیاۃ نہیں ؎

نوشتہ اند بر ایوان جنۃ الماویٰ
کہ ہر کہ عشوہ دنیا خرید وای بوے

ترجمہ: جنۃ الماویٰ کے محل پر لکھدیا گیا ہے کہ جس نے دنیا کا عیش و عشرت خریدا اسے افسوس

فالیوم لا یخرجون منہا تو آج کے دن اس سے نہیں نکالے جائیں گے یعنی دوزخ سے خطاب سے غیبت کی طرف التفات میں خبر دینا ہے کہ وہ اس لائق نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے اس سے ان کی اہانت و تحقیر مطلوب ہے یا اشارہ ہے کہ انہیں خطاب سے ہٹاتے ہی دوزخ میں پھینک دیا گیا ولا ھم یستعتبون اور نہ وہ معاف کئے جائیں گے یعنی ان سے یہ مطالبہ نہ ہوگا کہ وہ رب تعالیٰ کو طاعت سے راضی کر سکیں کیوں کہ اب وقت نکل گیا۔

تفسیر صوفیانہ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلصین پر بعض آیات ظاہر فرمائیں جب منکرین کو دیکھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں جیسے ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کی عادت

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وصیت قبول نہ کرنے پر انہیں دنیا نے دھوکہ دیا اسی لئے فرمایا کہ تمہیں حیاۃ دنیا دھوکہ نہ دے آج وہ قہرالہٰی کی نار سے نہیں نکل سکتے کیوں کہ وہ اس میں خود حرص و شہوات کے قدموں سے داخل ہوئے اسی لئے اب وہ قدم ایمان و عمل صالح کے ساتھ جنت کی طرف رجوع کرنے کیلئے معاف نہیں کئے جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ

وللّٰہ الحمد خاص اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے۔ رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العالمین وہ آسمانوں اور زمینوں اور جملہ عالم کا پروردگار ہے ارواح کا بھی اجسام کا بھی ذوات کا بھی صفات کا بھی تو کوئی بھی مستحق نہیں سوائے اسکے۔

فائدہ: لفظ رب کا تکرار تاکید اور متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ اس کا رب بطریق اصالت کے ہر لحاظ سے اسی کو لائق ہے: لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض اسی سے ہے کبریائی یعنی عظمت و قدرت و سلطنت و عزت کیوں کہ زمین و آسمان میں اسی کے آثار و احکام ہیں۔ ضمیر کے ساتھ ذکر کرنے میں شان کبریائی کی تفخیم و تعظیم کا اظہار مراد ہے۔ وھو العزیز وہ ایسا غالب ہے کہ اس پر کسی کا غلبہ نہیں۔ الحکیم" وہ اپنی قضاء و قدر میں حکیم ہے اسی لئے اسی کی حمد کرو کیوں کہ وہ حمد کا مستحق ہے اور اس کی کبریائی بیان کرو کیوں کہ کبریائی کا وہی حق دار ہے اور اسی کی اطاعت کرو کیوں کہ وہی ہر شے پہ قادر ہے اور اسکی ہر صنعت میں ہزاروں بڑی حکمتیں ہیں۔

حدیث شریف

اللہ تعالیٰ کی تین چادریں ہیں۔

(۱) عزت کی،

(۲) کبریائی کی

(۳) رحمت کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے عزت کا خواہاں ہوا تو اسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرتا ہے۔ اسی وجہ سے فرمائے گا

ذق انک انت العزیز الکریم عذاب چکھ اس لئے کہ تو اپنے خیال میں عزت والا اور مکرم تھا۔ جو تکبر کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ سے منازعت کرتا ہے اسی لئے فرمایا کہ وہ میرے ساتھ نہ جھگڑے کہ اسے بہشت میں داخل نہ ہوں اور جو لوگوں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے اسی لئے فرمایا کہ میں اسے ایسی چادر پہناؤں گا جس کا مستحق ہے۔

حدیث قدسی شریف

میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے جو بھی مجھ سے ان دونوں میں کوئی ایک چھینتا ہے میں اسے دوزخ میں

داخل کردوں گا۔

سبق بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنائے لیکن محال ہے کہ یہ دونوں صفات عمل میں لائے کیوں کہ یہ ازلی ابدی ہیں اسی کے ساتھ خاص ہیں ان دونوں میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا ہاں بندوں کی عادات میں تغیر ہوتا رہتا ہے کیوں کہ ان کی ابتداء و انتہا ہے اور ان کی کوئی ابتدا کرنے والا اور لوٹانے والا ہے۔

نکتہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ردا و ازار کا اطلاق فرمایا لیکن قمیص و شلوار کا استعمال نہیں فرمایا اس لئے کہ دونوں سلی ہوئی نہیں ہوتیں اگرچہ بُنی ہوئی ہوں اسی لئے وہ بسیط (فراخ کھلی) ہوسکتی ہیں بخلاف قمیص و شلوار کے کہ وہ دونوں سلی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں ترکیب ہے یہی وجہ ہے کہ مرد حاجی کو حکم ہے کہ وہ احرام کی چادریں سلی ہوئی استعمال نہ کرے بخلاف عورت کے وہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے اس لئے کہ مرد اگرچہ مرکب پیدا کیا گیا ہے لیکن وہ بساطۃ (فراخی) کو قریب تر ہے اور عورت مرد سے پیدا کی گئی ہے اور صرف اپنے مرد کیلئے خاص ہے اسی لئے وہ بسائط سے بعید رکھی گئی ہے خلاصہ یہ کہ سلی ہوئی شے میں ترکیب ہے اس لئے عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنی اصل پر رہے مرد کے رنگ ڈھنگ کی طرف رجوع نہ کرے اور مرد کو حکم ہے کہ ترکیب سے ہٹ کر بساطۃ کی طرف رجوع کرے۔

نکتہ: حمد کی کبریائی پر تقدیم میں اشارہ ہے کہ حمد کرنے والوں پر لازم ہے کہ جب وہ اللہ کی حمد کریں تو یہ ذہن میں تصور لائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ و اکبر ہے اس سے کہ اس کی وہ حمد کرسکیں جو انعام کے لائق ہو بلکہ وہ حمد کرنے والوں کی حمد سے اکبر و اعلیٰ ہے اور اس کی نعمتیں اتنا بے شمار ہیں کہ شکر کرنے والے ان کا شکر نہیں کرسکتے۔

تفسیر صوفیانہ بعض اکابر نے فرمایا کہ الکبریاء بمعنی رب تعالیٰ کو قیدجہات و تحویلات یعنی علمیہ و اعتقادیہ متنوعہ کی قید سے بحسب المراتب منزہ جاننا ایسے ہی احکام حصر کے ظاہر اور باطن سے بھی منزہ جاننا اسکی معرفت ایسے امور سے متحقق نہیں ہوتی ہاں خوش قسمت انسان کو سر عبادت المشروعہ و سر التوجہات الکونیہ الی الحضرت الربوبیۃ سے عرفان حاصل ہوسکتا ہے

فائدہ: شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اکبر کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا حق طاعت سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے اگرچہ اس کا حق اس سے بھی اعلیٰ ہے جیسا کہ فرشتے کہتے ہیں ما عبدناک حق عبادتک ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔

مسئلہ: جامع المضمرات میں ہے کہ اللہ اکبر کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ کسی غیر سے اکبر ہے بلکہ اپنے کل ماسوا سے اکبر ہے وہ اپنے انوار قدرت کا ایک نور ہے۔

حکایت: کسی نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چھینک کر الحمد للہ پڑھا تو حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا، الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہیے کیوں کہ یہی قرآن کے موافق ہے اس شخص نے کہا کہ کیا عالم کا کوئی وجود ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے اس معنیٰ پہ اللہ اکبر کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس سے اکبر ہے کہ اسے حواس سے ادراک کیا جاسکے یا اس کے جلال کو عقل و قیاس سے سمجھا جاسکے بلکہ وہ تو اس سے اکبر ہے کہ اس کا غیر اس کے جلال کا ادراک کر سکے بلکہ وہ اس سے اکبر ہے کہ اسے اس کے سوا کوئی پہچان سکے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔

فائدہ: بعض فضلاء نے فرمایا صحیح وہ ہے جو محققین کا مذہب ہے کہ اکبر افعل التفضیل ہے جب اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوگا تو معنیٰ میں معرف باللام کی طرح ہو یعنی معنی یہ ہوگا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکبر ہے یہاں لفظ مِن کے مقدر کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اگر مِن مقدر ہو تو معنیٰ یہ ہوگا کہ اصل کبریائی میں اس کا کوئی اور بھی شریک ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اس کا کوئی کسی صفت میں شریک ہو اور اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیون کہ کبریائی صرف اسی کے ساتھ ہے بلکہ اس کا ماسوا تو [illegible] ت اور احتیاج سے موصوف ہے۔ بلکہ تمام اسی کے محتاج ہیں چہ جائیکہ اس کے غیر کو مجازی طریقہ [illegible] ں مانی جائے نہ ہی کسی کو عظمت و کبر حاصل ہوسکتا ہے اور یہ صفت صرف اور صرف اسی کو خاص ہے بلکہ کوئی اس صفت سے موصوف ہونا چاہے تو یہ صفات اس کے لئے مذموم و مقبوح ہوں گی اسی لئے وہ منزہ ہے کہ کوئی بھی کسی صفت میں اس کا شریک ہوسکے خلاصہ یہ کہ افعل التفصیل اس کے لئے محض مبالغہ و کمال مطلق کیلئے ہے تاکہ ثابت ہو کہ اس صفت میں اس کا غیر کوئی بھی شریک نہیں۔

مسئلہ: یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی تکبیروں میں کبھی کبھی اضافہ فرمایا کرتے مثلاً کبھی چھ بار کبھی ان سے زائد[1]۔

نکتہ: اہل عرب کے قبائل عیدوں کے اجتماع میں مطالعہ جال کا مطالعہ کرتے اور اس کی بہت سے عظمت و بزرگی کا اظہار کرتے اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے کبریائی کی نفی کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت فرمایا اور پھر ان کی تعداد معین نہ تھی۔ جن سے اطمینان قلبی حاصل ہو اتنا قدر بڑھایا

---

[1] فقیر کے رسالہ "قران السعدین فی تکبیرات العیدین" میں اس کی تفصیل دیکھئے۔ (اویسی غفرلہ)

جاتا ہے

حکایت کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آپ کا صاحبزادہ انگشتری پہنے ہوئے ہے جس کی قیمت ہزار درہم ہے آپ نے صاحبزادہ کو لکھا کہ اے عزیز میں نے سنا ہے کہ تم نے انگشتری خریدی ہے جس کا نگینہ ہزار درہم کا ہے میں حکم دیتا ہوں کہ اسے بیچ کر ہزار بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اگر انگشتری پہننی ہے تو معمولی قیمت کی پہن لے اور اس پر لکھدے رحم اللہ امرأ عرف قدرہ نفسہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو اپنی قدر و قیمت جانتا ہے اس لئے کہ تیری انگشتری تیری بڑائی پر دلالت کرتی ہے اور بڑائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے

۱ : مرا و را سزد کبریا و منی
که ملکش قدیمست و ذاتش غنی

۲ : یکے را بسر بر نہد تاج بخت
یکے را نجاک اندر آرد ز تخت

۳ : بتہدید اگر برکشد تیغ حکم
بمانند کروبیان صم و بکم

۴ : بدرگاہ لطف و بزرگیش بر
بزرگان نہادہ بزرگی ز سر

۵ : بدر د یقیں پردہائے خیال
نماند سرا پردہ الا جلال

ترجمہ ۱ : اسی کو بڑائی اور میں ہونا لائق ہے کہ اس کا ملک قدیم اور اس کی ذات غنی ہے۔
۲ : کسی کے سر پر بخت کا تاج رکھتا ہے کسی کو تخت سے مٹی (قبر) میں لاتا ہے۔
۳ : تہدید سے حکم کی تلوار اٹھاتا ہے تو کروبی (فرشتے) بہرے گونگے، کھڑے رہ جاتے ہیں۔
۴ : اس کی بزرگی کے درگاہ میں اس کے لطف سے بزرگوں نے سر زمین پر رکھے ہوئے ہیں۔
۵ : یقین تمام پردے طے کرلیتا ہے سوائے پردۂ جلال کے۔

سبق یعنی کوئی پردہ باقی نہ رہے گا سوائے حجابات عظمت وردائے کبریائی کے کیوں کہ وہ ہمیشہ بلند رہے گا ورنہ انسان کا وجود تو لاشی ہو کر ملک عدم سے لاحق ہوگا اسے ذوق و وجدان

نئے سرے اچھی طرح پہچان لے

سلہ : یہ ابتدائے اسلام میں ہوتا ہوگا ورنہ عیدین میں صرف اور صرف چھ تکبیرات زائدہ ہیں اور بس۔
اویسی غفرلہ

فہرست